جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن
روضۃ الصالحین
مسلم شریف کے سب سے جامع ومشہور شارح امام نووی کی مقبول کتاب
ریاض الصالحین
کی جامع ومدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار
جلد اول
حسب فرمائش
حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ وتشریح
محمد حسین صدیقی
استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
زمزم پبلشرز

جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

روضۃ الصالحین

مسلم شریف کے سب سے جامع و مشہور شارح امام نووی کی مقبول کتاب

ریاض الصالحین

کی جامع و مدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار

جلد اول

حسب فرمائش حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ

ترجمہ و تشریح
مولانا محمد حسین صدیقی
استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

کتاب کی چند خصوصیات

- ★ ہر حدیث کا اردو زبان میں آسان و عام فہم ترجمہ
- ★ احادیث کے مختلف طرق کی نشاندہی
- ★ جدید مسائل کا جابجا تذکرہ
- ★ ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار
- ★ ہر حدیث و عربی عبارت مع اعراب و تشریح
- ★ ہر حدیث کی تخریج و راوی کے حالات کا تذکرہ
- ★ عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب
- ★ ہر حدیث کے حل طلب اجزاء کی بہترین و جامع تشریح
- ★ ہر حدیث کے مشکل الفاظ کی حل لغات
- ★ ائمہ و فقہاء و محدثین کی عام فہم رائے کا اندراج
- ★ ہر بحث و تشریح کے حوالہ جات
- ابواب صرفیہ و نحو کے ضروری مسائل

زمزم پبلشرز

کتاب کا نام ـــــ روضۃ الصالحین جلد اوّل جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ اشاعت ـــــ جنوری ۲۰۱۲ء

صفحات ـــــ ۵۷۶

کمپوزنگ ـــــ فاروقِ اعظم کمپوزرز کراچی

باہتمام ـــــ احبابِ زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

زمزم للطباعة والنشر والتوزيع

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الهدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

- **Madrasah Arabia Islamia**
  1 Azaad Avenue P.O Box 9786,
  Azaadville 1750 South Africa
  Tel : 00(27)114132786
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton
  Bl1 3NE U.K
  Tel/Fax : 01204-389080

روضۃ الصالحین مکمل سیٹ ایک نظر میں

جلد اوّل

ابواب

(۱) بَابُ الْإِخْلَاصِ وَ اِحْضَارِ النِّيَّةِ تا (۳۰) بَابُ الشَّفَاعَةِ

احادیث

حدیث نمبر (۱) تا حدیث نمبر (۲۴۷)

جلد دوم

ابواب

(۳۱) بَابُ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ تا (۶۸) بَابُ الْوَرَعِ وَ تَرْكِ الشُّبُهَاتِ

احادیث

حدیث نمبر (۲۴۸) تا حدیث نمبر (۵۹۶)

جلد سوم

ابواب

(۶۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ تا (۱۸۶) بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ

احادیث

حدیث نمبر (۵۹۷) تا حدیث نمبر (۱۰۴۱)

جلد چہارم

ابواب

(۱۸۷) بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ تا (۲۵۲) بَابٌ فِيْ مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ

احادیث

حدیث نمبر(۱۰۴۲) تا حدیث نمبر(۱۵۰۲)

جلد پنجم

ابواب

(۲۵۳) بَابُ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ وَفَضْلِهِمْ تا (۳۷۲) بَابُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجَنَّةِ

احادیث

حدیث نمبر(۱۵۰۳) تا حدیث نمبر(۱۸۹۶)

اجمالی فہرست

عنوان	صفحہ

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۱۰۰	توبہ کا دروازہ بند ہونے تک توبہ کا قبول ہونا
۱۰۰	اللہ اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں اس کا مطلب
۱۰۰	توبہ قبول ہوتی رہے گی یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے
۱۰۱	توبہ کے قبول ہونے کی حد
۱۰۱	توبہ قبول ہونے کی آخری حد
۱۰۲	یہ کب ہوگا؟
۱۰۲	نزع روح سے قبل توبہ کا قبول ہونا
۱۰۳	آدمی کی توبہ قبول ہوتی رہتی ہے جب تک روح حلق تک نہ پہنچے
۱۰۴	طلوع الشمس من المغرب تک توبہ قبول ہوتی ہے
۱۰۶	مسافر موزے پر تین دن تین رات تک مسح کرسکتا ہے
۱۰۶	نبی ﷺ کے سامنے زور سے بولنا منع ہے
۱۰۶	آدمی قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا
۱۰۷	سخت گنہگار کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے
۱۰۹	سو آدمیوں کے قاتل کا واقعہ
۱۱۰	حدیث کی آیت قرآنیہ سے بھی تائید
۱۱۱	تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا واقعہ
۱۲۴	جھوٹ میں نجات نہیں ہے
۱۲۴	خوشخبری سنانے والوں کو ہدیہ دینا مستحب ہے
۱۲۵	آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر کو پسند فرماتے تھے
۱۲۶	صدق دل سے توبہ کا ثمرہ
۱۲۷	حاملہ عورت کو رجم نہیں کیا جاتا
۱۲۷	زنا کرنے والے کی نماز جنازہ کون لوگ پڑھیں گے؟
۱۲۷	دوسرے مذہب والوں کا استدلال
۱۲۸	اولاد آدم کے منہ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز بھر نہیں سکتی
۱۲۹	آدمی کو ہمیشہ مال کی حرص رہتی ہے
۱۳۰	اللہ جل شانہ کا ہنسنا
۱۳۰	قاتل اور مقتول دونوں جنت میں پہنچ گئے

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۲۳۰	عقلمند کون ہیں؟
۲۳۱	نادان کون ہیں؟
۲۳۱	مسلمان کو فضول لایعنی کام کو چھوڑنا چاہیے
۲۳۲	اسلام کی خوبی یہ ہے کہ آدمی لایعنی باتوں کو چھوڑ دے
۲۳۲	کیا مردوں سے ان کی بیویوں کے مارنے کے بارے میں سوال ہوگا؟
۲۳۳	مردوں سے ان کی بیویوں کے مارنے کے بارے میں سوال نہیں ہوگا
۲۳۴	**باب** (۶) تقویٰ کا بیان
۲۳۴	اعلیٰ درجے کا تقویٰ
۲۳۵	خوف خدا ایمان کی بنیاد ہے
۲۳۵	صحیح بات کرنے کی تلقین
۲۳۶	رزق اللہ کے ذمہ ہے
۲۳۷	اللہ بہت بڑے فضل واحسان والے ہیں
۲۳۸	انسان کی شرافت علم ودین پر ہے
۲۳۹	انسان کی شرافت خاندانی شرافت پر نہیں بلکہ علم دین پر ہے
۲۳۹	شرافت دین میں ہے
۲۴۰	دنیا دار عورتوں سے پرہیز کرو
۲۴۰	پرہیزگاری کا پہلا دشمن آپ ﷺ نے بطور نصیحت کے فرمایا
۲۴۱	پرہیزگاری کا دوسرا دشمن
۲۴۱	نبی کریم ﷺ کی ایک جامع دعا
۲۴۲	ایک جامع اور مفید دعا
۲۴۲	معصیت کی نذر پوری نہ کی جائے
۲۴۳	اپنی قسم کے خلاف خیر پائے تو وہ قسم کا کفارہ دے دے
۲۴۳	کیا! معصیت کی نذر ماننے کے بعد پوری نہ کرنے پر کفارہ ہے یا نہیں؟
۲۴۴	حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کی جامع نصیحت
۲۴۴	حجۃ الوداع کے خطبہ کی چند باتیں
۲۴۵	**باب** (۷) یقین اور توکل کا بیان
۲۴۵	اللہ کے وعدہ کا ایفاء

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

راویوں کے ناموں کی فہرست

تقریظ

مولانا عبدالرحمٰن الکوثر ابن حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ

(مقیم مدینہ منورہ)

الحمد للّٰہ رب العالمین. والصلوٰۃ والسلام علی سیّد الانبیاء والمرسلین. سیدنا و نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد!

ریاض الصالحین جو امام نوویؒ شارح مسلم کی شہرہ آفاق تالیف ہے جس کی افادیت طلبہ اور علماء پر خوب عیاں ہے۔ اس سے امت اسلامیہ ہمیشہ سے فائدہ حاصل کرتی رہی ہے۔ اور آئندہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے استفادہ جاری رہے گا۔

لیکن چونکہ کتاب عربی میں ہے اور اہل اردو اس سے فائدہ حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

اس لئے کافی عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس کا اردو ترجمہ اور شرح لکھی جائے۔

تاکہ عربی نہ جاننے والے حضرات بھی اس کی افادیت سے مستفید ہوسکیں۔

حضرت والد صاحبؒ (مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ) اپنی زندگی میں اس کتاب کی شرح لکھنے کا ارادہ فرماتے رہے مگر دوسری تالیفات کی وجہ سے تمنا پوری نہ کرسکے۔

بالآخر اس کام کی طرف والد صاحبؒ نے اپنی حیات میں مولانا محمد حسین صدیقی زید مجدہم (استاد حدیث جامعہ بنوریہ) کو اس کا حکم فرمایا۔ ان کا والد صاحبؒ سے کافی عرصہ سے تعلق بھی تھا ان پر اعتبار بھی تھا۔ اس سے پہلے بھی ان کو کئی کتابیں لکھنے کا فرما چکے تھے۔ کچھ قرض تو مولانا موصوف اتار چکے ہیں اور ابھی ان پر کچھ قرضہ ادھار بھی ہے۔

بہر حال اس کتاب کی شرح کے وقت مولانا موصوف ابتداءً انکار کرتے رہے، مگر والد صاحبؒ کے اصرار پر وہ کام کے لئے آمادہ ہوگئے۔ والد صاحبؒ کی حیات میں اس کی تین جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی تھیں۔ والد صاحبؒ نے اس پر ایک مقدمہ بھی تحریر فرمایا تھا مگر نا معلوم وہ کہاں گم ہوگیا، صرف مختصر سی تقریظ جلد ثانی کے ابتداء میں موجود ہے۔

بہر حال اس شرح سے نہ یہ کہ صرف عوام مستفید ہو رہے ہیں بلکہ طلبہ علم اور علماء بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں یہ شرح ایک عظیم علمی کارنامہ ہے جو اللہ نے مولانا موصوف سے لیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرح کو اسی طرح قبول فرمائے جیسا کہ اصل کتاب کو قبول فرمایا ہے۔ اور اس شرح کو والد صاحبؒ اور مولانا محمد حسین صدیقی زید مجدہم کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

الدال على الخير كفاعله.

وصلى الله وسلم على سيدنا و نبينا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.

کتبہ
مسجد نبوی شریف بین المغرب والعشاء
غرۃ محرم ۱۴۲۴ھ

عبدالرحمٰن الکوثر
ابن مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہریؒ

صاحب ریاض الصالحین

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا فرزانہ　　　　بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

نام ونسب:

نام، یحییٰ، ابوزکریا کنیت، محی الدین لقب، سلسلہ نسب یہ ہے: یحییٰ بن شرف بن حسن بن حسین بن جمعۃ بن حزام بن حرلی الحورانی الشامی۔

ولادت:

آپ ماہ محرم الحرام ۶۳۰ھ میں نواۃ مقام میں پیدا ہوئے جوارض حوران کے ایک شہر نویٰ میں ہے اسی وجہ سے آپ کو نووی کہتے ہیں۔ [۱]

تعلیم وتربیت:

ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی جس میں قرآن مجید کا حفظ کرنا اور چند ابتدائی کتابیں تھی۔ پھر ۶۴۹ھ میں انیس سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مدرسہ رواحیہ دمشق میں آ گئے۔ وہاں بڑے بڑے علماء سے علم دین حاصل کر کے کمال کو پہنچ گئے۔

فقہ کے اساتذہ:

کمال الدین اسحاق مغربی اور عبدالرحمٰن بن نوح وغیرہ۔

علم اصول فقہ کے استاد:

علامہ قاضی نفیسی صاحبؒ سے حاصل کی۔

علم نحو کے اساتذہ:

شیخ احمد مصری، اور ابن مالک سے حاصل کی۔

احادیث کے اساتذہ:

شیخ رضی الدین، زین الدین بن عبدالدائم، عمادالدین عبدالکریم حرستانی، عبدالعزیز انصاری وغیرہ سے صحاح ستہ، اور دیگر

کتب احادیث پڑھیں۔ ان سے علوم حاصل کرنے کے بعد علامہ نووی ایک تبحر عالم بن گئے جس کے بارے میں علامہ عبدالحیؒ لکھتے ہیں: ورع فی العلوم و صار محققاً فی فنونه مدققاً فی عمله حافظاً للحدیث عارفاً بانواعه.

علوم میں بہت زیادہ نمایاں، فنون میں محقق، عمل میں دقیق، حافظ حدیث اوراس کے انواع سے باخبر تھے۔

عام حالات پر بسر کی زندگی تو نے تو کیا — کچھ تو کر ایسا کہ عالم بھر میں افسانہ رہے

عام زندگی:

شیخ ابن العطار فرماتے ہیں: انهٗ کان لا یضیع لهٗ وقتاً فی لیل و لانهار الا فی الاشتغال حتی فی الطریق.

علامہ نووی رحمہ اللہ دن رات میں کوئی وقت بھی ضائع نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ راستہ میں بھی مصروف رہتے تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

لا زم الاشتغال و التصنیف و نشر العلم و العبا دة و الاوراد و الصیام و الذکر و الصبر علی العیش الخشن فی المأکل و الملبس ملازمة کلیة لا مزید علیها، ملبسه ثوب خام و عمامة شیخانیة صغیرة.(۲)

حضرت نووی نے اپنے آپ کو تصنیف و تالیف، درس و تدریس، علم کی نشر و اشاعت، عبادت، وظائف، روزے اور اللہ کی یاد میں مصروف رکھا تھا، موٹا چھوٹا کھاتے اور پہنتے تھے جس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی پوشاک کورالٹھا اور چھوٹا سا شیخانیہ عمامہ تھا۔ آپ کے بارے میں ابوبکر بن ہبۃ اللہ کورانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''آپ نے دوسال اس طرح گذارے کہ زمین پر کہیں پہلو نہیں ٹکایا۔''

پھر فرماتے ہیں: ''آپ ایک ہی مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے اور ایک ہی مرتبہ سحری کے وقت پانی پیتے تھے۔ اور علامہ نوویؒ نے شادی بھی نہیں کی۔ اس مجاہدے پر اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ انعام ملا کہ یہ علم والے ہوگئے جس کی شہادت علامہ فخر بن البخاریؒ نے ان الفاظ سے دی:

کان اماما بارعا حافظاً متقنا اتقن علوماً حجةً و صنف التصانیف الجمة و کان شدید الورع والزهد. تارکاً لجمیع الرغائب من المأکول الا ما یأتیه ابوه به من کعک و تین و کان یلبس الثیاب الردیة المرقعة.

''علامہ نوویؒ ماہر فن امام، حافظ حدیث تھے تمام علوم میں پختہ تھے بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں بڑے متقی اور پرہیزگار تھے کھانے پینے کی تمام مرغوب کو چھوڑ رکھا تھا وہی کھاتے جو روٹی اور انجیر والد بھیجتے تھے، گھٹیا پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔

بقول شاعر

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ جب شاہ ظاہر بیبرس نے ملک شام میں تاتاریوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو اس نے علماء سے اس بات کا فتویٰ طلب کیا کہ دشمن کے مقابلے کے لئے رعیت سے مال لے سکتا ہوں؟ تمام علماء نے ہاں میں

فتویٰ دے دیا مگر علامہ نوویؒ نے انکار کر دیا۔ (۳)

اس پر بادشاہ نہایت غضبناک و برہم ہوا اور اپنے شہر دمشق سے نکال دیا۔ علماء نے بادشاہ سے سفارش کی مگر علامہ نوویؒ نے فرمایا جب تک شاہ ظاہر زندہ ہے میں دمشق میں قدم نہیں رکھونگا۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ کے بعد علامہ نوویؒ کا انتقال ہو گیا

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ　　　　کہیں ڈھونڈ نے نہ پائینگے یہ لوگ

تصانیف:

آپ نے ہر فن پر کتابیں لکھیں۔ آپ بہت ہی سریع التصنیف تھے کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تو آپ یہ شعر پڑھتے تھے۔

فَمَنْ کان ھذا الدمع یجری صبابة　　　　علی غیر سعدی فھو دمع مضیع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراستہ سے زائد کا اوسط پڑا۔ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں: (۱) المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج (۲) ریاض الصالحین (۳) تہذیب الاسماء و اللغات (۴) شرح المہذب (۵) کتاب الاذکار (۶) کتاب المناسک (۷) الاربعون (۸) التبیان فی آداب حملۃ القرآن (۹) الارشادات فی مہمات الحدیث (۱۰) التحریر فی الفاظ التنبیہ (۱۱) تحفۃ الطالب (۱۲) نکت علی الوسیط (۱۳) رؤس المسائل (۱۴) رسالۃ فی قسمۃ الغنائم والاصول والضوابط (۱۵) الاشارات علی الروضۃ۔

وفات:

دمشق سے نکل کر آپ بیت المقدس کی زیارت کو تشریف لے گئے اس کے بعد اپنے والد ماجد کی زیارت کے لئے اپنے آبائی شہر نووی میں آئے یہاں پہنچ کر ایسے بیمار ہوئے کہ اسی بیماری میں ۲۴ر رجب المرجب ۶۷۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے　　　　اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

مزید حالات نوویؒ کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا:

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۴/ ۲۵۰ تا ۲۵۴، (۲) کتاب السلوک ۱/ ۶۴۸، (۳) الدارس فی المدارس ۱/ ۲۴ تا ۲۵، (۴) طبقات الشافعیہ ۸۷، (۵) مرآۃ الجنان ۲/ ۱۸۲، (۶) شذرات الذہب ۵/ ۳۵۴، (۷) البدایۃ والنہایۃ ۳/ ۲۷۸، (۸) ہدایۃ العارفین ۲/ ۵۲۴، (۹) اتحاف النبلاء المتقین بمآثر الفقہاء المحدثین ۴۳۹، (۱۰) مفتاح السعادۃ ۲/ ۳۹۸، (۱۱) آداب اللغۃ العربیۃ ۳/ ۲۴۳، (۱۲) طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۵/ ۱۶۷۔

---

(۱) احیاء علوم کی شرح اتحاف میں ان کی ولادت ۶۸۱ھ لکھی ہے جو کاتب کی بظاہر غلطی ہے۔ از محمد حسین صدیقی ۱۲

(۲) تذکرۃ الحفاظ ص ۱۴۷　　　　(۳) طبقات الشافعیہ، الرسالۃ المستطرفۃ، حسن الحاضرۃ وغیرہ۔

مختصر تذکرۂ مصنّفین صحاح ستہ

مصنّفین صحاح ستہ کا تذکرہ اختصار کے ساتھ اس لئے ضروری سمجھا گیا، کیونکہ ریاض الصالحین میں ان ہی حضرات کی روایات ہیں۔

❶ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نام: محمد، کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام اسماعیل، دادا کا نام ابراہیم بن مغیرۃ۔ آپ کے پردادا مغیرہ حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ولادت: ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔

حالات: آپ بچپن میں نابینا ہوگئے تھے آپ کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے آپ کو بینائی عطاء فرمادی۔ امام بخاری کو بچپن سے ہی حدیثیں یاد کرنے کا شوق تھا۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابوں کو یاد کرلیا۔ پھر اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بھائی احمد بن اسماعیل کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حج کے بعد والدہ اور بھائی واپس آگئے مگر آپ حجاز مقدس میں حدیث پڑھنے کے لئے رک گئے پھر آپ نے مکہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، واسط، الجزائر، شام، بلخ، ہرات اور نیشاپور وغیرہ کا سفر کیا۔

خواب اور بخاری شریف کی تصنیف: امام بخاریؒ نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے جسد اطہر پر مکھیاں بیٹھنا چاہتی ہیں مگر امام بخاری ان مکھیوں کو اڑا دیتے ہیں اس کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے صحیح بخاری لکھوائی۔ آپ نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے سولہ برس کی محنت شاقہ کے ساتھ تصنیف فرمائی۔ بخاری میں کل احادیث نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) ہیں۔ اگر مکررات کو حذف کر دیا جائے تو دو ہزار سات سو اکسٹھ (۲۷۶۱) ہیں۔ امام بخاری ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر لکھتے تھے آپ کے شاگردوں کی تعداد نوے ہزار ہے۔

وفات: باسٹھ (۶۲) برس کی عمر میں شب شنبہ عید الفطر کی رات میں عشاء کی نماز کے وقت ۲۵۶ھ میں وفات پائی اور خرتنگ نامی گاؤں میں جو سمرقند سے دس میل کے فاصلہ پر ہے وہاں مدفون ہوئے۔

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کرینگے ہر شاخ پر اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

❷ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: مسلم، کنیت ابوالحسین، والد کا نام حجاج تھا اور لقب عساکر الدین ہے بنی قشیر قبیلہ کی نسبت کی وجہ سے قشیری کہلاتے ہیں، نیشاپور کے رہنے والے ہیں جو خراسان کا بہت ہی خوب صورت اور مردم خیز شہر ہے۔

ولادت: ۲۰۲ھ میں یا ۲۰۴ھ بعض نے ۲۰۶ھ کہا ہے۔ بارہ سال کی عمر سے احادیث کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ طلب حدیث کے لئے عراق، حجاز، شام، بصرہ اور مصر وغیرہ کا سفر کیا۔

اساتذہ: آپ کے استادوں میں سے امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مسلمہ وغیرہ، آپ کے شاگردوں میں امام ترمذی اور ابوبکر بن خزیمہ وغیرہ شامل ہیں۔ تین لاکھ احادیث امام مسلم کو ازبر تھیں۔

وفات: ۵۵ر سال کی عمر میں ۲۵ رجب المرجب ۲۶۱ھ کو انتقال ہوا اور نیشاپور کے محلّہ نصیر آباد میں مدفون ہوئے۔ امام مسلم نے اپنی کتاب میں مکررات کے بعد ۴ ہزار احادیث جمع کی ہیں

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر   آئے تھے دنیا میں اس دن کے لئے

❸ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام و ولادت: آپ کا نام محمد، کنیت ابوعیسیٰ، بوغ جو شہر ترمذ سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہے وہاں ۲۰۹ھ میں ۱۷ رجب کو پیدا ہوئے۔

اساتذہ: آپ نے امام بخاری و مسلم جیسے قابل قدر اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم حدیث کے حصول کے لئے ہزاروں میل کا سفر کیا۔

عام زندگی: آپ اپنے دور کے بے مثال عابد و زاہد تھے۔ شب بیداری اور خوف الٰہی سے گریہ و زاری کے سبب سے پہلے آنکھوں میں آشوب چشم ہوا پھر بینائی جاتی رہی۔

وفات: ۲۷ رجب شب دوشنبہ ۲۷۹ھ کو انتقال ہوا اور ترمذ شہر میں مدفون ہوئے

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید   زجام دہر مئے کل من علیہا فان

❹ امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: سلیمان، والد کا نام اشعث بن شداد بن عمرو ہے۔

ولادت: ۲۰۲ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: آپ نے بھی حصول علم کے لئے دور دراز کا سفر کیا اور پھر اپنے زمانے کے یکتا محدث بن گئے۔ آپ کے اساتذہ میں سے ہزاروں محدثین ہیں۔ پھر عمر بھر آپ حدیث کا درس دیتے رہے اس لئے آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بے شمار ہے

ان کے شاگردوں میں امام ترمذی اور نسائی جیسے محدث ہیں۔

بغداد کے ایک بڑے عالم سہل بن عبداللہ تستری ایک دن امام ابوداؤد کی ملاقات کے لئے آئے تو انہوں نے کہا: اپنی زبان باہر نکالئے انہوں نے زبان باہر نکالی تو انہوں نے ان کی زبان کو بوسہ دیا اور کہا کہ اس زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرتے ہیں۔

وفات: ۷۲ سال کی عمر میں ۱۴ شوال ۲۷۵ھ بصرہ ہی میں انتقال ہوا۔

تعداد روایات: امام ابوداؤد کو پانچ لاکھ احادیث یاد تھیں جن میں سے انہوں نے اپنی اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث کو جمع کیا۔

آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں — رخصت اے بزم جہاں، سوئے وطن جاتا ہوں میں

۵ امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: احمد، آپ خراسان کے علاقہ نساء کے رہنے والے تھے اس لئے نسائی کہتے ہیں۔

ولادت: ۲۱۴ھ کو پیدا ہوئے

عام زندگی: آپ نہایت عابد و زاہد آدمی تھے۔ صوم داؤدی یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ متعدد مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے۔ امراء اور سلاطین کے درباروں سے سخت متنفر اور ایسے لوگوں کی ملاقاتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے۔

وفات: آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب بیان کئے جس پر خارجیوں نے اتنا مارا کہ اسی میں انتقال ہو گیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو صفاء و مروہ کے درمیان دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ بقول شاعر

ہزاروں منزلیں ہوں گی، ہزاروں کارواں ہوں گے — بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جانے ہم کہاں ہونگے

۶ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات:

نام: محمد، کنیت ابوعبداللہ، ربعی قزوینی نسبت ہے۔ مگر عام طور سے ابن ماجہ کے نام سے مشہور ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماجہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

ولادت: آپ ایران کے شہر قزوین میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: علم حدیث کے حصول کے لئے حجاز، عراق، شام، خراسان، بصرہ، کوفہ، بغداد، دمشق وغیرہ کا سفر کیا۔ پھر عمر بھر علم حدیث کے درس و تدریس کا مشغلہ رہا اور بلند پایہ محدثین میں شمار ہوئے۔

وفات: ۲۱ رمضان ۲۷۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ محمد بن علی قزمان اور ابراہیم بن دینار وراق دو بزرگوں نے آپ کو غسل دیا۔

آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور آپ کے بھائی ابوبکر اور عبداللہ اور آپ کے فرزند عبداللہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

تعداد روایات: پندرہ سو ابواب میں چار ہزار روایات کو اس کی مناسبت سے بیان فرمایا ہے۔

۷ امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

حقیقت میں زمانہ میں وہی خوش تقدیر نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

نام: عبداللہ، کنیت ابومحمد، والد کا نام عبدالرحمٰن دارمی ہے۔

ولادت: سمرقند میں ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ قبیلہ بنی تمیم میں ایک خاندان دارم بن مالک بن حنظلہ کی طرف نسبت کی وجہ سے دارمی کہلاتے ہیں۔

وفات: ۲۵۵ھ میں چوہتر سال کی عمر میں ہوئی۔

احادیث کو پڑھنے اور دوسروں تک پہنچانے کے فضائل

حج الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(ا) فليبلغ الشاهد منكم الغائب فرب مبلغ اوعى من سامع. (۱)

یادرکھو حاضرین تم میں سے ان کو پہنچادو جو غیر حاضر ہیں اس لئے بعض دفعہ سننے والے سے وہ زیادہ یادرکھنے والا ہوتا ہے جس کو بات پہنچائی ہے۔

(ب) نضر الله امرأ سمع منا حديثاً واداه كما سمعه فرب مبلغ اوعى من سامع و فى رواية نضر الله امرأ سمع منا شيئاً فبلغه كما سمعه. (۲)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اس کو اسی طرح دوسروں تک ادا کردیا اس لئے کہ بعض دفعہ جس کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ یاد کرنے والا ہوتا ہے۔

(ج) من تعلّم حديثين اثنين ينفع بهما نفسه او يعلمها غيره فينفع بهما كان خيراً من عبادة ستين سنة. (۳)

جس نے کم از کم دو حدیثیں پڑھ لیں تاکہ خود ان سے نفع اٹھائے یا دوسرے کو اس کی تعلیم دے تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں تو یہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(د) اللهم ارحم خلفائى قيل و من خلفائك يا رسول الله قال الذين يروون احاديثى. (۴)

اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما۔ صحابہ نے پوچھا آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو میری احادیث کو دوسرے لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں۔

امت محمدیہ میں چالیس احادیث حفظ کرنے والوں کے فضائل

کم از کم چالیس احادیث تو ہر امتی کو یاد کرنے کی نصیحت آپ ﷺ نے فرمائی۔

من حفظ على امتى اربعين حديثا من امر دينها بعثه الله يوم القيامة فقيهاً و كنت له شافعاً و شهيداً. (۵)

جو میری امت میں کسی کو چالیس حدیثیں دین کے کام کی یاد کرادے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عالم کی شکل میں اٹھائے گا اور میں اس کی شفاعت کرنے والا اور اس پر گواہ ہوں گا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

اهل الحديث هم اهل النبى و ان — لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

حدیث سننے اور سنانے والے آپ ﷺ کے خاندان سے ہیں اگر آپ کی ذات سے صرف صحبت حاصل نہ کرسکے تو آپ

ﷺ کے الفاظ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

مصر کے مادر زاد ولی سیدی عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں: میں نے کشف میں دیکھا کہ سیّد دوعالم ﷺ کے اردگرد مجمع کثیر انسانوں کا ہے سیّد دو عالم ﷺ کے سینہ انور سے کچھ دھاگے نکلے آتے ہیں جو ان سے بعض لوگوں کے سینے کے ساتھ چمٹے آتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا یہ وہ خوش نصیب ہیں جو آپ ﷺ کے ارشادات کو سنتے اور سناتے ہیں۔ اللہ جل شانہ ہم سب کو حدیث یاد کر کے دوسرے تک پہنچانے کی توفیق عطاء فرمائے جس سے آدمی کو سعادت، دارین کی نصیب ہوتی ہے۔

آپ کے نقش قدم پر گامزن ہوئے گماں　　جس مسافر کو مکمل ارتقاء درکار ہے

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی　　ثریا نے زمین پر آسمان سے ہم کو دے مارا

---

(۱) مشکوٰۃ شریف

(۲) ترمذی شریف ۲/۹۰۔ مسند دارمی ۴۲۔ یہ حدیث تقریباً ۲۴ صحابہؓ سے منقول ہے نیز اس کو متواتر کا درجہ حاصل ہے۔ (لسان المیزان ۱/۳)

(۳) مفتاح الجنۃ ص ۴۷

(۴) مسند احمد

(۵) مرقاۃ شرح مشکوۃ

صحابہ کرام کے علاوہ بھی احادیث کو حفظ کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی

اس امت کے افراد نے رسول اللہ ﷺ کے عشق و محبت میں احادیث کو حفظ کیا اس کی مثالیں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں تھی ان میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(ا) سلیمان بن مہران الاعمش المتوفی ۱۴۸ھ ان سے چار ہزار احادیث مروی ہیں اور وہ سب زبانی بیان کرتے تھے۔(۱)

(ب) امام محمد بن سلام المتوفی ۲۲۷ھ ان کو پانچ ہزار احادیث یاد تھیں(۲) محدث عجلی فرماتے ہیں کہ ان کو سات ہزار احادیث یاد تھیں۔(۳)

(ج) امام عبدالرحمٰن بن مہدی ان کو دس ہزار احادیث یاد تھیں۔(۴)

(د) امام ابوحاتم کو بھی دس ہزار احادیث یاد تھیں۔(۵)

(ھ) امام محمد بن عیسیٰ بن نجیح المتوفی ۲۲۴ھ کو چالیس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔(۶)

(و) محدث محمد بن موسیٰ المتوفی ۳۲۱ھ کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔(۷)

(ز) امام عبدان رحمہ اللہ متوفی ۳۰۶ھ ان کو بھی ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔(۸)

(ح) امام بخاری ۲۵۶ھ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں۔ جن میں سے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح۔(۹)

(ط) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں۔(۱۰)

(ی) امام مسلم کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں۔(۱۱)

محدثین کی لاکھوں مثالیں ہیں طوالت کے خوف سے چند پر اکتفاء کیا گیا ہے

اپنا کیا حال ہے اسلاف کی حالت کیا تھی ۔۔۔ اپنی توقیر ہے کیا ان کی وجاہت کیا تھی

---

(۱) تاریخ خطیب بغدادی ۹/۵
(۲) تہذیب التہذیب ۹/۲۲۲
(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۴۳
(۴) تہذیب التہذیب ۴/۱۸۴
(۵) تذکرۃ الحفاظ ص ۳۵۵
(۶) تہذیب التہذیب ۹/۳۹۴
(۷) میزان الاعتدال ۳/۱۴۱، لسان المیزان ۵/۳۹۹
(۸) تذکرۃ ۲/۲۳۳
(۹) تذکرۃ ۲/۱۲۳
(۱۰) تاریخ خطیب بغدادی ۴/۴۱۹
(۱۱) تدوین حدیث۔ مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۵۴

قریب کے زمانے میں احادیث کو یاد کرنے والے چند حضرات کے اسماء گرامی

قریب کے زمانے میں بھی بہت سے لوگوں نے احادیث کو یاد کیا ان میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(ا) مولانا شیخ فتح محمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو چار ہزار احادیث یاد تھیں اور وہ عالمگیر اورنگزیب المتوفی ۱۱۱۸ھ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کو بارہ ہزار احادیث یاد تھیں۔ (۱)

(ب) مجدد الف ثانی کے پوتے شیخ محمد فرخ کو ستر ہزار احادیث متن اور سند کے ساتھ یاد تھیں۔ (۲)

(ج) شیخ حسین بن محسن القاری کو بخاری کی مشہور شرح، فتح الباری کی چودہ جلدیں حفظ یاد تھیں۔ (۳)

(د) مولانا داؤد کشمیری متوفی ۱۰۹۷ھ ان کو مشکوٰۃ زبانی یاد تھی اس وجہ سے ان کو مشکاتی کہا کرتے تھے۔ (۴)

(ھ) گجرات کے ایک آدمی جن کا نام محدث تاج الدین تھا ان کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ صحاح ستہ زبانی یاد تھی۔ (۵)

(و) حضرت حسین احمد مدنیؒ کے بارے میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں کہ ان کو بخاری شریف حفظ یاد تھی۔ (۶)

گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں ۔۔۔ اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

یہ چند پر ہی اکتفاء کر دیا ہے حالانکہ اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

---

(۱) دیکھیں رسالہ معارف ص ۳۵۱ بابت ماہ مئی ۱۹۴۴ء۔ اسی طرح رسالہ الابقاء، ص ۱۷ بابت ماہ رمضان ۱۳۵۶ھ

(۲) نظام تعلیم و تربیت ۱۲۳

(۳) رسالہ، الرحیم، بابت ماہ جولائی ۱۹۶۵ء

(۴) نزہۃ الخواطر

(۵) نزہۃ الخواطر ۴/۲۱۸

(۶) حقائق السنن

حفظ حدیث میں عورتوں کا کارنامہ

اس میدان میں بھی عورتوں نے مردوں سے مقابلہ کیا عورتوں میں بھی ایک دو نہیں ہزاروں عورتیں ہیں جنہوں نے احادیث کو حفظ یاد کیا۔ امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظات حدیث کے نام لکھے ہیں:

1. حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما
2. ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3. ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
4. ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان امویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
5. ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
6. حضرت زینب بنت ابوسلمہ مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
7. حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ
8. حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
9. حضرت ام عطیہ نسیبہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
10. ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
11. حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
12. ان کی بہن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
13. حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں پردہ لٹکا ہوا کرتا تھا جس کے پیچھے سے وہ حدیث بیان فرماتی رہتی تھیں۔

قاہرہ کی مشہور محدثہ نفیسہ حدیث کا درس دیتی تھیں جن کے درس سے امام شافعیؒ نے بھی فائدہ اٹھایا۔[2]

بخاری کے مشہور نسخوں میں سے ایک نسخہ احمد کی بیٹی کریمہ کا ہے جو اپنے وقت کی استاذ حدیث تھیں۔

چھٹی صدی کے مشہور محدث علی بن عساکر کے اساتذہ میں سے زیادہ مقدار خواتین اساتذہ کی ہے، علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ام احمد زینب چوراسی سال کی عمر تک احادیث پڑھاتی رہیں۔ نیز فرماتے ہیں "**و ازدحم علیها الطلبة**"[3] ان کے یہاں طلبہ کا ازدحام رہتا تھا۔

نیز ام عبداللہ زینب کمال الدین کے بارے میں لکھا ہے "**و تکاثروا علیها و تفردت و روت کبارا رحمها الله**"[4] ان کے یہاں طلبہ کی کثرت آتی تھی وہ بہت سی احادیث روایت کرنے میں منفرد تھیں انہوں نے حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۵ (۲) کتاب الاموال ۵۱۵ (۳) العبر ۵/۳۵۸ (۴) العبر ۵/۲۱۳

چند ضروری اصطلاحات

اصل چیز آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیث مصطفیٰ بر جان حکم داشتن

حدیث:

لغوی معنی: اس کا لغوی معنی گفتگو، اس کی جمع احادیث آتی ہے۔

اصطلاحی معنی: نبی کریم ﷺ یا صحابہ اور تابعین نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ کیا یا کسی کو کچھ کہتے ہوئے سنا یا کچھ کرتے ہوئے دیکھا مگر اس پر منع وانکار نہیں فرمایا بلکہ خاموش رہے، تو ان سب کو محدثین کی اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں۔ (۱)

پھر حدیث کی تین قسمیں ہیں:

① حدیث مرفوع:

لغوی معنی: "بلند کیا ہوا۔"

اصطلاحی معنی: وہ حدیث جو آپ ﷺ کی طرف منسوب ہو جس میں یہ ذکر کیا گیا ہو کہ آپ ﷺ نے ایسا فرمایا، آپ ﷺ نے ایسا کیا یا کسی نے آپ ﷺ کے سامنے ایسا کیا یا کہا اور آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی۔ (۲)

② حدیث موقوف:

لغوی معنی: "روکا ہوا۔"

اصطلاحی معنی: وہ حدیث جو صحابی کی طرف منسوب ہو یعنی اس حدیث میں یہ ہو کہ صحابہ نے کہا یا کیا یا ایسا کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھا یا کہتے ہوئے لوگوں کو سنا۔ ان سب صورتوں کو حدیث موقوف کہتے ہیں۔ (۳)

③ حدیث مقطوع:

لغوی معنی: "کاٹا ہوا۔"

اصطلاحی معنی: وہ قول یا فعل جو کسی تابعی کی طرف منسوب کیا ہو۔ (۴)

حدیث متواتر:

لغوی معنی: "پے در پے آنے والا۔"

اصطلاحی معنی: وہ حدیث جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر لوگ ہوں تو ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو۔

حدیث مشہور:

لغوی معنی: "مشہور ہونا۔"

اصطلاحی معنی: جس حدیث کے راوی ہر دور میں دو سے زیادہ ہوں اس حدیث مشہور کا دوسرا نام حدیث مستفیض بھی ہے۔

حدیث عزیز:

لغوی معنی: نادر و قلیل الوجود ہونا۔

اصطلاحی معنی: وہ حدیث جس کو ہر دور میں دو راوی روایت کرتے رہے ہوں کہیں بھی پوری سند میں راوی دو سے کم نہ ہوں۔(۵)

حدیث غریب:

لغوی معنی: منفرد و اکیلا ہونا اس کی جمع غرائب آتی ہے۔

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلہ سند میں کہیں بھی صرف ایک ہی راوی رہ گیا ہو۔

حدیث موضوع:

لغوی معنی: وضع کردہ، گڑھا ہوا۔

اصطلاحی معنی: جھوٹے راوی کی بیان کی ہوئی حدیث جس کا نام ہی یہی ہے۔

روایت:

حدیث کو بیان کرنا۔

راوی:

لغوی معنی: روایت کرنے والا، نقل کرنے والا، جمع رواۃ آتی ہے۔

اصطلاحی معنی: یہ ہے کہ حدیث نقل کرنے والا۔ سند حدیث میں آنے والا ہر فرد راوی کہلاتا ہے اور پورا مجموعہ سند کہلاتا ہے۔

مروی:

لغوی معنی: روایت کیا ہوا، اس کی جمع مرویات آتی ہے۔

اصطلاحی معنی: وہ جس کو روایت کیا جائے خواہ قول ہو یا فعل ہو جس کو سند کے بعد ذکر کیا ہے اس کو متن اور روایت بھی کہتے ہیں۔

سند:

لغوی معنی: ٹیک لگانا، سہارا دینا، اس کی جمع اسناد آتی ہے۔

اصطلاحی معنی: ناقلین حدیث کے ناموں پر مشتمل حصہ مثلاً: **عن ابن شهاب عن عبيدالله بن عبدالله عن ابن عباس عن النبی ﷺ.**

متن:

لغوی معنی: زمین کا سخت ابھرا ہوا حصہ، پشت جمع متون۔

اصطلاحی معنی: جہاں سند ختم ہوگی اس کے بعد کے حصے کو متن حدیث کہتے ہیں۔

محدث:

وہ عالم جسے حدیث کے الفاظ و معانی دونوں کا علم ہو، روایات اور اس کے راویوں سے بھی واقف ہو۔

مگر ہمارے زمانے کے اعتبار سے محدث وہ ہے جو کتب حدیث کے مطالعہ اور درس تدریس کے ساتھ زیادہ تر اشتغال رکھتا ہو۔ (۶)

حافظ:

اس کی جمع حفاظ آتی ہے۔ اور ایسے محدث کو بھی حافظ کہا جاتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث کا پورا علم ہو۔ (۷)

ہمارے زمانے کے اعتبار سے حافظ اس کو کہتے ہیں کہ ایسا عالم جو حدیث سنتے ہی اس کی معلومات کو بتا دے کہ یہ حدیث صحاح میں سے ہے یا حسان یا ضعاف میں سے ہے یا نیز اس کو ایک ہزار سے زائد احادیث محفوظ ہوں۔ (۸)

حجۃ:

لغوی معنی: دلیل۔

اصطلاحی معنی: وہ محدث جس کو احادیث سے ایسی واقفیت ہو کہ شاید ہی کوئی حصہ اس کی معلومات سے باہر ہو۔ (۹)

مگر ہمارے زمانے کے اعتبار سے وہ عالم جو حدیث کے فن کی معلومات وتحقیقات میں اتنا ہو کہ وہ کسی حدیث کی تحقیق کی نسبت سے جو کچھ کہدے اس کے ہم عصر اس کو تسلیم کرلیں۔ (۱۰)

صحاح ستہ:

حدیث شریف کی مشہور چھ کتابیں: (۱) بخاری (۲) مسلم (۲) نسائی (۳) ابوداؤد (۴) ترمذی (۵) ابن ماجہ۔

مگر محدث علائی اور حافظ ابن حجر نے ابن ماجہ کی جگہ مسند دارمی بتائی ہے۔ اور امام ابن اثیر، اور علامہ السرقسطی چھٹی کتاب مؤطاء امام مالک بتاتے ہیں۔ (۱۱)

صحیحین:

بخاری اور مسلم شریف کو کہتے ہیں۔

السنن الاربعۃ:

نسائی، ابوداؤد، ترمذی، اور جمہور کے نزدیک ابن ماجہ، بعض کے نزدیک سنن دارمی ہے۔

شیخین:

حضرات صحابہ اکرام میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اور محدثین کے نزدیک امام بخاری اور امام مسلم کو، اور فقہاء کے نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کو، اور حکماء میں شیخ ابونصر فارابی اور ابن سینا رحمہم اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ (۱۲)

متفق علیہ:

جس پر امام بخاری اور امام مسلم متن اور سند دونوں میں متفق ہوں (۱۳) یا بعض کے نزدیک دونوں ایک ہی صحابی سے روایت کریں۔ (۱۴)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) نظامی شرح حسامی ٦٦
(۲) مفہوم تدریب ۱/۱۸۴
(۳) مفہوم تدریب ۱/۱۸۴
(۴) تدریب الراوی ۱/۱۹۴
(۵) نزہۃ النظر ۲۴
(٦) مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا جسے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے پسند فرمایا
(۷) تیسیر المصطلح ص۱٦، وتدریب ۱/ ۴۵ تا ۴۸
(۸) یہ تعریف بھی حضرت تھانویؒ نے پسند فرمائی، دیکھیں قواعد فی علوم الحدیث حاشیہ ۲۱ تا ۲۲
(۹) تیسیر المصطلح ص۱٦
(۱۰) قواعد فی علوم الحدیث، حاشیہ ۲۱ تا ۲۲
(۱۱) قواعد فی علوم الحدیث، حاشیہ ۲۱ تا ۲۲
(۱۲) تدریب الراوی، حاشیہ ۹۹،۱۰۰
(۱۳) تدریب الراوی ص۷۰
(۱۴) سبل السلام ۱/۱٦

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿مقدمة الكتاب للعلامة النووى رحمه الله تعالىٰ﴾

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ، الۡعَزِيۡزِ الۡغَفَّارِ، مُكَوِّرِ اللَّيۡلِ عَلَى النَّهَارِ، تَذۡكِرَةً لِّاُولِى الۡقُلُوۡبِ وَالۡاَبۡصَارِ، وَتَبۡصِرَةً لِّذَوِى الۡاَلۡبَابِ وَالۡاِعۡتِبَارِ، اَلَّذِىۡ أَيۡقَظَ مِنۡ خَلۡقِهٖ مَنِ اصۡطَفَاهُ فَزَهَّدَهُمۡ فِىۡ هٰذِهِ الدَّارِ، وَ شَغَلَهُمۡ بِمُرَاقَبَتِهٖ وَاِدَامَةِ الۡاَفۡكَارِ، وَ مُلَازَمَةِ الۡاِتِّعَاظِ وَالۡاِدِّكَارِ، وَوَفَّقَهُمۡ لِلدَّابِ فِىۡ طَاعَتِهٖ، وَالتَّاَهُّبِ لِدَارِالۡقَرَارِ، وَالۡحَذَرِ مِمَّا يُسۡخِطُهٗ وَيُوۡجِبُ دَارَ الۡبَوَارِ، وَالۡمُحَافَظَةِ عَلٰى ذَالِكَ مَعَ تَغَايُرِ الۡاَحۡوَالِ وَالۡاَطۡوَارِ.

أَحۡمَدُهٗ اَبۡلَغَ حَمۡدٍ وَاَزۡكَاهُ، وَاَشۡمَلَهٗ وَ أَنۡمَاهُ:

وَاَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡبَرُّ الۡكَرِيۡمُ، الرَّؤُوۡفُ الرَّحِيۡمُ، وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَ رَسُوۡلُهٗ، وَ حَبِيۡبُهٗ وَ خَلِيۡلُهٗ، اَلۡهَادِىۡ إِلَى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ، وَالدَّاعِىۡ إِلٰى دِيۡنٍ قَوِيۡمٍ. صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيۡهِ، وَعَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّيۡنَ، وَآلِ كُلٍّ، وَسَائِرِ الصَّالِحِيۡنَ.

أَمَّا بَعۡدُ: فَقَدۡ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَمَاخَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَانَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ۝ مَا اُرِيۡدُ مِنۡهُمۡ مِنۡ رِّزۡقٍ وَمَآ اُرِيۡدُ اَنۡ يُطۡعِمُوۡنِ﴾

(الذاريات: ٥٦، ٥٧)

تمام تعریفیں اللہ واحد قہار کیلئے ہیں جو غالب، بخشنے والا ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے والا ہے (جس سے گرمیوں میں راتیں چھوٹی اور دن بڑے اور سردیوں میں راتیں بڑی اور دن چھوٹے ہوجاتے ہیں۔ یا رات کو دن پر لپیٹنے والا ہے، یعنی دن ختم ہوتا ہے تو رات آجاتی ہے اور رات ختم ہوتی ہے تو دن آجاتا ہے) یہ گردش لیل ونہار اسی (اللہ کا کام ہے) اس میں دل بینا اور نظر بصیرت رکھنے والوں کے لئے یاد دہانی اور اہل دانش اور غور وفکر کرنے والوں کیلئے نصیحت وعبرت ہے۔ جس کو اس نے مخلوق میں سے اپنے دین کیلئے چن لیا، اس کو اس نے بیدار (دنیا کی حقیقت سے آگاہ) اور اس دنیا میں اس کو زہد وتقویٰ سے سرفراز کردیا، وہ اللہ کی یاد میں اور ہمیشہ اس کی سوچ بچار میں مصروف رہتے ہیں۔ کائنات میں پھیلی ہوئی قدرت کی نشانیوں سے نصیحت پکڑتے اور رب کو یاد کرتے ہیں۔ ان کو وہ اللہ توفیق دیتا ہے جس سے وہ اس کی فرماں برداری کرتے ہیں، آخرت کے دائمی گھر کے لئے تیاری کرتے ہیں اور ان چیزوں سے بچتے ہیں جو ان کے رب کو ان سے ناراض کردیں اور انہیں جہنم کا مستحق بنادیں۔ ان پر کیسے بھی حالات آجائیں، زمانہ کوئی سی بھی کروٹ لے، وہ احوال و اطوار کے تغایر کے باوجود اپنی اس روش (اطاعت الٰہی اور اجتناب معاصی) پر قائم رہتے ہیں۔

میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، بلیغ ترین اور پاکیزہ ترین حمد، جو اس کی تمام اقسام کو شامل اور زیادہ سے زیادہ نفع دینے والی ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ نیکوکار، کریم اور رؤف رحیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا وسردار حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے حبیب اور خلیل ہیں، سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے اور مضبوط دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ان پر ہو اور تمام انبیاء کی آل پر اور تمام صالحین پر۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میں نے تمام انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں''۔ یہ اس بات کی

وَهٰذَا تَصْرِيْحٌ بِاَنَّهُمْ خُلِقُوْا لِلْعِبَادَةِ، فَحَقٌّ عَلَيْهِمُ الْاِعْتِنَاءُ بِمَا خُلِقُوْا لَهُ وَالْاِعْرَاضُ عَنْ حُظُوْظِ الدُّنْيَا بِالزَّهَادَةِ، فَاِنَّهَا دَارُ نَفَادٍ لَامَحَلُّ اِخْلَادٍ، وَمَرْكَبُ عُبُوْرٍ لَامَنْزِلُ حُبُوْرٍ وَمَشْرَعُ انْفِصَامٍ لَامَوْطِنُ دَوَامٍ. فَلِهٰذَا كَانَ الْاَيْقَاظُ مِنْ اَهْلِهَاهُمُ الْعُبَّادُ، وَاَعْقَلُ النَّاسِ فِيْهَاهُمُ الزُّهَادُ.

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَمُ حَتّٰى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَا زَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (يونس: ٢٤) وَالْاٰيَاتُ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى كَثِيْرَةٌ. وَلَقَدْ اَحْسَنَ الْقَائِلُ:

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فُطَنَا
طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْفِتَنَا
نَظَرُوْا فِيْهَا فَلَمَّا عَلِمُوْا
اَنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنَا
جَعَلُوْهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوْا
صَالِحَ الْاَعْمَالِ فِيْهَا سُفُنَا

فَاِذَا كَانَ حَالُهَامَا وَصَفْتُهُ، وَحَالُنَا وَمَا خُلِقْنَا لَهُ مَا قَدَّمْتُهُ؛ فَحَقٌّ عَلَى الْمُكَلَّفِ اَنْ يَذْهَبَ بِنَفْسِهِ مَذْهَبَ الْاَخْيَارِ، وَيَسْلُكَ مَسْلَكَ اُولِى النُّهٰى وَ الْاَبْصَارِ،

صراحت ہے کہ انس و جن صرف عبادت الٰہی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد تخلیق پر توجہ دیں اور زہد وتقویٰ اختیار کر کے دنیا کے اسباب عیش و راحت سے گریز کریں، اس لئے کہ دنیا دار فانی ہے، یہ ہمیشگی کا مقام نہیں ہے۔ عارضی سواری ہے، فرحت وسرور کی منزل نہیں۔ ایک منقطع ہوجانے والا گھاٹ ہے، دائمی قرارگاہ نہیں۔ اس لئے اہل دنیا میں سب سے زیادہ سمجھ دار وہ ہیں جو عبادت گزار بندے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہیں جو دنیا کے عیش و آرام سے بے رغبت رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''دنیا کی زندگی کی مثال، آسمان سے نازل کردہ پانی کی سی ہے، پس اس کے ساتھ سبزہ، جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں، مل کر نکلا، یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوش نما اور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر ایسا کر دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ جو لوگ غور و فکر کرنے والے ہیں، ان کیلئے ہم اپنی نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان رتے ہیں''

قرآن کریم میں اس مفہوم کی آیات بکثرت ہیں۔ شاعر نے خوب کہا ہے:

اللہ کے سمجھدار بندے ہیں، انہوں نے دنیا کو طلاق دے دی اور دنیا کی آزمائشوں سے لرزاں وترساں رہے۔

انہوں نے اس دنیا کو دیکھا، پس جب وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوگئے۔ کہ یہ کسی زندہ آدمی کیلئے وطن نہیں ہے۔

تو انہوں نے اس دنیا کو ایک گہرا سمندر قرار دے دیا (جسے کشتی کے بغیر عبور نہیں کیا جاسکتا) اور نیک اعمال کو انہوں نے اس میں کشتیاں بنالیا۔''

پس جب دنیا کا یہ حال ہے، جسے میں نے بیان کیا اور اور ہمارا حال اور ہمارا مقصد تخلیق وہ ہے، جسے میں نے پیش کیا ہے، تو ہر مکلّف (بالغ عاقل) کیلئے ضروری ہے کہ وہ نیک لوگوں کا مذہب

وَيَتَأَهَّبَ لِمَا اَشَرْتُ إِلَيْهِ، وَيَهْتَمَّ بِمَا نَبَهْتُ عَلَيْهِ. وَاَصْوَبُ طَرِيْقٍ لَهُ فِيْ ذٰلِكَ، وَاَرْشَدُ مَا يَسْلُكُهُ مِنَ الْمَسَالِكِ: اَلتَّأَدُّبُ بِمَا صَحَّ عَنْ نَبِيِّنَا سَيِّدِ الاَوَّلِيْنَ وَالآخِرِيْنَ، وَاَكْرَمِ السَّابِقِيْنَ وَاللَّاحِقِيْنَ. صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلامُهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى سَائِرِ النَّبِيِّيْنَ.

وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ﴾ (المائدة: ٢)

وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: "وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ" وَ أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ" وَأَنَّهُ قَالَ: "مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لاَ يَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا" وَأَنَّهُ قَالَ: لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "فَوَاللّٰهِ لأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ"

فَرَأَيْتُ أَنْ أَجْمَعَ مُخْتَصَرًا مِنَ الاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ، مُشْتَمِلاً عَلٰى مَايَكُوْنُ طَرِيْقًا لِصَاحِبِهِ إِلَى الآخِرَةِ، وَمُحَصِّلاً لآدَابِهِ الْبَاطِنَةِ وَالظَّاهِرَةِ جَامِعًا لِلتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَسَائِرِ أَنْوَاعِ آدَابِ السَّالِكِيْنَ: مِنْ أَحَادِيْثِ الزُّهْدِ، وَرِيَاضَاتِ النُّفُوْسِ، وَتَهْذِيْبِ الأَخْلاَقِ، وَطَهَارَاتِ الْقُلُوْبِ وَعِلاَجِهَا، وَصِيَانَةِ الْجَوَارِحِ وَإِزَالَةِ اِعْوِجَاجِهَا، وَغَيْرِ ذَالِكَ مِنْ مَقَاصِدِ الْعَارِفِيْنَ.

وَالْتَزِمُ فِيْهِ أَنْ لاَ أَذْكُرَ إِلاَّ حَدِيْثًا صَحِيْحًا مِنَ

اختیار کرے، اہل دانش وبصیرت کے راستے پر چلے، اور جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کی تیاری کرے اور جس سے میں نے خبردار کیا ہے، اس کی فکر کرے اور اس کیلئے سب سے درست راستہ اور منزل مقصود کی طرف سب سے زیادہ رہنمائی کرنے والی شاہراہ، ان احادیث کا اخذ واختیار کرنا ہے جو ہمارے پیغمبر سے صحیح سند سے ثابت ہیں، جو اولین وآخرین کے سردار اور تمام اگلے پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ معزز ومکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام نازل ہو ان پر اور تمام انبیاء پر۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔'' (المائدہ۲)

اور رسول ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے'' (دیکھئے حدیث نمبر۲۴۵) مزید فرمایا ''جو کسی ہدایت (نیکی) کی طرف بلائے گا تو اس کیلئے ان لوگوں کی مثل اجر ہوگا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا، یہ چیز ان میں سے کسی کے اجر کو کم نہیں کرے گی'' (دیکھئے حدیث نمبر۱۷۴، باب۲۰) اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا ''اللہ کی قسم، تیرے ذریعے سے کسی ایک شخص کو اللہ ہدایت یاب کردے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔'' (رقم الحدیث ۱۷۵، باب۲۰)

پس ان احادیث کے پیش نظر میں نے دیکھا کہ میں احایث صحیحہ کا ایک مختصر مجموعہ مرتب کروں جو ایسی باتوں پر مشتمل ہو جو اس کے پڑھنے والے کیلئے آخرت کا توشہ بن جائے اور جس سے اسے ظاہری وباطنی آداب حاصل ہوجائیں اور ترغیب وترہیب اور آداب سالکین کی تمام قسموں کا جامع ہو۔ ان احادیث میں زہد کا سبق بھی ہو اور نفسوں کی ریاضتوں کا سامان بھی۔ اخلاق وکردار کے گیسو بھی جن سے سنوریں اور وہ دلوں کی طہارت کا ذریعہ اور ان کی بیماریوں کا علاج بھی ہو۔ انسانی اعضاء کی سلامتی اور ان کی کجی کا ازالہ بھی ہو اور ان کے علاوہ اللہ کی معرفت رکھنے والوں کے مقاصد اس کتاب کی

الْوَاضِحَاتِ، مُضَافًا إِلَى الْكُتُبِ الصَّحِيْحَةِ الْمَشْهُوْرَاتِ، وَأُصَدِّرَ الأَبْوَابَ مِنَ الْقُرْآنِ الْعَزِيْزِ بِآيَاتٍ كَرِيْمَاتٍ، وَأُوَشِّحَ مَايَحْتَاجُ إِلَى ضَبْطٍ أَوْشَرْحِ مَعْنًى خَفِيٍّ بِنَفَائِسَ مِنَ التَّنْبِيْهَاتِ. وَإِذَا قُلْتُ فِيْ آخِرِ حَدِيْثٍ: (مُتّفقٌ عليه) فَمَعْنَاهُ: رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ. "رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى"

وَأَرْجُوْ إِنْ تَمَّ هٰذَا الْكِتَابُ أَنْ يَكُوْنَ سَائِقًا لِلْمُعْتَنِيْ بِهِ إِلَى الْخَيْرَاتِ، حَاجِزًا لَهُ عَنْ اَنْوَاعِ الْقَبَائِحِ وَالْمُهْلِكَاتِ. وَ اَنَاسَائِلٌ أَخًا اِنْتَفَعَ بِشَيْءٍ مِنْهُ أَنْ يَدْعُوَ لِيْ، وَلِوَالِدَيَّ، وَمَشَايِخِيْ، وَسَائِرأَ حْبَابِنَا، وَالْمُسْلِمِيْنَ أَجْمَعِيْنَ، وَعَلَى اللّٰهِ الْكَرِيْمِ اِعْتِمَادِيْ، وَإِلَيْهِ تَفْوِيْضِيْ وَاِسْتِنَادِيْ، وَحَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ.

احادیث سے پورے ہوں۔

میں نے التزام کیا ہے کہ میں اس میں صرف صحیح اور واضح روایات ذکر کروں گا جو مشہور صحیح کتابوں کی طرف منسوب ہوں گی اور ابواب کا آغاز میں قرآن عزیز کی آیات کریمہ سے کروں گا اور جو لفظ ضبط (اعراب کی وضاحت) کا یا پوشیدہ معنی کی شرح کا محتاج ہوگا، وہاں میں انہیں نفیس تنبیہات سے مزین کروں گا اور جب میں کسی حدیث کے آخر میں کہوں "متفق علیہ" تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں اگر یہ کتاب مکمل ہوگئی تو توجہ سے پڑھنے والے کیلئے یہ نیکیوں کی طرف رہنمائی کریگی اور اس کو مختلف برائیوں اور تباہ کن گناہوں سے روکے گی اور میں اپنے اس بھائی سے، جو اس سے کچھ بھی فائدہ اٹھائے، یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے، میرے والدین کیلئے اور میرے مشائخ (اساتذہ)، تمام احباب اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا کرے، اور اللہ کریم پر ہی میرا اعتماد ہے اور اسی کی طرف میرے کاموں کی سپردگی اور استناد (بھروسہ) ہے اور مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ گناہوں سے بچنا بھی اس کی توفیق سے ہے اور نیکی کا اختیار کرنا بھی اس کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی اللہ غالب اور حکیم ہے۔

(۱) بَابُ الْاِخْلَاصِ وَاِحْضَارِ النِّيَّةِ فِيْ جَمِيعِ الْاَعْمَالِ وَالْاَقْوَالِ وَالْاَحْوَالِ الْبَارِزَةِ وَالْخَفِيَّةِ

اخلاص اور حسن نیت کا بیان تمام ظاہری و باطنی اعمال، اقوال اور احوال میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَآ اُمِرُوْآ اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَ ذَالِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البينه: ٥)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ خدا کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔''

تشریح: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن احکام کا حکم دیا گیا ہے وہ اس لئے تھے کہ خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔ اور اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ اپنے اعتقاد کو شرک سے پاک رکھیں۔ (۱)

احکام القرآن تھانوی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں نیت ضروری ہے کیونکہ اخلاص اس نیت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ (۲)

ابوبکر رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں اخلاص کا حکم ہے کہ عبادات میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔ (۳)

حُنَفَاءَ: تمام باطل مذاہب سے ہٹ کر اللہ کی طرف یکسو ہو جاؤ۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حنیف: کہتے ہیں کہ تمام عقائد رذیلہ سے مائل ہو کر اسلام کی طرف آ جانا۔ مراد حنفاء سے مذہب ابراہیم علیہ السلام ہے کہ جس طرح انہوں نے تمام مذاہب سے برأت کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اسی طرح یہاں حکم دیا جا رہا ہے تم بھی ایسا کرو۔ (۴)

وَذَالِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ: یہی سچا دین ہے۔

یعنی محمد ﷺ کی زبانی جو حکم دیا گیا یہی انبیائے کرام علیہم السلام اور گذشتہ صلحاء کی جماعت کا دین تھا۔

نصیر بن شمیل رحمہ اللہ نے جب خلیل بن احمد رحمہ اللہ سے ''دِيْنُ الْقَيِّمَةِ'' کا معنی پوچھا تو خلیل رحمہ اللہ نے جواب دیا قَيِّمَةٌ اور قَيِّمٌ قَائِمٌ، تینوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی یہی دین ہے ان لوگوں کا جو توحید پر قائم تھے۔

بعض لوگوں نے فرمایا کُتُبٌ قَيِّمَةٌ سے مراد توریت وانجیل وغیرہ کتب سماوی ہے یعنی ان کی صحیح کتابوں میں یہی دین تھا۔ (۵)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن مجید مضبوط اور سچا دین ہے اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ (۶)

---

(۱) مظہری ۱۲/۴۹۴

(۲) احکام القرآن للتھانوی ۷/ ۱۱۰
(۳) تفسیر کبیر
(۴) روح المعانی ۱۵/ ۲۳۶
(۵) تفسیر مظہری ۱۲/ ۴۵۹
(۶) تفسیر ابن کثیر ۴/ ۵۷۴

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (الحج: ۳۷)

ترجمہ: اور فرمایا ''خدا تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔''

تشریح: شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قربانی کرنے کے بعد مشرکین قربانی کا خون کعبہ میں چھڑکتے اور گوشت کے ٹکڑے وہاں بکھیرتے تھے مسلمانوں نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ قربانی ایک عظیم عبادت ہے مگر یہ قربانی مقصود نہیں کیونکہ اللہ جل شانہٗ کے پاس نہ اس قربانی کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی خون۔ قربانی اور تمام عبادات کا مقصود یہ ہے کہ اس عبادت کے ضمن میں حکم ربانی کی بجاآوری ہے اور ساتھ میں اخلاص ہے اگر عبادات میں اخلاص نہیں تو یہ عبادات کا صرف صورت اور ڈھانچہ ہوگا، اس کی روح غائب ہوگی۔ (۲)

اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ عمل کے قبول ہونے کے لئے تقویٰ و اخلاص کی ضرورت ہے۔ اگر یہ چیز موجود نہیں ہے تو وہ عمل اللہ کے دربار میں قبول نہیں ہے۔ (۳)

(۱) تفسیر مظہری ۸/ ۱۱۸، تفسیر زاد المسیر ۵/ ۲۹۷، روح المعانی ۶/ ۱۵۸، ابن کثیر ۳/ ۲۳۴
(۲) تفسیر معارف القرآن ۶/ ۲۶۷
(۳) تفسیر درمنثور ۵/ ۲۹۷، روح المعانی ۶/ ۱۵۸، ابن کثیر ۳/ ۲۳۴

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران: ۲۹)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے) کہہ دو کہ کوئی بات تم اپنے دلوں میں مخفی رکھو یا اس کو ظاہر کرو خدا اس کو جانتا ہے۔''

تشریح: اس آیت کریمہ میں خبر دی جارہی ہے کہ اللہ جل شانہ کی قدرت وعلم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر کوئی اپنے دل میں کوئی بات چھپائے دنیا میں کسی کو بھی اس کی اطلاع نہ کرے مگر وہ بات اللہ جل شانہ کے علم میں آتی ہے اور جو بات لوگوں کے

سامنے ظاہر کی جائے تو بدرجہ اولیٰ اللہ جل شانہ کے علم اور قدرت میں ہوگی۔ (١)

اسی طرح قرآن میں متعدد آیات میں اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے مثلاً:

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى. (٢)

اور اگر تو بات کہے پکار کر تو وہ جانتا ہے چھپی ہوئی بات کو بھی اور جو اس سے بھی زیادہ چھپی ہوئی ہو۔یعنی جو ابھی تک دل میں بھی نہیں آئی اللہ اس کو بھی جانتا ہے۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (٣)

ترجمہ: ”تم اپنی بات زور سے کرو یا آہستہ اللہ دلوں میں جو کچھ ہے اس کو بھی جاننے والا ہے۔“

رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِىْ وَ مَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ (٤)

ترجمہ: ”اے رب ہمارے تو ہی جانتا ہے جو کچھ ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں دکھا کر اور مخفی نہیں اللہ پر کوئی چیز زمین اور آسمان میں۔“

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ جب اللہ ایسی قدرت والا ہے تو آدمی اعمال اسی کے لئے اخلاص کے ساتھ کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ (٦)

---

(١) دلیل الفالحین ١/٣٩۔ (٢) سورۃ طٰہٰ آیت ٧۔ (٣) سورۃ الملک آیت ١٣۔ (٤) سورۃ ابراہیم آیت ٣٨
(٥) دلیل الفالحین ١/٣٩

تمام اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے

(١) ﴿عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِىْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ رِيَاحِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ بْنِ عَدِىِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَىِّ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِىِّ الْعَدَوِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: ”اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَ اِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَّا نَوٰى: فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ، وَ مَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، اَوِ امْرَاَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ“ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ. رَوَاهُ اِمَامَا الْمُحَدِّثِيْنَ: اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَةَ الْجُعْفِىُّ الْبُخَارِىُّ وَ اَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ ابْنِ مُسْلِمِ الْقُشَيْرِىُّ النَّيْسَا بُوْرِىُّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِىْ صَحِيْحَيْهِمَا اللَّذَيْنِ هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ.﴾

ترجمہ: ''امیر المؤمنین ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نفیل کے بیٹے وہ عبدالعزیٰ کے بیٹے وہ ریاح کے بیٹے وہ عبداللہ کے بیٹے وہ قرط کے بیٹے وہ رزاح کے بیٹے وہ عدی کے بیٹے وہ کعب کے بیٹے وہ لوی کے بیٹے وہ غالب قریشی عدوی کے بیٹے بیان کرتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے: تمام اعمال کی صحت کا دارو مدار بس نیت پر۔ ہے ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ نیت کے مطابق ملے گا جس شخص کی ہجرت اللہ اور رسول (کی خوشنودی) کے لئے ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف صحیح متصور ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی غرض پر ہے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے۔'' (بخاری، مسلم)

اس حدیث کو امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام المحدثین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں (صحیح بخاری، صحیح مسلم) میں ذکر کیا جو حدیث کی کتابوں میں زیادہ صحیح ہیں۔

لغات: ❖ الاعمال: عَمِلَ (س) کام کرنا۔ محنت کرنا۔ عمل کی جمع ہے۔

❖ اَلنِّیَّات: جمع ہے اَلنِّیَّۃ کی۔ قصد۔ دل کا عزم۔ کبھی یاء کی تخفیف سے نِیَۃ بھی کہتے ہیں۔

❖ هِجْرَة: جدائی۔ خانہ بدوشی سے شہریت اختیار کرنا۔ اَلْهِجْرَة وَالْهُجْرَة ترک وطنی۔

❖ يَنْكِحُهَا: نَكَحَ (ف، ض) نِكَاحاً وَ نَكْحَا. المرأة. عورت سے نکاح کرنا۔ نَكَحَ المطر الارض بارش مٹی میں جذب ہوگئی۔

تشریح: حدیث کی فضیلت

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ثلث علم والی حدیث فرمایا ہے۔ [1] ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے فرمایا علماء نے اس حدیث کو ثُلث الاسلام کا لقب دیا ہے۔ [2] اسی طرح امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نصف فقہ کا نام دیا ہے، امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّصَنِّفَ كِتَاباً فَلْيَبْتَدِئْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جو بھی ارادہ کرے تصنیف کا اس کو چاہئے کہ وہ اسی حدیث سے شروع کرے۔ [3]

شان ورود حدیث

بعض روایات میں اس حدیث کا پس منظر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے اُمّ قیس رضی اللہ عنہا نامی عورت کو پیغام نکاح دیا اس عورت نے شرط لگائی کہ جب تک تم ہجرت نہیں کروگے میں تم سے نکاح نہیں کرسکتی۔ چنانچہ اس آدمی نے

اس عورت کی اس شرط کو قبول کر کے ہجرت کر لی پھر دونوں کا باہم نکاح ہو گیا۔ مگر اس شخص کا نام مہاجر اُمّ قیس مشہور ہو گیا۔
اس عورت کا نام تو قیل رضی اللہ عنہا اور اس کی کنیت اُمّ قیس رضی اللہ عنہا تھی۔ (۴) اکثر محدثین اس کا نام بھول گئے ہیں۔

سوال: اسی طرح جب ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہا تھا تو اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام کی شرط لگائی تھی جب وہ مسلمان ہوئے پھر نکاح ہوا۔ (۵) ان پر تو آپ ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی؟

جواب: علماء نے فرمایا ہے یہاں ابوطلحہ کا پہلے سے مسلمان ہونے کا ارادہ تھا اور پہلے واقعہ میں ان صحابی کا پہلے ہجرت کا ارادہ نہیں تھا اس لئے آپ ﷺ نے پہلے پر نکیر فرمائی اور دوسرے پر نکیر نہیں فرمائی۔

نِیّـاتٌ

نیت کی تین قسمیں ہیں

نّیات یہ نیّت کی جمع ہے۔ نیت کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

❶ **تَمْیِیْزُ عِبَادَةٍ عَنِ الْعَادَةِ:** یعنی نیت کے ذریعہ عبادت کو عادت سے جدا کرنا مثلاً ایک آدمی نماز کی حالت میں کھڑا ہے اگر اس نے نیت کی ہے نماز کی تو وہ نماز ہوگی ورنہ سمجھا جائے گا کہ ویسے ہی کھڑا ہے۔

❷ **تَمْیِیْزُ عِبَادَةٍ عَنِ الْعِبَادَةِ:** یعنی نیت کے ذریعہ سے ایک عبادت کو دوسری عبادت سے جدا کرنا مثلاً نیت کے ذریعہ سے ظہر اور عصر کی نماز میں فرق کرنا۔

❸ **تَمْیِیْزُ مَعْبُوْدٍ عَنِ الْمَعْبُوْدِ:** یعنی نیت کے ذریعہ ایک معبود کی عبادت سے دوسرے معبود کی عبادت کو جدا کرنا مثلاً کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہے اب اس کی نیت سے معلوم ہوگا کہ اللہ کے لئے پڑھ رہا ہے یا کسی اور معبود کے لئے۔ (۶)

اللہ کے یہاں وہی عمل قابل قبول ہوگا جو صحیح نیت کے ساتھ کیا جائے۔ (۷)

سوال: "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" اِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے تو اس کا معنی یہ ہوئے لَاعَمَلَ اِلَّا بِالنِّیَّةِ یعنی نیت کے بغیر عمل وجود میں ہی نہیں آ سکتا حالانکہ آدمی نیت کے بغیر بھی عمل کر لیتا ہے۔

جواب: عمل کا وجود نہ ہونا نیت کے بغیر اس سے مراد وجود شرعی ہے نہ کہ حسّی دیکھنے میں تو وہ عمل نظر آئے گا مگر شریعت کی نگاہ میں عمل اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ اس میں اللہ کے لئے نیت موجود ہو۔ (۸)

"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کے بعد "لِکُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی" کو ذکر کیا گیا۔

"وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی" ہر ایک کو اعمال کا بدلہ نیت کے اعتبار سے ملے گا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیت کا معاملہ بہت عظیم الشان اور اہم ہے اس لئے دوبارہ اِنَّمَا "اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"

کی تاکید اس جملہ کے ساتھ کی گئی ہے۔ (۹)

دنیا کے تذکرہ کے بعد عورت کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

"اَوْ اِلٰی اِمْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا" یا عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے۔

سوال: پہلے "اِلَى الدُّنْيَا" میں عورت بھی داخل تھی پھر اس کو مستقل کیوں بیان کیا گیا؟

جواب: ❶ زیادہ اہتمام کی وجہ سے۔ (۱۰)

جواب: ❷ یا یہ کہ انصار مدینہ ہجرت کرنے والوں پر سب سے زیادہ ایثار کرتے تھے مال اور عورت دونوں چیزوں کی، اس وجہ سے فرمایا کوئی ہجرت نہ کرے نہ دنیا کی وجہ سے نہ عورت کے حصول کے لئے۔ (۱۱)

جواب: ❸ یا شان نزول کی وجہ سے عورت کا تذکرہ آگیا۔ (۱۲)

جواب: ❹ یا عورت کا فتنہ اہم ہے اس لئے اس کو دوبارہ ذکر کر دیا گیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری باب بدء الوحی و کتاب الایمان باب ما جاء انّ الاعمال بالنیّات، صحیح مسلم کتاب الاجاره باب قوله ﷺ انّما الاعمال بالنّية، امام احمد فی مسنده ۱۶۸/۱ و ترمذی، ابوداؤد الطیا لسی ۳۷، ابن حبان ۳۸۸، ابن خزیمة ۱۴۲، الطحاوی ۹۶/۳، دارقطنی ۵۰/۱، البیهقی ۲۴۱/۷، الحمیدی ۲۸.

راوی حدیث حضرت عمر بن الخطابؓ کے حالات:

عمرؓ نام، ابوحفص کنیت، فاروق لقب، والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام فتحہ تھا۔ (اصابہ ۵۱۸/۲)

حضرت عمرؓ کا خاندان ایام جاہلیت سے نہایت ممتاز تھا، حضرت عمرؓ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے۔ ایام طفولیت کے حالات پردہ میں ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں یہ سرگرم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا مانگی (ترمذی) دعا قبول ہوئی اور اسلام میں داخل ہوگئے چالیسویں نمبر کے مسلمان تھے یہ نبوت کا ساتواں سال تھا۔ مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بڑے بڑے فتوحات ہوئے جس میں عراق، شام، بیت المقدس، مصر شامل ہیں۔ حضرت عمرؓ میں چند خصوصیات اصحاب سیر نے لکھی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) خوفِ خدا: اللہ سے بہت زیادہ خوف کھانے والے تھے۔ قرآن پڑھتے وقت اس کیفیت میں بہت زیادہ اضافہ ہوجاتا تھا۔ کبھی خوف خدا کی وجہ سے فرماتے کہ کاش میں خس و خاشاک ہوتا، کاش پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ (کنز العمال ۲۴۵/۶)

(۲) حب رسول اور اتباع سنت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی تو روتے روتے بیتاب ہوجاتے۔ حضرت بلالؓ نے جب مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی، اس پر آپ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ (فتوح الشام از ولی فتح بیت المقدس)

(۳) زہد و قناعت: آپ کے کپڑوں پر بارہ بارہ پیوند دیکھے گئے۔ آپ کا کھانا، لباس، بستر غرض ہر چیز انتہائی سادہ تھی۔

(۴) تواضع: صدقہ کے اونٹوں کے بدن میں خود تیل ملتے اور فرماتے کہ مسلمانوں کا والی ان کا غلام بھی ہوتا ہے۔ (کنز العمال ۳۵۳/۶)

شہادت: مغیرہ بن شعبہ کے غلام فیروز نے جس کی کنیت ابولولوتھی بدھ کی صبح کی نماز میں چھ وار کئے جس کی وجہ سے چند دن بیمار رہ کر ہفتہ کے دن یکم محرم ۲۴ھ کو شہادت سے سرفراز ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے جنازہ کی نماز حضرت صہیب رومیؓ نے پڑھائی۔ حضرت عمرؓ سے ۵۳۹ روایات احادیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

(۱) فتح الباری ومرقاۃ ۱/۴۲
(۲) فتح الباری ۱/۱۰
(۳) کتاب الاذکار ۱/۶۶
(۴) فتح الباری ۱/۸ فضل الباری ۱/۱۳۹ عمدۃ القاری ۱/۲۸، مرأۃ المفاتیح ۱/۳۴
(۵) تعلیق الصبیح ۱/۹، مرأۃ المفاتیح ۱/۲۴
(۶) نسائی ۲/۸۵
(۷) فتح الباری
(۸) شرح کرمانی علی البخاری ۱/۱۸، فتح الباری ۱/۱۳
(۹) فتح الباری ۱/۱۴
(۱۰) صحیح مسلم ۲/۱۴۱
(۱۱) فضل الباری ۱/۱۴۹۔
(۱۲) فتح الباری ۱/۱۰۔

دنیا میں برے لوگوں کے ساتھ نیک لوگوں پر بھی عذاب آتا ہے

(۲) ﴿وَ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ عَبْدِ اللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ "يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِهِمْ." قَالَتْ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِهِمْ وَ فِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: "يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

ترجمہ: ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُمّ المومنین فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک لشکر کعبہ کے ساتھ جنگ کی غرض سے چڑھائی کرے گا جب وہ چٹیل میدان (بیداء) میں پہنچے گا تو اس کے اگلے اور پچھلے تمام لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ ان تمام کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں سے بعض لوگ دکانداری کرنے والے اور بعض بخوشی ان میں شامل نہیں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے پچھلے تمام کو دھنسا دیا جائے گا لیکن اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ (بخاری، مسلم) لفظ صرف بخاری کے ہیں۔

لغات: ❖ یغزو: غزا (ن) غزواً و غزاوۃ و غزوانا لڑنے کے لئے نکلنا۔ لوٹ کے لئے حملہ کرنا۔

❖ خسف: خسف لازم و متعدی دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ پھاڑنا اور پھٹ جانا خسفت الارض زمین کا مع اپنی اوپری چیزوں کے دھنس جانا۔

❖ یبعثون: بعث (ف) بعثاً۔ اٹھانا۔ دوبارہ زندہ کرنا چنانچہ یوم البعث اسی سے ہے یعنی دوبارہ اٹھنے کا دن۔

تشریح: یَغْزُوْ جَیْشٌ الْکَعْبَۃَ: یہ نبی کریم ﷺ کی پیش گوئیاں امور غیب میں سے ہیں اور یہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہیں کون سالشکر ہے اور کب ایسا ہوا یا ہوگا اس بارے میں اس کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔ (۱)

مقام بیداء کہاں ہے

یہ ایک مشہور مقام ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان میں۔

فَاِذَا کَانُوْا بِبَیْدَاء: اَلْبَیْدَاء: بید کی جمع ہے۔ یہ کہاں ہے؟ اس بارے میں بھی اختلاف ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ہے اور بعض کی مکہ معظّمہ میں اور بعض کی رائے اس کے علاوہ کی بھی ہے۔ (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا جواب

کَیْفَ یُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ وَ فِیْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَ مَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ؟

کیسے دھنسایا جائے گا ان کے اگلے اور پچھلے لوگوں کو جب کہ ان میں بازار والے لوگ بھی ہوں گے؟ ایک دوسری روایت میں آتا ہے "اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَاباً اَصَابَ الْعَذَابَ مَنْ کَانَ فِیْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰی نِیَّاتِهِمْ." (۳)

کہ جب اللہ کا عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو وہ سب پر ہی عذاب ہوتا ہے پھر قیامت کے دن اپنی اپنی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے ۔۔۔۔ اک بار خطاء ہوجاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

اور نیتوں کے اعتبار سے ہی معاملہ کیا جائے گا۔ مگر دنیا کے عذاب میں تو سب ہی شریک ہوئے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی غلط لوگوں کی صحبت سے اپنے آپ کو بچا کے رکھے بوجہ یہ کہ اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب آیا تو یہ اس کے ساتھ رہنے والا بھی نہ بچ سکے گا۔ (۴)

بعض لوگوں نے فرمایا یہ حدیث درحقیقت قرآن کی اس آیت کی تشریح ہے:

"وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّةً" (۵)

ترجمہ: اور تم اس آزمائش (عذاب) سے ڈرتے اور بچتے رہو جو خاص ظلم کرنے والوں پر ہی نہیں آئے گا (بلکہ وہ سب کے لئے عام ہوگا)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق و صحیح مسلم کتاب الفتن باب الخسف بالجیش الذی یوم السبت و اخرجه امام احمد رحمه الله فی مسنده ٢٤٧٩٢/٩، ابن حبان ٦٧٥٥ و ابونعیم فی الحلیة ١١/٥.

راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: عائشہؓ، صدیقہ، حمیرا لقب، اُمّ عبداللہ کنیت۔ والد کا نام ابوبکر صدیقؓ والدہ کا نام زینب تھا، ان کی کنیت اُمّ رومان تھی۔ بعثت کے چار برس کے بعد پیدا ہوئیں۔ مکہ معظمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا، ۹ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی۔ غزوات میں سے غزوۂ اُحد میں شریک تھیں۔ (بخاری ۲/۵۸۱)

اسی طرح غزوہ بنی مصطلق میں بھی شرکت کا معلوم ہوتا ہے جس میں آپ کا ہار گم ہوا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوسری عورتوں پر عموماً جب کہ باقی امہات المؤمنین پر خصوصاً کئی وجوہات سے فوقیت حاصل تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو اس کا علم حضرت عائشہؓ کے پاس پاتے تھے۔ (ترمذی)

آپ میں سخاوت، عبادت، تواضع حد درجہ کی تھی، اکثر روزہ رکھتیں، ہر سال حج فرماتیں اور غلاموں کو آزاد کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکثرین صحابہ میں داخل ہیں یعنی جن سے روایات زیادہ منقول ہیں۔ ان کی تعداد ۲۲۱۰ احادیث کی کتابوں میں ملتی ہیں جن میں ۱۷۴ پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے۔ امام بخاری نے منفرداً ۵۴ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ۶۸ حدیثوں میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ۱/۳۸)

وفات: امیر معاویہؓ کے اخیر زمانہ میں رمضان ۵۸ھ میں انتقال ہوا اس وقت عمر تریسٹھ سال تھی۔ جنت البقیع میں رات کے وقت ان کی وصیت کے مطابق دفن کی گئیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۱/۵۰، روضۃ المتقین ۱/۳۵

(۲) فتح الباری

(۳) بخاری ومسلم

(۴) نزہۃ المتقین ۱/۲۱

(۵) سورۃ الانفال رکوع ۳

فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی

(۳) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَ نِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا."﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَمَعْنَاهُ: لَا هِجْرَةَ مِنْ مَكَّةَ لِاَنَّهَا صَارَتْ دَارَ اِسْلَامٍ.

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت کرنا درست نہیں۔ البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں۔ جب تمہیں جہاد کی طرف نکلنے کے لئے کہا جائے تو کوچ کرو۔" (بخاری ومسلم)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ مکہ دارالاسلام بن چکا ہے۔

لغات: ❖ هجرة: قصد کرنا۔ ترک وطنی۔

❖ استنفرتم: استنفر استفعال سے بھگانا استنفر القوم: قوم کو جنگ کے لئے جمع کرنا۔

❖ فانفروا: نَفَرَ نَفراً وَ نُفُوراً. چل دینا۔

تشریح: "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں" اس کا مطلب

لاهِجرَةَ بَعُدَ الْفَتحَ: فتح مکہ کے بعد ہجرت کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: اس حدیث میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی مگر ایک دوسری روایت میں آتا ہے قال: **لَا تَنْقَطِعُ الْهِجُرَةُ حَتّٰی تَنْقَطِعَ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت قیامت تک باقی رہے گی۔

جواب: حدیث میں ہجرت خاص مراد ہے کہ مکہ سے مدینہ کی طرف اب قیامت تک ہجرت نہیں ہوگی کہ اب انشاء اللہ قیامت تک مکہ دارالاسلام ہی رہے گا۔ اس پر اب قیامت تک کفار کا تسلط نہیں ہوگا۔ باقی اگر کسی جگہ پر آدمی اپنے دین کی حفاظت نہ کرسکتا ہو کہ وہاں پر منکرات کا شیوع ہو تو اب اس جگہ سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ پر چلے جانا واجب ہوگا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ مکہ سے مدینہ کی ہجرت نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں فرض عین تھی کہ وہ اسلام کی حقانیت اور کفار کی شان وشوکت توڑنے کے لئے تھی مگر اب ہجرت فرض عین نہیں رہی۔ ہاں اگر اسلام پر چلنا اس جگہ پر مشکل ہو تو ہجرت کرنا اس جگہ سے واجب ہوگا۔ (۱)

وَلٰكِنُ جِهَادٌ وَ نِيَّةٌ: البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت جو فرض عین تھی اب ختم ہوگئی لیکن اب بھی جہاد اور ہجرۃ "مِنُ دَارِالْكُفُرِ اِلٰى دَارِالْاِسُلَام" اور طلب علم کے لئے نکلنا وغیرہ اب بھی باقی ہے۔ اس کی نیت ہر مسلمان کو کرنا ضروری ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح البخاری كتاب الجهاد باب وجوب التنفير و باب فضل الجهاد • صحيح مسلم كتاب الامارة. بعد فتح مكه و اخرجه الامام احمد فی مسنده ۱/۱۹۹۱ ابوداؤد دارمی ۲۵۱۲، والنسائی ۴۱۸۱، ابن حبان ۴۵۹۲ و ابن ماجه. مصنف عبدالرزاق ۹۷۱۱، والطبرانی ۱۰۸۹۸.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲۸۶/۷، التعلیق الصبیح ۲۳۶/۴ الاشعۃ ۳۶۱/۳

(۲) الکاشف عن حقائق السنن شرح مشکوٰۃ

جو صحابہ بیماری کے عذر سے مدینہ میں رہ گئے

(٤) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ فَقَالَ: "اِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِ لَرِجَالًا مَاسِرْتُمْ مَسِیْرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ حَبَسَھُمُ الْمَرَضُ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ: اِلَّا شَرِکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ"﴾ (رواہُ مُسلِمٌ)

وَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا بِالْمَدِیْنَۃِ مَاسَلَکْنَا شِعْبًا وَ لَا وَادِیًا اِلَّا وَ ھُمْ مَعَنَا، حَبَسَھُمُ الْعُذْرُ."

ترجمہ: "حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم جہاں سفر کرتے ہو اور جس وادی سے گزرتے ہو معنی وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں بیماری نے ان کو روک رکھا ہے (دوسری روایت میں ہے) وہ ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔" (مسلم)

بخاری نے اس حدیث کو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی معیت میں غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پیچھے مدینہ میں ایسے لوگ رہے جو ہمارے ساتھ ہی رہے جب ہم کسی گھاٹی، وادی کو عبور کرتے رہے، عذر نے ان کو روک رکھا۔

لغات: ❖ قَطَعْتُمْ: قَطَعَ قَطْعًا فتح سے علیحدہ وجدا کرنا۔

❖ حَبَسَھُمْ: حَبَسَ. احتبس لازم ومتعدی دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ رک جانا، قید کرنا۔

❖ شَرِکُوْکُمْ: شَرِکَ و شرکاً سمع سے شریک ہونا۔

❖ رَجَعْنَا: رَجَعَ رجوعاً ضرب سے پھرنا۔ لوٹنا

❖ خَلْفَنَا: خَلَفَ خلافۃ نصر سے جانشین ہونا اور ضرب سے پیچھے رہ جانا۔

تشریح: فِیْ غَزَاۃٍ: اس غزوہ سے مراد غزوۂ تبوک ہے جیسے بخاری شریف کی روایت میں وضاحت آتی ہے۔

وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا: "اور تم کسی وادی کو طے نہیں کرتے۔"

اس حدیث میں محدثین فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

"ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ."(۱)

ترجمہ: "ضروری ہے اس لئے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو تھکاوٹ پسینہ اور بھوک لگی اور وہ چلنا جو کفار کے

لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو بھی خرابی ہوان سب کو اس کی وجہ نیکی لکھی گئی، یقیناً اللہ تعالیٰ محسنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔"

نیت کرنے سے بھی آدمی کو پورا ثواب ملتا ہے

اِلَّا کَانُوا مَعَکُم اَیْ شَرِکُوکُمْ فِی اَجْرٍ کہ عذر کی وجہ سے وہ جا نہ سکے نیت کی وجہ سے وہ بھی ثواب میں شریک ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی کسی نیک کام میں کسی عذر کی بناء پر شرکت نہ بھی کر سکے تو دل سے سچی نیت رکھنے سے وہ ثواب میں شریک ہو جاتا ہے۔ (۲)

خلوص نیت رہبر پہ منحصر ہے عظیم مقام عشق بہت دور بھی ہے پاس بھی ہے

جہاد پر عذر کی وجہ سے نہ جانے والوں کا ثواب اور جہاد میں شرکت کرنے والوں کا کیا ثواب برابر ہوگا؟

بعض محدثین کے نزدیک دونوں کا ثواب برابر برابر ہوگا جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ مگر بعض دوسرے محدثین کے نزدیک شرکت کرنے والوں کا ثواب زیادہ ہوگا قرآن مجید کی اس آیت کی بنا پر:

"لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَةً وَ کُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰی." (۳)

ترجمہ: "برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا عذر گھر پر بیٹھیں اور جو لوگ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں اللہ نے بڑھا دیا اپنے مال اور جان سے لڑنے والوں کا بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ان سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے۔"

اس آیت کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس میں بھی غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ کے الفاظ ہیں کہ عذر والا ہو تو ثواب میں برابر کا شریک ہوگا اور اگر بغیر عذر کے ہو تو تب ثواب میں برابر کا شریک نہیں ہوگا۔ (۴) واللہ اعلم

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد باب من حبسه العذر عن الغزو. کتاب المغازی باب نزول النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم ...... الخ مسلم کتاب الامارة باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض او غیره و امام احمدرحمه اللّٰه فی مسنده ۵/۱۴۶۸۱، و ابن ماجه و ابن حبان ۴۷۱۴، والبیهقی ۹/۲۴.

راوی حدیث حضرت جابرؓ کے مختصر حالات:

نام: جابرؓ، ابوعبداللہ کنیت، قبیلہ خزرج میں سے تھے۔ والد کا نام عبداللہؓ والدہ کا نام نسیبہ تھا، ان کے دادا عمرو اپنے خاندان کے رئیس تھے، عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے۔ اُحد کے بعد سے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک رہے۔ (مسند احمد ۳/۳۲۹)

۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی جنگ میں حضرت جابرؓ حضرت علیؓ کی طرف سے لڑے۔ (اسد الغابہ ۲/۲۵۷)

حضرت جابرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور لوگوں سے بھی علمِ دین سیکھا جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوعبیدہ، حضرت طلحہ، حضرت معاذ بن جبل، خالد بن ولید، ابوہریرہ، ابوسعید الخدری، عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ شامل ہیں۔ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ حضرت

عبداللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث ہے اور وہ شام میں رہتے ہیں تو انہوں نے اونٹ خریدا اور پھر وہاں جا کر اس حدیث کو سنا۔(ادب المفرد۔ بخاری)
ان کے تلامذہ بھی کافی ہیں مثلاً امام باقر، عبداللہ بن منکدرؒ، حسین بن محمد بن حنفیہؒ وغیرہ۔ آخر زمانہ میں نابینا ہو گئے تھے۔(بخاری ۲/ ۵۹۸)
وفات: حجاج بن یوسف کے زمانے میں ۹۴ سال کی عمر میں وفات پائی وصیت فرمائی کہ حجاج میری نماز جنازہ نہ پڑھائے اس لئے حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابان نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا مگر بعض نے کہا کہ نماز جنازہ حجاج بن یوسف نے ہی پڑھائی۔(تہذیب التہذیب)
مرویات: ان کی روایات کی تعداد ۵۴۰ ہے احادیث میں بہت زیادہ احتیاط فرماتے تھے۔شخصیت کے بجائے اپنے اوپر موقوف کر لیتے تھے ڈر کی وجہ سے۔(مسند احمد ۳/ ۳۳۰)

---

(۱) سورۃ التوبۃ آیۃ ۱۲۰
(۲) نزھۃ المتقین ۱/ ۲۲
(۳) سورۃ النساء ۳
(۴) فتح الباری۔ دلیل الفالحین ۱/ ۵۲، ۵۳

صدقہ نافلہ میں نیت کا مدار

(۵) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ یَزِیْدَ مَعْنِ بْنِ یَزِیْدَ بْنِ الْاَخْنَسِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ، وَ ھُوَ وَ اَبُوْہُ وَ جَدُّہٗ صَحَابِیُّوْنَ، قَالَ: کَانَ اَبِیْ یَزِیْدُ اَخْرَجَ دَنَانِیْرَ یَتَصَدَّقُ بِھَا فَوَضَعَھَا عِنْدَ رَجُلٍ فِی الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَاَخَذْتُھَا فَاَتَیْتُہٗ بِھَا. فَقَالَ: وَاللّٰہِ مَا اِیَّاکَ اَرَدْتُّ فَخَاصَمْتُہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: "لَکَ مَا نَوَیْتَ یَا یَزِیْدُ، وَ لَکَ مَا اَخَذْتَ یَا مَعْنُ."﴾ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: ''حضرت معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔(معن ان کا باپ، دادا سب صحابی ہیں) کہ میرے باپ یزید نے کچھ دینار صدقہ کرنے کے لئے نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کو دے آئے۔ چنانچہ میں نے اس سے لے لئے اور اپنے والد کے پاس لے آیا والد نے کہا بخدا میں نے تجھے دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا پس ہم یہ جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ نے فرمایا ''اے یزید تجھے تیری نیت کا ثواب ملا، اور اے معن جو مال تم نے لے لیا وہ تمہارا ہے۔''

لغات: ❖ اَخْرَجَ: اخرج اخراجاً افعال سے معنی ہے نکالنا۔ مجرد میں خرج خروجاً. نصر سے باہر نکلنا۔
❖ یَتَصَدَّقُ: تصدّق. تَصَدُّقًا تفعل سے معنی خیرات دینا۔ مجرد میں صَدَقَ صَدْقًا صِدْقًا نصر سے سچ بولنا۔
❖ فَوَضَعَھَا: وضع. وضعاً و موضِعًا فتح سے، رکھنا۔
❖ اَخَذْتُھَا: اخذ. اخذًا نصر سے معنی ہے لینا۔
❖ اَتَیْتُھَا: اتی اتیاناً ضرب معنی ہے آنا۔

❖ خَاصَمْتُهُ: خَاصَمَ خِصَاماً و مُخَاصَمَةً، مفاعلہ سے معنی ہے نزاع کرنا، جھگڑا کرنا۔

تشریح: صدقہ دینے میں وکیل بنانا جائز ہے

اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ: اس نے صدقہ کے لئے دینار نکالے اور ان دینار کو مسجد نبوی میں ایک آدمی کے پاس رکھ آئے تا کہ وہ کسی ضرورت مند محتاج کو دے دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقے وغیرہ کے اندر کسی دوسرے کو وکیل بنا دینا کہ وہ اس کی طرف سے کسی محتاج کو دے دے یہ جائز ہے۔ (۱)

فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا: میں نے وہ دینار اس آدمی سے لے لئے۔

فَخَاصَمْتُه اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "یہ جھگڑا آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔"

اس جملہ سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ شرعی مسائل میں باہم بحث وتکرار کرنا اپنے باپ کے ساتھ یہ ان کی نافرمانی اور بے ادبی نہیں ہے۔ اسی طرح کبھی شرعی مسائل معلوم کرنے کے لئے والد کو قاضی یا مفتی کے پاس لے جانا یہ ان کی بے حرمتی شمار نہیں ہوگی۔ (۲)

"فَقَالَ لَکَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ وَ لَکَ مَا اَخَذْتَ يَامَعْنُ" ترجمہ: اے یزید! تمہارے لئے تمہاری نیت کا ثواب ہے اور اے معن! تم نے جو لیا وہ تمہارے لئے جائز ہے۔

صدقہ اگر محتاج بیٹے کو مل جائے تو اب باپ کو صدقے کا پورا ثواب مل گیا کیونکہ اس نے مستحق تک پہنچانے کی نیت کی تھی اور وہ مستحق تک پہنچ گیا۔ مگر اس میں علماء نے صدقۂ نافلہ کی قید لگائی ہے کہ صدقہ واجبہ زکوۃ وغیرہ اپنے بیٹے کو دینا جائز نہیں ہوگا کیونکہ صدقہ واجبہ میں شرط یہ ہے کہ یہ اپنے اصول باپ، دادا، پردادا وغیرہ اور فروع (بیٹا پوتا وغیرہ) کو نہیں دے سکتے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب اذا تصدق علی ابنہ و ھو لایشعر، والامام احمد فی مسندہ ۵/۱۵۸۶۰ والدارمی ۱۶۳۸.

راوی حدیث حضرت معن بن یزیدؓ کے مختصر حالات:

نام: معنؓ، کنیت ابویزید، والد کا نام یزید تھا۔ یہ خود اور ان کے والد یزید اور دادا اخنس تینوں ہی مسلمان تھے اور ان تینوں نے اسلام کی پہلی جنگ غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ یہ کوفہ تشریف لے گئے، پھر مصر اور شام بھی گئے لیکن آخری وقت میں کوفہ میں رہے ان کو مروان کے زمانے میں شہید کر دیا گیا۔ (کرمانی شرح بخاری)

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے پانچ احادیث منقول ہیں۔ (التلقیح)

علامہ برقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان سے صرف دو احادیث منقول ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۲۳ (۲) نزھۃ المتقین ۱/۲۳ روضۃ المتقین ۱/۳۸ (۳) فتح القدیر و کتب الفقہ و روضۃ المتقین ۱/۳۸

ثلث مال کی وصیت

(٦) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ مَالِکِ ابْنِ اُھَیْبِ ابْنِ عَبْدِ مَنَافِ ابْنِ زُھْرَۃَ بْنِ کَلَابِ بْنِ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ الْقُرَیْشِیِّ الزُّھْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَحَدِ الْعَشَرَۃِ الْمَشْھُوْدِ لَھُمْ بِالْجَنَّۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ قَالَ: جَاءَ نِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ عَامَ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اِشْتَدَّ بِیْ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ بَلَغَ بِیْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰی وَ اَنَا ذُوْ مَالٍ وَ لَا یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَۃٌ لِیْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَیْ مَالِیْ؟ قَالَ: لَا قُلْتُ: فَالشَّطْرُیَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَقَالَ لَا قُلْتُ: فَالثُّلُثُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ اَوْ کَبِیْرٌ اِنَّکَ اَنْ تَذَرَ وَ رَثَتَکَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَ ھُمْ عَالَۃً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَ اِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَۃً تَبْتَغِیْ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَیْھَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیْ امْرَاَتِکَ" قَالَ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِیْ؟ قَالَ: "اِنَّکَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِیْ بِہٖ وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِہٖ دَرَجَۃً وَ رِفْعَۃً، وَ لَعَلَّکَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰی یَنْتَفِعَ بِکَ اَقْوَامٌ وَ یُضَرَّ بِکَ اٰخَرُوْنَ. اَللّٰھُمَّ امْضِ لِاَصْحَابِیْ ھِجْرَتَھُمْ وَ لَا تَرُدَّھُمْ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ"، لٰکِنِ الْبَائِسُ سَعْدُبْنُ خَوْلَۃَ یَرْثِیْ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ مَاتَ بِمَکَّۃَ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ''حضرت ابواسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی قرشی زہری (عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال میں سخت بیمار ہوگیا۔ آپ ﷺ میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میری بیماری کی شدت ملاحظہ فرمارہے ہیں، میرے پاس مال بہت ہے لیکن میری وارث صرف میری بیٹی ہے کیا مجھے دو تہائی ۲/۳ مال صدقہ کرنے کی اجازت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا آدھا سہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا اچھا تو ایک تہائی، آپ ﷺ نے فرمایا ایک تہائی کی اجازت ہے اگرچہ تہائی بھی زیادہ ہے۔ تمہارا اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو نادار چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو خرچ رضائے الٰہی کے لئے کروگے یہاں تک کہ وہ لقمہ جو اپنی بیوی کے منہ میں دوگے ان سب کا ثواب ملے گا۔ پھر میں نے کہا میں اپنے ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیچھے رہنے کی صورت میں جو عمل اللہ کی خوشنودی کے لئے کروگے اس کی بناء پر تمہارا مرتبہ بلند ہوگا

اور امید ہے کہ تمہیں مزید زندگی ملے کچھ لوگ تم سے فائدہ اٹھائیں جب کہ دوسرے کچھ لوگوں کو تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑے۔ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو پورا فرما، انہیں ناکامی کا منہ دیکھنے سے بچا۔ البتہ سعد بن خولہ کی حالت زار قابل رحم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اس کے لئے شفقت کا اظہار کرنا اس بنا پر تھا کہ وہ مکہ میں فوت ہوگیا ہجرت کی سعادت سے محروم رہا۔"

لغات: ❖ یعودنی: تعود. تعوداً. المریض. بیمار پرسی کرنا۔

❖ وجع: وجع. وجعاً. فتح سے معنی ہے بیمار ہونا۔

❖ اشتد: اشتد علیه المرض کے معنی ہیں بیماری کا بڑھ جانا۔

❖ بلغ: بلغ بلوغاً. نصر سے معنی ہیں پہنچنا۔

❖ یرثنی: ورِث وِرثا وَرثا حَسِبَ سے معنی ہے وارث ہونا۔

❖ فالشطر: شطر. شطراً نصر سے معنی ہے کسی چیز کو دو برابر حصوں میں کرنا۔

❖ یتکففون: کفّف تکففا. تفعل سے معنی ہے لوگوں سے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلانا۔

❖ تبتغی: ابتغی. افتعال سے معنی ہے طلب کرنا۔

❖ تجعل: جَعَلَ. جعلاً فتح سے معنی ہے بنانا۔

❖ اخلف: تَخَلَّفَ. تَخَلفًا. تفعل سے معنی ہے پیچھے رہنا۔

❖ اِمضِ: مضی مضاءً. ومضوًا علی الامر کسی امر پر ہمیشگی کرنا۔ کام کا پورا کرنا۔

تشریح: عیادت کرنے کے فضائل

"جَاءَ نِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ" آپ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے عیادت کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت عمل میں سے ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے:

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ تعالی عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَ عَادَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ اَبْعَدَہُ اللّٰہُ مِنْ جَھَنَّمَ سِتِّیْنَ خَرِیْفًا. (۱)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو وہ ساٹھ سال کی مسافت جہنم سے دور کر دیا جاتا ہے۔"

مرنے سے پہلے میت صرف تہائی مال کی وصیت کرسکتا ہے

"فَالثُّلُثُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلثُّلُثُ" ایک تہائی مال کی وصیت کروں یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا ہاں! تہائی مال۔

اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ مرتے وقت آدمی اپنے مال میں سے ایک تہائی سے زائد کی وصیت نہیں کرسکتا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر وہ مریض سارے مال کی وصیت کرنے والا اسی مرض میں وفات پا جائے تو اس صورت میں ورثاء کی حق تلفی ہوگی اور اگر یہ زندہ رہا تو اب یہ خالی ہاتھ رہ جائے گا اور قرآن مجید میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا: ترجمہ: ''تم اپنا ہاتھ بالکل ہی نہ کھول دو کہ تمہیں قابل ملامت اور بے دست و پا ہو کر بیٹھنا پڑے۔''(۲)

بیوی کے منہ میں نوالہ دینے کا ثواب اور اس کی مصلحت

حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ اِمْرَأَتِكَ ''حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو۔''

اس حدیث میں امور خیر کے ذیل میں مثال دی جارہی ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔ ایک ایسے ہی موقع پر جب ایک صحابیؓ نے تعجب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ حرام طریقہ سے کرے تو گناہ ہے تو جب اس نے جائز طریقہ سے کیا تو اس پر ضرور ثواب ملنا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی دن رات میں جب بھی اپنے طبعی تقاضوں اور خواہشوں کو پورا کرے تو اس وقت دل میں یہ نیت اور ارادہ رکھے کہ ہم یہ تمام کام صرف اس لئے کر رہے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے اس کو ہمارے لئے حلال اور جائز کیا ہے تو اس نیت کرنے سے آدمی کے تمام کام عبادت بن جائیں گے۔

وَ لَعَلَّكَ اَنْ تَخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَ يُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ ''تمہیں مزید زندگی ملے گی کچھ لوگ تم سے نفع اٹھائیں گے اور کچھ لوگوں کو تم سے تکلیف اٹھانی پڑے گی۔''

آپ ﷺ کی یہ پیشن گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ عراق کی فتح تک زندہ رہے اور وہاں کے امیر بھی بنے جس سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملا اور کفار کو تکلیف اٹھانی پڑی۔

اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ ''اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو جاری (پورا) فرمادے۔''(۳)

ابتدائے اسلام میں مکہ سے مدینہ کی ہجرت کی بہت اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی۔ اس وجہ سے بعد میں بھی صحابہ مدینہ سے مکہ نہیں گئے کہیں ہجرت میں نقصان واقع نہ ہوجائے۔ حج اور عمرہ کے وقت بھی صحابہ ڈرتے تھے کہ مکہ میں کہیں موت آگئی تو ہجرت میں کمی نہ آجائے۔(۴)

''لکن البائس سعد بن خولة'' یہاں سے راوی کا جملہ ہے، آپ ﷺ کی بات اس سے پہلے ختم ہوگئی۔ راوی سے مراد علامہ زہری رحمہ اللہ ہیں یا بعض کے نزدیک حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ہے۔(۵)

حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال کب ہوا؟

''ان مات بمكة'' حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بعض کی رائے یہ ہے انہوں نے مکہ سے مدینہ

کی طرف ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ بعض کی رائے یہ ہے غزوہ بدر کے بعد وہ مکہ واپس تشریف لے گئے تھے، بعض کے نزدیک حجۃ الوداع پر تشریف لے گئے وہاں ہی ان کا انتقال ہو گیا اسی طرح اور بھی کئی اقوال ہیں۔ بہر حال سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال مکہ میں ہوا اس لئے آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مرثاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولہ رضی اللہ تعالی عنہ و کتاب الوصایا باب ان یترک ورثۃ اغنیاء، صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب الوصیۃ بالثلث، مؤطا مالکؒ ۱۴۹۵ احمدؒ فی مسندہ ۱/۱۵۹۵، ابوداؤد، ترمذی والنسائی ۱۴۸۵ ابن ماجہ، ابن حبان، والطیالسی ۱۹۵، الدارمی، البیہقی ۶/۲۶۸.

راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے مختصر حالات:

سعد نام۔ ابو اسحاق کنیت، والد کا نام مالک اور ابو وقاص کنیت، والدہ کا نام حمنہ تھا۔ رشتہ میں آپ کے ماموں تھے۔(اسد الغابہ ۲/۲۹۱)

اُنیس سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے گھر پر قیام فرمایا (طبقات بن سعد جز ثالث ۹۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے اور خوب جوہر دکھائے۔ ان لوگوں میں تھے جن کو عشرہ مبشرہ کہا گیا۔ یہ دس صحابہ تھے جس کو عراقی نے اس قطعہ میں جمع کر دیا ہے۔

و افضل اصحاب النبی مکانہ و منزلۃ من بشر و اعنان

سعیدؓ زبیرؓ سعد عثمانؓ عامرؓ علیؓ ابن عوفؓ طلحۃؓ الحران

غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ارم یا سعد فداک امی و ابی" اے سعد تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں (بخاری کتاب المغازی غزوہ احد) یہ جملہ حضرت سعدؓ کے لئے بہت ہی فضیلت رکھتا ہے۔ یہی جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر طلحہؓ اور دوسرے موقع پر زبیرؓ کے لئے فرمایا تھا۔(فتح الباری کتاب المناقب سعد بن وقاصؓ)

حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا والی بنایا تھا مگر بعد میں معزول کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے دوبارہ ان کو بحال کر دیا۔

وفات: حضرت سعدؓ آخری وقت میں مقام عقیق چلے گئے جو مدینہ منورہ سے دس میل پر تھا وہاں ہی ۵۵ھ میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے کچھ زائد تھی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مرویات: بقول ابن جوزی رحمہ اللہ کے ان سے روایات کی تعداد ۲۷۱ ہے۔ ۲۵ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔

(۱) ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ ص ۱۳۵

(۲) تحفۃ العابدین

(۳) روضۃ المتقین ۱/۳۹

(۴) دلیل الفالحین ۱/۵۹

(۵) دلیل الفالحین ۱/۵۹

صحیح نیت کے ساتھ عمل کرنا

(۷) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ، وَ لَا اِلٰی صُوَرِکُمْ، وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔''

لغات: ❖ینظر: نَظَرَ نظراً نصر سے معنی ہے متوجہ ہونا۔ دیکھنا

❖اجسام: جمع ہے جسم کی۔

❖صور: جمع صورت کی۔

❖قلوب: جمع قلب کی۔

تشریح: بعض روایتوں میں بجائے مذکورہ بالا الفاظ کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَ لٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ."

اللہ دلوں کو دیکھتا ہے

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کا دارومدار کسی کی شکل وصورت یا اس کی دولت مندی پر موقوف نہیں بلکہ مقبولیت کا دارومدار دل کی درستی اور نیک کردار پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے رضا اور رحمت کا فیصلہ اس کی شکل و صورت یا دولت مندی پر نہیں کرتا بلکہ اس کی نیت کے صحیح ہونے پر کرتا ہے۔ اعمال جتنے بھی اچھے ہوں مگر نیت صحیح نہ ہو تو اس کا یہ عمل ہرگز قبول نہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت دل اور عمل دونوں کی اصلاح ضروری ہے کیونکہ ایک کی اصلاح دوسرے کی اصلاح پر منحصر ہے۔ دل صحیح ہوگا تو عمل بھی صحیح ہوگا۔ اسی کو دوسری روایت میں اس طرح بیان کیا گیا "اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً...... الخ۔

کہ جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوجائے تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب البیوع (باب ما ذکر فی الاسواق صحیح مسلم کتاب الفتن (باب الخسف بالجیش الذی یوم السبت الامام الاحمد فی مسنده ۷۸۳۲/۳. ابن ماجه و ابن حبان ۳۹٤ و ابونعیم فی الحلیة الاولیاء ٤/۹۸.

راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے مختصر حالات:

نام: عمر، کنیت: ابوہریرہ، والد کا نام عامر تھا۔ خاندانی نام عبدشمس تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر گئے ہوئے تھے اس وقت میں وفد کے ساتھ مدینہ میں اسلام قبول کرنے کی نیت سے حاضر ہوئے تھے پھر یہ وفد خیبر پہنچ گیا اور وہاں ہی مسلمان ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

بیعت اسلام کے بعد پھر مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو نہ چھوڑا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ کو علم کی بڑی جستجو رہتی تھی عام طور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ زیادہ سوالات کرتے ہوئے جھجکتے تھے لیکن ابوہریرہؓ نہایت دلیری سے پوچھتے تھے اس وجہ سے کتب احادیث میں ان کی روایات سب سے زیادہ ہیں۔ بعض لوگوں کو ان کی کثرت روایات پر شک بھی رہتا تھا اس پر وہ فرماتے کہ ہمارے مہاجر بھائی بازار میں اپنے کاروبار میں لگے رہتے تھے اور انصار اپنی زراعت کی دیکھ بھال میں سرگرداں رہتے تھے میں ایک محتاج آدمی تھا میرا سارا وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گذرتا تھا۔ (طبقات ابن سعد۲/۵۶)

اوصاف: حضرت ابوہریرہؓ کے خاص اوصاف میں (۱) خوف قیامت بھی تھا۔ قیامت کے خوف سے بے ہوش ہوجاتے تھے۔ (۲) عبادت ریاضت (۳) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۴) والدہ کی محبت (۵) محبت آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۶) سادگی (۷) فیاضی یہ ان کی خاص اوصاف میں سے تھی۔

وفات: جناب ولیدؒ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں بیمار ہوئے اور مدینہ ہی میں انتقال ہوا۔ ولیدؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عثمانؓ کے صاحبزادوں نے کندھا دے کر جنت البقیع میں پہنچایا۔ اکابر صحابہ بھی موجود تھے۔ (طبقات ابن سعد، جز۴/۶۳)

انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔ (اسد الغابہ ۵/ ۳۱۷)

مرویات: ان کی روایات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ ان میں سے ۳۲۵ بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں ۷۹ صرف بخاری میں اور ۹۳ میں مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال/۴۶۲)

اصل جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہے

(۸) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قَیْسِ نِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شَجَاعَۃً، وَ یُقَاتِلُ حَمِیَّۃً وَ یُقَاتِلُ رِیَاءً اَیُّ ذٰلِکَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایک آدمی شجاعت دکھانے، دوسرا حمیت جتانے، تیسرا ریاکاری کی غرض سے لڑائی کرتا ہے ان میں سے کون اللہ کی راہ میں جہاد کررہا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کررہا ہے۔''

لغات: ❖ یقاتل: قاتل مقاتلۃ ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کرنا۔

❖ شَجاعۃ: شجُع، شَجاعۃً. کرم سے بہادر وشجاع ہونا۔

❖ حمية: حَمِيَ. حَمِيَّةً سمع سے معنی ہے کسی کام کرنے سے ناک چڑھانا۔

❖ العُلياء: ہر بلند جگہ کو کہتے ہیں شفة عُليا اوپر کا ہونٹ العُلياء پہاڑ کی چوٹی۔

تشریح: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سوال کرنے والے صحابی لاحق بن ضمرۃ الباھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (۱)

اعمال کی قبولیت کے لئے شرط اللہ کی رضا ہے

"مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا"

اللہ کے ہاں ہر عمل کا اعتبار چونکہ صحیح نیت پر ہے تو جہاد جیسے عمل میں تو بدرجہ اولیٰ یہ ضروری ہوگا۔ اسی وجہ سے فرمایا مجاہد تو وہی ہوگا جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑے گا۔

مگر اللہ نے انسانوں کو ظاہر کا مکلّف بنایا ہے اس لئے میدان جہاد میں ہر مسلمان مقتول کے ساتھ شہید والا معاملہ کیا جائے گا اور نیت اور ارادے کا مسئلہ اللہ کے سپرد ہوگا کیونکہ دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ (۲)

اس حدیث کو بھی علماء جوامع کلم میں شمار کرتے ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب العلم (باب من سال و هو قائم عالما جالسا. صحيح مسلم كتاب الامارة (باب من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا. ابوداؤد والترمذى و ابن ماجه، النسائى ٣١٣٦ ابن حبان ٤٦٣٦.

راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، ابوموسیٰ کنیت، والد کا نام: قیس، والدہ کا نام طیبہ تھا۔ یہ یمن کے رہنے والے تھے، ان کا خاندان قبیلہ اشعر سے تعلق رکھتا تھا اسی وجہ سے وہ اشعری مشہور ہوئے۔

ابوموسیٰ اشعریؓ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے خاندان واپس گئے اپنی قوم کے ذی اثر سردار تھے ان کی دعوت سے ان کے خاندان کے تقریباً پچاس آدمی مسلمان ہوگئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ان لوگوں کو لے کر مدینہ منورہ اس وقت پہنچے جب کہ حضرت جعفر طیارؓ بھی پہنچے ہوئے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے واپس تشریف لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مال غنیمت دینے کے ساتھ ساتھ حضرت ابوموسی اشعریؓ اور ان کی جماعت کو بھی دیا۔ (بخاری ۲/ ۶۰۸) پھر بعد کے غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔

حضرت عمرؓ نے ان کو بصرہ کا والی بھی بنایا ہوا تھا پھر ۳۴ھ میں کوفہ کے امیر بنے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ان سات خوش نصیبوں میں سے تھے جن کو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فتویٰ دینے کی اجازت تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۱)

آپ کے خصوصی وصف اتباع سنت، تقویٰ، خدمت رسول، شرم وحیا، سادگی اور امت مسلمہ کی خیر خواہی تھی۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کو قرآن مجید کے ساتھ بھی خصوصی شغف تھا قرآن کریم نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ان کا قرآن سن کر فرمایا کہ ان کو لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے۔ (طبقات ابن سعد، جز ۴/ ۸۰)

ایک مرتبہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند آواز سے عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے ازواج مطہراتؓ اپنے حجروں کے پاس کھڑی ہوکر ان کا قرآن سننے لگیں۔ صبح کو جب ان کو اطلاع ہوئی تو کہا کہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا تو ان کو اور مشتاق بنا دیتا۔ (طبقات ابن سعد ۴/ ۸۰)

قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث سے بھی خصوصی شغف رکھتے تھے ان کی مرویات کی تعداد ۳۶۰ ہے ان میں سے ۵۰ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔ ۴ میں بخاری اور ۴۵ میں مسلم منفرد ہیں۔ صحیح قول کے مطابق مکہ میں ۴۲ھ ۴۴ھ ۵۲ھ میں بیمار پڑ گئے۔ وفات کے وقت ۶۱ سال کی عمر تھی۔

(۱) دلیل الفالحین ۱/۶۲

(۲) نزھۃ المتقین ۱/۲۵

(۳) روضۃ المتقین ۱/۴۱

دنیا کے لئے لڑنے کا انجام

(۹) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْہِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ. قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: اِنَّہٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِہٖ."﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ”حضرت ابوبکرۃ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان تلواریں میان سے نکال کر آپس میں ایک دوسرے پر وار کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم کے مستحق ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل تو جہنم کا حقدار ہے لیکن مقتول کس لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس لئے کہ یہ بھی تو اپنے مقابل کو قتل کرنا چاہتا تھا۔“

لغات: ❖ إلتقیٰ: التقی. التقاء. افتعال سے معنی ہے ملنا۔ تَلاقَوْا آپس میں جھگڑا کرنا۔

❖ حریصًا: مصدر ہے معنی ہے لالچ۔ حِرص حرَصًا سمع سے معنی ہے لالچ کرنا، صفت حریص جمع ہے حُرصاء و حِرَاص۔

تشریح: "فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ" قاتل کے ساتھ ساتھ مقتول جہنم میں کیوں جائے گا؟

اس حدیث سے محدثینؒ استدلال کرتے ہیں کہ اگر کوئی گناہ کا پختہ عزم کرلے اور اس کے لئے وہ اسباب و وسائل کو بھی اختیار کر لیتا ہے اور پھر وہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے اپنے اس عزم کو تکمیل تک نہ پہنچا سکے تو اس صورت میں اس کو وہ گناہ ملے گا جو کرنے پر ملتا ہے۔ (۱)

محدثینؒ فرماتے ہیں اس حدیث میں لڑائی سے مراد وہ لڑائی ہے جو دنیاوی حمیت و عصبیت کی وجہ سے کی جارہی ہو، کوئی شرعی معاملہ ان کے باہمی قتال کی بنیاد نہ ہو۔

اور اگر کوئی شرعی معاملہ ان کے درمیان لڑائی کا ذریعہ بن رہا ہو اور دونوں اپنے اپنے اجتہاد کی وجہ سے اپنے کو حق سمجھ کر دوسرے سے لڑائی کر رہا ہو تو اس صورت میں وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ (۲)

"حَرِيْصًا عَلٰى صَاحِبِهٖ" مسلم شریف میں "اِنَّهٗ قَدْ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهٖ" کے الفاظ آئے ہیں کہ دوسرے نے بھی اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الفتن (باب اذا التقی المسلمان بسیفهما. و کتاب الایمان و کتاب الدیات. صحیح مسلم کتاب الفتن (باب اذا تواجه المسلمان بسیفهما)

راوی حدیث حضرت نفیع بن الحارثؓ کے مختصر حالات:

نام: نفیعؓ، کنیت: ابوبکرۃ، طائف کے قبیلہ ثقیف کے رہنے والے تھے۔ دادا کا نام کلدۃ تھا۔ ابوبکرہ ان کی کنیت تھی کنیت کی وجہ یہ ہے۔ بکرہ کے معنی لکڑی کی چرخی کے ہیں جس پر ڈول کی رسی چلتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو یہ بھی اس چرخی کے سہارے لٹک کر کود ے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابوبکرہ کہہ کر مخاطب فرمایا اور ان کو آزاد بھی فرما دیا لیکن وہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہی کہتے رہے۔ (طبقات ابن سعد)

بصرہ آباد ہونے کے بعد بصرہ میں آ گئے اور شروع میں مدینہ منورہ میں بھی رہے۔ (اسد الغابۃ ۱۵۱/۵)

فتنہ سے بہت دور رہتے تھے یہاں تک کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی انہوں نے شرکت نہیں کی۔ ان کا خصوصی شغف عبادت تھا، آخری وقت تک خوب عبادت کرتے رہے۔

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں كَانَ اَبُوْبَكْرَةَ كَثِيْرَ الْعِبَادَةِ حَتّٰى مَاتَ (اسد الغابہ ۱۵۱/۵)

وفات: امیر معاویہؓ کے عہد میں بصرہ میں ہی انتقال ہوا۔ (تہذیب الکمال ۴/۴۰)

مرویات: ان سے مرویات کی تعداد ۱۳۲ ہیں ان میں سے آٹھ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے اور پانچ میں بخاری منفرد ہیں۔ ان کی روایات زیادہ تر ان کے صاحبزادگان سے مروی ہے۔

---

(۱) نزھۃ المتقین ۲۶/۱ (۲) نزھۃ المتقین ۲۶/۱

نماز باجماعت کی فضیلت

(۱۰) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "صَلَاةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِیْ سُوْقِهٖ وَ بَيْتِهٖ بِضْعًا وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً وَ ذٰلِكَ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ، لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِی الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِیَ تَحْبِسُهٗ، وَالْمَلٰئِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِهِ الَّذِیْ صَلّٰى فِيْهِ يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ، مَالَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "يَنْهَزُهٗ هُوَ. بِفَتْحِ الْيَاءِ وَالْهَاءِ وَ بِالزَّایِ: اَیْ يُخْرِجُهٗ وَ يُنْهِضُهٗ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثواب بازار، گھر میں ادا کرنے سے ۲۵ درجہ زیادہ ہے اس لئے کہ جب کوئی شخص اچھی طرح سے وضو کرتا ہے پھر نماز کی غرض سے مسجد میں آتا ہے کوئی دوسرا مقصد اس کے پیش نظر نہیں تو ہر قدم کے بدلے میں ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ دور ہوتا ہے، مسجد میں آکر جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے نماز کے ثواب کا حقدار رہتا ہے، اور جو شخص نماز ادا کرنے کے بعد باوضو اور کسی کو تکلیف نہ دیتے ہوئے مسجد میں بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم فرما اے اللہ اس کو معاف فرما اے اللہ اس پر توجہ فرما۔''

یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا قول "ینھزہ" یاء اور ہاء کے فتح اور زاء کے ساتھ ہے یعنی نکالتی اور کھڑا کرتی ہے۔

لغات: ❖ سوقه: السوق. بازار مؤنث۔ کبھی مذکر بھی آتا ہے۔ جمع ہے اسواق۔

❖ بضع: تین سے نو تک کی تعداد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے بضع سنین، مونث کے لئے کہتے ہیں بضع عشرۃ من ❖ النساء اور مذکر کے لئے بضعة عشر من الرجال لفظ بضع کو پہلے لانا واجب ہے۔ لہٰذا عشرون و بضع نہیں کہہ سکتے۔

❖ أتیٰ: أتیٰ. اِتیانًا ضرب سے معنی ہے آنا۔

❖ ینھز: نھزہ نھزاً فتح سے معنی ہے چیز لینے کے لئے کسی کا اٹھنا۔

❖ خطوۃ: چلنے کے وقت دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ۔

❖ رفع: رفع. رفعًا. فتح سے معنی ہے اٹھانا۔ بلند کرنا۔

❖ حط: حطّ حطًا نصر سے معنی چھوڑنا۔

❖ دخل: دخل. دخولاً. نصر سے داخل ہونا۔

❖ یؤذ: آذیٰ ایذاءً افعال سے کسی کو دکھ یا تکلیف پہنچانا۔

تشریح: مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب پچیس یا ستائیس درجہ ہوتا ہے:

تَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوتِہٖ فِیْ سُوْقِہٖ وَبَیْتِہٖ بِضْعًا وَّ عِشْرِیْنَ دَرَجَۃً ''مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب پچیس درجہ زائد ہوتا ہے گھر پر یا بازار میں نماز پڑھنے سے۔''

سوال: دوسری روایت میں ستائیس درجہ زائد بتایا گیا ہے۔

جواب: پہلے وحی سے پچیس درجہ زائد کو بتایا گیا پھر دوسری مرتبہ ستائیس درجہ کی بشارت دی گئی۔
یا نمازوں کے احوال کے اعتبار سے یہ ثواب ہوگا کہ بعض کی نماز کا ثواب پچیس اور بعض کی نماز کا ستائیس ہوگا۔
یا جہری نماز میں ستائیس اور سری نمازوں میں پچیس درجہ کا ثواب ہوگا۔
یا جو زیادہ مشقت برداشت کر کے جماعت سے نماز ادا کرے تو اس کے لئے ستائیس ہوگا ورنہ پچیس کا ثواب ہوگا۔
بعض محدثینؒ نے یہ ثواب مسجد میں جماعت کے ساتھ مختص کیا ہے مگر اکثر محدثینؒ کے نزدیک یہ ثواب مسجد کے ساتھ مختص نہیں بلکہ جہاں پر بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے خواہ وہ مسجد ہو یا غیر مسجد ہر حال میں ستائیس درجہ ثواب ملے گا۔ (۱)

فرشتے نمازی کے لئے دعا کرتے ہیں

وَالْمَلَائِکَۃُ یُصَلُّوْنَ "فرشتے نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرتے رہتے ہیں۔"
جب تک آدمی باوضو اس جگہ پر بیٹھا رہے۔ نماز سب سے زیادہ اہم عبادت ہے اس لئے فرشتے نمازیوں کے حق میں دعا خیر کرتے رہتے ہیں۔ (۲)
بعض علماءؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بازاروں اور گھروں میں اکیلے نماز پڑھنا جائز تو ہے مگر فضیلت سے خالی ہے اور بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ (باب الصلوٰۃ فی مسجد السوق و کتاب الاذان باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ. صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ و انتظار الصلوٰۃ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری علی شرح البخاری
(۲) نزھۃ المتقین ۱/ ۲۷
(۳) دلیل الفالحین ۱/ ٦٦

قصد اور نیت پر اجر

(۱۱) ﴿وَ عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّہٖ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی قَالَ: "اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِکَ: فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً، وَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عَشَرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ، وَ اِنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ

يَعْلَمْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَ اِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً"﴾

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: اللہ پاک نے نیکیوں اور برائیوں کو مقرر فرما دیا ہے اور انہیں واضح کر دیا ہے پس جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے لیکن ابھی تک کر نہ سکا تو اس کے نامۂ اعمال میں مکمل نیکی لکھنے کا حکم دیتے ہیں اگر ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیوں سے لیکر سات سو بلکہ اس سے بھی کئی گناہ زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن اس کو کرتا نہیں ہے تو اللہ پاک اس کے نامۂ اعمال میں مکمل نیکی لکھتے ہیں اگر ارادہ کے بعد اسے کر بیٹھتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔''

لغات: ❖ کتب: کتب. کتبًا و کتابةً نصر سے معنی ہے لکھنا۔ کہا جاتا ہے کتب علیه کذا کسی کے متعلق فیصلہ کرنا۔ واجب کرنا۔

❖ همّ: هَمَّ. همًا بالشئ نصر سے ارادہ کرنا، قصد کرنا۔

❖ یعملها: عمِل، عملًا سمع سے معنی ہے کام کرنا، محنت کرنا۔

❖ ضعف: ضعف، ضعفًا الشئی فتح سے معنی ہے زیادہ کرنا دوچند کرنا۔

تشریح: حدیث قدسی اور قرآن مجید میں فرق

''فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى'' آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

اس کو محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں حدیث قدسی کہتے ہیں۔

سوال: حدیث قدسی بھی اللہ کا کلام ہے قرآن مجید بھی اللہ کا کلام ہے تو ان دونوں میں فرق کیا ہے؟

جواب: ❶ قرآن مجید کی تلاوت نماز میں ہوتی ہے بخلاف حدیث قدسی کے کہ اگر کسی نے اس کو نماز میں پڑھ لیا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

جواب: ❷ قرآن مجید میں الفاظ اور معنی دونوں اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوتے ہیں بخلاف حدیث قدسی کے کہ اس میں الفاظ نبی ﷺ اور مفہوم اللہ جل شانہ کا ہوتا ہے۔

جواب: ❸ قرآن مجید کا بدل نہیں بن سکتا جس کا چیلنج دیا گیا بخلاف حدیث قدسی کا کہ اس کا چیلنج نہیں دیا گیا۔

جواب: ❹ قرآن مجید کا انکار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے بخلاف حدیث قدسی کہ اس کا انکار کفر نہیں ہے۔

جواب: ❺ قرآن مجید کو بغیر طہارت کے ہاتھ لگانا جائز نہیں بخلاف حدیث قدسی کے کہ اس کو بغیر طہارت کے ہاتھ لگایا جاسکتا ہے۔

نیکی کے صرف ارادے پر نیکی کا ثواب ملتا ہے

فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ لَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً ''جوعزم کرے نیکی کا اور اس نے اس نیکی کو نہ کیا تب بھی اس کو ایک کامل نیکی کرنے کا ثواب مل جاتا ہے۔''

علماءؒ نے فرمایا ہے کہ یہ اُمت محمدیہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ اس کو صرف ارادہ نیکی کرنے پر بھی نیکی مل جاتی ہے اور ارادہ برائی پر گناہ نہیں ملتا بخلاف اُمم سابقہ کے وہ جب تک نیکی نہ کرتے اس وقت تک ان کو نیکی نہیں ملتی تھی۔

اللہ ایک نیکی کا اجر بغیر حساب کے عطاء فرمائیں گے

كَتَبَهَا اللّٰهُ عَشَرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ ''نیکی کرلیتا ہے تو اس کو دس نیکی سے سات سو گنا نیکیاں تک ثواب ملتا ہے۔''

ابن کثیرؒ نے ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے نقل کی ہے جس میں آتا ہے کہ جب اللہ جل شانہ نے یہ فرمایا ایک نیکی کا بدلہ سات سو نیکیاں تک ملیں گی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے درخواست کی رَبِّ زِدْ اُمَّتِيْ ''کہ میری امت کے لئے اور اضافہ فرما'' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا'' کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ مضاعف کردیں گے۔ اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے پھر عرض کیا ''رَبِّ زِدْ اُمَّتِيْ'' میری امت کے لئے اور اضافہ فرما تو اللہ تعالیٰ نے پھر تیسری آیت نازل فرمائی ''اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ'' کہ ہم صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کتاب کے اجر دیں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب من همّ بحسنة او سیّئة و کتاب التوحید و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب اذا همّ العبد بحسنة کتبت و اذا همّ بسیئة لم تکتب).

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہؓ، کنیت ابوالعباس، والد کا نام عباسؓ، والدہ کا نام، اُمّ الفضل لبابہ تھا۔

ولادت: ہجرت سے تین سال پہلے اس گھاٹی میں ہوئی جس میں مشرکین نے بنو ہاشم کو قید کیا ہوا تھا۔ ان کی ولادت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور دعا بھی فرمائی۔ (اُسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ)

اپنی والدہ ام الفضلؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ ۸ھ فتح مکہ میں جب حضرت عباسؓ مسلمان ہوئے پھر وہ اپنے گھر والوں کو لے کر مکہ سے مدینہ پہنچے۔ ان میں عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ (بخاری ۲/۶۶۰)

آپ فطرۃً ذہین اور سلیم الطبع تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے وضو کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھا۔ حضرت میمونہؓ جو ان کی خالہ تھیں ان سے پوچھا کہ یہ وضو کا پانی کس نے رکھا ہے انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ کا نام لیا۔ اس پر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعائیں دیں اور فرمایا "اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ" (مسند احمد ۱/ ۳۲۸ ومستدرک ۳/ ۵۳۴)

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں "کَانَ عُمَرُؓ یُحِبُّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ وَ یُقَرِّبُهٗ"

نبی کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن کا بڑا فہم دیا تھا احادیث کی کتابوں میں بہت سی آیات کی تفسیر ان سے منقول ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث سے بھی خصوصی شغف تھا اسی بناء پر ان کی مرویات کی تعداد ۲۶۶۰ ہے۔ جن میں ۷۵ بخاری ومسلم میں ہیں۔ ۱۸ بخاری میں اور ۴۹ مسلم میں ہیں۔ (تہذیب الکمال ۲۰۲)

خصوصی وصف ان کا بدعت سے نفرت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خدمت، اُمہات المؤمنینؓ کا احترام۔

وفات: ۶۸ھ میں انتقال ہوا۔ محمد بن حنفیہؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے فرمایا خدا کی قسم آج دنیا سے حبر امت اٹھ گیا۔ غیب سے آواز آئی:

یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (اصابہ ۳/ ۱۴)

اے نفس مطمئن اپنے رب کی طرف خوشی خوشی لوٹ (اصابہ ۳/ ۱۴)

---

(۱) الاحادیث القدسیة مع تبیان نندیٰ صحّتها ص ۷

(۲) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۲۵

اعمال صالحہ کی برکت

(۱۲) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَتّٰی آوَاهُمُ الْمَبِیْتُ اِلٰی غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَیْهِمُ الْغَارَ. فَقَالُوْا: اِنَّهٗ لَا یُنْجِیْکُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰی بِصَالِحِ اَعْمَالِکُمْ. قَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ: اَللّٰهُمَّ کَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ وَ کُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَلَا مَالاً فَنَاٰی بِیْ طَلَبُ الشَّجَرِ یَوْمًا فَلَمْ اُرِحْ عَلَیْهِمَا حَتّٰی نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَیْنِ، فَکَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَ اَنْ اَغْبِقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا اَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ. وَالْقَدَحُ عَلٰی یَدِیْ. اَنْتَظِرُ اسْتِیْقَاظَهُمَا حَتّٰی بَرَقَ الْفَجْرُ. وَالصِّبْیَةُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَیَّ. فَاسْتَیْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا: اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْهِکَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَیْئًا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهُ. قَالَ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ کَانَتْ لِیْ ابْنَةُ عَمٍّ کَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیَّ وَ فِیْ رِوَایَةٍ: کُنْتُ اُحِبُّهَا کَاَشَدِّ مَا یُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَاَرَدْتُّهَا عَلٰی نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّیْ حَتّٰی اَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِیْنَ فَجَآئَتْنِیْ فَاَعْطَیْتُهَا عِشْرِیْنَ وَ مِائَةَ دِیْنَارٍ عَلٰی اَنْ تُخَلِّیَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰی اِذَا قَدَرْتُ عَلَیْهَا" وَ فِیْ رِوَایَةٍ: فَلَمَّا قَعَدْتُ بَیْنَ رِجْلَیْهَا قَالَتْ: اِتَّقِ

اللّٰهَ وَ لا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَ هِیَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ وَ تَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِیْ اَعْطَیْتُهَا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ وَجْهِکَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَیْرَ اَنَّهُمْ لا یَسْتَطِیْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا. وَ قَالَ الثَّالِثُ: اَللّٰهُمَّ اسْتَاْجَرْتُ اُجَرَاءَ وَ اَعْطَیْتُهُمْ اَجْرَهُمْ غَیْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَکَ الَّذِیْ لَهٗ وَ ذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ اَجْرَهٗ حَتّٰی كَثُرَتْ مِنْهُ الْاَمْوَالُ فَجَآءَنِیْ بَعْدَ حِیْنٍ فَقَالَ: یَا عَبْدَ اللّٰهِ اَدِّ اِلَیَّ اَجْرِیْ فَقُلْتُ: كُلُّ مَا تَرٰی مِنْ اَجْرِکَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ وَالرَّقِیْقِ. فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ لا تَسْتَهْزِئْ بِیْ! فَقُلْتُ: لا اَسْتَهْزِئُ بِکَ، فَاَخَذَهٗ كُلَّهٗ فَاسْتَاقَهٗ فَلَمْ یَتْرُکْ مِنْهُ شَیْئًا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ وَجْهِکَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا یَمْشُوْنَ" (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا فرماتے تھے پہلے زمانہ کی بات ہے تین آدمی جا رہے تھے یہاں تک کہ وہ رات گذارنے کے لئے ایک غار میں جانے پر مجبور ہوگئے ابھی وہ غار میں داخل ہوئے ہی تھے کہ پہاڑ سے ایک پتھر لڑھکتا ہوا آیا جس نے غار کے منہ کو ان پر بند کردیا انہوں نے محسوس کیا کہ اس مصیبت سے نجات حاصل ہونے کی صورت یہ ہے کہ اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرکے اللہ سے دعا کی جائے۔ ایک آدمی نے دُعا مانگتے ہوئے کہا: اے اللہ میرے ماں باپ بہت زیادہ بوڑھے ہوگئے تھے اور میں اپنے اہل وعیال سے پہلے ان کو دودھ پلاتا تھا ایک روز مجھے درختوں کی تلاش دور لے گئی جب میں شام کو واپس (دیر سے) لوٹا تو ماں باپ سوچکے تھے میں دودھ دوھ کر حسب معمول ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ سوچکے تھے ان کا جگانا بھی ناگوار نظر آیا اور ان کو دودھ پلانے سے پہلے اہل وعیال کو دودھ پلانا بھی ناگوار گزرا میں رات بھر دودھ کا پیالہ ہاتھ میں اٹھائے ماں باپ کے پاس کھڑا رہا اور ان کو بے آرام کرنا مناسب نہ سمجھا اور بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک سے روتے اور چلاتے رہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہوئی وہ نیند سے بیدار ہوئے انہیں پہلے دودھ پلایا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضاء کے لئے کیا ہے تو ہم سے اس پتھر کی مصیبت کو دور فرما جس میں ہم مبتلاء ہیں پتھر تھوڑا سا سرک گیا لیکن غار سے نہ نکل سکتے تھے۔ دوسرے نے کہا اے اللہ میرے چچا کی (ایک بیٹی تھی) جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ بھلی دکھائی دیتی تھی (ایک روایت میں ہے کہ) میری محبت اس کے ساتھ غیر معمولی تھی جیسا کہ مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں میں نے اس سے تکمیل

خواہش کا ارادہ کیا لیکن اس نے انکار کیا یہاں تک کہ اس کو قحط سالی نے آدبایا وہ میرے پاس آئی میں نے اس کو اس شرط پر کہ وہ میرے ساتھ تخلیہ میں بیٹھے ایک سو بیس دینار دینے پر رضامندی کا اظہار کیا چنانچہ وہ رضامند ہوگئی۔ جب میں نے اس پر قابو پالیا ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ کا ڈر اختیار کر اور ناجائز مہر نہ توڑ۔ میں وہاں سے اٹھا حالانکہ اس لڑکی کی شدید محبت سے دوچار تھا اور ان دیناروں کو وہیں چھوڑ کر آگیا جو میں نے اس کو دیئے تھے۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضامندی کے لئے کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا۔ فرما چنانچہ پتھر ہٹ گیا لیکن باہر نکلنے کی گنجائش نہ تھی۔ تیسرے نے کہا اے اللہ میں نے چند مزدور اجرت پر لگائے تھے ایک مزدور کے علاوہ سبھی مزدوروں کو ان کی اُجرت دے دی گئی وہ اپنی مزدوری کو (کم سمجھتے ہوئے) چھوڑ کر چلا گیا میں اس کی مزدوری کو تجارت میں لگا کر بڑھاتا رہا یہاں تک کہ مال بہت زیادہ ہوگیا کچھ عرصہ کے بعد وہ میرے پاس آیا اس نے کہا اے اللہ کے بندے مجھے میری مزدوری دے دیجئے میں نے کہا جو کچھ تو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے سب تیرا مال ہے اونٹ گائے بکریاں، غلام سب تیرے ہیں۔ اس نے کہا اے بندۂ خدا میرے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے کہا تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا تو وہ شخص تمام مال لیکر چلا گیا اور کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا ہے تو ہم سے ہماری مصیبت دور فرما چنانچہ پتھر غار کے منہ سے ہٹ گیا اور وہ باہر نکل آئے اور چلدیئے۔"

لغات: ❖ انطلق: انطلق. انطلاقا. انفعال سے معنی ہے جانا۔

❖ النفر: النفر. سارے لوگ۔ تین سے لے کر دس تک کی جماعت۔ جمع ہے انفار، ثلاثه نفر تین آدمی۔

❖ آوی: اَوٰی. اُوِیًا ضرب سے معنی ہے گھر میں اترنا۔ گھر میں ٹھکانہ لینا۔ یہاں بھی چونکہ انہوں نے غار میں ٹھکانہ لیا ہے اس لئے یہی مناسب ہے۔

❖ انحدرت: حَدَرَ، حدْراً، حدُوراً. نصر اور ضرب سے معنی ہے نیچے اترنا الشئی نیچے اتارنا اور الحدر کہتے ہیں ڈھلوان جگہ۔ اتار کی جگہ۔

❖ صخرة: الصَخرَةُ، والصَخرَةُ چٹان۔ اس کی جمع صَخر. و صَخَر. و صُخُور آتی ہیں۔

❖ فسدت: سَدَّ، سدًا نصر الأناء برتن بند کرنا۔ الثلمة سوراخ یا رخنہ دور کرنا، الباب. دروازہ بند کرنا

❖ ینجیکم: نَجا. نَجاةً. و نَجاءً نصر سے۔ من کذا خلاصی پانا۔ نجات پانا

❖ اغبق: غبقَ. غبقاً. و غبَّقَه نصر اور ضرب سے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں شام کی شراب پلانا، غبق الغنم، بکری کو

شام کے وقت پانی پلانا، یا اس کا دودھ نکالنا۔ یہاں یہی معنی ہے۔

❖أَرِحُ: راح، روحًا نصر سے معنی ہے شام کے وقت آنا یا جانا یا کام کرنا۔ وقت کی قید کے بغیر مطلق جانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

❖فحلبت: حَلَبَ حَلْبًا و حَلَبًا و حِلَابًا. الشاة بکری کا دوہنا۔

❖فلبثت: لبِثَ لَبْثًا لُبْثًا سمع سے معنی ہے ٹھہرنا۔

❖أنتظر: نظر نظراً الشئی نصر سے معنی ہے انتظار کرنا۔ انتظرہ انتظار کرنا، دیر لگانا۔

❖استیقاظھما: استیقظ استیقاظاً باب استفعال سے معنی ہے بیدار کرنا۔

❖برق: بَرَقَ برْقًا برُوقًا الشئی نصر سے معنی ہے چمکنا، جگمگانا۔

❖یتضاغون: تضاغی کے معنی ہے بھوک یا مار سے اینٹھنا اور چلانا۔

❖فَرَجَ: فرج فرجًا ضرب سے معنی ہے کھولنا، کشادہ کرنا، غم کو دور کرنا، زائل کرنا۔

❖امتنعت: مَنَعَ منعًا فتح سے الشئی و منه و عنه محروم کرنا، روک دینا۔ منّع و امتنع عن الشئی رکنا۔

❖المّت: المُلِمَّة سخت حادثہ و مصیبت کو کہتے ہیں۔

❖اعطیت: اعطیٰ اِعطاءً دی، کوئی بھی چیز دی جائے۔

❖قعدت: قعد، قعوداً و مقعداً نصر سے معنی ہے کھڑے ہونے کی حالت سے بیٹھنا۔

❖تفض: فَضَّ فضًا نصر سے معنی ہے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ فَضَّ ختم الکتاب و الختم عن الکتاب۔ مہر توڑنا۔

❖انصرفت: صَرَفَ، صرفاً ضرب سے معنی ہے واپس کرنا ہٹانا۔ انصرف الرجل واپس ہونا، باز رہنا۔

❖اَجَرَ: اَجَرَ اَجْراً و اجارَةً و آجَرَ ایجاراً ضرب اور نصر سے معنی ہے بدلہ دینا، مزدوری دینا۔

❖حِینَ: حِینَ بمعنی وقت جمع اَحیَان جمع الجمع اَحَایِین۔

❖تستھزئ: استھزأ، استھزاءً استفعال سے معنی ہے ٹھٹھا کرنا، مذاق کرنا۔

تشریح: اپنے نیک اعمال کا وسیلہ دینا جائز ہے

تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ ''تم اپنے نیک اعمال کے واسطے سے دعا کرو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت اور پریشانی کے وقت میں اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ سے دعا مانگنا مستحب ہے ان تینوں کی دعا کو قبول کرنا اور آپ ﷺ کا اس واقعہ کو بطور تعریف اور ذکر وفضیلت کے طور سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام امر مستحسن ہیں۔ (۱)

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تینوں نے یہ اعمال صرف اللہ کی رضامندی میں کئے تھے اسی خصوصیت کی وجہ سے ان اعمال کو

انہوں نے اللہ کے دربار میں پیش کیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی اپنے کسی نیک عمل کے بارے میں گمان رکھتا ہو کہ وہ عمل اخلاص کی کیفیت کے ساتھ ادا ہوا ہے تو اس کو دعا میں بطور وسیلہ کے فراہم کرنا جائز ہے۔ (۲)

اِنْتَظَرَ اِسْتِیْقَاظَهُمَا حَتّٰی بَرِقَ الْفَجْرُ ''ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کو راحت دینا اور ان کے آرام وسکون کو مدنظر رکھنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔ اس سے یہ بات بھی مستفاد ہوئی کہ کوئی قابل احترام وتعظیم شخص ہو تو اس کو نیند سے اٹھانا مکروہ ہوگا الا یہ کہ کوئی امر شرعی درپیش ہو مثلاً نماز فرض قضاء ہو رہی ہو۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نیند کی لذت کھانے پینے کی لذت سے بڑھ کر ہے۔ (۳)

فضولی کا تصرف مالک کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے

فَثَمَّرْتُ اَجْرَهٗ حَتّٰی كَثُرَتْ مِنَ الْاَمْوَالِ ''اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگایا۔ حتیٰ کہ اس سے بہت سا مال بن گیا۔''

اس جملہ سے معلوم ہوا کہ وہ مال جو دوسرے کا ہو اس کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز ہے بشرطیکہ بعد میں اس کی اجازت لے لی جائے۔ یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہؒ کا کہ فضولی کا تصرف مالک کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اگر مالک اجازت دے دے تو تصرف نافذ العمل ہوجاتا ہے ورنہ ختم ہوجائے گا۔ (۴)

معجزے کی طرح کرامت بھی حق ہے

فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ: ''پس وہ چٹان بالکل سرک گئی۔''

اس جملہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی خرق عادت کے طور سے مدد فرماتے ہیں اس کو کرامت کہا جاتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی مدد معجزات کے ذریعہ سے اللہ فرماتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت دونوں حق ہیں۔ یہی مسلک ہے اہلسنت والجماعت کا۔ (۵)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب الانبیاء (باب ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم حدیث الغار و کتاب الاجارۃ، صحیح مسلم کتاب الرقاق (باب قصة اصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الاعمال. الامام احمد فی مسندہ ۲/ ۵۹۸۰ و ابن حبان ۸۹۷.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہؓ، کنیت ابوعبدالرحمٰن، والد کا نام عمر بن خطابؓ، والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔

اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہوئے، والد کے ساتھ ہی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ بدر اور اُحد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی بچے ہونے کی وجہ سے۔ (طبقات ابن سعد)

خندق، خیبر، بیعت رضوان، فتح مکہ، غزوۂ حنین، محاصرۂ طائف، حجۃ الوداع، غزوۂ تبوک ان سب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔

فتنہ سے بہت دور رہتے تھے۔ یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور فرمایا اگر یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر شر ہے تو ہم نے صبر کیا۔ (طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ)

حضرت ابن عمرؓ کو لوگ علم وعمل کا مجمع البحرین سمجھتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۵)

حضرت عثمانؓ نے ان کو قضاء کا عہدہ پیش کرنا چاہا تو انہوں نے معذرت کرلی۔ ملکی انتظام میں بالکل شرکت نہ کرتے۔

ان کی زندگی میں چند نمایاں عادات تھیں: (۱) پابندی سنت (۲) خشیت الٰہی (۳) عبادت وریاضت (۴) مشتبہات سے اجتناب (۵) زہد وتقویٰ (۶) مسکینوں سے ہمدردی (۷) سخاوت (۸) مساوات (۹) اختلاف امت سے بچنا۔

قرآن کے ساتھ خصوصی شغف تھا، قرآن پر بہت زیادہ غور کرتے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف سورۃ بقرہ پر ۱۴ سال صرف کئے۔ (مؤطاامام مالک)

قرآن کے بعد حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کو حدیث نبوی کا بہت زیادہ شوق تھا۔ غیر حاضری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اقوال وافعال جو اور لوگوں کے سامنے ہوتے یہ ان سے پوچھ لیا کرتے اور پھر اس کو بھی یاد رکھتے تھے۔ (اصابہ ۴/۱۰۹)

وفات: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو مدینہ منورہ میں وفات کی بہت تمنا تھی فرماتے تھے کہ جس زمین سے میں نے ہجرت کرلی اس زمین میں مرنا نہیں چاہتا۔ (طبقات ابن سعد ۴/۱۳۸)

انہوں نے یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ اگر میں مکہ میں مروں تو مجھے حرم سے باہر دفن کرنا۔ آپؓ کا انتقال مکہ میں ہوا اور قبرستان میں دفن کئے گئے۔ حجاج بن یوسف نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ)

مرویات: ان سے مرویات کی تعداد ۱۶۳۰ ہے ۱۷۰ متفق علیہ ہیں۔ ۸۰ میں بخاری اور ۳۱ میں مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۲۰۷)

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مظاہر حق ۴/۵۲۷، نزہۃ المتقین ۱/۲۹، معارف الحدیث ۲/۳۲۸، دلیل الفالحین ۱/۷۷۔

(۲) معارف الحدیث ۲/ ۳۲۸

(۳) تعلیق الصبیح

(۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۵) مرقاۃ مظاہر حق ۴/ ۵۲۸، نزہۃ المتقین ۱/ ۲۹، دلیل الفالحین ۱/ ۷۷

(۲) بَابُ التَّوْبَةِ

توبہ کا بیان

قَالَ الْعُلَمَآءُ: اَلتَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ، فَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَتَعَلَّقُ بِحَقِّ اٰدَمِيٍّ فَلَهَا ثَلٰثَةُ شُرُوْطٍ: اَحَدُهَا اَنْ يُّقْلِعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ وَالثَّانِىْ، اَنْ يَّنْدَمَ عَلٰى فِعْلِهَا، وَالثَّالِثُ اَنْ يَّعْزِمَ اَنْ لَّا يَعُوْدَ اِلَيْهَا اَبَدًا، فَاِنْ فُقِدَ اَحَدُ الثَّلٰثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُهٗ.

وَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِاٰدَمِيٍّ فَشُرُوْطُهَا اَرْبَعَةٌ هٰذِهِ الثَّلٰثَةُ وَ اَنْ يَّبْرَاَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا، فَاِنْ كَانَتْ مَالًا اَوْ نَحْوَهٗ رَدَّهٗ اِلَيْهِ، وَ اِنْ كَانَ حَدَّ قَذْفٍ وَ نَحْوَهٗ مَكَّنَهٗ مِنْهُ اَوْ طَلَبَ عَفْوَهٗ وَاِنْ كَانَ غِيْبَةً

اسْتَحَلَّهُ مِنْهَا.

وَيَجِبُ اَنْ يَّتُوْبَ مِنْ جَمِيْعِ الذُّنُوْبِ، فَاِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُهُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَقِّ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ وَ بَقِيَ عَلَيْهِ الْبَاقِيْ. وَ قَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الْكِتَابِ، وَ السُّنَّةِ، وَ اِجْمَاعِ الْاُمَّةِ عَلٰى وُجُوْبِ التَّوْبَةِ.

ترجمہ: ’’علماءؒ فرماتے ہیں ہر گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اگر گناہ کا اللہ اور بندے کے ساتھ تعلق ہے، کسی دوسرے بندے کے ساتھ تعلق نہیں تو اس کے لئے تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ گناہ سے باز آ جائے۔ دوسری یہ کہ وہ گناہ پر نادم ہو تیسری یہ کہ وہ عزم کرے کہ پھر کبھی اس گناہ میں مبتلا نہ ہوگا، اگر ان تین میں سے ایک کا بھی فقدان ہوگا تو توبہ صحیح متصور نہیں ہوگی۔‘‘

’’اور اگر گناہ کا تعلق کسی آدمی کے ساتھ ہے تو اس کے لئے چار شرطیں ہیں: پہلی تین شرطوں کے ساتھ چوتھی شرط یہ ہے کہ متعلقہ آدمی کے حق سے برأت کا اظہار کرے۔ اگر کسی سے مال وغیرہ لیا ہے تو اس کو واپس کرے۔ اگر تہمت کا معاملہ ہے تو اس کو حد لگانے کی گنجائش عطاء کرے یا اس سے معاف کروائے اور اگر غیبت ہے تو اس سے معافی طلب کرے۔‘‘

’’نیز تمام گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اگر بعض گناہوں سے توبہ کرے تو اہل حق کے نزدیک ان بعض گناہوں سے توبہ صحیح ہے اور باقی سے توبہ کرنا اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع اُمت کے دلائل توبہ کے فرض ہونے پر شہادت دے رہے ہیں۔‘‘

تشریح: توبہ کے لغوی معنی ہیں لوٹنا۔ اس کو توبہ اس لئے کہتے ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ نافرمانی ہونے کے بعد وہ فرمانبرداری کی طرف لوٹ جائے۔ اسی لئے توبہ کی بنیادی شرط یہ ہے کہ جس گناہ میں وہ لگا ہوا ہے اس کو وہ فوراً چھوڑ دے اور دوبارہ نہ کرنے کا عزم بھی کرے اگر ایسا نہیں کرتا تو وہ اللہ کی اطاعت کی طرف نہیں لوٹتا اس لئے اس کی یہ توبہ، توبہ شمار نہیں ہوگی۔

اسی کو ایک شاعر نے اپنے اشعار میں اس طرح ادا کیا ہے ؎

وَاعْرِضِ التَّوْبَةَ وَ هِيَ النَّدَمُ   عَلَى ارْتِكَابِ مَا عَلَيْكَ يُحْرَمُ

ترجمہ: ’’توبہ کرلو جو نام ہے ندامت کا، اس چیز پر جنکا کرنا تمہارے لئے حرام ہے۔‘‘

تَحْقِيْقُهَا اِقْلَاعُهٗ فِي الْحَالِ   وَ عَزْمُ تَرْكِ الْعَوْدِ فِي اسْتِقْبَالِ

ترجمہ: ’’توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اس گناہ سے رک جائے، اور آئندہ کے لئے اس کے بالکل نہ کرنے کا عزم کرے۔‘‘

وَ اِنْ تَعَلَّقَتْ بِحَقِّ آدَمِیٍّ لَا بُدَّ مِنْ تبرِئَۃٍ لِلذِّمَمِ

ترجمہ: ''اور اگر اسکا تعلق کسی انسان کے حق سے ہو، تو بری الذمہ ہونیکے لئے اسکا ادا کرنا ضروری ہے۔''

وَ وَاجِبٌ اِعْلَامُہٗ اِنْ جَھِلَا وَ اِنْ یَغِبْ فَابْعَثْ اِلَیْہِ عَجَلاً

ترجمہ: ''اور اگر اس شخص کو اسکا علم نہ ہو تو اسے اسکا بتلانا واجب ہے، اور اگر وہ غیر موجود ہو تو جلد ہی اس کے پاس بھیج دے۔''

فَاِنْ یَمُتْ فَھِیَ لِوَارِثٍ یَرٰی اِنْ لَمْ یَکُنْ فَاعْطِھَا لِلْفُقَرَاءِ

ترجمہ: ''اگر وہ مرجائے تو وہ چیز اس کے ورثہ کی ہوگی، اور اگر وہ نہ ہوں تو پھر وہ چیز فقیروں کو دیدو۔''

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (النّور: ۳۱)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور اے مؤمنو! سب خدا کے آگے توبہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔''

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے اوامر اور نواہی کی تعمیل میں کوتاہی اور کمی ہوتی رہتی ہے اس لئے اس کی تکمیل کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرتے رہنا چاہئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور بہترین خطاوار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (۱)

بعض مفسرینؒ نے اس آیت کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ اس میں خطاب ان لوگوں کو ہے جو پہلے مشرکین میں سے تھے اب مسلمان ہوگئے، اُن کو کہا جارہا ہے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اگرچہ پچھلے گناہ معاف ہوگئے کیونکہ حدیث میں آتا ہے اَلْاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ لیکن جب بھی وہ گناہ یاد آجائیں تو ان پر ندامت تو کرنا ہے اور ساتھ ساتھ پکا عزم بھی ہو کہ اب وہ گناہ نہیں کریں گے۔ (۲)

بعض اہل تفسیرؒ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ سورۂ نور جس میں یہ آیت کریمہ ہے اس میں کئی احکامات، آداب اور اخلاق کو اختیار کرنے یا نہ کرنے کی ہدایت کی ہے، اس کو پورا کرنے کی کوشش کرو اور نہ ہونے پر توبہ استغفار کرو۔ (۳)

(۱) ترمذی۔ دارمی

(۲) تفسیر مظہری ۸/۳۳۷ تفسیر ابن کثیر ۳/۲۹۳، معارف القرآن ۶/۴۰۷

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ﴾ (ھود: ۳)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو۔''

تشریح: اس آیت شریفہ کے بارے میں مفسرینؒ کے دو قول زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

پہلا قول امام مقاتلؒ کا کہ اس آیت میں توبہ سے مراد شرک وکفر سے توبہ کرنا ہے۔ دوسرا قول عام مفسرینؒ کا ہے کہ اس سے مراد ہر قسم کا گناہ ہے کہ آدمی سے کسی قسم کا کوئی بھی گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس گناہ سے توبہ کرنی چاہئے۔ (۱)

اس آیت میں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں استغفار اور توبہ۔ علماءؒ فرماتے ہیں کہ استغفار کا تعلق پچھلے گناہوں سے ہوتا ہے کہ اپنے پچھلے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگے اور توبہ کہتے ہیں کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے اور توبہ اسی کا نام ہے کہ پچھلے گناہوں پر ندامت اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم ہو، اسی وجہ سے صاحب قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کو اگر پچھلے گناہوں پر ندامت ہی ہوتی رہے اور آئندہ گناہ چھوڑنے کا عزم نہ ہو تو یہ کذابین کی توبہ ہے۔ (۲)

اسی طرح استغفار کے بارے میں بھی علماءؒ کی رائے یہی ہے، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے ؎

معصیت را خندہ می آید ز استغفارِ ما

یا یہ کہا جائے کہ اس قسم کی توبہ خود اس قابل ہے کہ اس پر توبہ کی جائے۔ (۳)

---

(۱) زاد المسیر ۴/۶۳، الاشعۃ ص/ ۷۶

(۲) قرطبی

(۳) معارف القرآن ۴/۵۸۶

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَصُوْحًا﴾ (تحریم: ۸)

ترجمہ: مزید فرمایا: ’’مؤمنو! خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔‘‘

تشریح: ’’توبہ‘‘ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں۔ قرآن وحدیث میں توبہ اس کا نام ہے کہ آدمی اپنے پچھلے گناہ پر نادم ہو اور آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا عزم ہو۔

’’نَصُوْحًا‘‘ اگر اس کو نصح نصیحت سے لیا جائے تو اس وقت اس کا معنی خالص کرنے کے ہیں یعنی ایسی توبہ کی جائے جو ریاء ونمود سے خالص ہو اور اگر اس کو نصاحت سے لیا جائے تو اس وقت اس کے معنی کپڑے کو سینے اور جوڑ لگانے کے ہیں تو اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوا کہ اعمال صالحہ کا وہ لباس جو گناہ کی وجہ سے پھٹ گیا تو توبہ اس کو سینے والا اور جوڑ لگانے والا ہوگا۔

حسن بصریؒ نے توبہ نصوحا کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ آدمی اپنے گذشتہ عمل پر نادم ہو اور پھر اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ عزم ہو۔

کلبیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ نصوحاً کا معنی یہ ہے کہ آدمی زبان سے استغفار کرے اور دل سے نادم بھی ہو اور بدن واعضاء کو آئندہ اس گناہ سے روکے۔

اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سب کو جامع ہے وہ فرماتے ہیں کہ توبہ میں چھ چیزیں جمع ہونی چاہئیں۔

۱ اپنے گذشتہ برے عمل پر ندامت۔
۲ جو فرائض و واجبات اللہ تعالیٰ کے چھوڑ دیئے تھے اس کو قضاء کرے۔
۳ کسی کا مال ظلماً لیا ہو تو اس کو واپس کرے۔
۴ کسی کو زبان یا ہاتھ سے ستایا ہو تو اس کی معافی مانگے۔
۵ آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ عزم ہو۔
۶ جس طرح گناہ کرکے اس نے اپنے نفس کو اللہ کی نافرمانی میں دیکھا ہے اب وہ اپنے نفس کو اطاعت کرتے ہوئے بھی دیکھے۔ (۱)

---

(۱) ابن کثیر ۴/ ۴۱۸، تفسیر مظہری ۱۱/ ۶۰۶، معارف القرآن ۸/ ۵۰۶

کثرت استغفار کے بارے میں

(۱۳) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ: "وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً"﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے: بخدا میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور توبہ کرتا ہوں۔"

لغات: ❖ استغفر: غَفَرَ غَفْرًا الشئی ضرب سے معنی ہے چھپانا۔ استغفر اللّٰہ الذنب. گناہ کی بخشش مانگنا۔

❖ اتوب: تاب توباً و توبة و تابة الی اللّٰہ نصر سے معنی ہے گناہ سے روگردانی کرکے اللہ کی طرف متوجہ ہونا، نادم و پشیمان ہونا صفت اس کی تائب ہے۔

❖ اکثر: کثُرَ، کثرةً کرم سے معنی ہے بہت ہونا اسی سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ صفت اس کی کثیرة کثیر آتی ہے۔

تشریح: آپ ﷺ کا استغفار کرنا اُمت کی تعلیم کے لئے تھا

اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً "ستر بار سے زیادہ آپ ﷺ استغفار کرتے تھے۔"

علماءؒ فرماتے ہیں کہ ان جیسی روایات میں امت کو تعلیم دینی ہوتی ہے کیونکہ نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفور ہوتا ہے سارے ہی گناہ معاف ہوتے ہیں جب کہ وہ معصوم ہوتے ہیں، اس کے باوجود جب وہ توبہ و استغفار کا اتنا اہتمام فرماتے

ہیں تو امت کو کس قدر اس کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جو جتنا اللہ سے ڈرتا ہے اتنا ہی اس کو احساس ہوتا رہتا ہے کہ قصور وار ہوں جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ مؤمن اپنے گناہوں کے بارے میں یہ خیال کرتا ہے کہ گویا اس پر پہاڑ گر رہا ہے اور فاسق و فاجر یہ سمجھتا ہے کہ کوئی مکھی ناک پر بیٹھی تھی اس نے ہاتھ سے اُڑا دی۔ (۱)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کثرت سے استغفار کا اہتمام کرے کیونکہ بہت سے گناہ ایسے بھی ہوجاتے ہیں جس کا اس کو شعور نہیں ہوتا وہ بھی اس کے استغفار کرنے سے معاف ہوجائیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الدعوات (باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلة) امام احمد فی مسنده ۷۷۹۸/۳، ترمذی، نسائی، عمل الیوم واللیلة ٤٣٤، و ابن ماجه ۳۸۱٥، ابن حبان ۱۹۲٥ مصنف بن ابی شیبه ۲۹۷/۱۰.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ ۲۰۶/۱

(۲) دلیل الطالبین ۴۶/۱

ترغیب استغفار

(١٤) ﴿وَعَنِ الْاَغَرِّ بْنِ يَسَارِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "يٰاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ”حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بارگاہ الٰہی میں توبہ کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو، میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔“

تشریح: آپ ﷺ معصوم تھے تو استغفار کیوں فرماتے تھے؟

ان دونوں روایات میں جو عدد منقول ہے اس سے مراد بقول محدثینؒ تکثر ہے کہ میں بہت کثرت سے استغفار کرتا ہوں۔ آپ ﷺ تو معصوم تھے پھر آپ ﷺ استغفار کیوں کرتے تھے؟ اس کے علماءؒ نے بہت سے جوابات دیئے ہیں:

پہلا جواب: مثلاً: یہ ضروری نہیں کہ گناہ کے بعد ہی استغفار ہو، طاعت کے بعد بھی استغفار کرنا مستحسن ہے کہ اطاعت خداوندی بالکل صحیح طور پر کون کرسکتا ہے۔ اس میں جو خامیاں اور کمزوریاں ہوں تو اس کو استغفار سے دور کیا جاتا ہے۔

دوسرا جواب: اُمت کی تعلیم کے لئے تھا کہ میں معصوم ہونے کے باوجود استغفار کرتا ہوں اور تم سے تو صغیرہ اور کبیرہ گناہ سرزد ہوجاتے ہیں تم کو تو بدرجہ اولیٰ استغفار کی کثرت کرنا چاہئے۔

تیسرا جواب: آپ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کا دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے۔ کبھی کبھار آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ کے ساتھ ہوتے تو اس وقت کو ایک قسم کا گناہ سمجھ کر بے چین ہوجاتے اور پھر اس پر استغفار فرماتے تھے۔

بر دل سالک ہزاراں غم بود گرز باغ دل خلائے کم شود

چوتھا جواب: بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث بھی قرآن مجید کی بعض آیات کی طرح متشابہات میں سے ہے اس کا معنی اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الذکر (باب استحباب الاستغفار والاستکثار منه) والامام احمد فی مسنده ٦/١٨٣٢٠، ادب المفرد ٦٢١، عمل الیوم واللیلة ٤٤٥، و ابن حبان ٩٢٩، مصنف ابن ابی شیبه ١٠/٢٩٨، الطبرانی ٨٨٢۔

راوی حدیث حضرت الاغر بن یسار المزنیؓ کے مختصر حالات:

نام: الاغرؓ، والد کا نام: یسار، قبیلہ مزنی یا جہنی کے تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ دونوں قبیلہ ایک ہی ہیں مگر محققینؒ کے نزدیک یہ الگ الگ قبیلے ہیں۔ ان سے ابوداؤد اور ترمذی میں بھی روایت منقول ہے مگر علامہ سلامؒ فرماتے ہیں کہ ان کی صحاح ستہ میں صرف یہی ایک روایت منقول ہے۔

---

(۱) التعلیق الصبیح، مرقاۃ ۱۲۳/۵، مظاہر حق ۵۵۲/۲، فتح الباری۔

توبہ سے اللہ کی خوشی

(١٥) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِکِ الْاَنْصَارِیِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِکُمْ سَقَطَ عَلٰی بَعِیْرِهٖ وَ قَدْ اَضَلَّهٗ فِیْ اَرْضِ فَلَاةٍ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ:

"اَللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنْ اَحَدِکُمْ کَانَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَ عَلَیْهَا طَعَامُهٗ وَ شَرَابُهٗ فَاَیِسَ مِنْهَا فَاَتٰی شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّهَا وَ قَدْ اَیِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ، فَبَیْنَمَا هُوَ کَذٰلِکَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَ اَنَا رَبُّکَ، اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ."

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خادم نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس انسان سے بھی زیادہ خوشی کا اظہار کرتا ہے جس نے جنگل میں اپنا اونٹ گم کردیا پھر اس نے اس کو پالیا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو جنگل میں اپنی سواری پر سوار تھا، کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ تھا، اچانک سواری چھوٹ گئی، بسیار تلاش کے بعد مایوس ہوکر وہ ایک درخت کے سائے میں لیٹ گیا، اسی حالت میں اچانک وہ کیا دیکھتا ہے کہ اونٹنی اس کے پاس آن کھڑی ہوتی ہے، چنانچہ وہ اس کی مہار پکڑے ہوئے انتہائی خوشی کے عالم میں کہہ دیتا ہے اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں، انتہائی خوشی کے عالم میں غلطی سے اس نے یہ جملہ کہا۔

لغات: ❖ افرح: فرِح، فرحًا سمع سے معنی ہے خوش ہونا۔

❖ سقط: سقط، سقوطًا نصر سے معنی ہے زمین پر گرنا کہتے ہیں سقط من عینی میری نظر سے گر گیا۔

❖ اضلہ: ضلَّ، ضَلالاً سمع سے اور ضرب سے معنی ہے کہ کج راہ اختیار کرنا، دین سے پھرنا، حق راستہ سے ہٹنا، بھٹکنا صفت اس کی ضالٌّ آتی ہے اور جمع ضلّال و ضالون ضل الشئی چیز کا تلف ہونا، اضل فرسہ کسی کے گھوڑے کا ایسا بھاگ جانا کہ پتہ نہ لگے کہاں گیا۔

❖ فلاۃ: الفلاۃ، وسیع بیابان، جمع فَلَوَاتٌ.

❖ فأنفلتت: فَلَتَ، فلْتًا ضرب سے معنی ہے رہا کرنا، چھوڑنا، انفلتت رہا ہونا، چھوٹنا۔

❖ ایس: اَیِسَ، اَیَاسًا منہ سمع سے معنی ہے کسی سے ناامید ہونا، صفت آئسٌ.

❖ اضطجع: ضَجَعَ، ضجعًا و ضجوعًا فتح سے معنی ہے پہلو کے بل لیٹنا اور انضجع اور اضطجع مصدر بھی آتے ہیں، سب کے معنی ایک ہی ہیں۔

❖ خطام: الخِطام کا معنی مہار، نکیل، کمان کی تانت، جمع اس کی خُطُم آتی ہے

تشریح: اللہ جل شانہٗ بندے کی توبہ سے بے حد خوش ہوتے ہیں

اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ ''اللہ اپنے بندے کی توبہ سے بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں۔''

یہاں پر اللہ کی خوشی سے مجازی معنی مراد ہے کیونکہ خوشی کا تعلق دل سے ہے اللہ جل شانہ اعضاء سے پاک ہیں، مراد راضی ہونا ہے۔

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ اللہ بندے کی توبہ سے راضی اور اس کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔ (۱)

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَ اَنَا رَبُّکَ اخطا من شدّۃ الفرح: ''اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، انتہائی خوشی

کے عالم میں غلطی سے اس نے یہ جملہ کہا۔" صحیح جملہ تو تھا کہ وہ یہ کہتا اَنَا عَبۡدُکَ وَ اَنۡتَ رَبِّیۡ۔ (۲)

اس جملہ میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے حددرجہ خوش ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خوشی کو اس شخص کی خوشی کے ساتھ تشبیہ دی کہ جنگل میں جہاں کوئی چیز نہ ملتی ہو، جو کچھ اس کے پاس تھا وہ بھی گم ہوجائے پھر مایوس ہوجانے کے بعد اچانک مل جائے تو اس کی خوشی کا اس وقت کیا ٹھکانہ ہوگا، اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں جو گناہ کرکے توبہ کرتا ہے۔ (۳)

مثال کے ذریعہ بات زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے مثال کے ذریعہ سے اللہ کی خوشی کو بیان فرمایا۔ (۴)

اور اس حدیث میں توبہ استغفار کی ترغیب بھی دی جارہی ہے کہ گناہ کرنے کے بعد انسان مایوس نہ ہو، توبہ کرلے اللہ اس کی توبہ سے خوش ہوں گے۔

نہ پوچھے سو نیک کاروں کے گر تو   کدھر جائے بندہ گنہگار تیرا

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الدعوات (باب التوبة) صحیح مسلم کتاب التوبة باب الحض علی التوبة. تحفة الاشراف ۱۹۱.

راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے مختصر حالات:

نام: انسؓ، کنیت: ابوحمزہ، لقب: خادم رسول اللہ، قبیلہ: نجار، والد کا نام: مالک، والدہ کا نام: ام سلیمؓ سہلہ بنت ملحان انصاریہ تھا۔ یہ رشتہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ لگتی تھیں۔

آٹھ یا نو سال کے تھے، اپنی والدہ کے ساتھ مسلمان ہوئے، جب دس سال کے ہوئے تو ان کی والدہ نے کہا کہ انسؓ کو اپنی غلامی میں قبول فرمایئے، آپ نے اس کو قبول فرمالیا، تقریباً دس سال حضرت انسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، سفر اور حضر میں آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے، حدیبیہ، بیعت رضوان، خیبر، طائف اور حجۃ الوداع ان سب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا، حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کو تعلیم وتربیت کے لئے بصرہ بھیج دیا۔ فتنہ کے زمانے میں وہ گوشہ نشین ہوگئے۔ ان کی زندگی کی خصوصی عادات میں حق گوئی، تواضع، اشاعت اسلام، حب رسول، اتباع رسول نمایاں تھی۔

مرویات: حضرت انسؓ بھی مکثرین صحابہؓ میں سے تھے۔ ان کی روایات کی تعداد ۱۲۸۶ ہیں ان میں سے بخاری ومسلم میں ۱۳۸ اور بخاری میں ۸۲ اور مسلم میں ۷۱ منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

وفات: ۹۳ھ میں سو سال سے زائد عمر میں انتقال ہوا، انتقال سے پہلے اپنے شاگرد ثابت بنانیؒ کو فرمایا کہ میری زبان کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک رکھ دو، انہوں نے تعمیل حکم کیا اس حال میں روح پرواز کرگئی۔

قسطن بن کلابؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، اپنے گھر کے قریب موضع لف میں مدفون ہوئے۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۵۱   (۲) مرقاۃ ۵/۱۳۰
(۳) مظاہر حق جدید ۲/۵۵۷   (۴) دلیل الطالبین

توبہ کا دروازہ بند ہونے تک توبہ کا قبول ہونا

(۱۶) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قَیْسِ نِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ وَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِھَا"﴾ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک ہر رات اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن بھر گناہ کرنے والا رات کو توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات بھر گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔"

لغات: ❖ یبسط: بَسَطَ، بَسْطًا نصر سے ہے الثوب کپڑا پھیلانا۔ الرجل کسی کا دل بڑھانا۔ الید ہاتھ پھیلانا۔ جدید لغت میں بسط بساطۃ بمعنی سادگی، صاف دلی۔

❖ تطلع: طَلَعَ، طُلُوْعًا الکواکب و نحوہ نصر سے معنی ہے ستارہ وغیرہ کا طلوع ہونا۔ احکام و حالات کے تغیر کے موقع پر یہ محاورہ کہا جاتا ہے۔ اذا طَلَعَ سُھَیْلٌ رُفِعَ کَیْلٌ ووُضِعَ کَیْلٌ جب سہیل طلوع ہوگا تو ایک پیمانہ اٹھ جائے گا، دوسرا رکھا جائے گا۔

تشریح: ### اللہ اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں اس کا مطلب

بَسَطَ یَدَہٗ اللہ ہاتھ پھیلاتے ہیں، اللہ کیسے ہاتھ پھیلاتے ہیں؟ یہ متشابہات میں سے ہے، بعض محدثینؒ نے تاویل یہ کی ہے کہ یہ کنایہ ہے مانگنے سے، یہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب کسی سے کوئی چیز مانگتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ بندے توبہ کرلیں۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں اللہ کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی مغفرت اور رحمت کرنا چاہتے ہیں۔ (۱)

توبہ قبول ہوتی رہے گی یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے

حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِھَا یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکل آئے۔

جب سورج مغرب سے نکلے گا تو اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ آیَاتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا. (۲)

اس جملہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ آدمی کی بہت توبہ قبول کرتا رہتا ہے خواہ دن ہو یا رات تو بندے کو بھی ہر وقت اللہ سے توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہیے۔ (۳)

اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے حلم و بردباری کا بھی علم ہوتا ہے کہ گناہ کرنے کے بعد فوری طور سے اللہ اس کی گرفت بھی نہیں فرماتے ہیں اور عذاب بھی نازل نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کے توبہ کا انتظار کرتے ہیں کہ توبہ کرلے تو میں اس کے گناہ کو معاف کردوں۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب التوبة (باب غيرة الله تعالىٰ) ۲۷۶۰، تحفة الاشراف ۹۱۴۵.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۵/۱۲۹، مظاہر حق ۲/۵۵۶، نزہۃ المتقین ۱/۳۲، دلیل الفالحین ۱/۸۷

(۲) مرقاۃ ۵/۱۲۹، دلیل الفالحین ۱/۸۷

(۳) نزہۃ المتقین ۱/۳۲، دلیل الفالحین ۱/۸۷

(۴) روضۃ المتقین ۱/۵۱

توبہ کے قبول ہونے کی حد

(۱۷) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ "مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مغرب کی طرف سے سورج طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔"

تشریح: توبہ قبول ہونے کی آخری حد

علماءؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبول توبہ کی حد بیان کی گئی ہے کہ لوگوں کی توبہ اس وقت تک قبول ہوتی رہے گی جب تک قیامت کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔ (۱)

یہی مضمون قرآن مجید کی اس آیت میں وارد ہوا ہے:

يَوْمَ يَأْتِىْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا. (۲)

ترجمہ: جس دن آئے گی نشانی تیرے رب کی، کام نہ آوے گا کسی کا اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہیں کی تھی۔

اس میں تو اتفاق ہے کہ وہ بالغ لوگ اس منظر کو دیکھیں گے تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

اس کے بعد جو پیدا ہوں گے یا اس وقت وہ بالغ مکلّف نہیں تھے کیا ان کی بھی توبہ قبول نہیں ہوگی؟ اس میں علماءؒ کے دو قول ہیں۔ بعض علماءؒ اس طرف گئے ہیں وہ فرماتے ہیں طلوع الشمس من مغربها کے بعد قیامت تک توبہ کا دروازہ بند

ہوجائے گا۔ اور دوسرے بعض علماءؒ اس طرف گئے ہیں کہ اس واقعہ کے وقت جو بالغ ہوں گے ان کا ایمان قبول نہیں ہوگا بعد والوں کی توبہ قبول اور ایمان معتبر ہوگا۔

بعض لوگوں نے فرمایا جو حضرات اس واقعہ کے بعد پیدا ہوئے اور ان کو تواتر کے ساتھ اس واقعہ کی خبر ہوئی اور اس کا یقینی علم ہوگیا تو ایسے لوگوں کی بھی توبہ قبول نہیں ہوگی اگر یقینی علم نہیں ہوا تھا تو اس وقت ان کی توبہ قبول ہوجائے گی۔ (۳)

حضرت حکیم الامتؒ نے روح المعانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں گے اور اس کی ہولنا کی ذہنوں سے نکل جائے گی تو توبہ دوبارہ قبول ہونا شروع ہوجائے گی۔ (۴)

یہ کب ہوگا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں آنے کے کافی عرصہ کے بعد یہ واقعہ پیش آئے گا۔ علامہ آلوسیؒ نے علامہ بلقینیؒ سے نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بھی بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ایمان اور توبہ قبول نہ ہونے کا یہ حکم جو آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے وقت ہوگا آخر زمانہ تک باقی نہ رہے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد یہ حکم بدل جائے اور پھر ایمان اور توبہ قبول ہونے لگے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الذکر والدعاء (باب استحباب الاستغفار) ۲۷۰۳ و اخرجه امام احمد فی مسنده ۳/۹۱۴۱ و ابن حبان ٦٢٩.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) واضح ہو کہ یہ واقعہ قیامت کے دن سے تقریباً ۱۲۰ سال پہلے ہوگا۔

(۲) سورۃ الانعام آیۃ ۱۵۸ ترجمہ معارف القرآن ۳/۴۹۵

(۳) التعلیق الصبیح ۳/۱۰۶ مرقاۃ ۵/۱۳۰، روضۃ المتقین ۱/۵۱

(۴) بیان القرآن

(۵) روح المعانی تفسیر یوم یاتی بعض آیات ربک.........

نزع روح سے قبل توبہ کا قبول ہونا

(۱۸) ﴿وَعَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ"﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ

عالم نزع طاری ہونے سے پہلے قبول کر لیتا ہے۔''

لغات: ❖ یقبل: قَبِلَ، قَبَالَةً به سمع، ضرب، نصر کسی چیز کا ضامن اور کفیل ہونا۔ تقبلهٗ کے معنی کسی چیز کو لے لینا۔ تقبلّ الله دعائه خدا کا کسی کی دعا کو قبول کر لینا۔ جدید لغت میں قِبَلِیٌ بمعنی جنوبی، جانب جنوب۔

❖ یغرغر: غَرْ غَرَ غَرْ غَرَةً بالشئی فعللة سے معنی ہے کسی چیز کے لئے تباہی کا سامان کر دینا۔ حالت نزع کو بھی غرغرہ اسی لئے کہتے ہیں۔

تشریح: آدمی کی توبہ قبول ہوتی رہتی ہے جب تک روح حلق تک نہ پہنچے

مَالَمْ یُغَرغِر: اس سے مراد اس وقت تک جب کہ آدمی کی روح حلق تک پہنچ جائے اور اس کو اپنی موت کا یقین ہو جائے، موت کے فرشتے نظر آنے لگیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ موت کے وقت آدمی کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔

پہلی حالت: اس کو ''حالت یاس'' کہا جاتا ہے یعنی انسان ظاہری اسباب کے درجہ میں زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے مگر اس وقت اس پر عالم برزخ کے احوال وغیرہ منکشف نہیں ہوتے، اس وقت میں بالاتفاق مسلمان اور کافر دونوں کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

دوسری حالت: اس میں عالم برزخ کے حالات اس پر منکشف ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اس کو فرشتے وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں تو اس حالت میں اب توبہ قبول نہیں ہوگی۔ حدیث بالا میں اسی دوسری حالت کا بیان ہے۔ اس حدیث کا مفہوم قرآن مجید کی اس آیت میں بھی آیا ہے:

وَ لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰ نَ. (۲)

ترجمہ: ان لوگوں کی توبہ معتبر نہیں ہے جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب موت ان کے سامنے آجاتی ہے تو کہتے ہیں اب میں توبہ کرتا ہوں۔

اس حدیث میں ترغیب دی جارہی ہے کہ آدمی سے جب گناہ ہو جائے تو فوری طور سے توبہ کر لے ایسا نہ ہو کہ موت کا وقت آجائے پھر وہ توبہ کرے تو قبول نہ ہو۔ (۳)

حقیقت یہ ہے کہ بندہ کی عبدیت کا تقاضا یہ ہے کہ اول تو وہ جان بوجھ کر اپنے معبود کی نافرمانی اور گناہ نہ کرے اور اگر نادانی سے گناہ سرزد بھی ہو جائے تو خالق کے قہر و غضب سے ڈرے اور فوراً توبہ کر لے۔

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی الدّعوات (باب التّوبة مقبولة قبل الغرغرة ۳۵۳/۱ و امام احمد فی مسنده ۶۱۶۸/۲ ابن ماجه والحاکم فی التوبة ۷۶۵۹/۴، ابن حبان ۶۲۸، ابونعیم فی الحلیة ۱۹۰/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بیان القرآن (تحت و لیست التوبة للذین یعملون السیئات)
(۲) سورۃ النساء آیۃ ۱۸
(۳) روضۃ المتقین ۱/۵۲

طلوع الشمس من المغرب تک توبہ قبول ہوتی ہے

(۱۹) ﴿وَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَیْشٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: اَتَیْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَسْاَلُہٗ عَنِ الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقَالَ: مَا جَآءَ بِکَ یَا زِرُّ؟ فَقُلْتُ: اِبْتِغَآءَ الْعِلْمِ فَقَالَ: اِنَّ الْمَلَائِکَةَ تَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضاً بِمَا یَطْلُبُ فَقُلْتُ: اِنَّہٗ قَدْ حَکَّ فِیْ صَدْرِی الْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ بَعْدَ الْغَآئِطِ وَالْبَوْلِ، وَ کُنْتَ امْرَاءً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَجِئْتُ اَسْئَالُکَ هَلْ سَمِعْتَهٗ یَذْکُرُ فِیْ ذٰلِکَ شَیْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ کَانَ یَاْمُرُنَا اِذَا کُنَّا سَفَرًا. اَوْ مُسَافِرِیْنَ اَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ وَ لَیَالِیْهِنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰکِنْ مِنْ غَآئِطٍ وَ بَوْلٍ وَ نَوْمٍ فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَهٗ یَذْکُرُ فِی الْهَوٰی شَیْئًا؟ قَالَ نَعَمْ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَبَیْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ اِذْ نَادَاهُ اَعْرَابِیٌّ بِصَوْتٍ لَّهٗ جَهْوَرِیٍّ: یَا مُحَمَّدُ، فَاَجَابَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ نَحْوًا مِنْ صَوْتِهٖ هَاؤُمُ! فَقُلْتُ لَهٗ: وَیْحَکَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ فَاِنَّکَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ قَدْ نُهِیْتَ عَنْ هٰذَا! فَقَالَ: وَاللّٰہِ لَا اَغْضُضُ. قَالَ الْاَعْرَابِیُّ: اَلْمَرْءُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَ لَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ"، فَمَا زَالَ یُحَدِّثُنَا حَتّٰی ذَکَرَ بَابًا مِّنَ الْمَغْرِبِ مَسِیْرَةُ عَرْضِهٖ اَوْ یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ عَرْضِهٖ اَرْبَعِیْنَ اَوْ سَبْعِیْنَ عَامًا قَالَ سُفْیَانُ اَحَدُ الرُّوَاةِ: قِبَلَ الشَّامِ خَلَقَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مَفْتُوْحًا لِلتَّوْبَةِ لَا یُغْلَقُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ.﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ غَیْرُهٗ) (وَ قَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

ترجمہ: ''حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موزوں کے مسح کے بارے میں دریافت کرنے حاضر ہوا چنانچہ اس نے پوچھا زر! کیسے آنا ہوا؟ میں نے جواب دیا علم حاصل کرنے کے لئے۔ اس نے کہا فرشتے اپنے پروں کو (طالب علم کے لئے اس کے طلب علم پر) خوش ہوتے ہوئے بچھادیتے ہیں۔ میں نے کہا میرے دل میں پیشاب پاخانہ کے بعد موزوں پر مسح کرنے کے متعلق

شک لاحق ہوگیا چونکہ آپ رسول اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اس لئے آپ سے دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوگیا ہوں کیا آپ نے آپ ﷺ سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اثبات میں جواب دیا کہ جب ہم سفر میں ہوتے تو آپ ﷺ فرماتے ہم تین دن اور تین رات تک (سوائے جنابت) کے موزوں کو نہ اتاریں لیکن پاخانہ، پیشاب، نیند کے بعد اُتارنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے پوچھا محبت کے متعلق بھی آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک دیہاتی نے اونچی آواز سے آپ ﷺ کو (اے محمد ﷺ) کہہ کر پکارا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی زوردار آواز کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا آگے آ، میں نے اس سے کہا تجھ پر افسوس ہو کہ تو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر آواز اونچی کرتا ہے حالانکہ اس سے منع کیا گیا، پس اپنی آواز کو پست کر۔ اس نے جواب دیا بخدا میں اپنی آواز کو پست نہیں کروں گا۔ دیہاتی نے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: ایک آدمی ایک قوم سے محبت کا اظہار کرتا ہے لیکن ابھی تک ملاقات کے اسباب میسر نہیں آسکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز ہر آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا تھا اس کے بعد آپ ﷺ مسلسل بیان فرماتے رہے یہاں تک آپ ﷺ نے مغرب کی طرف کے ایک دروازے کا ذکر کیا جس کی مسافت چالیس یا ستر سال ہے یا سوار اس کی چوڑائی میں چالیس یا ستر برس تک چلتا رہے گا۔ حدیث کے ایک راوی سفیان ثوریؒ کہتے ہیں اس دروازے کو اللہ تعالیٰ نے جب سے زمین و آسمان پیدا فرمائے توبہ کے لئے کھلا رکھا ہے اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک کہ سورج مغرب کی طرف سے نہ نکلے۔''

لغات: ❖ ابتغاء: بَغٰی، بُغاءً وبغیًا ضرب سے بمعنی طلب کرنا۔

❖ تضع: وَضَعَ، وضعًا و موضَعًا فتح سے بمعنی رکھنا۔

❖ اجنحة: جمع ہے جَناح کی بمعنی پرند کا بازو کنارہ، ہر چیز کا ایک حصہ اور اس کی جمع اَجْنُح و أَجْنِحَة دونوں آتی ہیں۔

❖ حَکَّ: حَکَّ حکًّا نصر سے بمعنی رگڑنا گھسنا کہتے ہیں ما حک فی صدری کذا مجھ کو یہ بات نہیں جچی۔ الکلام فی حک قَلْبِہٖ: بات کا دل میں گھر کر جانا۔

❖ الھوی: ھَوِیَ، ھویً سمع سے بمعنی محبت کرنا، چاہنا۔ صفت ھویً آتی ہے۔

❖ جَھْوَری: جَھُرَ، جَھارَۃً کرم سے بمعنی آواز کا بلند ہونا۔ الجھوری. بلند آواز کی صفت بن کر آتا ہے کہتے ہیں صوت جَھْوَرِیّ بلند آواز رجل جھوری بلند آواز والا آدمی۔ جدید لغت میں مُجْھِر بمعنی مائکروسکوپ، خوردبین۔

❖ وَیْحَکَ: ویح رحم اور ترس کھانے کا کلمہ کبھی مدح اور تعجب کے موقع پر آتا ہے وَیْحٌ لِزَیْدٍ زید کیسا ناخوش ہے۔ ویحک

تجھ پر ہلاکت ہو۔

❖ اغضض: غضّ، غضًا و غضاضًا نصر سے بمعنی نظر یا آواز کو پست کرنا روکنا۔

تشریح: مسافر موزے پر تین دن تین رات تک مسح کرسکتا ہے

ثلاثه ایام و لیالیهن الا فی جنابة موزے پر مسح کرنا تین دن تین رات تک سوائے جنابت کے موزے کو نہ اتاریں۔

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور جمہور فقہاء امتؒ کے نزدیک مسافر کے لئے تین دن تین رات مسح کرنا ہے اور مقیم آدمی کے لئے ایک دن ایک رات تک مسح کرنا جائز ہوتا ہے۔

حنفیہؒ فرماتے ہیں یہ مسح حدث اصغر میں ہوتا ہے اور اگر آدمی کو حدث اکبر کی ضرورت ہو تو اس صورت میں اس کو موزہ اتارنا ہوگا اور پاؤں کو دھونا پڑے گا۔

نبی ﷺ کے سامنے زور سے بولنا منع ہے

و قد نهیت عن هٰذا نبی ﷺ کے سامنے زور سے بات کرنے کو منع کیا گیا ہے بلکہ نبی ﷺ کے سامنے آہستہ بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور ان سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر، کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمام اعمال اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اس آیت کے نزول کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت یہ ہوتی تھی کہ بہت چپکے چپکے سے بات کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی پست آواز میں بات کرتے تھے کہ آپ ﷺ سن بھی نہ پاتے دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اسی طرح اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی عادت ہوگئی تھی اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس دیہاتی کو منع فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے بلند آواز سے بات نہیں کرتے۔ (۲)

آدمی قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اس دیہاتی کے اس سوال پر کہ آدمی کسی سے محبت کرتا ہے مگر ان سے ملاقات نہیں کر پاتا فرمایا دنیا میں اگرچہ دور ہے مگر قیامت کے دن ہر آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔

یہ سوال صرف اس دیہاتی نے ہی نہیں کیا بلکہ یہ سوال کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دنیا میں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی

خوشی اس حدیث کے سننے سے ہوئی۔

بعض علماءؒ نے فرمایا ہے اس حدیث میں بہت بڑی خوشخبری بھی ہے کہ اس میں خاتمہ بالخیر کی بشارت ہے۔ آدمی نیک بندوں کے ساتھ قیامت کے دن اسی وقت ہوگا جب کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں آدمی اگر نیک آدمیوں سے محبت رکھے تو قیامت کے دن انہی کے ساتھ ہوگا اور اگر کسی فاسق و فاجر سے محبت رکھے گا تو قیامت کے دن انہی کے ساتھ ہوگا۔ (۳)

مَسِيرَةُ عَرْضِهِ اَوْ يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي عَرْضِهِ اَرْبَعِينَ اَوْ سَبْعِينَ عَامًا.

ترجمہ: جس کی مسافت چالیس یا ستر سال ہے یا سوار اس کی عرض میں چالیس یا ستر سال چلتا رہے۔

اس سے مراد کوئی تحدید نہیں ہے بلکہ تکثر مراد ہے کہ توبہ کا دروازہ بہت زیادہ وسیع ہے۔ وسیع ہونے کی حد کو چالیس اور ستر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص جب بھی توبہ کرے اللہ کی رحمت کو بہت زیادہ وسیع پائے گا۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی الدعوات (باب ما جاء فی فضل التوبة والاستغفار و ما ذكر من رحمة الله لعباده ۳۵۲۹، ۳۵۳۰ و فی الطهارة ۹۶ رواه النسائی فی كتاب الطهارة (باب التوقيت فی المسح علی الخفين للمسافر، ابن ماجه فی كتاب الطهارة والفتن، اخرجه امام احمد فی مسنده ۶/۱۸۱۱۸ و ابن حبان ۱۳۲۱.

راوی حدیث حضرت زر بن حبیشؒ کے مختصر حالات:

نام: زرؒ، والد کا نام: حبیش ہے یہ تابعی ہیں انہوں نے کئی لوگوں سے علم حاصل کیا۔ خاص کر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے۔ ۲۰۸ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

---

(۱) سورۃ الحجرات آیۃ ۲ ترجمہ معارف القرآن ۹۷/۸

(۲) معالم التنزیل

(۳) احیاء العلوم ۲/۲۳۰ مزید وضاحت اس مسئلہ کی احیاء العلوم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

سخت گنہگار کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے

(۲۰) ﴿وَ عَنْ اَبِی سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَ تِسْعِينَ نَفْسًا فَسَئَالَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰى رَاهِبٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ: اِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَ تِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَّهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: لَا، فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً، ثُمَّ سَئَالَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ: اِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ

مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ وَ مَنْ يَّحُوْلُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ التَّوْبَةِ؟ اِنْطَلِقْ اِلٰى اَرْضِ كَذَا وَ كَذَا، فَاِنَّ بِهَا اُنَاسًا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى، فَاعْبُدِ اللّٰهَ مَعَهُمْ وَ لَا تَرْجِعْ اِلٰى اَرْضِكَ، فَاِنَّهَا اَرْضُ سُوْءٍ، فَانْطَلَقَ حَتّٰى اِذَا نَصَفَ الطَّرِيْقَ اَتَاهُ الْمَوْتُ، فَا خْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ: جَآءَ تَائِبًا مُقْبِلاً بِقَلْبِهِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ: اِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ، فَاَتَاهُمْ مَلَكٌ فِيْ صُوْرَةِ اٰدَمِيٍّ فَجَعَلُوْهُ بَيْنَهُمْ، اَیْ حَكَمًا، فَقَالَ: قِيْسُوْا مَا بَيْنَ الْاَرْضَيْنِ فَاِلٰى اَيَّتِهِمَا كَانَ اَدْنٰى فَهُوَ لَهُ فَقَاسُوْا فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰى اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ اَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ'' (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحِ فَكَانَ اِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ اَهْلِهَا.

وَ فِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحِ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ وَاِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَ قَالَ: قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا، فَوَجَدُوْهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَلَهٗ.

وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَنَاٰى بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمایا پہلی قوموں میں ایک آدمی نے ننانوے آدمیوں کو قتل کرڈالا اس نے معلوم کرنا چاہا کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ ایک راہب کی نشاندہی کی گئی اس نے راہب سے کہا کہ اس نے ننانوے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے کیا توبہ کی کوئی صورت ہے؟ راہب نے کہا نہیں اس نے راہب کو بھی قتل کرڈالا۔ چنانچہ سو کی تعداد پوری کردی۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ روئے زمین پر کون بڑا عالم ہے چنانچہ ایک عالم کے متعلق بتایا گیا، اس نے اس عالم سے کہا کہ وہ سو آدمیوں کو قتل کرچکا ہے کیا توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس عالم نے جواب دیا ہاں توبہ کی قبولیت سے کونسی چیز رکاوٹ بن سکتی ہے۔ فلاں علاقہ میں جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں تو بھی ان کی رفاقت میں اللہ کی عبادت میں مشغولیت اختیار کر اور اپنے ملک کی طرف واپس نہ آنا وہ بُری زمین ہے۔ وہ شخص چل دیا، جب نصف مسافت پر پہنچا تو فوت ہوگیا اب اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان جھگڑا کھڑا ہوگیا رحمت کے فرشتوں کا موقف تھا کہ یہ تائب ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے تو کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا چنانچہ تصفیہ کے لئے ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا تمام نے اس کو ثالث تسلیم کرلیا، اس نے کہا دونوں طرف کی زمین ناپ لو

جس طرف کی مسافت کم ہوگی اس کا استحقاق اس بنیاد پر ہوگا، جب زمین کو ناپا گیا تو جس طرف وہ جارہا تھا اس کی مسافت کم نکلی اس بنیاد پر رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔

اور صحیح کی ایک روایت میں ہے کہ وہ نیک لوگوں کی بستی کی طرف ایک بالشت زیادہ تھا اس لئے اس کو ان میں شمار کیا گیا۔ نیز صحیح کی ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تو دور ہو جا اور دوسری بستی کو نزدیک ہونے کا حکم دیا تو وہ نیک لوگوں کی زمین کے ایک بالشت قریب نکلا پس اسے معاف کردیا گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے سینے کے بل سرک کر اس زمین سے دور ہوگیا۔"

لغات: ❖ قتل: قتل، قتلاً و تقتالاً نصر سے بمعنی قتل کرنا۔ مار ڈالنا۔ فاعل قاتل اور جمع قاتلون ہے۔ جدید لغت میں قطل قطیلۃ بمعنی تولیہ۔

❖ تدل: دَلَّ دَلَالَۃً و دُلُوْلَۃً نصر سے بمعنی راہ نمائی کرنا۔ راستہ دکھانا۔ سمع سے جب مصدر دَلَلاً آئے تو معنی ہوگا ناز ونخرہ کرنا۔

❖ راھب: الراھب لوگوں سے کنارہ کش ہوکر گرجا میں عزلت نشینی۔ جمع رُھبان مؤنث راھبۃ جمع راھبات اور رواھب۔

❖ کمل: کَمَلَ نصر سے کَمُلَ کرم سے کَمِلَ سمع سے کمالاً و کمولاً بمعنی پورا ہونا۔ کامل ہونا۔

❖ اناس: جمع ہے الناس کی بمعنی لوگ تصغیر اس کی نُوَیْس آتی ہے۔

❖ یعبدون: عبدعبادۃً و عُبُودۃً نصر سے بمعنی اللہ کو ایک جاننا عبادت کرنا اور کرم سے عبُد عُبُودۃ آباء واجداد سے غلامی میں چلے آنا اور سمع سے عبِد عَبَدًا بمعنی غضب ناک ہونا، منہ ناک بھنویں چڑھانا۔

❖ ترجع: رجع رُجوعًا و مَرجعًا ضرب سے بمعنی پھرنا، لوٹنا۔

❖ فاختصمت: خاصم. خصاماً و مخاصمۃ بمعنی نزاع کرنا۔ جھگڑا کرنا

❖ قطّ: ظرف زمان ہے احاطہ زمان ماضی کے لئے ہے اور یہ منفی کے لئے خاص ہے جیسے مافعلت ھذا قطُّ میں نے اپنی گذشتہ عمر یہ کبھی نہیں کیا اس کو کبھی قُطُ اور قُطْ بھی بولتے ہیں۔

❖ بشبرٍ: شَبَرًا شَبَرًا نصر اور ضرب سے بمعنی بالشت سے ناپنا اور شَبِرَ شَبَرًا سمع سے بمعنی اکڑنا۔ اترانا۔ الشبر بالشت جمع اَشْبَارٌ ھو قِصیرُ الشِبر وہ نزدیک نزدیک قدم رکھنے والا ہے۔

تشریح: سو آدمیوں کے قاتل کا واقعہ

فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلَائِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَ مَلَائِکَۃُ الْعَذَابِ.

اس کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان میں جھگڑا ہوا رحمت کے فرشتوں کا یہ کہنا تھا کہ چونکہ یہ شخص توبہ کے لئے اس بستی کی طرف جارہا تھا اور تائب تھا اس لئے ہم اس کی روح لے کر جائیں گے، عذاب کے فرشتوں کا کہنا یہ تھا کہ اس شخص نے سو آدمیوں کو ناحق قتل کیا ہے ابھی تک اس نے توبہ نہیں کی تھی اس لئے ہم اس کی روح کو لے کر جائیں گے۔ پھر اللہ نے فیصلہ فرمادیا کہ زمین کو ناپو جس جگہ کی مسافت کم ہوگی اس کا استحقاق اسی بنیاد پر ہوگا۔ (۱)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی جتنا بڑا بھی گناہ گار بن جائے مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

اف کتنا ہے تاریک گنہ گار کا عالم — انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ سچے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ اس کے دشمنوں کو بھی راضی کرلیتے ہیں۔ (۲)

حدیث کی آیت قرآنیہ سے بھی تائید

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے کسی کو جان بوجھ کر قتل کردیا یہ اگرچہ کبیرہ گناہ ہے مگر اس کی بھی توبہ قبول ہوجائے گی جیسے کہ قرآن مجید کی اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحاً فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِھِمْ حَسَنَاتٍ. (۳)

ترجمہ: مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ ان کی بدکرداریوں کو نیک کاریوں سے بدل دے گا۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء (باب ما ذکر من بنی اسرائیل و مسلم فی کتاب التوبۃ (باب قبول توبۃ القاتل ٢٧٦٦) و ابن ماجہ و ابن حبان ٦١١ و ٦١٥.

راوی حدیث حضرت سعد بن مالک بن سنان ابوسعید الخدریؓ کے مختصر حالات:

نام: سعدؓ، کنیت: ابوسعید، والد کا نام: مالکؓ، دادا کا نام: سنان، والدہ کا نام: انیسہؓ بنت ابی حارثہ تھا۔

ان کے والد اور والدہ بیعت عقبہ کے بعد مسلمان ہوگئے تھے اس لئے ابوسعید الخدریؓ نے بچپن ہی سے مسلمان والدین کے دامن میں تربیت پائی۔

مسجد نبوی کی تعمیر میں انہوں نے حصہ لیا۔ (مسند احمد ۳/۵)

غزوہ اُحد کے بعد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے، بخاری کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۲ غزوات میں انہوں نے شرکت فرمائی۔

مدینہ میں ہی مقیم رہے، عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان کے پاس کافی وسیع حلقہ ہوتا جب کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتا تو کافی دیر کے بعد اس کا نمبر آتا۔ (مسند احمد ۳/۳۵)

اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔ (اصابہ۔ تذکرہ ابوسعید الخدریؓ)

ان کے خصوصی نمایاں اوصاف میں سے حق گوئی، امر بالمعروف نہی عن المنکر، اتباع سنت، بردباری وتحمل، سادگی، بے تکلفی اور یتیموں کی پرورش تھی۔

وفات: مدینہ منورہ میں ۷۴ھ میں جمعہ کے دن ہوئی بقیع میں مدفون ہوئے اس وقت ان کی عمر ۷۴ سال تھی مگر علامہ ذہبیؒ نے کہا کہ ۸۶ سال تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ۔ ۱/۳۷) اور اسی کو صحیح کہا گیا ہے۔

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۵ ہے، ان میں سے ۴۶ میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں ۱۶ میں بخاری اور ۲۵ میں مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال)

(۱) مرقاۃ ۱۲۸/۵

(۲) مرقاۃ ۱۲۸/۵

(۳) سورۃ الفرقان آیۃ ۷۰

تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا واقعہ

(۲۱) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَ كَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِهِ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ قَالَ كَعْبٌ: "لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ اَنِّيْ قَدْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَّ لَمْ يُعَاتِبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ يُرِيْدُوْنَ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ وَ لَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ، وَ مَا اُحِبُّ اَنَّ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّ اِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا.

وَكَانَ مِنْ خَبَرِيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَ لَا اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَ اللّٰهِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ، فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَ مَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ عَدَدًا كَثِيْرًا، فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ، فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِيْ يُرِيْدُ، وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَثِيْرٌ، وَ لَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ الدِّيْوَانَ قَالَ كَعْبٌ: فَقَلَّ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَغَيَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفٰى بِهٖ مَالَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْيٌ مِّنَ اللّٰهِ، وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَ الظِّلَالُ فَاَنَا اِلَيْهَا اَصْعَرُ فَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَطَفِقْتُ اَغْدُوْ لِكَيْ اَتَجَهَّزَ مَعَهٗ فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا وَ اَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ اَنَا قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ اِذَا اَرَدْتُّ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِيْ حَتّٰى

اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَادِيًا وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهُ وَ لَمْ اَقْضِ مِنْ جِهَازِیْ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَ لَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ يَتَمَادٰى بِیْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا وَ تَفَارَطَ الْغَزْوُ، فَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِكَهُمْ فَيَالَيْتَنِیْ فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِكَ لِیْ فَطَفِقْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِی النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْزُنُنِیْ اَنِّیْ لَا اَرٰى لِیْ اُسْوَةً اِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَيْهِ فِی النِّفَاقِ اَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الضُّعَفَآءِ وَ لَمْ يَذْكُرْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ: فَقَالَ وَ هُوَ جَالِسٌ فِی الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ: مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِیْ عِطْفَيْهِ. فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ رَاٰى رَجُلًا مُبَيِّضًا يَزُوْلُ بِهِ السَّرَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ فَاِذَا هُوَ اَبُوْخَيْثَمَةَ الْاَنْصَارِیُّ وَ هُوَ الَّذِیْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِيْنَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُوْنَ قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِنْ تَبُوْكَ حَضَرَنِیْ بَثِّیْ، فَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَ اَقُوْلُ بِمَا اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ غَدًا، وَّ اَسْتَعِيْنُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِیْ رَاْیٍ مِنْ اَهْلِیْ، فَلَمَّا قِيْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّی الْبَاطِلُ حَتّٰى عَرَفْتُ اَنِّیْ لَمْ اَنْجُ مِنْهُ بِشَیْءٍ اَبَدًا فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهٗ وَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا، وَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَآءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ، وَ كَانُوْا بِضْعًا وَ ثَمَانِيْنَ رَجُلًا، فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلَانِيَتَهُمْ وَ بَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَلَهُمْ وَ وَكَلَ سَرَآئِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى جِئْتُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: تَعَالَ، فَجِئْتُ اَمْشِیْ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِیْ: مَا خَلَّفَكَ؟ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَ اللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنِّیْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ بِعُذْرٍ، لَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَ لٰكِنِّیْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّیْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ يُسْخِطُكَ عَلَیَّ وَ اِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَیَّ فِيْهِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ فِيْهِ عُقْبَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ اللّٰهِ مَا كَانَ لِیْ مِنْ عُذْرٍ، وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَ لَا اَيْسَرَ مِنِّیْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ قَالَ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اَمَّا ھٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰہُ فِیْکَ. وَ سَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَاتَّبَعُوْنِیْ فَقَالُوْا لِیْ: وَاللّٰہِ مَا عَلِمْنَاکَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ ھٰذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِیْ اَنْ لَا تَکُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَیْہِ الْمُخَلَّفُوْنَ، فَقَدْ کَانَ کَافِیَکَ ذَنْبَکَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَکَ قَالَ: فَوَاللّٰہِ مَا زَالُوْا یُؤَنِّبُوْنَنِیْ حَتّٰی اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُکَذِّبَ نَفْسِیْ ثُمَّ قُلْتُ لَھُمْ: ھَلْ لَقِیَ ھٰذَامَعِیَ مِنْ اَحَدٍ قَالُوْا: نَعَمْ لَقِیَہٗ مَعَکَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ وَ قِیْلَ لَھُمَا مِثْلَ مَا قِیْلَ لَکَ قَالَ: قُلْتُ: مَنْ ھُمَا؟ قَالُوْا مُرَارَۃُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْعَمْرِیُّ، وھِلَالُ بْنُ اُمَیَّۃَ الْوَاقِفِیُّ، قَالَ: فَذَکَرُوْا لِیْ رَجُلَیْنِ صَالِحَیْنِ قَدْ شَھِدَا بَدْرًا فِیْھِمَا اُسْوَۃٌ قَالَ فَمَضَیْتُ حِیْنَ ذَکَرُوْھُمَا لِیْ. وَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ کَلَامِنَا اَ یُّھَا الثَّلٰثَۃُ مِنْ بَیْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْہُ قَالَ: فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ اَوْ قَالَ تَغَیَّرُوْا لَنَا. حَتّٰی تَنَکَّرَتْ لِیْ فِیْ نَفْسِی الْاَرْضُ فَمَاھِیَ بِالْاَرْضِ الَّتِیْ اَعْرِفُ، فَلَبِثْنَا عَلٰی ذٰلِکَ خَمْسِیْنَ لَیْلَۃً. فَاَمَّاصَاحِبَایَ فَاسْتَکَانَا، وَ قَعَدَا فِیْ بُیُوْتِھِمَا یَبْکِیَانِ وَ اَمَّا اَنَا فَکُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَ اَجْلَدَھُمْ، فَکُنْتُ اَخْرُجُ، فَاَشْھَدُ الصَّلٰوۃَ مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ، وَاَطُوْفُ فِی الْاَسْوَاقِ وَ لَا یُکَلِّمُنِیْ اَحَدٌ، وَّ اٰتِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَ ھُوَ فِیْ مَجْلِسِہٖ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ: ھَلْ حَرَّکَ شَفَتَیْہِ بِرَدِّ السَّلَامِ اَمْ لَا؟ ثُمَّ اُصَلِّیْ قَرِیْبًا مِّنْہُ وَ اُسَارِقُہُ النَّظَرَ، فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰی صَلَاتِیْ نَظَرَ اِلَیَّ وَ اِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَہٗ اَعْرَضَ عَنِّیْ، حَتّٰی اِذَا طَالَ ذٰلِکَ عَلَیَّ مِنْ جَفْوَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ مَشَیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَآئِطِ اَبِیْ قَتَادَۃَ وَ ھُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ، فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَوَ اللّٰہِ مَارَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ. فَقُلْتُ لَہٗ: یَا اَبَا قَتَادَۃَ اَنْشُدُکَ بِاللّٰہِ ھَلْ تَعْلَمُنِیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَکَتَ فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّہٗ فَسَکَتَ فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّہٗ. فَقَالَ: اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، فَفَاضَتْ عَیْنَایَ وَ تَوَلَّیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ، فَبَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ فِیْ سُوْقِ الْمَدِیْنَۃِ اِذَا نَبَطِیٌّ مِّنْ نَبَطِ اَھْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ یَبِیْعُہٗ بِالْمَدِیْنَۃِ یَقُوْلُ: مَنْ یَّدُلُّ عَلٰی کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ یُشِیْرُوْنَ لَہٗ اِلَیَّ حَتّٰی جَآءَ نِیْ فَدَفَعَ اِلَیَّ کِتَابًا مِنْ مَّلِکِ غَسَّانَ، وَ کُنْتُ کَاتِبًا، فَقَرَاْتُہٗ فَاِذَا فِیْہِ: ”اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّہٗ قَدْ بَلَغَنَا اَنَّ صَاحِبَکَ قَدْ جَفَاکَ وَ لَمْ یَجْعَلْکَ اللّٰہُ بِدَارِھَوَانٍ وَ لَا مَضِیْعَۃٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِکَ“ فَقُلْتُ حِیْنَ قَرَاْتُھَا: وَ ھٰذِہٖ اَیْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَیَمَّمْتُ بِھَا التَّنُّوْرَ

فَسجَرْتُهَا، حتّٰى اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْیُ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاتِيْنِیْ فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَامُرُکَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَکَ، فَقُلْتُ: اُطَلِّقُهَا اَمْ مَا ذَا اَفْعَلُ فَقَالَ: لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا وَ اَرْسَلَ اِلٰى صَاحِبَیَّ بِمِثْلِ ذٰلِکَ فَقُلْتُ لِاِمْرَأَتِیْ الْحَقِیْ بِاَهْلِکِ فَكُوْنِیْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ فَجَآءَتْ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهٗ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَآئِعٌ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدُمَهٗ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبَنَّکِ فَقَالَتْ: اِنَّهٗ وَ اللّٰهِ مَا بِهٖ مِنْ حَرَكَةٍ اِلٰى شَیْءٍ، وَ وَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِیْ مُنْذُ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ اِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا وَ قَالَ لِیْ بَعْضُ اَهْلِیْ: لَوِ اسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی امْرَأَتِکَ فَقَدْ اَذِنَ لِاِمْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَهٗ؟ فَقُلْتُ: لَا اَسْتَاْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَا يُدْرِيْنِیْ مَا ذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُهٗ، وَ اَنَا رَجُلٌ شَابٌّ، فَلَبِثْتُ بِذٰلِکَ عَشَرَ لَيَالٍ فَكَمُلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِنْ حِيْنَ نُهِیَ عَنْ كَلَامِنَا ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِنَا، فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِیْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَّا قَدْ ضَاقَتْ عَلَیَّ نَفْسِیْ وَ ضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ يَقُوْلُ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ: يَا كَعْبَ بْنَ مَالِکٍ اَبْشِرْ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَ عَرَفْتُ اَنَّهٗ قَدْ جَآءَ فَرَجٌ. فَاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا، فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَیَّ مُبَشِّرُوْنَ وَ رَكَضَ اِلَیَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَ سَعٰى سَاعٍ مِنْ اَسْلَمَ قِبَلِیْ وَ اَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ، فَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِی الَّذِیْ سَمِعْتُ صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِیْ نَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَیَّ فَكَسَوْتُهُمَا اِيَّاهُ بِبِشَارَتِهٖ، وَ اللّٰهِ مَا اَمْلِکُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ اَتَاَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِی النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنِیْ بِالتَّوْبَةِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِیْ: لِتَهْنِکَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْکَ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِیْ وَ هَنَّاَنِیْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهٗ فَكَانَ كَعْبٌ لَّا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ. قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ هُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ:

اَبْشِرْ بِخَیْرِ یَوْمٍ مَرَّ عَلَیْکَ مُذْ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ فَقُلْتُ: اَ مِنْ عِنْدِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ؟ قَالَ: لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ، وَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَاَنَّ وَجْھَہٗ قِطْعَۃُ قَمَرٍ وَ کُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِکَ مِنْہُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِیْ صَدَقَۃً اِلَی اللّٰہِ وَ اِلٰی رَسُوْلِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اَمْسِکْ عَلَیْکَ بَعْضَ مَالِکَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ فَقُلْتُ: اِنِّیْ اُمْسِکُ سَھْمِیَ الَّذِیْ بِخَیْبَرَ وَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِنَّمَا اَنْجَانِیْ بِالصِّدْقِ وَ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ لَّا اُحَدِّثَ اِلَّا صِدْقًا مَا بَقِیْتُ فَوَ اللّٰہِ مَا عَلِمْتُ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَبْلَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ صِدْقِ الْحَدِیْثِ مُنْذُ ذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ مِمَّا اَبْلَانِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی، وَاللّٰہِ مَا تَعَمَّدْتُّ کِذْبَۃً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِ ھٰذَا وَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَحْفَظَنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْمَا بَقِیَ قَالَ: فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ حَتّٰی بَلَغَ: اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. وَ عَلَی الثَّلَاثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ حَتّٰی بَلَغَ: اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ.“

قَالَ کَعْبٌ: وَاللّٰہِ مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ نِعْمَۃٍ قَطُّ بَعْدَ اِذْ ھَدَانِیَ اللّٰہُ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ صِدْقِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا اَکُوْنَ کَذَبْتُہٗ فَاَھْلِکَ کَمَا ھَلَکَ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا، اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ لِلَّذِیْنَ کَذَبُوْا حِیْنَ اَنْزَلَ الْوَحْیَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ”سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْھِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْھُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمْ اِنَّھُمْ رِجْسٌ وَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ“

قَالَ کَعْبٌ: کُنَّا خُلِّفْنَا اَیُّھَا الثَّلَاثَۃُ عَنْ اَمْرِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ قَبِلَ مِنْھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ حَلَفُوْا لَہٗ فَبَایَعَھُمْ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمْ وَ اَرْجَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰی قَضَی اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْہِ بِذٰلِکَ. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ”وَ عَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا“ وَ لَیْسَ الَّذِیْ ذَکَرَ مِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفُنَا عَنِ الْغَزْوِ وَ اِنَّمَا ھُوَ تَخْلِیْفُہٗ اِیَّانَا وَ اِرْجَآؤُہٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَہٗ وَاعْتَذَرَ اِلَیْہِ فَقَبِلَ مِنْہُ“ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

وَ فِیْ رِوَایَةٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَخْرُجَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ.

وَ فِیْ رِوَایَةٍ وَ کَانَ لَا یَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِی الضُّحٰی فَاِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰی فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِیْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: ''وہ اپنے باپ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نابینا ہوجانے کے بعد اس کے قائد تھے۔'' وہ اپنے باپ کے جنگ تبوک میں پیچھے رہ جانے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں میرے باپ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں غزوۂ تبوک کے علاوہ کسی جنگ میں رسول اللہ ﷺ سے الگ نہیں رہا، البتہ غزوۂ بدر میں بھی شریک نہ ہوسکا اور غزوۂ بدر میں نہ شریک ہونے والے موردِ عتاب نہ ہوئے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قریش کے قافلہ کے لئے نکلے تھے۔ بلا ارادہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کروادیا۔ عقبہ کی رات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جہاں ہم نے اسلام پر ڈٹے رہنے کا پختہ عہد کیا، میرے نزدیک اس کے بجائے جنگ بدر میں شریک ہونا زیادہ محبوب نہ تھا اگرچہ عام طور پر لوگوں میں غزوۂ بدر کا چرچا بہ نسبت بیعت عقبہ کے بہت زیادہ ہے۔ غزوۂ تبوک سے میرے پیچھے رہنے کا واقعہ یوں ہے کہ میں ان دنوں بہ نسبت دوسرے غزوات کے زیادہ قوت کا مالک اور بہت زیادہ مالدار تھا۔ خدا کی قسم اس سے قبل مجھے کبھی دو سواریاں میسر نہیں آئیں لیکن اس جنگ میں میرے پاس دو سواریاں موجود تھیں رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی محاذ پر جنگ کرنے کے لئے تیاری فرماتے تو اس کو پردۂ اخفاء میں رکھتے ہوئے دوسرے محاذ کا نام لیتے لیکن جنگ تبوک کے لئے جب رسول اللہ ﷺ تیاری فرمارہے تھے تو گرمی شدت کی پڑ رہی تھی سفر لمبا تھا لق و دق جنگلات کو طے کرنا تھا دشمن تعداد میں زیادہ تھے اس لئے آپ ﷺ نے واشگاف الفاظ میں محاذ کا تعین فرمایا تاکہ جنگ کی مکمل تیاری کریں۔ مسلمانوں کی تعداد کافی تھی کسی رجسٹر میں ان کے ناموں کا اندراج نہ تھا پس جو شخص جنگ میں شریک نہ ہوتا جب تک کہ اس کے متعلق وحی نازل نہ ہوتی اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہ چلتا۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ سے جنگ کے لئے نکلے تو اس وقت میوہ جات پک چکے تھے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میرا میلان پھلوں اور درختوں کے سایوں میں رہنے کی طرف زیادہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور

مسلمان جنگ کی تیاری کر چکے تھے میں صبح کے وقت جنگ کی تیاری کے لئے آمادہ ہوتا مگر میرا ارادہ تشنۂ تکمیل رہتا اور دل ہی دل میں سوچتے ہوئے کہہ اٹھتا کہ میں جب چاہوں گا کر گذروں گا، تمام وسائل میسر ہیں۔ میں اسی کشمکش میں رہا لیکن لوگوں نے سفر کی تیاریاں مکمل کرلیں، چنانچہ رسول ﷺ کی معیت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صبح سویرے جنگ تبوک کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے لیکن میں سفر کے سامان کی تیاری نہ کرسکا، دوسرے روز بھی کچھ کئے بغیر واپس آگیا۔ میری کیفیت مسلسل یہی رہی، مجاہدین محاذ کی طرف تیزی کے ساتھ جارہے تھے مجھے برابر یہ خیال دامن گیر رہا میں جب بھی نکل پڑا تو ان سے جاملوں گا۔ کاش! میں اس خیال کو عملی جامہ پہنا دیتا لیکن میرے مقدر میں نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ کے بازاروں میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا کہ سوائے منافقین، معذور، کمزور انسانوں کے میرے جیسا مجھے کوئی نظر نہ آتا۔ تبوک پہنچ کر آپ ﷺ نے مجھے یاد فرمایا، پاس بیٹھنے والے لوگوں سے دریافت فرمایا کعب بن مالک کا کیا بنا؟ بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اس کو اس کی دو چادروں اور اپنے دونوں پہلوؤں کی طرف دیکھنے نے روک لیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونک اٹھے کہنے لگے تم نے غلط کہا بخدا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کے متعلق ہم تو سوائے بھلائی کے کچھ نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، اسی دوران آپ ﷺ نے ایک سفید پوش آدمی کو ریگستان میں آتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوخیثمہ! واقعی وہ ابوخیثمہ نکلا۔ یہ وہ انسان تھے جن پر منافقین نے زبان طعن دراز کی تھی جب اس نے ایک صاع کھجوریں خیرات کی تھیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جب مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے وطن کی جانب آرہے ہیں تو مجھے غم واندوہ نے گھیر لیا اور میں جھوٹ بنانے کے لئے سوچنے لگا اب کون سی تدبیر کل مجھے رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے بچا سکے گی، گھر والوں میں سے جو لوگ سمجھدار تھے ان سے مدد طلب کر رہا تھا۔ پھر جب مجھ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب آنے والے ہیں تو فرسودہ خیالات ذہن سے محو ہونے لگے اور میں نے محسوس کیا کہ دروغ گوئی سے مجھے نجات حاصل نہیں ہوگی پس میں نے سچ بولنے کا عزم کرلیا اگلی صبح رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی جب آپ ﷺ سفر سے واپس آتے، تو پہلے مسجد تشریف لا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر لوگوں کے درمیان بیٹھ جاتے۔ حسب معمول جب آپ ﷺ نے

ایسا کیا تو تبوک سے پیچھے رہنے والے لوگ عذرخواہی کرتے ہوئے قسمیں اٹھاتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں آنے لگے، یہ لوگ کچھ اوپر اسّی (۸۰) تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر ان کے عذر کو قبول فرمایا ان سے بیعت لی اوران کے لئے دعائے مغفرت کی اوران کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کر دیا، بالآخر میں حاضر ہوا، سلام کہا، آپ ﷺ مسکرائے تو ضرور لیکن ناراض دکھائی دیتے تھے۔ فرمایا آؤ، میں آپ ﷺ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پیچھے رہ جانے کی کیا وجہ تھی کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار انسان کے پاس بیٹھا ہوتا تو یقیناً میں عذرخواہی کرتا ہوا اس کی ناراضگی سے نجات حاصل کر لیتا کیونکہ مجھے نکتہ افرینی کا ملکہ حاصل ہے۔ لیکن خدا کی قسم میں خوب جانتا ہوں اگر جھوٹ کہہ کر آپ ﷺ کو راضی کر لیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مجھ پر ناراض کر دے گا، اور اگر میں سچی بات کہوں تو آپ ﷺ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے لیکن اللہ کی طرف سے مجھے اچھے انجام کی امید ہے۔ خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہیں تھا، خدا کی قسم میں کبھی اتنا مضبوط اور مالدار نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص نے سچ کہا ہے، چلے جاؤ اللہ تمہارا فیصلہ فرمائیں گے۔ بنوسلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے پیچھے چلنے لگے مجھ سے کہا خدا کی قسم اس سے پہلے ہمارے علم میں تم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، تجھ سے کوئی عذر بھی نہ پیش کیا جا سکا جیسا کہ دیگر پیچھے رہ جانے والوں نے عذر پیش کئے، تمہارے قصور کی معافی کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے مغفرت کی دعا فرماتے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ لوگ مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اپنی پہلی بات کی تکذیب کر دوں لیکن میں نے ان سے پوچھا کیا اس معاملہ میں میرے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! تیرے ساتھ دو آدمی اور بھی ہیں جنہوں نے وہی بات کہی ہے جو تو نے کہی ہے اور نبی ﷺ نے جو بات تجھ سے کہی ہے ان سے بھی وہی بات کہی ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہیں انہوں نے کہا مرارہ بن ربیع العمری اور ہلال بن اُمیہ واقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے جب میرے سامنے دو نیک انسانوں کا نام لیا جو غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے میرے لئے اسوہ تھے تو ان کا نام سننے کے بعد میں اپنے پہلے موقف پر قائم رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگ تبوک میں نہ شریک ہونے والوں میں صرف ہم تینوں کے مقاطعہ کا حکم فرمایا چنانچہ لوگ ہم

سے کنارہ کشی اختیار کرگئے اور بالکل بدل گئے یہاں تک کہ میرے لئے گویا زمین بدل چکی تھی اور اس سے کچھ جان پہچان نہ تھی۔ پچاس روز تک ہماری یہی کیفیت رہی، میرے دونوں ساتھی کمزور تھے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے اور رونا شروع کردیا، البتہ میں نوجوان طاقتور تھا، ادائیگی نماز کے لئے مسجد جاتا، بازاروں میں گھومتا لیکن کوئی شخص مجھ سے گفتگو نہ کرتا، ادائیگی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضری دیتا، سلام کہتا اور دل میں یہ خیال کرتا کہ آیا میرے سلام کے جواب میں آپ ﷺ نے لب مبارک ہلائے ہیں یا نہیں؟ پھر میں آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھنی شروع کردیتا اور نظریں چرا کر دیکھتا جب میری مشغولیت نماز میں ہوتی تو آپ ﷺ میری طرف دیکھتے اور جب میری توجہ آپ ﷺ کی طرف ہوتی تو آپ ﷺ اعراض فرماتے۔ خلاصہ یہ کہ جب مسلمانوں کی جفاکشی درازتر ہوگئی تو میں ایک روز ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ کی دیوار پھاند کر اس کے ہاں پہنچا۔ ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے چچیرے بھائی اور بہترین دوست تھے میں نے سلام کہا مگر خدا کی قسم اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے کہا ابوقتادہ! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو میرے متعلق جانتا ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت ہے؟ وہ خاموش رہا، میں نے دوبارہ خدا کا واسطہ دیا اس دفعہ بھی وہ چپ رہا پھر میں نے تیسری بار خدا کا واسطہ دے کر پوچھا تو اس نے صرف اتنا کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، اس کے جواب سے میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ میں دیوار پھاند کر واپس چلا آیا۔

ایک دن میں مدینہ کے بازار میں گھوم پھر رہا تھا کہ ملک شام کا ایک باشندہ کسان جو مدینہ کی منڈی میں غلہ فروخت کرنے آیا تھا میرے متعلق پوچھ رہا تھا کہ مجھے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک کا پتہ بتا دیجئے، جواباً لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا اس نے میرے پاس پہنچ کر میرے ہاتھ میں غسان کے بادشاہ کا خط پکڑا دیا میں چونکہ لکھنا جانتا تھا میں نے پڑھا اس میں تحریر تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ساتھی (رسول اللہ ﷺ) نے تجھ پر زیادتی کی ہے حالانکہ اللہ نے تجھے ذلت اور گمنامی کا مقام نہیں دیا پس تم ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمہاری حوصلہ افزائی کریں گے۔ میں نے خط پڑھنے کے بعد کہا یہ بھی میری ایک آزمائش ہے فوراً میں نے اس کو تنور میں جھونک دیا۔ جب پچاس دنوں سے چالیس دن گذر گئے اور وحی بھی خاموش رہی تو ایک روز رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک قاصد آیا اس نے کہا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرو میں نے کہا طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ قاصد نے کہا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کرو اور قربت نہ کرو میرے

دوسرے دوساتھیوں کی طرف بھی اسی قسم کا پیغام بھجوایا گیا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا اپنے میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہ فرما دیں۔ ہلال بن امیہ کی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی یا رسول اللہ! ہلال بن امیہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے کوئی خادم بھی نہیں رکھتا کیا اگر میں اس کی خدمت کرتی رہوں تو آپ اس کو ناگوار فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن اس کو قربت کی اجازت نہیں ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم اس میں کوئی حرکت ہی نہیں ہے اور جب سے یہ واقعہ رونما ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک وہ برابر رو رہا ہے۔ میرے بعض گھر والوں نے بھی مجھ سے کہا اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے لئے اجازت طلب کرلو اس لئے کہ آپ ﷺ نے ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امیہ کی عورت کو خدمت کرنے کی اجازت عطا فرما دی ہے۔

میں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں مانگوں گا اور نہیں معلوم آپ ﷺ کیا جواب دیں گے پھر میں تو ایک نوجوان انسان ہوں۔ اسی طرح دس راتیں گذر گئیں، کل پچاس راتیں گذر چکی تھیں، پچاسویں رات کی صبح میں نے صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر ادا کی اور میری حالت بالکل وہی تھی جس کی نقشہ کشی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمائی ہے کہ میں اپنی جان سے بیزار ہو چکا تھا اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تنگ ہو چکی تھی کہ اچانک میں نے سلع پہاڑی پر بلند آواز کے ساتھ ایک منادی کرنے والے کی آواز کو سنا کہ اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ میں فوراً سجدے میں گر پڑا اور مجھے معلوم ہوا کہ امید کی کرنیں جلوہ افروز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول فرمالی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے چل دیئے تھے میرے ساتھیوں کی طرف سے بھی خوشخبری دینے کے لئے لوگ پہنچے اور میری طرف ایک آدمی گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ اسلم قبیلہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا، اس کی آواز گھوڑے سوار سے پہلے پہنچی جب وہ میرے پاس آیا جس کی آواز کو میں نے سنا کہ وہ مجھے خوشخبری سنا رہا ہے تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اُتار کر اس کو پہنا دیئے۔ اللہ کی قسم اس وقت میں صرف ان دو کپڑوں کا ہی مالک تھا اور میں نے عاریۃً دو کپڑے لے کر پہن لئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں لوگ جماعتوں کی شکل میں مجھے توبہ کی قبولیت پر مبارکباد پیش کر رہے تھے اور مجھے کہہ رہے تھے مبارک ہو خدا نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ میں مسجد میں پہنچا، رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے اردگرد لوگ بیٹھے تھے مجھے آتا

دیکھ کر طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبید اللہ میری طرف لپکے، مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ خدا کی قسم مہاجرین سے اس کے علاوہ کوئی دوسرا انسان نہ اُٹھا۔ چنانچہ کعب رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پیشوائی کو کبھی فراموش نہ فرماتے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا، فرمایا خوش ہو جاؤ جب سے تمہاری والدہ نے تمہیں جنا ہے آج کا دن تمہارے لئے سب سے بہتر دن ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ بشارت نامہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے، فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک دمک اٹھتا تھا یوں معلوم ہوتا جیسا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اس سے ہم آپ ﷺ کی خوشی معلوم کرتے۔ جب میں آپ ﷺ کے سامنے جا کر بیٹھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل تب ہوگی کہ میں اپنے تمام مال سے دستبرداری اختیار کرتا ہوا اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں صدقہ پیش کروں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ مال اپنے قبضہ میں رکھو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا تو میں خیبر کے حصہ کو اپنے قبضہ میں کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی بدولت نجات دی ہے اور اب میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ پوری زندگی سچ بولوں۔ اللہ کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سچ بولنے کا عہد کیا تو میں نہیں سمجھتا کہ سچائی کے متعلق مجھ سے زیادہ کسی مسلمان کی آزمائش ہوئی ہو اور خدا کی قسم اس دن سے لے کر آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اور مجھے امید ہے آئندہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں ”بیشک خدا نے پیغمبر پر مہربانی کی اور مہاجرین اور انصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے، پھر خدا نے ان پر مہربانی فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔ اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا کے ہاتھ سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں، پھر خدا نے ان پر مہربانی کی تا کہ وہ توبہ کریں یقیناً وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اور اے اہل ایمان خدا سے ڈرتے رہو اور راستبازوں کے ساتھ رہو۔“ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں خدا کی قسم جب سے مجھے اللہ نے اسلام کی دولت سے

نوازا ہے مجھ پر اس سے بڑا انعام اور کوئی نہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا وگرنہ جھوٹ بولنے سے میں تباہ و برباد ہو جاتا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کو جس قدر بُرا قرار دیا ہے شائد دوسرے مجرموں کو اتنا مذموم قرار نہیں دیا۔ ارشاد خداوندی ہے ''جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تمہارے اوپر خدا کی قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان پر درگذر کرو سو ان کی طرف التفات نہ کرنا یہ ناپاک ہیں اور جو کام یہ کرتے ہیں ان کے بدلے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو خدا تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔'' کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہمارا تین آدمیوں کا معاملہ ان لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا جن کی عذر خواہی اور قسموں کو قبول کر لیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیعت لی اور ان کے لئے دعاء مغفرت فرمائی لیکن ہمارے معاملہ کو رسول اللہ ﷺ نے مؤخر فرمایا یہاں تک کہ اللہ نے ہمارا فیصلہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ تین آدمی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا۔'' اس آیت کا مطلب یہ لینا کہ وہ تین آدمی جو جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے شریک نہ ہو سکے صحیح نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ جمعرات کے دن غزوہ تبوک کے لئے نکلے اور آپ ﷺ جمعرات کے روز سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے آپ ﷺ سفر سے واپس چاشت کے وقت تشریف لاتے اولاً مسجد میں دو رکعت ادا فرماتے پھر وہاں بیٹھ جاتے۔

لغات: ❖ تخلّف: خَلَفَ. خَلْفًا، ضرب سے بمعنی پیچھے رہ جانا۔ تخلّف پیچھے رہنا۔ خلِف خَلَفًا سمع سے بمعنی بائیں ہاتھ ہونا۔ بھینگا ہونا، بے وقوف ہونا۔

❖ یعاتب: عَتَبَ، عَتبًا و عُتبانًا نصر اور ضرب سے بمعنی سرزنش کرنا۔ خفگی کرنا۔

❖ شهدت: شهِد، شُهُودًا سمع سے بمعنی مجلس میں حاضر ہونا اور کرم سے شهُد شهادةً بمعنی گواہی دینا۔

❖ تواثقنا: وَاثَقَ، وِثَاقًا و مُوَاثَقَةً مفاعله سے بمعنی معاہدہ کرنا۔ باہم عہد و پیمان کرنا۔

❖ ورّٰی: وَرّٰی، تَورِيَةً بمعنی چھپانا۔ وری یری وَرِيًا ضرب سے بمعنی چقماق کا آگ نکالنا۔

❖ فجلی: جلا، جلوًا و جلاءً نصر سے بمعنی کسی امر کو واضح کرنا۔ ظاہر و آشکارا کرنا۔

❖ لیتأهبو: أَهَّبَ و تأَهَّبَ بمعنی کسی کام کے لئے تیار و آمادہ ہونا۔

❖ فتجهز: جَهَزَ، جَهْزًا فتح سے بمعنی زخمی کو مار کر اس کا کام تمام کر دینا۔ جَهَّزَ مہیا کرنا، تیار کرنا۔ جدید لغت میں جِهاز بمعنی

نظام، سسٹم۔

❖ طفقت: طفِقَ، طَفَقَ، طفقًا، طفوقاً سمع سے اورضرب سے بمعنی شروع کرنا۔

❖ استمر: استمر، استمراراً، استفعال سے بمعنی گزرنا، جانا، ایک حالت یا ایک طریقہ پر برقرار رہنا۔

❖ یحزننی: حزِن، حزناً سمع سے بمعنی رنجیدہ ہونا، غمگین ہونا، صفت حزین۔ جمع حُزَناء و حِزان، حَزُن، حزونة. کرم سے بمعنی سخت ہونا۔

❖ بلغ: بلغ، بلوغاً نصر سے بمعنی پہنچنا۔ بالغ ہونا۔ بلُغ بلاغةً کرم سے بمعنی فصیح و بلیغ ہونا صفت بلیغ جمع بلغاء.

❖ عطفیه: العطف بمعنی بغل۔ ہر چیز کا کنارہ عطف القوس کمان کا کنارہ، عطفا الرجل مرد کے دونوں پہلو جمع اَعطَاف و عِطاف و عُطوف۔

❖ سَکَتَ: سَکَتَ سَکتًا و سُکوتاً نصر سے بمعنی خاموش ہونا۔ مرجانا۔

❖ السَرَابُ: دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں پانی کی طرح نظر آنے والی ریگستانی ریت۔ جھوٹ وفریب کے لئے یہ ضرب المثل ہے کہتے ہیں هوا خدع من السَراب وہ سراب سے زیادہ جھوٹا ہے اور فریبی ہے۔

❖ سَخِط: سخط، سخطًا سمع سے بمعنی کسی پر غضب ناک ہونا۔

❖ أنجح: نجح، نَجحًا و نُجحًا فتح سے بمعنی آسان ہونا۔ سہل ہونا۔ کام پورا ہونا۔ کامیاب ہونا۔

❖ قدم: قدِم، قدومًا سمع سے بمعنی سفر سے لوٹنا۔

❖ یعتذرون: اعتذرَ، اعتذارًا افتعال سے بمعنی عذر بیان کرنا۔ عَذَرَ عُذراً الزام سے بری کرنا، عذر قبول کرنا۔

❖ تبسم: بَسَمَ، بَسْمًا ضرب سے بمعنی مسکرانا۔

❖ ابتعت: باع، بیعًا بیچنا اور کبھی خریدنے کے معنی میں آتا ہے۔ ابتاع، ابتیاعًا بمعنی خریدنا۔ (لسان العرب)

❖ جدلاً: جدِل، جَدَلًا سمع سے بمعنی آدمی کا سخت جھگڑالو ہونا۔ جَدَل جَدْلاً نصر سے بمعنی دانہ کا خوشہ میں سخت ہونا۔

❖ یقضی: قضٰی، قَضَاءً ضرب سے بمعنی فیصلہ کرنا۔ جدید لغت میں دار القضاء، عدالت، کچہری۔

❖ عجزت: عَجَزَ عجزًا ضرب سے اور عجِز سمع سے بمعنی قادر نہ ہونا۔ طاقت نہ رکھنا، عاجز ہونا کہتے ہیں عجز فلانٌ عن العمل بوڑھا ہوگیا قدرت نہیں رکھتا۔ صفت عاجز ہے اور جمع عَواجزُ و عَجَزٌ۔

❖ فمضیت: مضی، مَضَاءً و مضواً ضرب سے بمعنی کسی امر پر ہمیشگی کرنا۔

❖ فاجتنبنا: جنب، جنبًا نصر سے بمعنی ہٹانا، دور کرنا۔ دفع کرنا۔

❖ فلبثنا: لبِث، لَبْثًا و لُبثًا سمع سے بمعنی ٹھہرنا۔

❖ أشبُّ: شبَّ، شباباً و شبیبةً لڑکے کا جوان ہونا۔

❖ ضاقت: ضاق، ضِیقًا و ضَیقًا بمعنی تنگ ہونا۔ صفت ضیق و ضائق و ضیّقٌ۔

❖ خورت: خرًّ، خرًّا و خروراً ضرب و نصر سے بمعنی بلندی سے پستی میں گرنا

❖ رکض: رَکَضَ، رکضاً نصر سے بمعنی دوڑنا، پاؤں ہلانا رکض الفرس برجلیه گھوڑے کو دوڑانے کے لئے ایڑھ لگانا۔

❖ یھنؤنِنی: هنّاه و تهنیئًا و تَهۡنِئَةً بمعنی مبارک باد دینا۔ هَنِئَی هناءً سمع سے بمعنی خوش ہونا۔

تشریح:
جھوٹ میں نجات نہیں ہے

عرفت لم انجح منه بشئی ابداً میں نے جان لیا کہ جھوٹ سے مجھ کو کبھی نجات نہیں ملے گی۔

منافقین جو غزوہ تبوک میں نہیں گئے ان کی تعداد اسّی سے کچھ زائد تھی ان سب نے جھوٹی قسم کھا کھا کر اپنے آپ کو وقتی طور سے بچالیا مگر ان تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سچ بولا، ان پر اللہ نے ان تینوں کی توبہ کو قبول فرما کر قرآن مجید کی آیات کا نزول فرمایا۔

لَقَدۡ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالۡمُهَاجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ ....وَ كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ اگر میں جھوٹ بولتا تو میں بھی تباہ ہوجاتا جیسے کہ وہ تباہ ہوئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا جن کے بارے میں قرآن مجید نے سخت وعید نازل فرمائی۔

يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ وَّمَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ. (۲)

ترجمہ: وہ قسمیں کھائیں گے اللہ جل شانہ کی جب تم واپس ان کے پاس جاؤ گے تا کہ تم ان سے درگذر کرو، تم ان سے اعراض ہی کرو اس لئے کہ وہ لوگ پلید ہی ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے ان کے کرتوتوں کی سزا میں۔ وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہوجاؤ اگر تم ان سے راضی بھی ہوجاؤ تو بیشک اللہ ایسے نافرمان لوگوں سے ہرگز راضی نہیں ہوتا۔

خوشخبری سنانے والوں کو ہدیہ دینا مستحب ہے

"نزعتُ لَهٗ ثوبَیَّ" میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر دے دیئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کوئی شخص خوشخبری سنائے تو اس کو کچھ دینا مستحب ہے۔ (۳)

اسی طرح جو شخص حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر آیا تھا انہوں نے بھی اس کو انعام دیا تھا۔

اہل تاریخ کا خیال ہے کہ بشارت دینے کے لئے دو آنے والے شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ (۴)

آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر کو پسند فرماتے تھے

وَ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّخْرُجَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ: ''آپ جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے۔''
تمام کے تمام ایام مبارک ہیں کوئی دن بھی منحوس نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کسی نے منحوس ہونے کا ذکر کیا تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا لَوْ کَانَ بِیَدِیْ سَیْفٌ لَاَقْتُلَنَّکَ بہرحال تمام دن ہی مبارک ہیں مگر آپ ﷺ جمعرات کو سفر کے لئے کیوں پسند فرماتے تھے؟

محدثینؒ نے اس کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں مثلاً:

جمعرات کے دن بندوں کے اعمال اللہ کے دربار میں پیش کئے جاتے ہیں تو آپ ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ جمعرات کے دن جب اعمال نامہ اللہ کے دربار میں پہنچے تو اس دن جہاد کا مبارک سفر بھی ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعرات کا دن پورے ہفتہ کے اعتبار سے کامل دن ہے اس لئے آپ ﷺ اس کو پسند فرماتے تھے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی کتاب المغازی (باب غزوۃ تبوک) و فی تَفْسِیْرِ سورۃ براءۃ (باب لقد تاب اللّٰہ علی النبی) و باب علی الثلاثۃ الذین خلفوا وغیرھا. رواہ ایضاً مسلم فی کتاب التوبۃ (باب توبۃ کعب رضی اللہ تعالی عنہ بن مالک ۲۷٦۹) و رواہ امام احمد فی مسندہ ۲۷۲٤٥/۱۰.

راوی حدیث حضرت کعبؓ بن مالکؓ کے مختصر حالات:

نام: کعبؓ، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام: مالکؓ، والدہ کا نام: لیلیٰ بنت زید بن ثعلبہ تھا بنوسلمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کی کنیت ابوبشر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ابوعبداللہؓ رکھ دی۔ عقبہ ثانیہ میں ۷۰ آدمیوں میں یہ بھی تھے۔ (بخاری ۱/۵٥۰)

بدر میں شرکت نہ کر سکے، اُحد کے بعد سے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ تبوک میں شرکت نہ کر سکے باوجود نیت کے اگرچہ اس غزوہ کے لئے حضرت کعبؓ نے اونٹ بھی تیار کئے لیکن آج کل اور آج کل میں رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے، پھر پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی لڑائیوں میں دونوں سے الگ رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تین شاعر تھے ان میں ایک کعبؓ بھی تھے۔ ان کے کلام میں بڑا اثر تھا صرف دو شعر جب قبیلہ دوس والوں نے سنے تو سب مسلمان ہو گئے وہ شعر یہ ہیں:

فقضینا من تہامۃ کل ویر　　و خیبر ثم اغمدنا السیوفا

ترجمہ: ''تہامہ اور خیبر سے ہم نے کینہ کو دور کر دیا۔ تلواریں نیام میں کر لیں۔''

بخیرھا و لو نطقت لقالت　　قوا طعھن دوسا و ثقیفا

ترجمہ: ''اب ہم پھر ان کو اٹھاتے ہیں اور اگر بول سکیں تو کہیں کہ اب دوس یا ثقیف کا نمبر ہے۔''

وفات: امیر معاویہؓ کے عہد میں ۵۰ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے روایات کی تعداد ۸۰ ہے بخاری اور مسلم تین میں متفق ہیں بخاری میں ایک اور مسلم دو میں منفرد ہیں۔

---

(۱) کتب سیر　(۲) تفسیر مظہری ۵/۴۴۱　(۳) روضۃ المتقین ۱/٦۲　(۴) تفسیر مظہری ۵/۴۳۹
(۵) مرقاۃ ۷/۳۲٦، التعلیق الصبیح ۴/۳٥۸، الأشعۃ ۳/۳۸٦

صدق دل سے توبہ کا ثمرہ

(۲۲) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ نُجَیْدٍ (بِضَمِّ النُّوْنِ وَ فَتْحِ الْجِیْمِ) عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِنْ جُھَیْنَةَ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ ھِیَ حُبْلٰی مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْہُ عَلَیَّ فَدَعَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَلِیَّھَا فَقَالَ: اَحْسِنْ اِلَیْھَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِیْ فَفَعَلَ، فَاَمَرَ بِھَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَشُدَّتْ عَلَیْھَا ثِیَابُھَا، ثُمَّ اَمَرَ بِھَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْھَا فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ: تُصَلِّیْ عَلَیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ قَدْ زَنَتْ؟ قَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ سَبْعِیْنَ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ لَوَسِعَتْھُمْ وَ ھَلْ وَجَدْتَّ اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِھَا لِلّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ﴾

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت جو زنا سے حاملہ ہوچکی تھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر کہنے لگی یا رسول اللہ مجھ پر حد لگایئے۔ مجھ سے جرم حد سرزد ہوچکا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کے ولی کو بلا کر کہا اس کے ساتھ احسان کرو۔ جب وضع حمل ہوجائے تو اس کو میرے پاس لانا۔ اس آدمی نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسے حاضر کیا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے اس پر کپڑے باندھ دیئے گئے اور رجم کردیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ زانیہ کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے تو تمام کو کافی ہوجائے۔ کیا اس سے زیادہ بہتر توبہ کا تصور ممکن ہے کہ اس نے توبہ کرتے ہوئے اپنی جان کو قربان کردیا ہے۔''

لغات: ❖ اتت: اَتٰی اِتْیَاناً ضرب سے بمعنی حاضر ہونا۔

❖ حبلٰی: حبلت حَبَلًا سمع سے بمعنی حاملہ ہونا۔ صفت حَابِلَة جمع حَبَلَة و حُبْلٰی جمع حُبَالٰی و حُبلیات.

❖ فدعا: دَعَا دعاءً دعوًی نصر سے بمعنی پکارنا، مدد چاہنا۔

❖ فرجمت: رَجَمَ، رَجماً نصر سے بمعنی پتھروں سے مارنا، سنگسار کرنا۔

❖ قسمت: قسم، قسماً ضرب سے بمعنی تقسیم کرنا۔ جدید لغت میں قِسمٌ بمعنی شعبہ۔

تشریح: امرأة من جهينة: جہینہ قبیلہ کی عورت۔

مسلم شریف کی روایت میں قبیلہ غامد آتا ہے محدثینؒ فرماتے ہیں ان میں آپس میں تعارض نہیں ہے قبیلہ غامد بھی جہینہ ہی کے خاندان سے ہے۔ (۱)

اَتَتْ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم میں جذبہ خوف الٰہی اور محاسبہ آخرت کس درجہ تھا حالانکہ معلوم تھا کہ اس کی سخت سزا ہوگی مگر دنیا کی یہ سزا آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

حاملہ عورت کو رجم نہیں کیا جاتا

فاذا وضعت فاتنی ''جب وضع حمل ہوجائے تو اس کو میرے پاس لے آنا'' امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہؒ کا مذہب یہی ہے کہ حاملہ عورت کو رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں بچہ کی بھی جان چلی جائے گی بلکہ وضع حمل کے بعد بھی جب تک وہ بچہ اپنی ماں سے مستغنی نہ ہوجائے یعنی دودھ چھوڑ کر دوسری غذا کو استعمال نہ کرنے لگ جائے اس وقت تک زانیہ کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ (۲)

ثم صلّی علیھا پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

زنا کرنے والے کی نماز جنازہ کون لوگ پڑھیں گے؟

اس بارے میں دو مذہب ہیں۔ پہلا مذہب امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ سب ہی لوگ نماز جنازہ پڑھیں۔ دوسرا مذہب امام مالکؒ اور ایک قول امام احمدؒ کا یہ ہے کہ امیر المؤمنین، اہل الفضل (یعنی علماءؒ ومشائخؒ وغیرہ) اس کی نماز نہ پڑھیں۔

پہلے مذہب والوں کا استدلال اسی حدیث بالا سے ہے۔

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ. (۳)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر۔ تو جن روایات میں نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے وہ روایات مقدم ہوں گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جن میں راوی زیادہ ثقہ ہوں گے وہ روایات مقدم ہوں گی تو یصلی علیھا والی روایت بخاری نے نقل کی ہے۔

تیسرا جواب مَنْ حَفِظَ حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ لَمْ يَحْفَظْ. (۴)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الحدود (باب من اعترف علی نفسہ بالزنی) ۱۶۹۶ رواہ احمد فی

سنده ۷/ ۱۹۹۷٤، ابو داؤد، ترمذی و النسائی ۱۹۵٦.

راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عمران، ابونجید کنیت، والد کا نام: حصین تھا ہجرت کی ابتداء میں مشرف باسلام ہوئے۔ (مستدرک حاکم ۳/۴۷۱)
بعض غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر مدینہ برابر آتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ آنا چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب بصرہ آباد ہوا تو وہاں منتقل ہوگئے، حضرت عمرؓ نے فقہ کی تعلیم ان کے ذمہ لگائی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عمرؓ کے بعد جب لڑائیاں ہوئیں تو یہ ان لڑائیوں سے دور رہے۔ (اصابہ ۵/۲۷)

علامہ ابن عبدالبرؒ نے فرمایا: كان من فضلاء الصحابة و فقهائهم ''عمران فقہائے صحابہؓ میں سے تھے۔'' (استیعاب ۲/۴٦۸)

حسن بصریؒ کہتے ہیں عمرانؓ جیسے بہتر آدمی بصرہ میں نہیں آئے۔ (استیعاب ۲/۴٦۸)

ان کی زندگی کی نمایاں خصوصیات احترام رسول، پابندی اسوۂ رسول، عبادات میں ریاضت برداشت کرنا تھا۔ آپؓ کی ذات مرجع الخلائق تھی جس راستے سے گذرتے لوگ مسائل معلوم کرتے۔

وفات: استسقاء کا مرض لاحق ہوا اسی مرض میں ۵۲ھ میں بصرہ میں انتقال ہوا۔ (مستدرک ۳/۴۷۱)

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۱۳۰ ہے۔ احادیث میں بہت زیادہ محتاط تھے اس لئے ان کی مرویات کم ہے۔ ۸ میں بخاری و مسلم متفق ہیں بخاری میں ۴ اور مسلم میں ۹ منفرد ہیں۔

---

(۱) مسلم شریف
(۲) التعلیق الصبیح ۴/۱۷۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۷/۱۳۵، نزھۃ المتقین ۱/۴۵
(۳) ابوداؤد
(۴) مرقاۃ ۷/۱۳٦ الأشعۃ اللمعات ۳/۲۷۳

اولاد آدم کے منہ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز بھر نہیں سکتی

(۲۳) ﴿وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ. وَ لَنْ يَّمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر آدم علیہ السلام کے بیٹے کو سونے کی ایک وادی مل جائے تو وہ آرزو کرے گا کہ اسے دو وادیاں میسر آجائیں۔ آدم علیہ السلام کے بیٹے کے منہ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز بھر نہیں سکتی اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

لغات: ❖ وادیاً: الوادی پہاڑوں یا ٹیلوں کے درمیان کا فاصلہ جو سیلاب کے بہنے کی جگہ ہو۔ جمع اَودِیَۃ. **بکل وادٍ اثر من ثعلبة** محاورہ ہے ہر وادی میں بنی ثعلبہ کا اثر موجود ہے۔

❖ یملأ: مَلا مَلاء مِلاءً نصر سے بمعنی بھرنا۔

❖ فاہٗ: بمعنی منہ جمع افواہ۔

❖ التراب: بمعنی مٹی جمع اتربة و تربان.

تشریح: آدمی کو ہمیشہ مال کی حرص رہتی ہے

لوان لابن آدم وادیاً من ذهب احب ان یکون لهٗ وادیان: ترجمہ: اگر آدم کے بیٹے کو سونے کی ایک وادی مل جائے تو وہ دوسری وادی کی آرزو کرے گا۔

مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کی حرص آدمی کو اندھا بنادیتی ہے، آہستہ آہستہ حلال حرام کی بھی تمیز ختم ہوجاتی ہے پھر وہ مال کے جمع کرنے میں اتنا منہمک ہوجاتا ہے کہ ہزار کے بعد لاکھ اور لاکھ کے بعد کروڑ پھر اربوں کے چکر میں پھنستا جاتا ہے اور اس کی زبان پر ہر وقت **هل من مزید** کا نعرہ ہوتا ہے، یہی حالت زندگی کی آخری سانس تک رہتی ہے۔ قبر ہی میں جاکر دولت کی اس حرص سے چھٹکارا ملتا ہے۔ اگر آدمی اللہ سے تعلق جوڑ لے تو اللہ اس کو اطمینان قلب اور غناء نفس نصیب فرما دیتے ہیں۔ اسی غنائے نفس کی دوسری احادیث میں بڑی کثرت سے ترغیب آئی ہے مثلاً:

رَبِّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَنِیْ.(۱)

ترجمہ: اے میرے پروردگار جو روزی تو نے مجھ کو دی ہے اس پر مجھے قناعت عطا فرما اور جو عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ بِطَاعَتِکَ عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَاغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ.(۲)

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے حلال (روزی) کے ذریعہ حرام سے اور اپنی فرمانبرداری کے ذریعہ اپنی نافرمانی سے کفایت دے اور اپنے فضل واحسان کے ذریعہ اپنے ماسوا سے بے نیاز فرمادے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق (باب ما یتقی من فتنة المال و قول اللّٰه تعالٰی اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ) و مسلم فی کتاب الزکاة (باب لو کَانَ لابن آدم واد یین لیبتغی ثالثا ١٠٤٩ و امام احمد فی مسنده ٤/١٢٧١٧ و ترمذی و مصنف عبدالرزاق ١٩٦٢٤، والدارمی ٢/٣١٨ و الطیالسی و ابن حبان ٣٢٣٥.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ شریف (۲) مشکوٰۃ شریف

اللہ جل شانہ کا ہنسنا

(۲۴) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "یَضْحَکُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی اِلٰی رَجُلَیْنِ یَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰ خَرَ یَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلُ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَی الْقَاتِلِ فَیُسْلِمُ فَیُسْتَشْهِدُ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنسیں گے۔ ان میں سے ایک آدمی دوسرے کا قاتل ہوگا لیکن اس کے باوجود دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہا شہید ہوگیا، پھر اس کے قاتل کو توبہ کی توفیق میسر آئی مسلمان ہوگیا، جہاد کرتا ہوا شہید ہوگیا۔"

لغات: ❖ یضحک: ضحِک ضحکًا و ضِحْکًا سمع سے بمعنی ہنسنا۔

❖ یقتل: قتلاً نصر سے بمعنی قتل کرنا۔ فاعل قاتِل اور جمع قاتلون۔

❖ فیستشهد: شهد شهادةً کرم اور سمع سے بمعنی اللہ کی راہ میں موت۔ گواہی۔ قسم جدید لغت میں شهادة بمعنی تصدیق۔ سرٹیفکیٹ۔ الشاهِدَة، رجسٹر مراسلات۔

تشریح: یضحک اللّٰه سبحانه و تعالیٰ: اللہ جل شانہٗ ہنسیں گے۔ اللہ جل شانہٗ کا ہنسنا کیسا ہوگا اس پر ہم کو ایمان لانا ہے مگر اس کی حقیقت کیسی ہے اس پر ہم نہ آگاہ ہیں اور نہ دنیا میں آگاہ ہوسکتے ہیں، ہنسنے سے مراد اللہ کی رضا ہے۔ (۱)

قاتل اور مقتول دونوں جنت میں پہنچ گئے

یقتل احدهما الآخر یدخلان الجنة: ایک آدمی دوسرے کا قاتل ہوگا لیکن اس کے باوجود دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

اس کی صورت یہ بیان کی گئی کہ مسلمانوں نے کافروں سے جنگ کی اور کافر نے ایک مسلمان کو شہید کردیا شہادت کی وجہ سے وہ مسلمان جنت میں چلا گیا پھر اس کافر کو اللہ نے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمادی پھر اس کافر نے جواب مسلمان ہوچکا ہے کافروں سے جنگ کی اور شہید ہوگیا اس وجہ سے یہ بھی جنت کا مستحق ہوگیا۔ یہ سارا کرشمہ توبہ کا ہے۔ اس حدیث کو امام نوویؒ آخر میں لاکر اشارہ کررہے ہیں کہ سب سے بڑا گناہ دنیا میں کفر اور شرک ہے اور ساتھ ہی مسلمان کا قتل بھی کبیرہ گناہ ہے۔ ان سب کا مجرم اگر توبہ کرتا ہے تو جنت میں چلا جاتا ہے اس لئے مسلمان بھی خواہ کیسا ہی گناہ کا ارتکاب کیا ہوا ہو اللہ کی ذات سے ناامید نہ ہو اور توبہ کرلے اللہ جل شانہٗ اس کے بھی گناہوں سے عفوو درگذر کا معاملہ فرمادیں گے۔ (۲)

تیری خطا ہائے سمجھتا جو ستم ہے کیا شئے ہے ستم کچھ بھی ہو ہر حال کرم ہے

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد (باب الکافر یقتل المسلم ثم اسلم فیسدد بعدُ و یقتل) مسلم فی کتاب الامارة (باب بیان الرجلین یقتل احدهما الاخر یدخلان الجنة ۱۸۹۰) مؤطا مالک ۱۰۰ رواه امام احمد فی مسنده ۹۹۸۳/۳، نسائی ۳۱۶٦، ابن حبان ٤٦٦٧ و البیهقی فی الکبریٰ ۹/ ۱٦٥.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۹/۷ ۲۷

(۲) روضۃ المتقین ۱/ ٦۵

(۳) بَابُ الصَّبْرِ

صبر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا﴾ (آل عمران: ۲۰۰)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اے اہل ایمان (کفار کے مقابلہ میں) ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور مورچوں پر جمے رہو اور خدا سے ڈرو تا کہ مراد حاصل کرو۔''

شانِ نزول

علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے اس آیت کا نزول ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کرنے کے بارے میں ہوا ہے۔[1]

''اصبروا'' صبر سے ہے۔ اس کا لفظی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں اور اصطلاح قرآن وسنت میں نفس کو خلاف طبع چیزوں پر جمائے رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے اس کی پھر علماء نے تین قسمیں لکھی ہیں۔

اول: صبر علی الطاعات یعنی جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے ان کی پابندی خواہ طبیعت پر کتنی ہی شاق ہو لیکن اس پر نفس کو جمائے رکھنا۔

دوم: صبر عن المعاصی یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ نفس کو کتنی ہی اچھی اور لذیذ معلوم ہو لیکن نفس کو اس سے روکنا۔

سوم: صبر علی المصائب یعنی مصیبت وتکلیف پر صبر کرنا حد سے زیادہ پریشان نہ ہونا اور ان سب کو صبر کہا جاتا ہے۔[2]

علامہ قتادہؒ فرماتے ہیں مراد اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا ہے، علامہ کلبیؒ فرماتے ہیں بلاء و مصیبت پر صبر کرنا مراد ہے۔[3]

صابروا یہ بھی صبر ہے اس کے معنی ہیں دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔ پہلے عام صبر کا حکم ہے اب اس میں خاص صبر میدان جنگ کے صبر کا بیان ہے۔ [۴]

(۱) زادالمسیر ۲/۷۶ (۲) معارف ۲/۲۷۴ (۳) معالم التنزیل (۴) تفسیر مظہری ۲/۴۶۷

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ﴾ (بقرة: ١٥٥)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تم صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنادو۔''

تشریح: مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ ہم اُمت محمدیہ کا امتحان لیں گے پھر دیکھیں گے کہ اس بلاء پر یہ صبر بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ اس لئے جب بھی آزمائش آئے تو اس پر صبر کرنا چاہئے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

بشیءٍ: تنوین تنکیر کے لئے ہے کہ مصائب دنیا میں بہت ہیں مگر ہم ان پر معمولی سی بھیجیں گے اس پر پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ پھر پریشانی کے بعد اللہ کی طرف سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

مِنَ الْخَوْفِ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول دشمن کا خوف مراد ہے [۱] یا اللہ جل شانہ سے خوف کھانے والے۔

اَلْجُوْعِ: اس سے قحط یا رمضان کے روزے مراد ہیں۔ [۲]

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ: اللہ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے مال میں کمی آجاتی ہے یا بقول امام شافعیؒ کے زکوٰۃ اور صدقات مراد ہیں۔ [۳]

الانفس مراد امراض ہیں۔

والثمرات اولاد کا مرجانا کیونکہ یہ بھی آدمی کے دل کا پھل ہے۔ [۴] یا جو کچھ صدقات وغیرہ میں صدقہ ہے یعنی عشر آتا ہے۔ [۵]

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ جو ان تمام آزمائشوں میں صبر کرتے ہیں اور ثواب کی نیت کریں گے ان کے لئے اس پر اجر ملے گا ایسے لوگوں کو خوشخبری دی گئی ہے۔

(۱) تفسیر مظہری ۱/۲۶۵، روح المعانی ۲/۲۲، (۲) معالم التنزیل ۱/۱۳۰، تفسیر مظہری ۲/۲۲
(۳) معالم التنزیل ۱/۱۳۰، تفسیر مظہری ۱/۲۶۵، روح المعانی ۲/۲۲
(۴) تفسیر مظہری ۱/۲۶۵، روح المعانی ۲/۲۲ (۵) معالم التنزیل ۱/۱۳۰

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر: ۱۰)

ترجمہ: اور فرمایا: ''جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بیشمار ثواب ملے گا۔''

تشریح: بغیر حساب کا مطلب یہ ہے کہ صبر کرنے والوں کا اجر وثواب کسی مقرر اندازے اور پیمانے سے نہیں ہے بلکہ بے اندازہ و بے حساب دیا جائے گا۔

جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ قیامت کے دن میزان عدل قائم کی جائے گی، اہل صدقہ آئیں گے تو ان کو تول کر اجر وثواب دے دیا جائے گا اسی طرح باقی عبادات نماز، حج وغیرہ عبادات والوں کو ان کی عبادت کو تول کر حساب سے اسکا اجر پورا دے دیا جائیگا۔ پھر جب بلا اور مصیبت میں صبر کرنے والے آئینگے تو ان کے لئے کوئی وزن نہیں ہوگا، بغیر حساب و اندازہ کے ان کی طرف اجر وثواب بہا دیا جائیگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ یہاں تک کہ وہ لوگ جن کی دنیا میں عافیت میں زندگی گذری ہے وہ تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش دنیا میں ان کے بدن قینچیوں کے ذریعہ کاٹے گئے ہوتے تو ہمیں بھی صبر کا ایسا ہی صلہ ملتا۔[۱]

امام مالکؒ نے فرمایا ''الصابرون'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا کی مصائب اور رنج وغم پر صبر کرتے ہیں بعض دوسرے مفسرینؒ نے فرمایا کہ ''صابرین'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاصی سے اپنے نفس کو روکیں۔ علامہ قرطبیؒ نے اسی دوسرے معنی کی تائید کی ہے۔[۲]

امام اوزاعیؒ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ہر عبادت کرنے والے کو اندازے یا وزن کر کے اجر دیا جائے گا مگر صبر کرنے والوں کو بغیر حساب ملے گا۔[۳]

---

(۱) معالم التنزیل ۴/۴۷، معارف القرآن ۷/۵۴۳

(۲) معارف القرآن ۷/۵۴۳

(۳) دلیل الفالحین ۱/ ۱۳۸، ابن کثیر ۴/۵۲

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (الشوریٰ: ۴۳)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''اور جو صبر کرے اور قصور معاف کردے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس نے ظالم کے ظلم پر صبر کیا انتقام نہیں لیا بلکہ معاف کر دیا تو یہ صبر اور عفو شرعاً مطلوب ہے ایسا آدمی افضل الناس ہے۔[۱] انتقام اور بدلہ نہ لے۔

بعض مفسرینؒ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ بدلہ لینا کہاں افضل ہے اور صبر اور عفو کہاں افضل ہے۔ جہاں پر خطرہ ہو کہ ظالم

کو معاف کرنے سے آدمی میں جرأت بڑھ جائیگی اور پھر وہ مزید لوگوں کو ستائے گا تو اس صورت میں انتقام لینا افضل ہوگا۔

اور اگر ظلم کرنے والا اپنے فعل پر نادم ہو اور مزید اس کے ظلم کے بڑھنے کا خطرہ نہ ہو تو اس صورت میں آیت بالا والا حکم ہوگا کہ معاف کردے، بدلہ نہ لینا افضل ہوگا۔ (۲)

علامہ ابن کثیرؒ نے یہاں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک آدمی برا بھلا اور گالیاں دے رہا تھا، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے اس کی باتوں کو سنتے رہے مگر جب وہ حد سے تجاوز کرنے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کو کچھ کہا، یہ سننا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کہاں تشریف لے گئے، فرمایا کہ جب تک تم خاموش تھے فرشتہ جواب دے رہا تھا اور جب تم نے جواب دیا وہ فرشتہ چلا گیا، اے ابوبکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی پر کوئی ظلم کرے وہ اس کو معاف کردے تو اللہ جل شانہ اس کی عزت بھی بڑھاتے ہیں اور اس کی مدد بھی فرماتے ہیں۔ (۳)

---

(۱) تفسیر مظہری ۱۰/۳۳۲

(۲) قرطبی! احکام القرآن للجصاص، معارف القرآن ۷/۷۰۸

(۳) تفسیر ابن کثیر ۴/ ۱۲۹

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ.﴾ (البقرة: ۱۵۳)

ترجمہ: اور فرمایا: "صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

تشریح: اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو خطاب فرما کر کہا جا رہا ہے کہ ہر قسم کے حوائج، مصائب اور تکالیف کو دور کرنے کا نسخہ اکسیر دو چیزوں میں ہے ایک صبر اور دوسرے نماز۔

الصبر: قرآن وحدیث کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں:

1. اپنے نفس کو حرام و ناجائز چیزوں سے روکنا۔
2. طاعات وعبادات کی پابندی پر مجبور کرنا۔
3. مصائب وآفات پر صبر کرنا۔

تو اب مطلب یہ ہوا کہ جو بھی مصائب وآفات آئے تو اس کو اللہ کی طرف سے سمجھنا اور ثواب کی امید رکھنا اور کوئی غلط کلمہ منہ سے نہ نکالنا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت میں آواز دی جائے گی کہ صابرین کہاں ہیں؟ تو یہ تینوں قسم کے صبر کرنے والے کھڑے ہوجائیں گے ان کو جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل کردیا جائے گا اور اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ

حِسَاب میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۱)

الصلوٰۃ: تمام پریشانیوں سے نجات دلانے والی دوسری چیز نماز ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کے بارے میں بھی آتا ہے "اِذَا حَزَ بَهٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَى الصَّلٰوةِ" یعنی رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تو نماز کی طرف فوراً رجوع فرماتے تھے۔ (۲)

اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسلاف کے حالات میں بھی یہی بات کثرت سے ملتی ہے کہ جب بھی ان کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو وہ نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے بھائی قاسم اور ایک دوسرے موقع پر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کی خبر دی گئی تو فوراً نماز پڑھنا شروع فرمادی اور کہا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ نے ہم کو حکم دیا اور پھر یہ آیت بالا تلاوت فرمائی۔ (۳)

---

(۱) معارف القرآن ۱/۳۹۳ وتفسیر ابن کثیر ۱/۳۰۲
(۲) معارف القرآن ۱/۳۹۳، تفسیر ابن کثیر ۱/۲۰۲
(۳) فضائل الصلوٰۃ

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ﴾ (محمد: ۳۱)

ترجمہ: اور فرمایا: "اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں۔"

تشریح: مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ اللہ جل شانہ لوگوں کا امتحان لیتے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان میں سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں۔ نیز وَالْآيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالصَّبْرِ وَ بَيَانِ فَضْلِهٖ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ یعنی "صبر اور اس کی فضیلت کے متعلق کثرت کے ساتھ آیتیں موجود ہیں۔"

سوال: اللہ کے علم میں تو ازل سے ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے تو اب امتحان لینے کا کیا فائدہ؟

جواب: مفسرینؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مراد یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظاہر کردیں گے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا تاکہ لوگوں کو بھی معلوم ہوجائے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ (۱)

دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ نعلم سے مراد ظہور و وقوع ہے۔ یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے تھی اب اس کا وقوع وظہور ہوکر علم کے مطابق ہوجائے۔ (۲)

---

(۲) روح المعانی ۱۳/ ۷۸ (۳) تفسیر ابن کثیر ۴/۱۹۴

صفائی آدھا ایمان ہے

(۲۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ، وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاٰنِ. اَوْ تَمْلَأُ. مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِیَآءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ. کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ:''حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نظافت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ کا کلمہ ترازو کو ثواب سے بھر دے گا۔ سبحان اللہ الحمد للہ کے کلمات آسمان اور زمین کے درمیان فضا کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ دینا ایمان کی دلیل ہے اور صبر کرنا روشنی ہے، قرآن پاک تیرے موافق ہے یا مخالف دلیل کی حیثیت رکھتا ہے، ہر انسان نیک کام کر کے اپنے نفس کو جہنم سے آزاد کرنے والا ہے اور اس کو اللہ کی راہ میں بیچ ڈالا ہے یا بُرے کام کر کے اس کو تباہ و برباد کرنے والا ہے۔''

لغات: ❖ الطھور: طَھر طُھورًا و طُھرًا و طُھورًا و طَھارۃً نصر اور کرم سے بمعنی پاک ہونا صفت طاھر جمع اَطھار.

❖ شطر: شطر شطراً نصر سے بمعنی چیز کو دو برابر حصوں میں کرنا اور شطُر شطارۃً کرم سے بمعنی شوخ و بیباک ہونا، چالاک ہونا۔ الشطر بمعنی جز، نصف، دوری، کنارہ، طرف۔

❖ تملأ: مَلَأَ مَلأً نصر سے بمعنی بھرنا۔

❖ نور: النورُ بمعنی روشنی جمع انوار و نِیرَان، جدید لغت میں مناورۃ بمعنی جنگی مشق۔

❖ برھان: البرھان دلیل، حجت جمع براھین.

❖ ضیاء: ضاء ضوئًا و ضیاءً نصر سے بمعنی چاند وغیرہ کا چمکنا۔ روشن ہونا۔

❖ فمعتقھا: عَتَقَ، عتقًا و عِتقًا ضرب سے بمعنی آزاد ہونا صفت عتیق و عاتق۔

❖ موبقھا: وَبَقَ و بقًا و مَوبِقًا ضرب سے بمعنی ہلاک ہونا۔

تشریح: **طہارت نصف ایمان ہے**

''الطھور شطر الایمان'' نظافت نصف ایمان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طہارت آدھا ایمان ہے یعنی نجاست حقیقی کو دور کرنا آدھی پاکیزگی ہے اور آدھی پاکیزگی نجاست حکمی یعنی حسد، کینہ اور بغض وغیرہ سے اپنے آپ کو پاک کرنا ہے۔ اس حدیث میں ترغیب ہے کہ ہمیں جس طرح ظاہری پاکیزگی ضروری ہے تو اسی طرح باطنی پاکی بھی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ (۱)

بعض محدثینؒ کی رائے ہے کہ یہاں پر طہارت سے مراد نماز ہے جیسے کہ قرآن میں ایمان بول کر نماز مراد لیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ (اللہ تمہاری نمازوں کو ضائع کرنے والا نہیں)۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ صحت نماز کے لئے طہارت اہم ترین شرط ہے اس لئے اس طہارت کو نصف طہارت سے تعبیر کیا گیا۔ احیاء العلوم میں ہے کہ **الطّهور شطر الايمان** سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ ظاہری اعضاء پر پانی بہادے بلکہ ظاہری اعضاء پر پانی بہانے کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو حسد، تکبر اور دوسرے خصائص رذیلہ سے پاک کرنا بھی مراد ہے۔ (۲)

"**الحمد لله تملأ الميزان**" الحمدللہ کے ثواب کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن الحمدللہ کا ثواب ترازو کو بھر دے گا۔

نماز قیامت کے دن روشنی ہوگی

"**الصلوة نورٌ**" نماز روشنی ہے یعنی دنیا میں بھی اس نماز سے حق کی طرف رہنمائی ملتی ہے اور روز قیامت میں پل صراط سے گذرتے وقت اس کی روشنی ہوگی جو نمازی کو وہاں کام دے گی۔

صدقہ دلیل ہے

"**الصدقة برهان**" صدقہ دلیل ہے مطلب یہ ہے محدثینؒ فرماتے ہیں دلیل اس بات کی ہے کہ صدقہ دینا یہ مؤمن ہونے کی علامت اور دلیل ہے یا صدقہ دینا یہ آدمی کے مؤمن ہونے اور اخلاص دار ہونے کی دلیل ہے۔

"**الصبر ضياءٌ**" صبر روشنی ہے کہ صبر بھی مؤمن کا ہتھیار ہے اس سے مؤمن کو استقامت ملتی ہے۔

قرآن آدمی کے لئے حجت ہوتا ہے یا اس کے خلاف حجت ہوگا

القرآن حجة لک او علیک:

ایک دوسری روایت میں آتا ہے "**يحاج العباد**" "قرآن مجید قیامت میں بندوں سے جھگڑا کرے گا" اپنے حقوق کے بارے میں جس طرح انسان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف جھگڑتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف قرآن پڑھ لینا نجات کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ نجات کے لئے عمل ضروری ہے یا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو شخص قرآن کے حقوق ادا کرے تو قیامت کے دن اس کے بارے میں قرآن سفارشی ہوگا اور اس شخص کے لئے قرآن حجت اور دلیل بن جائے گا۔ اور اگر قرآن کے حقوق کو ادا نہ کیا تو قیامت کے دن یہ قرآن اس کے خلاف ہوجائے گا

یا ایسے تو ہمیں حامل قرآن کردے پھر سے سرے سے مسلمان کو مسلمان کردے

جیسے کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا. (۳)

ترجمہ: اس دن رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری اس قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الطهارة باب فضل الطهور و ترمذی و رواه امام احمد فی مسنده ۲۲۹٦٥/۸، والنسائی و ابن ماجه ۲۸۰، دارمی ٦٥۳، مصنف ابن ابی شیبه ٦/۱، ابوعوانه ۲۲۳/۱، والبیهقی ۱۰/۱۔

راوی حدیث حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

ان کے نام میں گیارہ اقوال ہیں۔ بعض نے کعبؓ بعض نے عبیدؓ بعض نے عمروؓ کہا ہے ابو مالک کنیت تھی، قبیلہ بنی اشعر سے تعلق رکھتے تھے، ان کے نام سے تین صحابی مشہور ہیں۔

اپنے قبیلہ کے آدمیوں کے ساتھ غزوہ خیبر کے موقع پر مسلمان ہوئے بعض غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک بھی رہے۔ حجۃ الوداع میں بھی ساتھ تھے۔ خطبۃ الوداع کے بعض حصے ان سے بھی مروی ہیں۔ (اسد الغابہ ۲۸۸/۵)

وفات: حضرت عمرؓ کے زمانہ میں طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب ۲۱۸/۱۲)

مرویات: ان سے ۲۷ روایات منقول ہیں ان میں سے ۲ روایات مسلم شریف میں ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
(۲) احیاء العلوم
(۳) سورۃ الفرقان آیۃ ۳۰

نبی کریم ﷺ کی سخاوت

(۲٦) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِکِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اُنَاسًا مِنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰی نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ، فَقَالَ لَهُمْ حِیْنَ اَنْفَقَ کُلَّ شَیْءٍ بِیَدِهٖ: "مَا یَکُنْ عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْکُمْ، وَ مَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّهُ اللّٰهُ وَ مَنْ یَّسْتَغْنِ یُغْنِهِ اللّٰهُ، وَ مَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْهُ اللّٰهُ. وَ مَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَآءً خَیْرًا وَ اَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ"﴾

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دست سوال دراز کیا آپ ﷺ نے انھیں دیا۔ پھر دوبارہ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پھر انھیں دیا۔ یہاں تک کہ جو مال آپ ﷺ کے پاس تھا ختم ہو گیا۔ تمام مال ختم کر لینے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جو مال میرے پاس ہے میں اس کو تم سے روک کر نہیں رکھتا البتہ جو شخص سوال کرنے سے کنارہ کش رہا اللہ تعالیٰ اس کو بچاتے ہیں اور

جوشخص استغناء اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کوغنی کردیتے ہیں اور جوشخص صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کوصابر بنادیتے ہیں اور کسی شخص کوصبر سے بہتر اور وسیع تر عطیہ نہیں دیا گیا۔"

لغات: ❖ فأعطاهم: اعطى اعطاءً بمعنی دیا۔

❖ نفد: نفِد نَفَدًا و نَفَادًا سمع سے بمعنی ختم ہونا، فنا ہونا۔

❖ أنفق: نفَق نفقًا و نَفْقًا نصر اور سمع سے بمعنی ختم ہونا انفق محتاج ہونا، توشہ ختم ہونا۔

❖ يعف: عفا يعفو عفوًا نصر سے بمعنی معاف کرنا، رکنا، ساقط کرنا۔

❖ يستغني: استغنٰی استغناءً استفعال سے بمعنی بے نیاز ہونا۔

❖ يتصبر: صَبَرَ صَبْرًا ضرب سے بمعنی بہادری سے برداشت کرنا محاورہ ہے مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ جس نے صبر کیا، کامیاب ہوا اور الصبر حيلة من لا حيلة لهٗ "صبر اس کا حیلہ ہے جس کا کوئی حیلہ نہ ہو۔"

تشریح:

آپ ﷺ کی سخاوت کا بیان

سالوا رسول الله ﷺ فاعطاهم ثم سالوه فاعطاهم حتى نفد ما عنده.

آپ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے ان کو دیا پھر دوبارہ سوال کیا آپ ﷺ نے پھر ان کو دیا یہاں تک کہ جو مال آپ ﷺ کے پاس تھا وہ سب ختم ہوگیا۔

اس جملہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کو بیان کیا جارہا ہے کہ آپ ﷺ کتنے سخی تھے کہ جو کچھ بھی ہوتا آپ ﷺ سب کچھ دے دیتے، اپنے پاس اس میں سے کچھ بھی نہیں رکھتے تھے۔

جو استغناء اختیار کرتا ہے اللہ اس کوغنی کردیتا ہے

"**و من يستعفف يعفه الله**" جوشخص مانگنے سے بچتا ہے اللہ اس کی ضرورت کوخود پورا فرمادیں گے۔لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا یہ اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔قرآن مجید میں بھی ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جوضرورت مند ہونے کے باوجودلوگوں سے سوال نہیں کرتے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (۱)

ترجمہ: ناواقف آدمی ان ضرورتمندوں کوغنی گمان کرتے ہیں ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے حالانکہ تم ان کے چہرہ سے ان کو پہچان لوگے، یہ لوگوں سے نہیں مانگتے پیچھے پڑ کر۔

"**وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ**" جوشخص استغناء اختیار کرتا ہے اللہ اس کوغنی کردیتے ہیں جولوگوں سے استغناء حاصل کرتا ہے یعنی اس کا ہاتھ اگرچہ خالی ہوتا ہے مگر اس کے دل کا اعتماد صرف اللہ پر ہی ہوتا ہے اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا گیا۔

"فَاِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ،" (۲) بہترین غنی نفس کا غنی ہوتا ہے۔
اسی بات کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا ہے "اَلْغَنِیُّ هُوَ الْفَقِیْرُ اِلَی اللّٰهِ" غنی وہ ہے جو صرف اللہ جل شانہ کا محتاج ہو۔
اسی بات کی ترغیب نبی کریم ﷺ کی اس دعا میں کی گئی ہے:
رَبِّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَنِیْ. (۳)
ترجمہ: اے میرے رب جو تو نے مجھے روزی دی اس پر تو مجھے قناعت دے اور جو تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت دے دے۔
"اَوْسَعُ من صبر" صبر سے بڑھ کر اور وسیع تر کسی کو کوئی چیز عطاء نہیں کی گئی۔
جو شخص صبر کرتا ہے اللہ اس کو اپنے خزانہ سے روزی عطا فرماتے ہیں اسی وجہ سے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا جو شخص تین دن صبر کر لے کسی کے سامنے اپنے فقر کو بیان نہ کرے اللہ اس پر ایک سال کی حلال روزی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔
تخریج حدیث: بخاری کتاب الزکاۃ باب الاستغناء من المسالۃ، مسلم کتاب الزکاۃ باب فضل التعفف والصبر و رواہ امام احمد فی مسندہ ۱۱۸۹۰/۴، ابوداؤد، ترمذی والنسائی ۲۵۸۷، الدارمی ۳۸۷/۱، ابن حبان، مصنف عبدالرزاق والبیہقی ۱۹۵/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدریؓ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ بقرۃ آیۃ: ۲۷۳
(۲) مشکوٰۃ
(۳) مشکوٰۃ

مؤمن کے معاملہ کی تعریف

(۲۷) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ یَحْیٰی صُهَیْبِ بْنِ سِنَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَیْرٌ وَ لَیْسَ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَکَرَ، فَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ، وَ اِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ، فَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)
ترجمہ: "حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کا معاملہ کس قدر اچھا ہے اس کے جملہ امور اس کے لئے خیر و برکت کا باعث ہیں اور یہ استحقاق صرف مؤمن کو حاصل ہے، اگر اس کو کوئی خوش کن بات پہنچتی ہے تو وہ شکر یہ ادا کرتا ہے اور یہ اسی کے لئے بہتر ہے لیکن اگر اس کو

تکلیف دہ خبر پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔''

لغات: ❖ عجبا: عَجِب عَجَبًا سمع سے بمعنی تعجب کرنا پسند کرنا۔

❖ اصابتہ: صاب صیبًا ضرب سے بمعنی تیر کا نشانہ پر لگنا۔ درست پانا۔ پہنچنا۔

❖ شکر: شکر شُکرًا و شکوراً نصر سے بمعنی کسی احسان و بھلائی پر تعریف کرنا، شکریہ ادا کرنا۔

❖ ضرآء: ضَرَّ ضَرًّا نصر سے بمعنی نقصان پہنچانا، تکلیف دینا۔ محاورہ ہے لَا یَضُرُّ السَّحَابَ نُبَحٌ۔

تشریح: **غمی اور خوشی میں آدمی کا امتحان ہوتا ہے**

آدمی کا امتحان دو حالت میں ہوتا ہے ایک یہ کہ جب وہ خوش ہو تو اللہ کو بھول جاتا ہے دوسرا غم کے وقت میں۔ اسی اعتبار سے ان دونوں خصوصیات کے ساتھ اس حدیث میں بیان کیا جارہا ہے۔

''ان اصابتہ سراء شکر فکان خیرا لہ'' اگر اس کو کوئی خوشی کی بات پہنچتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور یہ اسی کے لئے بہتر ہے کہ مؤمن کو اللہ کی طرف سے کوئی نعمت ملی تو وہ اس نعمت میں اللہ کو بھولنے کے بجائے اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ اس کی نعمت میں اضافہ فرما دیتے ہیں لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ (۱)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں یقیناً تم کو اور زیادہ دوں گا۔

''و ان اصابتہ ضرآء صبر فکان خیراً لہٗ'' اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے اور یہ صبر کرنا بھی اس کے لئے بہتر ہے۔

اب اس مؤمن کو جب کوئی تکلیف، بیماری، مصیبت وغیرہ پہنچتی ہے تو اس وقت میں وہ جزع فزع اور اللہ کی تقدیر میں شکوے شکایات کے بجائے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ یہ مصیبت وغیرہ اللہ کی طرف سے آئی ہے اور وہی ذات اس کو دور کر سکتی ہے تو اس وجہ سے اس کے درجات بلند ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے خاص انبیاء کو یہ حکم دیا۔ (۲)

مست ہے ہر حال میں جو عاشق بدنام ہے ۔۔۔ اس کو کلفت میں بھی حاصل لذت و آرام ہے

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (۳) ترجمہ: پس اے نبی تم صبر کرو جیسے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام نے صبر کیا۔

تخریج حدیث: مسلم فی کتاب الزھد (باب المؤمن امرہ کلّہٗ خیر) اخرجہ امام احمد فی مسندہ ۱۸۹۵۶/۶

راوی حدیث حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: صہیبؓ، کنیت: ابویحییٰ، والد کا نام: سنان، والدہ کا نام: سلمیٰ بنت قعید تھا۔ ان کا اصلی وطن ایک قریہ تھا جو موصل کے قریب لب دجلہ یا الجزیرہ میں واقع تھا۔ ان کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے اُبلّہ کے عامل تھے۔ جب رومی فوجیوں نے ابلہ پر حملہ کیا تو صہیبؓ کو بھی قید میں لے آئے جس کا کسی کو بھی علم

نہیں تھا۔ (اصابہ تذکرہ صہیب بن سنان جلد۳)

ان کو بنی کلب نے خریدا اور پھر ان سے عبداللہ بن امجدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ (مستدرک حاکم ۳/۳۹۷) اسلام کی تحقیق کے لئے آئے، عمارؓ بھی ساتھ میں مل گئے، پھر دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگئے۔ (اسدالغابہ ۴/تذکرہ عمار بن یاسر)

صہیبؓ مکہ میں غریب الوطن تھے، کوئی یار و مددگار نہیں تھا اس لئے ان کو اسلام کی خاطر بہت زیادہ تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ (طبقات ابن سعد ۱۶۲/۳)

جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو مشرکین نے انہیں روکا تو فرمایا کہ مال و متاع لے لو مجھے چھوڑ دو، مشرکین نے قبول کرلیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا اور قرآن کی یہ آیات بھی نازل ہوئیں وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ......الخ۔ آپؓ تیراندازی کے ماہر تھے غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ بھی انہوں نے ان کی وصیت کے مطابق پڑھائی۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تک میرے بعد اہل شوریٰ خلیفہ کا فیصلہ نہ کریں اس وقت تک صہیبؓ کو خلیفہ بنالینا، اس لئے انہوں نے بھی تین دن امامت کا فریضہ انجام دیا۔ (مستدرک حاکم ۳/۳۹۸)

ان سے ۳۰ روایات منقول ہیں۔ تین روایات مسلم نے روایت کی ہیں بخاری نے کوئی نقل نہیں کی۔ (تہذیب الکمال)

۷۲ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہی انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ (اسدالغابہ ۳/۳۳)

---

(۱) سورۃ ابراہیم آیۃ ۷

(۲) دلیل الفالحین

(۳) سورۃ الاحقاف آیۃ ۳۵

مصیبت کو صبر سے برداشت کرنا

(۲۸) ﴿وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ یَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَاكَرْبَ اَبَتَاهُ! فَقَالَ: لَیْسَ عَلٰی اَبِیْکِ كَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ، فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ یَا اَبَتَاهُ! اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، یَا اَبَتَاهُ! جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ، یَا اَبَتَاهُ اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاهُ، فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ التُّرَابَ؟﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کرگئی اور آپ ﷺ پر غشی کے دورے پڑنے لگے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیماری کی شدت دیکھ کر بول اٹھیں ہائے میرے ابا کس قدر کربناک ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تیرے ابا کو کچھ تکلیف نہیں ہوگی۔ جب آپ ﷺ فوت ہوگئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روتے ہوئے کہا اے ابا آپ ﷺ نے پروردگار کے بلائے کو قبول فرما لیا، اے ابا جنت الفردوس آپ ﷺ کا مقام ہے، اے ابا ہم جبریل علیہ السلام کو

آپ ﷺ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے مدفون ہونے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تعجب کے عالم میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہتی ہیں: تم نے رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنے کو کیسے گوارا کیا؟''

لغات: ❖ ثقل: ثَقُل، ثقْلًا کرم سے بمعنی بیماری کا سخت ہوجانا۔

❖ یتغشاہ: غُشِیَ علیه غَشْیًا و غُشیًا بمعنی بے ہوش ہونا، غشی والا ہونا صفت مفعولی مغشی علیه.

❖ الکرب: بمعنی رنج ومشقت جمع کُرُوب جدید لغت میں کربون کوئلہ جیسا سیاہ مادّہ، ورق، کاربن پیپر۔

❖ ننعاہ: نعٰی نعیًا بمعنی موت کی اطلاع دینا۔

❖ تحثوا: حثَّ حثًا نصر سے بمعنی کسی کو کسی کام پر اکسانا برانگیختہ کرنا۔

تشریح: آپ ﷺ کی بیماری میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے چینی

واکرب ابتاہ ہائے میرے ابا ﷺ کی بے چینی

یہ جملہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتقاضائے بشریت سے کہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت میں جو تکلیف اور بے چینی ہوتی ہے اس کا اظہار کرنا جائز ہے مگر اس اظہار غم میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ (۱)

اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم التراب.

تمہارے دلوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو زیر زمین دفن کردینا اور ان پر مٹی ڈالنا گوارا کرلیا؟

یہ جملہ بھی بے ساختہ محبت اور کمال رأفت ورحمت کی وجہ سے تھا ورنہ نبی کریم ﷺ کے دفن کرنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ یہ تو شریعت کا حکم ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ (۲)

بعض شراح نے یہاں پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں جن سے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ ﷺ سے تعلق ہونے کو بتاتا ہے

مَا ذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدٍ — اَلَّا یَشُمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْاَنَّهَا — صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ عُدْنَ لَیَالِیَا (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب المغازی (باب مرض النبی ﷺ و وفاته) دارمی ۱/۴۰، ابن ماجه، ابن حبان ۶۶۲۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۵۰ (۲) نزھۃ المتقین ۱/۵۰ (۳) دلیل الفالحین

خوشی وغم دونوں اللہ کی طرف سے ہیں

(۲۹) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ حِبِّهٖ وَابْنِ حِبِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ ابْنِیْ قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَاَرْسَلَ یُقْرِئُ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ: اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَ لَهٗ مَا اَعْطٰی وَ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهِ تُقْسِمُ عَلَیْهِ لَیَاْتِیَنَّهَا فَقَامَ وَ مَعَهٗ سَعْدُبْنُ عُبَادَةَ وَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ، وَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَ رِجَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَرُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ الصَّبِیُّ فَاَقْعَدَهٗ فِیْ حِجْرِهٖ وَ نَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: ”هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَ فِیْ رِوَایَةٍ فِیْ قُلُوْبِ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ وَ اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ“﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وَ مَعْنٰی ”تَقَعْقَعُ“ تَتَحَرَّکُ وَ تَضْطَرِبُ.

ترجمہ: ”حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے غلام، محبوب، محبوب کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ کی ایک بیٹی نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا نزع کے عالم میں ہے آپ ﷺ تشریف لائیں، آپ ﷺ نے سلام کے بعد پیغام بھیجا کہ جو کچھ اس نے ہم سے لے لیا وہ بھی اسی کا تھا اور جو کچھ اس نے ہم کو عطا کیا وہ بھی اسی کا ہے، خدا کے ہاں تو ہر چیز کا وقت معین ہے پس صبر کرنا چاہئے اور ثواب ڈھونڈنا چاہئے۔ بیٹی نے دوبارہ قسم دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں اس پر آپ ﷺ جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ بچے کو اٹھا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے بچے کو اپنی گود میں اٹھا لیا بچے کی جان کنی کی حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ کیا؟ فرمایا یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں اس کو ودیعت فرمایا ہے اور ایک روایت میں ہے اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان بندوں کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے جو لوگوں پر رحم کرتے ہیں۔“

اور ”تقعقع“ کے معنی ہیں حرکت کرنا اور مضطرب ہونا۔

لغات: ❖أرسلت: أَرسَلَ، ارسالاً بمعنی بھیجنا، چھوڑنا، جدید لغت میں مراسل نامہ نگار۔

❖احتضر: حضر حضورًا سمع اور نصر دونوں سے آتا ہے موجود ہونا۔ حاضر ہونا۔ حضرہ الموت موت آجانا، اُحتُضِرَ قریب المرگ ہونا۔

❖یقری: قرأ قرأً و قراءةً نصر اور فتح سے بمعنی کتاب پڑھنا۔ مطالعہ کرنا۔ کسی کو سلام پہنچانا۔ جدید لغت میں مِقرأ پڑھنے کا اسٹینڈ۔

❖بأجل: اَجَل بمعنی مدت، وقت، موت جمع آجال.

❖مسمیٰ: المسمّٰی اسم مفعول بمعنی نام رکھا ہوا۔ معلوم ومعین۔

❖فرفع: رفع، رفعًا فتح سے بمعنی اٹھانا۔

❖تقعقع: قعقع، قعقعةً بمعنی ہتھیار کا آواز کرنا۔ تقعقع۔ مضطرب ہونا۔ متحرک ہونا۔ متحرک ہونے کے وقت آواز نکلنا۔

❖ففاضت: فاض فیضاً و فیضاناً ضرب سے بمعنی کثرت سے ہونا اور وادی کے کنارہ سے بہنا۔ فاض کُل سائل جاری ہونا، کہا جاتا ہے۔ فاضت عینہ آنسو بہہ پڑے۔

تشریح: موت کے وقت نیک لوگوں کا حاضر ہونا موجب رحمت ہے

بِنتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ صاحبزادی سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ (۱)

اور بیٹے کا نام علی بن ابی العاص تھا۔ (۲)

اِنَّ ابنِیْ قَدِ احتُضِرَ فَاشھَدنَا فَاَرسَلَ یُقرِئُ السَّلَامَ وَ یَقُولُ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ.

میرے بیٹے کا آخری وقت ہے آپ، ﷺ تشریف لائیں، آپ نے پیغام بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ لے وہ اسی کا ہے۔

اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت میں تمام رشتہ داروں کا حاضر ہونا ضروری نہیں۔ (۳)

ہاں یہ ضروری ہے کہ موت کے وقت میں نیک لوگ مرنے والے کے قریب ہوں، اسی وجہ سے آپ ﷺ کی صاحبزادی نے آپ ﷺ کے حاضر ہونے کی تمنا کی تھی تاکہ ان نیک لوگوں کی برکت سے جان کنی آسان ہوجائے اور ان لوگوں کی برکت سے اللہ مرنے والے پر رحمت نازل فرمائے اور مغفرت کا ذریعہ بنادے۔ (۴)

جس پر اعتماد ہو اس کو قسم دی جاسکتی ہے

تُقسِمُ عَلَیہِ: قسم دی کہ آپ ﷺ ضرور آئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پر اعتماد ہو اس کو قسم دے سکتے ہیں اور قسم دلانے والے کا اس کا پورا کرنا اس سے باہمی اعتماد اور محبت میں مزید اضافہ کا سبب ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ

ﷺ دوسری مرتبہ پیغام آنے کے بعد تشریف لے گئے اور بعض روایات میں تین بار پیغام آنے کے بعد تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ (۵)

مرنے والے پر رونا جائز ہے

"فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اس جملہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مرنے والے پر رونا یہ ایک فطری امر ہے شریعت نے بھی اس سے نہیں روکا۔ ہاں زور زور سے رونا، چلانا، دھاڑیں مارنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، سینہ اور منہ کو پیٹنا یہ سب جاہلانہ رسوم میں سے ہیں جس کو شریعت نے منع فرمایا ہے۔ یہ اُمور ناجائز ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ جل شانہ کی ناراضگی اور غصہ کا سبب بنتے ہیں۔ (۶)

تخریج حدیث: بخاری کتاب الجنائز (باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببکاء اهله علیه، وکتاب المرض و کتاب الایمان وغیرها من کتب الصحیح، و صحیح مسلم کتاب الجنائز (باب البکاء علی المیت). رواہ مسند احمد ۲۱۸۳۵/۸، ابوداؤد ۳۱۲۵، ترمذی ۹۸۸، ابن ماجه ۱۵۸۸، ابن حبان ٤٦١، والبیهقی ٦٨/٤۔

راوی حدیث حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہؓ کے مختصر حالات:

نام: اسامہ، کنیت: ابومحمد، لقب: حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، والد کا نام: زید تھا، والدہ کا نام برکہ تھا۔ بعثت سے سات سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں کھلایا تھا اس لئے یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ محبوب تھے۔

فتح مکہ میں اسامہ شریک ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے۔ بلالؓ، عثمانؓ بن طلحہؓ وغیرہ کے ساتھ اسامہ بھی بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زائد سریئے حضرت اسامہ کی سرکردگی میں بھیجے ان میں سب سے اہم وہ سریہ تھا جس میں اجل صحابہ بھی تھے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری بنایا ہوا سریہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمرؓ فاروق بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ کا وظیفہ ڈھائی ہزار اور حضرت اسامہؓ کا تین ہزار مقرر کیا اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تم سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ (مستدرک حاکم ۵۵۹/۳)

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کی لڑائی میں یہ بالکل علیحدہ رہے۔ (اصابہ ۲۹/۱)

علماء فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زیدؓ کی بارگاہ نبوت میں پذیرائی اور ان کی محبوبیت جو تھی وہ بلا استثناء کسی اور صحابی کو حاصل نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا اسامہ مجھ کو سب لوگوں میں زیادہ محبوب تر ہے۔ (مستدرک حاکم ۵۹۶/۳)

ایک مرتبہ اسامہؓ چوکھٹ پر گر پڑے اور پیشانی پر زخم آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اس کا خون صاف کرو، ان کو کچھ کراہت معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اٹھ کر صاف کر کے اپنا لعاب دہن لگایا۔ (طبقات ابن سعد ۴۳/۴)

وفات: حضرت امیر معاویہؓ کے آخر زمانہ امارت ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (استیعاب ۲۹/۱) اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔

مرویات: ان سے روایات کی تعداد ۱۲۸ ہے جن میں سے ۱۵ بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں ان کے علاوہ دو دو بخاری اور مسلم میں منفرد ہے۔

(۱) کما ورد فی روایۃ مصنف ابن ابی شیبہ
(۲) بعض محدثینؒ نے کہا ہے کہ بیٹا حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا یعنی عبداللہ بن عثمانؓ، بعض نے کہا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیٹا تھا یعنی محسن بن علیؓ مگر صحیح وہ ہے جو شرح میں اوپر گذرا۔
(۳) نزھۃ المتقین ۱/۵۱
(۴) عام کتب الفقہ
(۵) نزھۃ المتقین ۱/۵۱
(۶) کما ورد فی بعض الروایات

معصوم بچے کا اپنی ماں کو صبر کی تلقین کرنا

(اصحاب الاخدود کا واقعہ)

(۳۰) ﴿وَ عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَ كَانَ لَهٗ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ: اِنِّیْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ اِلَیَّ غُلَامًا وَاُعَلِّمْهُ السِّحْرَ، فَبَعَثَ اِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهٗ وَ كَانَ فِیْ طَرِيْقِهٖ اِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ اِلَيْهِ وَ سَمِعَ كَلَامَهٗ فَاَعْجَبَهٗ، وَ كَانَ اِذَا اَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَ قَعَدَ اِلَيْهِ. فَاِذَا اَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهٗ، فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى الرَّاهِبِ فَقَالَ: اِذَا خَشِيْتَ السَّاحِرَ فَقُلْ: حَبَسَنِیْ اَهْلِیْ وَ اِذَا خَشِيْتَ اَهْلَكَ فَقُلْ: حَبَسَنِی السَّاحِرُ.

فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ اَتٰى عَلٰى دَآبَّةٍ عَظِيْمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَقَالَ: اَلْيَوْمَ اَعْلَمُ السَّاحِرُ اَفْضَلُ اَمِ الرَّاهِبُ اَفْضَلُ؟ فَاَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّآبَّةَ حَتّٰى يَمْضِیَ النَّاسُ، فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَ مَضَى النَّاسُ فَاَتَى الرَّاهِبَ، فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ: اَیْ بُنَیَّ اَنْتَ الْيَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّیْ قَدْ بَلَغَ مِنْ اَمْرِكَ مَا اَرٰى وَ اِنَّكَ سَتُبْتَلٰى فَاِنِ ابْتُلِيْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَیَّ وَ كَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ يُدَاوِی النَّاسَ مِنْ سَآئِرِ الْاَدْوَآءِ فَسَمِعَ جَلِيْسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِیَ فَاَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيْرَةٍ فَقَالَ: مَا هٰهُنَا لَكَ اَجْمَعُ اِنْ اَنْتَ شَفَيْتَنِیْ فَقَالَ: اِنِّیْ لَا اَشْفِیْ اَحَدًا اِنَّمَا يَشْفِی اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنْ اٰمَنْتَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى دَعَوْتُ اللّٰهَ، فَشَفَاكَ فَاٰمَنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَشَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَاَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ

عَلَیکَ بَصرکَ؟ قَالَ: رَبِّیْ قَالَ: اَوَ لَکَ رَبٌّ غَیرِیْ؟ قَالَ: رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ. فَاَخَذَہٗ فَلَمْ یَزَلْ یُعَذِّبُہٗ حَتّٰی دَلَّ عَلَی الْغُلَامِ فَجِیْءَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَہُ الْمَلِکُ: اَیْ بُنَیَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِکَ مَا تُبْرِیءُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَ تَفْعَلُ وَ تَفْعَلُ فَقَالَ: اِنِّیْ لَا اَشْفِیْ اَحَدًا اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰہُ تَعَالٰی. فَاَخَذَہٗ فَلَمْ یَزَلْ یُعَذِّبُہٗ حَتّٰی دَلَّ عَلَی الرَّاھِبِ فَجِیْءَ بِالرَّاھِبِ فَقِیْلَ: لَہٗ اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ فَاَبٰی، فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِیْ مَفْرِقِ رَاْسِہٖ فَشَقَّہٗ حَتّٰی وَقَعَ شِقَّاہُ، ثُمَّ جِیْءَ بِجَلِیْسِ الْمَلِکِ فَقِیْلَ لَہٗ: اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ، فَاَبٰی فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِیْ مَفْرِقِ رَاْسِہٖ فَشَقَّہٗ حَتّٰی وَقَعَ شِقَّاہُ، ثُمَّ جِیْءَ بِالْغُلَامِ فَقِیْلَ: لَہٗ اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ، فَاَبٰی فَدَفَعَہٗ اِلٰی نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ: اذْھَبُوْا بِہٖ اِلٰی جَبَلِ کَذَا وَ کَذَا، فَاصْعَدُوْا بِہِ الْجَبَلَ فَاِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَہٗ فَاِنْ رَجَعَ عَنْ دِیْنِہٖ وَ اِلَّا فَاطْرَحُوْہُ، فَذَھَبُوْا بِہٖ فَصَعِدُوْا بِہِ الْجَبَلَ فَقَالَ، اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِھِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوْا وَ جَآءَ یَمْشِیْ اِلَی الْمَلِکِ، فَقَالَ لَہُ الْمَلِکُ، مَافَعَلَ بِاَصْحَابِکَ؟ فَقَالَ، کَفَانِیْھِمُ اللّٰہُ تَعَالٰی، فَدَفَعَہٗ اِلٰی نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ: اذْھَبُوْا بِہٖ فَاحْمِلُوْہُ فِیْ قُرْقُوْرٍ وَّ تَوَسَّطُوْا بِہِ الْبَحْرَ فَاِنْ رَجَعَ عَنْ دِیْنِہٖ وَ اِلَّا فَاقْذِفُوْہُ فَذَھَبُوْا بِہٖ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ فَانْکَفَاَتْ بِھِمُ السَّفِیْنَۃُ فَغَرِقُوْا وَجَاءَ یَمْشِیْ اِلَی الْمَلِکِ فَقَالَ لَہُ الْمَلِکُ: مَافَعَلَ بِاَصْحَابِکَ؟ فَقَالَ: کَفَانِیْھِمُ اللّٰہُ تَعَالٰی، فَقَالَ لِلْمَلِکِ: اِنَّکَ لَسْتَ بِقَاتِلِیْ حَتّٰی تَفْعَلَ مَا اٰمُرُکَ بِہٖ، قَالَ مَا ھُوَ؟ قَالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ وَّ تَصْلُبُنِیْ عَلٰی جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَھْمًا مِنْ کِنَانَتِیْ، ثُمَّ ضَعِ السَّھْمَ فِیْ کَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ: بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ ارْمِنِیْ فَاِنَّکَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ قَتَلْتَنِیْ فَجَمَعَ النَّاسَ فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ وَ صَلَبَہٗ عَلٰی جِذْعٍ ثُمَّ اَخَذَ سَھْمًا مِنْ کِنَانَتِہٖ ثُمَّ وَضَعَ السَّھْمَ فِیْ کَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ رَمَاہُ فَوَقَعَ السَّھْمُ فِیْ صُدْغِہٖ فَوَضَعَ یَدَہٗ فِیْ صُدْغِہٖ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ: اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَاُتِیَ الْمَلِکُ فَقِیْلَ لَہٗ: اَرَاَیْتَ مَا کُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللّٰہِ نَزَلَ بِکَ حَذَرُکَ، قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ بِاَفْوَاہِ السِّکَکِ فَخُدَّتْ، وَ اُضْرِمَ فِیْھَا النِّیْرَانُ وَ قَالَ، مَنْ لَّمْ یَرْجِعْ عَنْ دِیْنِہٖ فَاَقْحِمُوْہُ فِیْھَا اَوْ قِیْلَ لَہٗ: اقْتَحِمْ، فَفَعَلُوْا حَتّٰی جَآءَتِ امْرَاَۃٌ وَ مَعَھَا صَبِیٌّ لَھَا فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِیْھَا، فَقَالَ لَھَا الْغُلَامُ: یَا اُمَّہْ اِصْبِرِیْ فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ﴾ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ذِرْوَۃُ الْجَبَلِ اَعْلَاہُ وَ ھِیَ بِکَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَۃِ وَ ضَمِّھَا، وَ الْقُرْقُوْرُ بِضَمِّ الْقَافَیْنِ نَوْعٌ مِّنَ السُّفُنِ، وَ الصَّعِیْدُ ھُنَا الْاَرْضُ الْبَارِزَۃُ، وَ الْاُخْدُوْدُ الشُّقُوْقُ فِی الْاَرْضِ کَالنَّھْرِ الصَّغِیْرِ، وَ اُضْرِمَ اُوْقِدَ، وَ انْکَفَاَتْ اَیْ

اِنْقَلَبْتُ، وَ تَقَاعَسْتُ تَوَقَّفْتُ وَ جَبُنْتُ.

ترجمہ: ''حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ کا ایک جادوگر تھا وہ بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: میں تو اب بوڑھا ہوگیا ہوں اس لئے ایک لڑکے کو میرے سپرد کرو تا کہ میں اسے جادو کا علم سکھاؤں۔ بادشاہ نے جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیجا، اس لڑکے کے راستہ میں ایک راہب تھا، لڑکا راہب کے پاس بھی بیٹھنے لگا، لڑکے کو راہب کی باتیں بہت پسند آئیں۔ لڑکا جب بھی جادوگر کے پاس جاتا راستے میں راہب کی مجلس میں بیٹھتا، جادوگر لڑکے کو دیر کے ساتھ آنے کی وجہ سے سزا بھی دیتا چنانچہ لڑکے نے راہب کے پاس شکایت کی، راہب نے کہا جب تم جادوگر سے خطرہ محسوس کرو تو اسے کہو مجھے گھر والوں نے روک رکھا تھا اور گھر والوں سے خطرہ محسوس ہو تو انہیں کہو مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ اسی دوران ایک مرتبہ لڑکے نے اپنے راستہ میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے جانور نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے لڑکے نے کہا آج معلوم ہوجائے کہ یہ ساحر بہتر ہے یا وہ راہب افضل ہے چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور دعا کی اے اللہ! اگر تیرے نزدیک راہب کا معاملہ جادوگر کے معاملہ سے درست ہے تو اس جانور کو مار ڈال تا کہ لوگ راستہ سے گذر سکیں، یہ دعا کر کے اس نے پتھر جانور کو مارا وہ مر گیا، لوگوں کا راستہ کھل گیا۔ لڑکے نے راہب کو تمام واقعہ کہہ سنایا، راہب نے کہا آج تجھ کو مجھ پر فضیلت حاصل ہوگئی ہے اور میرے خیال میں اب تو ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں تجھے مصائب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ پس جب تجھے مصیبتوں میں گرفتار ہونا پڑے تو میرے متعلق کسی کو کچھ نہ بتانا۔ اب یہ لڑکا مادرزاد اندھوں، برص زدہ انسانوں اور دیگر تمام بیماریوں میں مبتلا انسانوں کا علاج کرتا اس کے روحانی علاج سے وہ تندرست ہوجاتے۔ چنانچہ بادشاہ کا ایک مصاحب جو اندھا ہوگیا تھا وہ لڑکے کی خدمت میں بہت تحائف لیکر پہنچا اور کہنے لگا اگر آپ مجھے شفا دے دیں تو یہ تمام چیزیں تمہیں دے دی جائیں گی۔ لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو صرف اللہ دے سکتا ہے اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تجھے شفا عنایت کرے چنانچہ وہ ایمان لے آیا اللہ نے اسے شفا بخش دی۔ بادشاہ کا مصاحب حسب معمول بادشاہ کے پاس آکر بیٹھ گیا، بادشاہ نے کہا تجھے بصارت کیسے نصیب ہوگئی؟ اس نے کہا میرے پروردگار نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ تمہارا کوئی اور رب بھی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ ہے، بادشاہ نے اس کو گرفتار کرنے اور تشدد کرنے کا

حکم صادر فرمایا، تشدد برداشت نہ کرتے ہوئے اس نے لڑکے کا پتہ بتا دیا۔ چنانچہ لڑکے کو بادشاہ کی کچہری میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا بیٹا اب تیرے جادو کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ تو جادو سے مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو تندرست کر دیتا ہے اور تو بہت ماہر ہو گیا ہے۔ لڑکے نے کہا شفا میں نہیں دیتا شفا دینے والا صرف اللہ ہے، لڑکے کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور اس پر تشدد کیا گیا، تشدد کی تاب نہ لا کر لڑکے نے راہب کا پتہ بتا دیا چنانچہ راہب کو بھی پکڑ کر لایا گیا اور اس سے کہا گیا تم اپنا دین چھوڑ دو اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس سے راہب کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس کے بعد بادشاہ کے مصاحب کو لایا گیا اس سے کہا گیا کہ تم اپنے دین سے باز آ جاؤ اس نے بھی انکار کیا تو اس کے سر کے درمیان آرا رکھ کر اس کے بھی دو ٹکڑے کروا دیئے۔ ان کے بعد لڑکے کو لایا گیا اس نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اس کو ایک خاص جماعت کے حوالے کر دیا اور حکم دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ اور اگر اپنا دین چھوڑ دے تو بہتر ورنہ اس کو نیچے دھکا دے دو۔ حسب الحکم وہ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے لڑکے نے وہاں پہنچ کر دعا کی، اے اللہ! جس طرح تو چاہے مجھے ان کی طرف سے کافی ہو جا، چنانچہ پہاڑ زلزلہ کی لپیٹ میں آ گیا وہ سب نیچے گر گئے اور لڑکا بادشاہ کے پاس پہنچا، بادشاہ نے کہا تیرے ساتھی کہاں گئے لڑکے نے کہا مجھ کو اللہ نے ان سے بچا لیا پھر بادشاہ نے اس کو چند لوگوں کے ساتھ بھیجا کہ اس کو ایک چھوٹی کشتی میں سوار کرو جب سمندر کے درمیان پہنچو تو اگر دین سے باز نہ آئے تو اس کو سمندر میں پھینک دو۔ جب وہ وسط سمندر میں پہنچے تو لڑکے نے دعا کی اے اللہ! جس طرح تو چاہے مجھے نجات دے، دعا مانگتے ہی کشتی اُلٹ گئی وہ سب ڈوب گئے اور لڑکا صحیح سلامت بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے پوچھا تیرے ساتھی کہاں ہیں لڑکے نے جواب دیا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا اور بادشاہ سے کہا تو اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک تم میری بات پر عمل نہ کرو۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا بات ہے لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے سولی دینے کے لئے کسی لکڑی پر لٹکاؤ پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے کر کمان کے چلہ پر رکھو پھر بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ اللہ کے نام کے ساتھ جو لڑکے کا رب ہے کہہ کر مجھے تیر مارو اس طرح تم مجھے قتل کر سکو گے۔ بادشاہ نے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا لڑکے کو سولی پر لٹکایا اسی کے ترکش سے ایک تیر لے کر کمان کے چلہ پر رکھ کر بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ کہہ کر تیر مارا، تیر اس کی کنپٹی میں جا کر لگا، لڑکے نے وہیں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور مر گیا، لوگوں نے کہا ہم لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ کو اس بات

سے آگاہ کیا گیا کہ جس بات کا تجھے خطرہ تھا وہی بات ہوگئی تمام لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ بادشاہ نے سڑکوں میں خندقیں کھودنے اور ان میں آگ جلانے کا حکم دیا چنانچہ اس کے حکم کے مطابق عمل کیا گیا بادشاہ نے حکم دیا جو شخص اپنے دین سے باز نہ آئے اس کو ان میں ڈال دو چنانچہ ان کو آگ میں جھونک دیا گیا آخر ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا اس نے آگ میں داخل ہونے سے پس و پیش کیا تو لڑکا بول اٹھا اماں صبر کرو یقیناً تم حق پر ہو۔"

لغات: ❖ ملک: مَلَکَ مَلْکًا و مُلْکًا ضرب سے بمعنی مالک ہونا۔ المَلِک بادشاہ، جمع: ملوک

❖ ساحر: سَحَرَ سِحْرًا فتح سے بمعنی دھوکا دینا۔ جادو کرنا، جادو سے دل لبھانا۔ فاعل الساحر۔

❖ بعث: بعث بَعْثًا فتح سے بمعنی تنہا بھیجنا۔

❖ فشکا: شکٰی، شکْیًا ضرب سے بمعنی شکایت کرنا۔

❖ فرماھا: رمٰی، رَمْیًا و رمایةً ضرب سے بمعنی پھینکنا سمع سے رمِہ رمْھًا دن کا سخت گرم ہونا۔

❖ یداوی: دَاوٰی مُدَاواۃً بمعنی بیمار کا علاج کرنا۔ باب مفاعلہ سے۔

❖ عَمی: عمِیَ عَمْیًا سمع سے بمعنی اندھا ہونا۔

❖ شفیتنی: شَفٰی شفاءً شفی اللّٰہ فلانًا من مرضہ ضرب سے بمعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کے مرض کو ختم کر دینا۔ زائل کر دینا۔ صحت یاب کرنا۔

❖ بالمنشار: المنشار بمعنی آرہ جمع: مناشیر اور پنجہ دار لکڑی جس سے گیہوں وغیرہ کو بھوسے سے علیحدہ کرتے ہیں۔

❖ فشقہ: شقَّ شقاً نصر سے بمعنی پھاڑنا۔ متفرق کرنا۔

❖ فاطرحوہ: طرح. طَرْحًا فتح سے بمعنی پھینکنا۔ جدید لغت میں مطَارحۃ بیت بازی۔

❖ فرجف: رَجَفَ، رَجْفًا نصر سے بمعنی زور سے حرکت دینا۔ زمین کا زلزلہ میں آنا۔

❖ قرقور: القُرقور لمبی کشتی۔ جمع: قَرَاقِیر. القُرَا قِرۃ بہت بولنے والی عورت۔

تشریح: یہ واقعہ قرآن مجید کی "قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ" کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید اجمال بیان کرتا ہے پھر احادیث اس کی وضاحت کرتی ہیں تو معلوم ہوا کہ قرآن کو بغیر حدیث کے سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

بعض مفسرینؒ و محدثینؒ نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارک سے ستر سال پہلے کا ہے۔[1] لوگ اس واقعہ کو بھول چکے تھے یا ان کو یہ واقعہ صحیح نہیں معلوم تھا۔ قرآن نے اجمالاً اور حدیث میں تفصیلاً اس واقعہ کو بیان کیا جس سے قرآن کی صداقت کی دلیل بھی بن گئی۔

"کَانَ مَلِکٌ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ" تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا۔ وہ بادشاہ حمیری بادشاہوں میں سے تھا جس کا اکثر لوگوں

نے نام یوسف دونواس بن شرجیل کہا ہے۔ (۲)

"فَبَعَثَ اِلَیْهِ غُلَاماً یُعَلِّمُهٗ" جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیجا۔

اکثر لوگوں نے اس لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر لکھا ہے۔ (۳)

راہب کی وضاحت

"وَ کَانَ فِیْ طَرِیْقِهٖ اِذَا سَلَکَ رَاهِبٌ" راستہ میں ایک راہب تھا۔

راہب وہ لوگ ہوتے تھے جو اپنے دین کو بچانے اور عمل کرنے کے لئے شہر سے باہر چلے جاتے تھے اس کی وجہ بعض لوگوں نے یہ لکھی ہے کہ عیسائی مذہب پر ایک دور ایسا بھی گذرا ہے جس میں اولاً یہودیوں نے ان پر ظلم کیا پھر بت پرست ظالم و جابر بادشاہوں کی طرف سے ان پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے اور ان کو بت پرستی کی طرف مجبور کیا گیا اس پر ان کے علماء اور دین دار لوگوں نے اپنے دین عیسوی کو بچانے کے لئے شہر سے دور الگ تھلگ جگہ پر رہنے لگے اور جو ان کے ہم مذہب لوگ تھے وہ چھپ چھپا کر ان کے پاس پہنچ جاتے وہ ان کو انجیل کی صحیح تعلیم دیتے تھے اُس زمانے میں یہی صحیح مذہب تھا اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا ہی نجات کا ذریعہ تھا۔

مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا

فَقَالَ اِذَا خَشِیْتَ السَّاحِرَ فَقُلْ حَبَسَنِیْ اَهْلِیْ وَ اِذَا خَشِیْتَ اَهْلَکَ فَقُلْ حَبَسَنِیَ السَّاحِرُ.

راہب نے کہا کہ جب تم کو جادوگر کی مار کا خوف ہو تو کہہ دو کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے ڈر ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔

سوال: وہ راہب تو نیک آدمی تھا پھر اس نے بچے کو یہ جھوٹ بولنے کو کیوں کہا؟

جواب: کبھی کبھار مصلحت کی وجہ سے جھوٹ بولنا جائز ہوتا ہے جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے "اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ." (۴) لڑائی سراسر دھوکہ اور فریب کا نام ہے۔

اسی بات کی طرف اشارہ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے

دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی کہ فتنہ انگیز

"کہ مصلحت پر مبنی جھوٹ فتنے کھڑا کر دینے والے سچ سے بہتر ہے۔"

اس لڑکے نے اپنی ہلاکت کی تدبیر خود کیوں بتائی؟

فَقَالَ لِلْمَلِکِ اِنَّکَ لَسْتَ بِقَاتِلِیْ حَتّٰی تَفْعَلَ مَا اٰمُرُکَ بِهٖ.

اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک تم میری بات پر عمل نہ کرو۔

یہاں یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ اس لڑکے نے اپنی ہلاکت کی تدبیر بادشاہ کو کیوں بتائی اور اپنے آپ کو قتل کے لئے کیوں پیش کیا؟

جواب: بعض لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس بچے کو یقین تھا کہ اس تدبیر سے یہ بادشاہ مجھے تو قتل کر دے گا اور میں شہید ہو جاؤں گا مگر میرے شہید ہونے کی وجہ سے اس کے شہر کے تمام لوگوں کے سامنے اس بادشاہ کی خدائی کے دعویٰ کی حقیقت کھل جائے گی اور وہ سب اس کو چھوڑ کر رب حقیقی کو ماننے والے بن جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے شہید ہونے کے ساتھ ہی ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔ اللہ جل شانہ نے بھی اس بچے کی اس تدبیر کو پورا کر دیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس (نیک) بچے نے جھوٹ بولا۔

فَوَقَعَ السَّهْمُ فِيْ صُدْغِهٖ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِيْ صُدْغِهٖ فَمَاتَ.

بادشاہ نے تیر مارا جو اس کی کنپٹی پر لگا، لڑکے نے وہاں اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک نہر کھودی جارہی تھی تو دیکھا کہ ایک لڑکا ہے اس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا ہوا ہے جب ہاتھ کو اس جگہ سے ہٹایا جاتا ہے تو خون بہنے لگتا ہے اور جب ہاتھ چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ ہاتھ فوراً اپنی جگہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کے پاس ایک انگوٹھی بھی پڑی ہے جس پر اَللّٰهُ رَبِّیْ لکھا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کی لاش کو اور اس کی انگوٹھی کو اسی حالت پر رہنے دو جس حالت پر تم نے اس کو پایا ہے۔ (۵)

خندق میں کتنے لوگوں کو جلایا گیا؟

فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ بِاَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ، وَ اُضْرِمَ فِيْهَا النِّيْرَانُ.

بادشاہ نے خندق کھدوانے کا حکم دیا تمام راستوں کے سرے پر اور اس میں آگ جلانے کا حکم دیا۔

کتنے آدمیوں کو اس خندق میں جلایا گیا؟ اس میں مختلف روایات ہیں ایک روایت کے اعتبار سے بارہ ہزار۔ (۶)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ داعیان حق کو مصائب اور مشکلات کے وقت پر استقامت سے حق پر جمنا چاہئے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الزهد والرقاق (باب قصة اصحاب الاخدود والراهب و الغلام) ترمذی، و ابن کثیر فی تفسیرہ ۴/۷۷۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت صہیبؓ کے حالات حدیث نمبر (۲۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تفسیر مظہری (۲) تفسیر قرطبی (۳) تفسیر قرطبی
(۴) مشکوٰۃ (۵) تفسیر مظہری (۶) تفسیر مظہری

ابتدائی مصیبت پر صبر کرنا صبر ہے

(۳۱) ﴿وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم بِامْرَأَۃٍ تَبْکِیْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: اتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ فَقَالَتْ: اِلَیْکَ عَنِّیْ، فَاِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیْبَتِیْ، وَ لَمْ تَعْرِفْہُ فَقِیْلَ لَھَا: اِنَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ، فَاَتَتْ بَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَہٗ بَوَّابِیْنَ فَقَالَتْ: لَمْ اَعْرِفْکَ فَقَالَ: اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ تَبْکِیْ عَلٰی صَبِیٍّ لَھَا.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گذرے وہ ایک قبر کے پاس رو رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر اختیار کر۔ عورت بولی جاؤ اپنا کام کرو آپ ﷺ کو مجھ جیسی مصیبت کا سامنا نہیں ہوا، عورت نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ اس سے کہا گیا یہ تو نبی ﷺ تھے تو وہ آپ ﷺ کے مکان پر آئی وہاں کوئی دربان موجود نہ تھا آپ ﷺ سے معذرت کرتے ہوئے کہا میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا صبر تو پہلی چوٹ پر ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عورت اپنے بچے پر رو رہی تھی۔“

لغات: ❖ تبکی: بکی، بکاءً ضرب سے بمعنی رونا صفت باکٍ جمع: بُکاۃ، مؤنث: باکیۃ.

❖ الباب: الباب بمعنی دروازہ من الکتاب کتاب کا باب جمع: ابواب و بیبان.

❖ الصدمۃ: الصدمۃ: اسم مرۃ، ایک دفعہ صرعہ بصدمۃ: ایک ہی دفعہ میں بچھاڑ دیا صدمہ صدماً ضرب سے بمعنی دفع کرنا۔ ہٹانا، آپڑنا۔

تشریح: بِاْمْرَأَۃٍ تَبْکِیْ عِنْدَ قَبْرٍ عورت ایک قبر کے پاس رو رہی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوسکا، قبر اس کے بچے کی تھی۔ (۱)

آپ ﷺ کی تواضع

وَ لَمْ تَعْرِفْہُ: اس عورت نے آپ ﷺ کو نہیں پہچانا۔ اور کہا جاؤ اپنا کام کرو۔ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے اندر کتنی تواضع اور عاجزی تھی۔ اس عورت نے آپ ﷺ کی شان کا لحاظ نہیں رکھا مگر آپ ﷺ نے نہ اس پر کوئی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور جب وہ عورت معذرت کے لئے حاضر ہوئی تب بھی آپ ﷺ نے اس کو اپنی شان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا بلکہ اس وقت بھی اس کے فائدے کی بات فرمائی۔ (۲)

فَقِيْلَ لَهَا: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ کہنے والے فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

صبر ابتداء صدمہ کے وقت کیا جائے

"اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی" صبر تو ابتداء مصیبت کے وقت کیا جائے۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ آدمی پر جتنے بھی بڑے بڑے صدمہ وغم آجائیں وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس صدمہ اور غم کا بوجھ ہلکا قابل برداشت یا بالکل بھول جاتا ہے، اس وقت تو صبر خود ہی آگیا، صبر تو اس وقت معتبر ہے جب کہ آدمی کو ابتداء صدمہ پہنچے اسی وقت اللہ کی خوشنودی کے لئے وہ صبر کرے اور واویلا نہ کرے۔ (۳)

اور یہی صبر اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کا شعار رہا ہے۔ (۴)

سر جھکا دیں شوق سے حق کی اطاعت کے لئے　　　اور کیا شئے ہے اسی کا نام تو اسلام ہے

تخریج حدیث: بخاری کتاب الجنائز باب زیارة القبور، مسلم کتاب الجنائز (باب الصبر علی المصیبة عند الصدمة الاولیٰ رواه احمد ٤/١٢٤٦٠، ترمذی ٩٨٨، نسائی، ابن حبان ٢٨٩٥، والبیهقی ٣/٦٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مصنف عبدالرزاق ومسلم

(۲) نزهة المتقین ۱/۵۵

(۳) دلیل الفالحین

(۴) تحفۃ العابدین

صبر کا بدلہ جنت ہے

(۳۲) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا لِعَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَآءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میرے پاس مؤمن انسان کے لئے جب میں اس کی دنیوی محبوب چیز کو چھین لوں اور وہ صبر کرے، سوائے جنت کے کوئی بدلہ نہیں۔''

لغات: ❖ جزاءً: جزی، جزاءً ضرب سے بمعنی کسی کو بدلہ دینا۔

❖ قبضت: قبض، قبضًا ضرب سے بمعنی کسی چیز کو پکڑنا۔ باز رہنا۔ روکنا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: (اللہ یقبض و یبسط) اللہ کسی کو تنگی دیتا ہے اور کسی کو خوشحال کرتا ہے۔

❖ صَفِیَّۃَ: ''الصفیّ'' بمعنی مخلص دوست جمع: اصفیاء مؤنث صَفِیّ و صفیة ہر خالص چیز۔

تشریح: یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اس کو حدیث قدسی کہتے ہیں۔

اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّہٗ: ''صفی'' اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی کو بے حد محبوب ہو خواہ وہ اولاد ہو یا والدین ہوں یا بیوی وغیرہ ہو، ان کے انتقال کے وقت اللہ کا حکم سمجھ کر صبر کرنا یہ کمال ایمان کی علامت ہوگی کیونکہ اس نے اپنے جذبات پر اللہ کے حکم کو مقدم کیا۔ اس پر اللہ کی طرف سے جنت کی خوش خبری ہے اور ایسے موقع پر جزع فزع کرنا یہ کمزور ایمان کی علامت ہوگی۔ (۲)

بچہ مرنے پر صبر کرے تو اللہ اس کو جنت عطا فرمائیں گے

ثُمَّ احْتَسَبَہٗ یہ حسبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سمجھنا، گمان کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی دشوار اور بامشقت کام کو اجر وثواب کا موجب سمجھ کر اختیار کرنا ہی صبر عنداللہ مطلوب ومقصود ہے۔ (۳)

بعض علماء نے لکھا ہے جب اللہ کسی کے محبوب کی روح کو قبض کرلے پھر وہ اس پر صبر کرے تو اس صبر کی وجہ سے اس کا اللہ کے ساتھ ایسا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ جل شانہ اس بندے کو جنت دیئے بغیر راضی اور خوش نہیں ہوں گے۔

جب آدمی کو اس قسم کا کوئی صدمہ پہنچے تو اس کریمانہ وعدہ کو یاد کرکے صبر کرے تو انشاء اللہ العزیز اس صبر میں اس کو ایک لذت اور حلاوت ملے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقیناً جنت بھی عطا ہوگی۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب الرقاق (باب العمل الذی یبتغی به وجه اللّٰه تعالیٰ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) اس کی پوری وضاحت حدیث نمبر ۱۱ میں گذر چکی ہے۔

(۲) نزهة المتقين ۱/۵۵

(۳) تحفة العابدين

(۴) معارف الحدیث ۲/۳۰۱

صبر پر شہادت کا ثواب

(۳۳) ﴿وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَهَا اَنَّهٗ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ فَجَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُوْنِ، فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُهٗ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ الشَّهِيْدِ﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق دریافت کیا، آپ ﷺ نے ان کو بتایا طاعون عذاب الٰہی تھا جن لوگوں پر چاہتا تھا مسلط کردیتا تھا اب اللہ نے اس کو ایمانداروں کے لئے رحمت بنا دیا ہے پس جو مؤمن انسان طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوجائے وہ صبر اور طلب ثواب کی نیت سے اپنے شہر میں ہی رہے اس بات پر یقین کرلے کہ اللہ نے جو لکھ دیا ہے وہ پہنچ کر رہے گا تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔''

لغات: ❖ الطاعون: بمعنی طاعون کی بیماری، پلیگ، وبا کی موت جمع: طواعین.

❖ یقع: وقع وقوعاً فتح سے بمعنی واقع ہونا۔ داخل ہونا۔

❖ فیمکث: مَکْثاً و مُکْثًا نصر سے بمعنی ٹھہرنا۔

❖ بلد: اَلْبَلَدُ و اَلْبُلْدَۃُ کوئی جگہ آباد ہو یا غیر آباد۔ شہر۔ جمع: بلاد. بلدان جدید لغت میں بلدیۃ: میونسپلٹی۔

تشریح: صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں چھ مرتبہ طاعون کی بیماری آئی

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں چھ مرتبہ طاعون کی بیماری آئی۔

❶ طاعون شیرویہ ۶ھ میں آیا۔

❷ طاعون عمواس ۱۷ھ ۱۸ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شام کے علاقے رملہ اور بیت المقدس کے درمیان کی بستی میں آیا اس میں تقریباً ۲۵ ہزار اموات واقع ہوئیں۔

❸ ۵۰ھ میں کوفہ میں آیا۔ اس طاعون میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔

❹ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ۶۷ھ میں آیا اس کو طاعون جارف کہتے ہیں اس میں تین دن میں دو لاکھ دس ہزار اموات ہوئیں۔

❺ طاعون فتیات عبدالملک بن مروان کے دور ۶۷ھ میں آیا اس کو طاعون فتیات اس لئے کہتے ہیں کہ اس طاعون کی ابتداء جوان لڑکیوں سے ہوئی۔

❻ ۱۰۰ھ میں عدی بن ارطاۃ میں آیا۔

فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُوْنِ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا.

کوئی بندہ نہیں جو طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوجائے اور وہ اپنے شہر میں ہی صبر کرتا ہو طلب ثواب کی نیت سے۔ طاعون یا اس قسم کی وبائی بیماری میں اللہ کی ذات پر اعتماد کرے اور تقدیر پر راضی رہے کہ جو حالات بھی آئیں گے وہ میری تقدیر کے مطابق ہی آئیں گے میرے یہاں سے بھاگنے سے میرے حالات تبدیل نہیں ہوں گے اور اس صورت میں جزع فزع اور

ناشکری کا اظہار بھی نہ کرے۔ اس صورت میں اگر اس کی موت واقع ہوجاتی ہے تو وہ شہادت کے درجے پر فائز ہوجائے گا۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ وبائی بیماری دوسری جگہ نہ پھیلے۔ (۱)

یہی حکم دوسرے شہر کے لوگوں کے لئے بھی ہے کہ وہ طاعون زدہ شہر میں جانے سے اجتناب کریں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب طاعون آیا تو وہ بھی اس جگہ تشریف نہیں لے گئے۔

کیا وبائی بیماری منتقل ہوتی ہے؟

اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿لَنْ يُّصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (توبہ: ۵۱)

ہرگز ہرگز نہیں آئے گی ہم پر کوئی مصیبت بجز اس کے جو اللہ جل شانہ نے لکھ دی ہے اور اللہ پر ہی بھروسہ کرنا ہے ایمان والوں کو۔ اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے:

لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ فِي الْاِسْلَامِ نہ اسلام میں بیماری لگنے کی حقیقت ہے اور نہ بدشگونی ہے۔

اگر بیماری منتقل نہیں ہوتی تو وہاں سے نکلنے سے کیوں منع کیا گیا؟

یہ منع صرف اس لئے کیا گیا کہ کچے ایمان والے کا عقیدہ خراب نہ ہوجائے کہ میں فلاں جگہ چلا گیا تھا اس لئے یہ بیماری لگ گئی۔ آپ ﷺ نے ایک جذامی آدمی کے ساتھ کھانا کھایا اس بات کو بتانے کے لئے کہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب الطب (باب اجر الصابر فی الطاعون) و رواه احمد فی مسنده ۹/۲۵۲۶۷۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہؓ کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین

بینائی کے عوض جنت

(۳۴) ﴿وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَالَ: اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ، يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل نے فرمایا جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) میں مبتلا کردوں (یعنی بینائی جاتی رہے) اس پر وہ صبر کرے ان کے عوض میں اس کو جنت عطا کرتا ہوں۔''

لغات: ❖ ابتلیت: ابتلی، ابتلاءً بمعنی آزمانا۔ قسم کھلانا۔

❖ حبیب: بمعنی محبّ۔ محبوب

❖ عوضته: عاض عوضًا نصر سے بمعنی بدلہ دینا۔

تشریح: نابینا کو جنت کی خوشخبری

اِذَا ابْتَلَیْتُ عَبْدِیْ بِحَبِیْبَتَیْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ.

ترجمہ: جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) میں مبتلا کردوں (یعنی بینائی ختم کردوں) اس پر وہ صبر کرے تو اس کے عوض میں اس کو جنت عطا کرتا ہوں۔ اس حدیث سے ایک نابینا صابر شاکر شخص کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ یہ شخص بڑے احترام کا مستحق ہے۔ ایسے شخص کے ساتھ بے اعتنائی کرنا بڑی محرومی کی بات ہے۔ (۱)

نابینا کو یہ فضیلت اس لئے دی گئی کہ وہ دنیائے فانی سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا اس پر اللہ کی طرف سے اس کو یہ انعام دیا جارہا ہے کہ یہ شخص اپنے تقدیر پر راضی ہوگا تو اب دنیائے فانی کے نفع کے عوض میں اس کو جنت کے ہمیشہ کے نفع سے نوازا جائے گا۔ (۲)

آنکھوں کی بینائی پر یہ فضیلت خاص کیوں ہے؟ سب سے اہم عضو انسان کا آنکھ ہی ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر یہ فضیلت دی گئی۔ آنکھوں کا نہ ہونا دنیا میں سب سے بڑی محرومی ہے۔ اللہ جل شانہ جزا بھی بقدر مشقت عطا فرماتے ہیں اس لئے اس بڑی محرومی کی جزا جنت کی صورت میں دی جارہی ہے۔ (۳)

ہر اک مصیبت کی تہہ میں چھپی رہتی ہے راحت بھی — شب تاریک کے دامن سے ہوتی ہے سحر پیدا

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب المرضیٰ (باب فضل من ذهب بصره) ورواه الامام احمد فی مسنده ٤/٢٣، ١٤٠، ترمذی، البیهقی ٣/٣٧٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تحفۃ العابدین ۱۱۵

(۲) نزھۃ المتقین ۱/۵۶

(۳) دلیل الفالحین ۱/۱۶۷، نزھۃ المتقین ۱/۵۶

مرگی کی بیماری پر صبر کرنے کا بدلہ جنت ہے

(۳۵) ﴿وَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَلَا اُرِیْکَ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلٰی قَالَ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ: اِنِّیْ اُصْرَعُ وَ

اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰہَ تَعَالٰی لِیْ قَالَ: اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَ لَکِ الْجَنَّةُ وَ اِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُعَافِیَکِ فَقَالَتْ: اَصْبِرُ فَقَالَتْ: اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ لَا اَتَکَشَّفَ فَدَعَا لَھَا﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ''حضرت عطا بن ابی رباحؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کیا میں تجھے جنت کی حقدار عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا ضرور دکھایئے، اس نے کہا یہ سیاہ فام عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگی مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میری شرمگاہ سے کپڑا ہٹ جاتا ہے میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو صبر کرسکے تو اس کا ثواب جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے تیری صحت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا میں صبر کرتی ہوں لیکن میرے لئے دعا فرمائیں کہ بے پردگی نہ ہو، آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔''

لغات: ❖ أُصرَع: صَرَعًا و صَرْعًا فتح سے بمعنی زمین پر گرادینا۔ صُرِعَ بمعنی مرگی کی بیماری والا ہونا۔ جدید لغت میں صِراعة: کُشتی مَصْرَع: اکھاڑ امصارع: پہلوان۔

❖ أتکشف: کشفَ کشفًا ضرب سے بمعنی ظاہر کرنا۔ کھولنا۔ کہا جاتا ہے کشف اللّٰہ غمّہ اللہ اس کے غم کو زائل کرے۔ جدید لغت میں کشّاف اسکاؤٹ۔

❖ یعافیک: اَعفٰی معافاۃ و عفاءً و عافیۃً بمعنی صحت دینا، بلا اور برائی سے بچانا۔

تشریح: اِمْرَأَةٌ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ اس عورت کا نام سعیرہ اور اس کی کنیت ام زفر تھی۔ (۱)

مرگی کی بیماری پر صبر کرنے کا بدلہ جنت ہے

اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَ لَکِ الْجَنَّةُ اگر صبر کرسکے تو اس کا ثواب جنت ہے۔

اس سیاہ فام عورت نے دنیا کی چند روزہ تکلیف برداشت کر کے اس کے عوض جنت کو حاصل کرلیا یعنی فانی بیماری کے عوض ابدی مقام قرب و رضاء الٰہی کو حاصل کرلیا اور اپنی تقدیر پر راضی ہوگئی:

جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض

بیماری کے لئے دعا کرانا جائز ہے

فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ لَا اَتَکَشَّفَ میرے لئے دعا فرمادیں کہ بے پردگی نہ ہو۔

بے ہوشی کی حالت میں بے اختیار بدن کا کھل جانا یہ نہ گناہ ہے اور نہ ہی معصیت مگر اس عورت کا دعا کروانا ایک فطری حیاوشرم کی وجہ سے تھا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آدمی میں ہمت ہو تو وہ رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کرے تو یہ قرب الٰہی کا زیادہ ذریعہ بنتا ہے جیسے کہ اس عورت نے رخصت کے مقابلے میں عزیمت کو ترجیح دی۔ (۲)

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح بیماری کا علاج دوا کے ساتھ کروانا جائز ہے اسی طرح کسی اللہ والے سے دعا کروانا بھی جائز ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب المرضٰی (باب فضل من یصرع من الریح) وصحیح مسلم کتاب البر (باب ثواب المؤ من فیما یصیبه)

راوی حدیث حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عطاء، کنیت: ابومحمد، والد کا نام: اسلم اور ان کی کنیت: ابورباح تھی، تابعی ہیں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔

قرآن و حدیث کے حافظ تھے اور اپنے زمانے کے بڑے مفتی تھے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں عطاءؒ فقہ، علم و ورع اور فضل و کمال کے لحاظ سے سادات تابعین میں سے تھے حجۃ اللہ اور کبیر الشان تھے۔ (تہذیب التہذیب ۷/۳)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ عطاءؒ مکہ کے مفتی اور مشہور امام تھے بڑے بڑے ائمہ ان کے علمی کمالات کے معترف تھے۔ (تہذیب الاسماء)

مناسک حج کے بھی بڑے عالم تھے: امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ عطاءؒ سے زیادہ مناسک حج کا کوئی جاننے والا باقی نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد ۵/۳۴۵)

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملکؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کو مناسک حج بتائے۔ (طبقات ابن سعد ۵/۳۴۵)

قوت ایمانی: عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ سارے مکہ والوں کا ایمان مل کر بھی عطاءؒ کے ایمان کے برابر نہیں تھا۔ (تہذیب التہذیب ۷/۲۰۳)

حدیث پر عمل کرنے کا بہت زیادہ ذوق تھا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تابعین میں سے کوئی بھی عطاءؒ سے زیادہ متبع حدیث نہیں تھا۔ (تہذیب الاسماء ۱/۳۳۳)

انہوں نے صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت سے حدیث یاد کی اور ان سے فائدہ اٹھانے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے (تہذیب التہذیب ۷/۱۹۹)

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو فرماتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے عطاءؒ سے حدیث یاد کرلو۔ (تہذیب الاسماء ۱/۳۳۴)

---

(۱) فتح الباری

(۲) نزھۃ المتقین ۱/۵۷

(۳) نزھۃ المتقین ۱/۵۷، روضۃ المتقین ۱/۷۸

نبی کا بے انتہا صبر

(۳۶) ﴿وَ عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَیَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَ هُوَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ایک پیغمبر کے بارے میں فرمار ہے تھے کہ اس کو قوم نے اس قدر مارا کہ اس کو لہولہان کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے اللہ میری قوم کو معاف فرما یہ جانتے نہیں ہیں۔''

لغات: ❖ أنظر: نَظَرَ و نَظِر نظرًا و منظرًا نصر سے اور سمع سے بمعنی دیکھنا غور سے دیکھنا۔

❖ یحکی: حکٰی حکایة ضرب سے بمعنی کسی سے کلام نقل کرنا۔ بیان کرنا۔

❖ یمسح: مَسَحَ مسحًا فتح سے بمعنی پونچھنا۔ جدید لغت میں ممسحة: پیائش کا فیتہ، پائدان۔

تشریح: یَحْکِیُ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَیْهِم آپ ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک پیغمبر کے بارے میں فرمار ہے تھے۔

اس نبی سے کون سے نبی مراد ہیں؟

مجاہدؒ اور عبید بن عمرو اللیثیؒ نے کہا کہ اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ مگر اکثر محدثینؒ نے کہا کہ اس سے مراد خود جناب رسول اللہ ﷺ تھے۔ (۱)

وَ هُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہا تھا۔ اگر مراد نوح علیہ السلام ہیں تو ان کی قوم بھی ان کو بہت مارتی تھی جس سے ان کے چہرے کا خون نکلتا تھا اور اگر مراد آپ ﷺ ہیں تو اس سے مراد اکثر محدثینؒ کے نزدیک غزوۂ اُحد کا دن ہے جس دن میں آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود گھس گئی جس سے خون نکلا اور اسی روز آپ ﷺ کا دانت مبارک بھی ٹوٹا تھا۔ (۲)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کس نبی کی دعا ہے؟

سوال: اگر مراد نوح علیہ السلام ہیں تو یہاں پر یہ دعا منقول ہے کہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اس کے خلاف قرآن میں تو نوح علیہ السلام کی طرف سے قوم کو بددعا منقول ہے لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا۔

جواب: ابتداء میں نوح علیہ السلام دعا کرتے رہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ کے ساتھ مگر جب آخر میں اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ ان چند لوگوں کے علاوہ جو آپ پر ایمان لا چکے ہیں کوئی اور ایمان نہیں لائے گا تو اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ان کو لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ کے ذریعہ سے بددعا دی۔ (۳)

داعیان تبلیغ کے لئے ایک سبق

اس واقعہ سے دین کا کام کرنے والوں کے لئے ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ داعیان تبلیغ کو جب تبلیغ و دعوت کی راہ میں

تکلیفیں آئیں تو اس کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے ساتھ انتقام کے جذبہ کے بجائے عفو و درگذر سے کام لینا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ سے ان لوگوں کے بارے میں معافی اور ہدایت کی دعا بھی کرتے رہنا چاہئے۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب الانبیاء (باب ما ذکر عن بنی اسرائیل و کتاب المرتدین) مسلم کتاب الجهاد (باب غزوة احد) رواه احمد فی مسنده ۲/۳۶۱۱، و ابن ماجه، و ابن حبان ٦٥٧٦۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، کنیت: ابوعبدالرحمٰن، والد کا نام: مسعود، والدہ کا نام: اُم عبدتھا

اسد الغابہ میں ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ جارہے تھے راستہ میں عبداللہ بن مسعودؓ بکریاں چرارہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے دودھ مانگا، انہوں نے کہا یہ بکریاں امانت ہیں اس لئے میں نہیں دے سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی بکری ایسی ہے، جس نے بچے نہ دیئے ہوں؟ عرض کیا ہاں، انہوں نے وہ بکری پیش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن میں دودھ بھر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ، تینوں نے خوب سیر ہوکر پیا۔ اس معجزے کے بعد وہ مسلمان ہوگئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ خدمت میں رہتے تھے۔ (اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ جلد ۲)

جب یہ ہجرت کرکے مدینہ آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی کے متصل ایک قطعہ زمین کا عطا فرمایا۔ (طبقات ابن سعد/ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ جلد ۲)

تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ ۲۰ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور دس سال تک وہاں کے قاضی رہے۔ ان کے خصوصی اوصاف میں لکھا ہے کہ ان کو علم کا شوق انتہا درجہ کا تھا، اور قرآن مجید کی تفسیر کے ماہر بھی تھے، قرأت میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے قرآن سنا اور روایت بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کرتے اور اپنے زمانے میں فقہ کے بھی ماہر تھے۔ ان کی خوبیوں کی بناء پر ایک بڑا مجمع ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا بلکہ بقول شقیقؒ کے ہم لوگ مسجد میں بیٹھ کر عبداللہ بن مسعودؓ کے مکان سے نکلنے کا انتظار کرتے تھے۔ (مسند احمد ۱/۳۷۷)

وفات: ۳۲ھ میں ۶۰ سال سے کچھ زیادہ عمر پاکر داعیٔ اجل کو لبیک کہا نماز جنازہ حضرت عثمان غنیؓ نے پڑھائی اور عثمان بن مظعونؓ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۱/۱۱۳)

مرویات: ان کی روایات کی تعداد ۸۴۸ ہے ان میں سے ۶۴ بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں ۲۱ بخاری میں اور ۳۵ مسلم میں علیحدہ علیحدہ ہے۔ (تہذیب الکمال ۲۳۴)

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۵۶ (۲) دلیل الفالحین ۱/۱۷۰، نزھۃ المتقین ۱/۵۷، فتح الباری
(۳) دلیل الفالحین ۱/۱۷۰ (۴) دلیل الطالبین ۱/۷۹، روضۃ المتقین ۱/۷۹

مسلمان کی معمولی تکلیف سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں

(۳۷) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَ لَا وَصَبٍ وَ لَا هَمٍّ وَ لَا حَزَنٍ وَ لَا اَذًى وَ لَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةُ یُشَاكُهَا

اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ).

وَ الْوَصَبُ: الْمَرَضُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو تھکان، بیماری، غم، تکلیف اور کانٹا لگنے سے جو پریشانی ہوتی ہے اس کے بدلے میں اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ الوصب کے معنی بیماری کے ہیں۔''

لغات: ❖ نصب: نصب، نصبًا ضرب اور فتح سے بمعنی تھکانا اور نصِب نَصَبًا سمع سے بمعنی تھکنا۔

❖ وَصَبٌ: يُوْصَبُ وصبًا بمعنی بیمار ہونا۔ صفت وصِب جمع: وصابی و صاب۔

❖ همٌ: هَمَّ هَمًّا نصر سے بمعنی بے چین کرنا۔ غمگین کرنا۔ جمع: هموم.

❖ حزن: حَزَنَ حَزْنًا نصر سے بمعنی آزردہ خاطر کرنا سمع سے حَزَنًا رنجیدہ ہونا اور حُزُونَةً کرم سے بمعنی سخت ہونا۔

❖ أذى: أذِى أذًى و اِذاةً سمع سے بمعنی تکلیف واذیت پانا۔

❖ الشوكة: واحد شوكة جمع اشواک بمعنی کانٹا۔

تشریح: کانٹا لگنے سے بھی گناہ معاف ہوجاتے ہیں

''حَتّٰى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ'' یہاں تک کہ کانٹا لگنے سے جو پریشانی ہوتی ہے اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آدمی کو کسی قسم کی کوئی راحت یا تکلیف پہنچے تو اس کا ذہن فوراً اللہ جل شانہ کی طرف جائے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اگر کوئی تکلیف پہنچی ہے تو اس پر صبر کرے اور اگر وہ صبر کے بجائے جزع وفزع اور تقدیر الٰہی کا شکوہ کرے تو ایک تو دنیاوی تکلیف ہوگی اس کے ساتھ ساتھ آخرت کے اجر وثواب سے محروم ہوجائے گا بلکہ صرف یہی نہیں کہ آخرت کا اجر نہیں ہوگا بلکہ آخرت کے لئے یہ عمل وبال بن جائے گا۔ (۱)

مصیبت نام ہے اہل وفا کی آزمائش کا — اسی میں آدمی کا حوصلہ معلوم ہوتا ہے

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب المرضٰی (باب ما جاء فی کفارة المرضٰی) و قول اللّٰه تعالٰی من يّعمل سوءً يّجز به. مسلم کتاب البر (باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذٰلک حتّٰی الشوكة يشاكها. رواه امام احمد فی مسنده: ۸۴۳۲/۳، ابن حبان ۲۹۰۵، والبیهقی ۲۷۳/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدریؓ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) اور حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۵۸/۱، روضۃ المتقین ۷۹/۱

کانٹا چبھنا بھی سیئات کا کفارہ ہے

(۳۸) ﴿وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ ھُوَ یُوْعَکُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تُوْعَکُ وَعْکًا شَدِیْدًا قَالَ: اَجَلْ اِنِّیْ اُوْعَکُ کَمَا یُوْعَکُ رَجُلَانِ مِنْکُمْ قُلْتُ: ذٰلِکَ اَنَّ لَکَ اَجْرَیْنِ؟ قَالَ: اَجَلْ ذٰلِکَ کَذٰلِکَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُہٗ اَذًی شَوْکَۃٌ فَمَا فَوْقَھَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰہُ بِھَا سَیِّئَاتِہٖ، وَ حُطَّتْ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ کَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَۃُ وَرَقَھَا﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وَالوَعْکُ: مَغْثُ الْحُمّٰی، وَ قِیْلَ الْحُمّٰی.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ بخار میں مبتلا تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ تو شدید بخار میں مبتلا ہیں، فرمایا ہاں مجھے تمہارے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس لئے آپ ﷺ کو دوگنا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہی بات ہے بالکل اسی طرح جیسے مسلمان کو کانٹا چبھنے سے یا اس سے زیادہ کسی مصیبت کی زحمت اٹھانا پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور گناہ اس سے یوں ساقط ہوجاتے ہیں جیسے درخت کے پتے گر جاتے ہیں۔“

وعک: بخار سے معدے اور آنتوں میں ہونے والی تکلیف یا خالی بخار۔

لغات: ❖ یوعک: وَعَکَ وَعْکًا ضرب سے بمعنی گرمی کا تیز ہونا۔ وَعَکَتْہُ الْحُمّٰی بخار کا کسی کو ایذا پہنچانا تَوَعَّکَ بخار میں مبتلا ہونا۔

❖ أجَلْ: بمعنی ہاں، بے شک۔

❖ ورقھا: ورق ورقاً بمعنی درخت کا پتے دار ہونا، درخت کے پتے اتارنا، جدید لغت میں ورق النقد بمعنی نوٹ۔

تشریح: آپ ﷺ کو عام لوگوں سے زیادہ بخار میں تکلیف ہوتی تھی

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تُوْعَکُ وَعْکًا شَدِیْدًا یا رسول اللہ آپ ﷺ کو تو شدید بخار ہورہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عام لوگوں کی طرح حالات آتے تھے اور یہ ان کے رفع درجات کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

اَنَّ لَکَ اَجْرَیْنِ؟ قَالَ اَجَلْ آپ ﷺ کے لئے دوگنا ثواب ہے؟ فرمایا ہاں۔

دوگنا ثواب کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو دوگنا مشقت بھی اس میں ہوتی تھی، ڈبل مشقت سے ڈبل ثواب دیا جاتا تھا۔

بخار کے فضائل

ایک روایت میں آتا ہے کہ اِنَّمَا مَثَلُ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ حِيْنَ يُصِيْبُهُ الْوَعْکُ اَوِالْحُمّٰى كالْحَدِيْدَةِ تُدْخَلُ النَّارَ فَيَذْهَبُ خُبْثُهَا وَ يَبْقٰى طَيِّبُهَا۔[1]

ترجمہ: مؤمن بندے کی مثال جب اس کو بخار ہوجائے اس لوہے جیسی ہے کہ جس کو آگ میں ڈالا جائے تو اس کا میل جاتا رہے اور عمدہ حصہ باقی رہ جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اَلْحُمّٰى حَظُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنَ النَّارِ وَ حُمّٰى لَيْلَةٍ تُكَفِّرُ خَطَايَا سَنَةٍ مُجَرَّمَةٍ (ای كاملة)[2]

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بخار حصہ ہے ہر مؤمن کا آگ سے اور ایک رات کا بخار پورے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اَلْحُمّٰى شَهَادَةٌ اَیِ الْمَوْتُ فِيْهَا.[3]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار شہادت ہے یعنی بخار میں مرجانا شہادت ہے۔

اور ایک روایت میں جس کے راوی اسد بن کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آتا ہے کہ قَالَ اَلْحُمّٰى تَحُتُّ الْخَطَايَا كَمَا تَحُتُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا اَیْ تُسْقِطُ.[4]

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بخار خطاؤں کو ایسے جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری كتاب المرضٰی (باب شدة المرض) مسلم كتاب البر (باب ثواب المؤمن فيما يصيبه) رواه امام احمد فی مسنده ۲/۳۶۱۸۔ والدارمی ۲/۳۱۶، ابن حبان ۲۹۳۷، والبيهقی ۳/۳۷۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ترغیب وترھیب ۴/ ۲۹۸ (۲) رواہ القضاعی

(۳) اخرجہ الدیلمی باسناد صحیح (۴) رواہ ابن نافع باسناد حسن

اللہ جس سے بھلائی چاہتا ہے اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے

(۳۹) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

وَ ضَبَطُوْا يُصِبْ بِفَتْحِ الصَّادِ وَ كَسْرِهَا.

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو مصائب میں گرفتار رکھتا ہے۔ “یُصِب” صاد پر زبر یا زیر کے ساتھ دونوں طرح صحیح ہے۔

لغات: ❖ الخیر: بمعنی خیر بھلائی۔ چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا۔ جمع: خُیُوْر مثل مشہور ہے خیر العلم ما حضرک بہترین علم وہ ہے جو ضرورت کے وقت مستحضر ہوجائے۔

تشریح: جس سے اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو مصائب میں مبتلا کرتا ہے

مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّصِبْ مِنْهُ: اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو مصائب میں گرفتار رکھتا ہے۔

دنیا کی تکلیفیں، مصائب، بیماریاں، جان و مال کا نقصان وغیرہ میں مؤمن کے لئے بھلائی اس طرح ہے کہ دنیا میں وہ ان سب کی وجہ سے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے سامنے دعا و التجاء کرتا ہے اس کی وجہ سے اس کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور آخرت کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ (۱)

بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ نے مؤمن کے لئے جنت میں ایک مقام بنایا ہوا ہے اگر وہ عبادات کے ذریعہ وہ مقام حاصل نہیں کرتا تو اس کو مصائب دیتے ہیں اور جب وہ اس پر صبر کرتا ہے تو وہ اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے۔

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے ۔۔۔ غم دو جہاں سے فراغت ملے

تخریج حدیث: صحیح البخاری کتاب المرضٰی (باب ما جاء فی کفارۃ المرض) و اخرجہ امام مالکؒ فی مؤطا مالک، احمد فی مسندہ ۷۲۳۹/۳، ابن حبان ۲۹۰۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۵۹/۱، روضۃ المتقین ۸۱/۱

موت کی تمنا نہ کی جائے

(۴۰) ﴿وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَهٗ، فَاِنْ کَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْیَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوةُ خَیْرًا لِّیْ وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاةُ خَیْرًا لِّیْ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی تکلیف کے آنے پر کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے اگر اس سے کوئی چارہ نہ ہو تو یہ کلمات کہے ”اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھئے جب تک میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہے اور اس وقت فوت کر دیجئے جب میرے حق میں فوت ہونا بہتر ہو۔“

لغات: ❖ أحيني: حَيِيَ حياةً سمع سے سے بمعنی زندہ رہنا۔ احیاہ: زندہ کرنا اور ادغام کے ساتھ بھی آتا ہے اس میں مصدر حیاءً آتا ہے بمعنی شرمندہ ہونا، شرمانا۔

❖ توفني: توفّي توَفياً بمعنی حق پورا ہونا۔ مدت کو پہنچنا۔ توفاہ اللّٰہ: موت دینا توفيَّ فلان مرنا۔ اللہ تعالیٰ مُتوَفِّيُ، فوت شدہ بندہ۔ متَوفّي۔ الوفاۃ: بمعنی موت جمع: وَفَيات.

تشریح: موت کی تمنا کرنا جائز نہیں

لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْت کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے۔

موت کی تمنا کرنا منع اس لئے ہے کیونکہ مستقبل کا علم کسی کو نہیں کہ آئندہ زندگی اس کے حق میں بہتر ہوگی یا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصیبت کے وقت میں موت کی تمنا کرنا اس میں بے صبری بھی پائی جاتی ہے حالانکہ شریعت میں مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(۱)

اگر دعا ہی کرنی ہے تو حدیث بالا والی دعا کی جائے کہ جب تک میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہے تو زندہ رکھ اور جب موت بہتر ہو تو موت دے دے۔ ہاں اگر کسی مقدس مقام یا شہادت کی تمنا کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔(۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب المرضیٰ(باب ما جاء فی کفارة المرض) و صحیح مسلم فی الذکر (باب کراهة تمنی الموت لضر نزل به) و اخرجه امام احمد فی مسنده ٤/١٢٠١٥، النسائی ١٨١٨، ابن حبان ٢٩٦٦ و البیهقی ٣/٣٧٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۶۰، روضۃ المتقین ۱/۸۱

(۲) نزھۃ المتقین ۱/۶۰

پہلے لوگوں کو بھی بہت تکالیف دی گئیں

(٤١) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: شَكَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهٗ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا: اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُوْلَنَا؟ فَقَالَ: قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ، فَيُحْفَرُ لَهٗ فِی الْاَرْضِ، فَيُجْعَلُ فِيْهَا، ثُمَّ يُؤْتٰی بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰی رَاْسِهٖ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، وَ يُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ وَ عَظْمِهٖ مَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ، وَ اللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَآءَ اِلٰی حَضْرَ مَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلٰی

غَنَمِهٖ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ (رواه البخاری)

وَ فِیْ رِوَايَةٍ: وَ هُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّ قَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً.

ترجمہ: ”حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (کفار کی ایذا رسانیوں کا) شکوہ کیا آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کو تکیہ بنا کر لیٹے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا آپ ﷺ ہمارے لئے غلبہ کی دعا کیوں نہیں فرماتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے بعض لوگوں کو پکڑ لیا جاتا، گڑھا کھودا جاتا، اس میں اس کو گاڑا جاتا، اس کے سر پر آرہ چلایا جاتا اور اس کے ٹکڑے کر دیئے جاتے اور بعض کو لوہے کی کنگھیوں سے اس کے گوشت کو نوچا جاتا ہڈیاں تک متاثر ہو جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ دین سے روگردانی نہ کرتا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اسلام کی تکمیل فرمائے گا اور امن کی کیفیت یہ ہوگی کہ ایک سفر کرنے والا صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا لیکن وہ صرف خدا سے ڈر کھائے گا اور وہ اپنی بکریوں پر بھیڑیوں کا خوف نہ رکھے گا لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چادر سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے اور ہمیں مشرکین کی طرف سے تکلیفیں پہنچی تھیں۔“

لغات: ❖ شکونا: شَكَا شكوًى و شكايةً نصر سے بمعنی شکایت کرنا۔

❖ متوسد: تَوَسَّدَ الوسادة بمعنی سر کے نیچے تکیہ رکھنا۔ الوَسَادَة، الوِسَادَة الوُسَادَة تکیہ۔ گل تکیہ۔ جمع وَسَادات و وِسَادات و وُسَادَات، و وَسَائد۔

❖ فیحفر: حفر حفرًا ضرب سے بمعنی زمین میں گڑھا کھودنا۔

❖ یمشط: مَشَطَ مَشْطًا وَ مَشطاً نصر اور ضرب سے بمعنی بالوں میں کنگھی کر کے سلجھانا۔

تشریح: ## ہر دور میں ایمان والوں پر آزمائش ہوتی ہے

قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ تم سے پہلے جو لوگ تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین حق کی راہ میں مصائب اور تکلیفوں کا آنا یہ صرف دور محمدی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر دور میں دین والوں پر آزمائش آتی رہی۔ اس جملہ سے مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ مصائب قریش سے مت گھبراؤ بلکہ اپنے سے پہلے کے لوگوں پر نگاہ رکھو کہ ان پر کیسے کیسے مصائب اور تکلیفیں آئیں اس کے باوجود وہ دین پر جمے رہے۔ (۱)

ہم نے طے کیں اس طرح منزلیں گر پڑے گر کر اٹھے اٹھ کر چلے

حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَآءَ اِلٰى حَضْرَ مَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ.

یہاں تک کہ ایک سوار تن تنہا صنعاء (یمن) سے چل کر حضر موت پہنچ جائے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

اس جملہ میں سرور کائنات ﷺ نے مسلمانوں کو ایک عظیم بشارت سنائی یا آپ ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی کہ عنقریب اللہ جل شانہ زمین کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے پاک وصاف کردے گا اور ہر جگہ اسلام کا عدل وانصاف وامن و امان ہوگا۔ یہ دور خیر قرون والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بعد والے بھی یہ دور دیکھ سکتے ہیں بشرطیکہ اسلام کے عدل و انصاف کو اختیار کرلیں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب علامات النبوة (باب علامات النبوة فی الاسلام و باب ما لقی النبی ﷺ و أصحابه من المشركين بمكة)، اخرجه امام احمد فی مسنده ۷/ ۲۱۱۳۰، النسائی ۵۳۳۵ و ابن حبان ۲۸۹۷۔ البیهقی ۶/ ۵۔

راوی حدیث حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: خباب، کنیت: ابوعبداللہ، والد کا نام: ارت بن جندلہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر مکہ میں فروخت کردیئے گئے (اسد الغابہ ۲/ ۱۰۶)

اسلام کے ابتدائی زمانے میں زید بن ارقمؓ کے گھر میں مسلمان ہوئے (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۱۶)

اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا۔ ابتداء میں مسلمان ہوئے اور غلام تھے اس لئے ان کو مشرکین نے خوب سزا دی ننگی پیٹھ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے اور بالآخر وہ انگارے خود زخموں کی رطوبت سے بجھ جاتے (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۱۷)

مدینہ کی ہجرت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خراش بن صمہ غلام تمیم کے ساتھ مواخات کرادی۔ تمام غزوات میں شرکت کی (طبقات ابن سعد)

تلواریں بنا کر کسب معاش کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے گدھے پر بٹھایا اور لوگوں میں اعلان کیا کہ ان کے علاوہ صرف ایک شخص اور ہے جو اس گدھے پر بیٹھنے کا مستحق ہے۔ خبابؓ نے پوچھا: وہ کون شخص ہے؟ کہا: بلال، خباب نے کہا: وہ میرے برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟ مشرکین میں ان کے مددگار تھے، لیکن میرا خدا کے سوا کوئی مددگار نہ تھا اور پھر اپنے مصائب کی داستان سنائی۔ (مستدرک حاکم تذکرہ خباب بن ارت جلد ۳)

وفات: ۳۷ھ میں کوفہ میں بیمار ہوئے اور پھر ۷۲ برس کی عمر میں انتقال ہوا اسی وقت حضرت علیؓ جنگ صفین سے واپس آئے تھے، اطلاع ملی، فوراً حاضر ہوئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۳۲ ہے۔ ان میں سے ۳ بخاری ومسلم دونوں میں ہیں دو میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔

---

(۱) نزھۃ المتقین ۱/ ۶۰

موسیٰ علیہ السلام کے صبر کی مثال

(۴۲) ﴿وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ اٰثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَاَعْطَى الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الْاِبِلِ، وَ اَعْطٰى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَ اَعْطٰى نَاسًا مِنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ، وَ اٰثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهٖ قِسْمَةٌ مَاعُدِلَ فِيْهَا وَ مَا اُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَاُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ ثُمَّ قَالَ: فَمَنْ يَعْدِلُ اِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ قَالَ: يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِيَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ فَقُلْتُ: لَا جَرَمَ لَا اَرْفَعُ اِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيْثًا﴾

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَ قَوْلُهٗ كَالصِّرْفِ هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ: وَ هُوَ صِبْغٌ اَحْمَرُ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے غنیمتوں کو تقسیم فرماتے ہوئے کچھ لوگوں کے ساتھ تالیف قلبی کرتے ہوئے ترجیحی سلوک اختیار فرمایا، چنانچہ اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو اونٹ عطا فرمائے عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اتنے ہی دیئے اور عرب کے اشراف کے ساتھ ترجیحی سلوک کرتے ہوئے انہیں زیادہ دیا، ایک شخص بول اُٹھا اللہ کی قسم! یہ تقسیم منصفانہ نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اللہ کی رضا مندی کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں ضرور اللہ کے رسول کو اس سے مطلع کروں گا۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ کو مطلع کیا، اس کو سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ اور اس کا رسول عدل و انصاف نہ کریں تو کون انصاف کرے گا؟ پھر فرمایا اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے کہیں زیادہ اذیتیں پہنچائی گئیں لیکن انہوں نے صبر کیا۔ آپ ﷺ کی کیفیت دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ اس کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں اس قسم کی بات نہیں پہنچاؤں گا۔

کالصرف: صاد کے زیر کے ساتھ ہے۔ وہ سرخ رنگ جس سے سرخ کھال کو رنگا جاتا ہے۔

لغات: ❖ آثَرَ: آثَرَ اِیْثَارًا افعال سے بمعنی اکرام وعزت کرنا۔ پسند کرنا۔ فضیلت و برتری دینا۔

❖ اَلْقِسْمَۃ: قَسَمَ قَسْمًا ضرب سے بمعنی تقسیم کرنا۔

❖ اعطی: أَعطٰی اعطاءً افعال سے بمعنی دی۔

❖ لأخبرنَّ: خبّرہ و اخبرہ کسی کو کسی شئی سے آگاہ کرنا خبردار کرنا کہتے ہیں۔ اَخبرہ خبُورَہ یعنی جو چیز اس کے پاس تھی اس کی اس نے اطلاع وخبر دی۔

❖ یَعْدِل: عَدَلَ عدلًا ضرب سے بمعنی انصاف کرنا۔

❖ لاجَرَمَ: جرم یعنی ضرور! یقینی، ناگزیر کہتے ہیں: لاجرم لا فعلن خدا کی قسم میں ایسا کروں گا۔ جَرَمَ جَرمًا ضرب سے بمعنی کاٹنا۔ پورا کرنا اور کرم سے بمعنی بڑے جرم والا ہونا۔

تشریح: امام وقت کو اختیار ہے مال غنیمت کو زیادہ دینے کا

وَ اَعْطٰی نَاسًا مِّنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ، وَ اٰثَرَهُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْقِسْمَةِ: عرب کے سرداروں کو ترجیحی سلوک کرتے ہوئے انہیں زیادہ دیا۔

امام اور خلیفہ وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حالات وضروریات اور تقاضائے وقت کے مطابق نومسلموں کو یا دیگر ذی وجاہت اور صاحب اثر ورسوخ لوگوں کو تالیف قلوب (دلجوئی) کے طور سے دوسرے مسلمانوں سے زیادہ دے دے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے غزوہ حنین میں نومسلم قبائل اور ان کے سرداروں کو مال غنیمت کی تقسیم میں قدیم ترین مہاجر اور انصار غازیوں پر فوقیت اور ترجیح دی ان کی تالیف قلوب کے لئے۔ اسی کی طرف آپ ﷺ نے ایک حدیث میں اشارہ فرمایا اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْهُ مَخَافَةَ اَنْ یَّكُبَّهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ عَلٰی وَجْهِهٖ.[1]

فَقَالَ رَجُلٌ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهٖ قِسْمَةٌ اس آدمی کا نام ذوالخویصرۃ تھا اور یہ منافق شخص تھا۔

نبی کو ایذا پہنچانے والا موجب قتل ہے

ثُمَّ قَالَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ یَعْدِلِ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ قَالَ یَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰی قَدْ اُوْذِیَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

ترجمہ: پھر فرمایا اللہ جل شانہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے کہیں زیادہ اذیتیں پہنچائی گئیں لیکن انہوں نے صبر کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو جو ان کی قوم نے ایذا دی اس کا تذکرہ خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔

"وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ."[2]

ترجمہ: اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم یہ جانتے ہوئے کہ میں اللہ جل شانہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمہاری طرف رسول ہوں مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے جس میں اُمت محمدیہ کو بھی خطاب ہے کہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح اپنے نبی کو ایذا مت دو۔

قَالَ تَعَالٰی: "یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ آذَوْا مُوْسٰی" (۳)

ترجمہ: اے ایمان والوتم ان لوگوں طرح مت بنوجنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچائی۔

یہاں پر تنبیہ کی جارہی ہے کہ مسلمانو! تم جناب رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ دو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے دی۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایذاء رسول کا مرتکب جیسے نبی کی حیات میں کافر اور واجب القتل تھا اسی طرح ان کی وفات کے بعد بھی آیت قطعی دلائل کی روشنی میں ایسے شخص کے کفر اور قتل پر متفق ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی ابواب الخمس و فی الانتباه و فی الدّعوات و فی الادب (باب من اخبر صاحبه بما یقال فیه. مسلم فی الزکاة (باب اعطاء المؤلفة قلوبهم علی الاسلام و تصبر من قوی ایمانه، رواه امام احمد فی مسنده ۲/۳۹۰۲/۲ و ابن حبان ۲۹۱۷۔

نبوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۱/۱۷۸

(۲) سورۃ الصف آیۃ: ۵

(۳) سورۃ الاحزاب آیۃ: ۶۹

ابتلاء پر صبر کرنے کا اجر

(۴۳) ﴿وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْیَا، وَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَکَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰی یُوَافِیَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اِنَّ عِظَمَ الْجَزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَآءِ، وَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِیَ فَلَهُ الرِّضَا وَ مَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو دنیا ہی میں اس کو جلدی سزا دے دیتا ہے اور جب کسی بندے کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرتا ہے تو باوجود اس کے گناہوں کے سزا دینے سے رکا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز اس کو پوری سزا دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ثواب کی زیادتی تکلیفوں کی زیادتی پر موقوف ہے بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو محبوب جانتا ہے تو اس کو آزمائشوں میں گرفتار کرتا ہے پس جو شخص آزمائشوں کے باوجود خوش رہا اس کو اللہ کی

خوشنودی حاصل ہوگی اور جو شخص ناخوش ہوا اس پر اللہ ناخوش ہوا۔"

ترمذیؒ نے اس کو حدیث حسن کہا ہے۔

لغات: ❖ عجل: عجِل عَجَلًا و عجلةً سمع سے بمعنی جلدی کرنا کہتے ہیں عَجِلَ بِهٖ اِلَیْهِ ایک کام سے دوسرے کی طرف جلدی کی۔ جدید لغت میں مُسْتَعْجِلْ بمعنی ہنگامی۔ ارجنٹ۔

❖ العقوبة: العقاب والمعاقبة بمعنی بدی کا بدلہ۔ سزا

❖ اَمْسَکَ: اَمْسَکَ اِمْسَاکًا روکنا کرم سے مسک مساکة بمعنی مشکیزے کا پانی گرنے نہ دینا، ضرب اور نصر سے مسُکًا چمٹنا، متعلق ہونا۔

❖ عظم: عظم عظامًا و عظامة کرم سے بمعنی بڑا ہونا۔ صفت عظیم جمع عظماء۔

❖ سخط: سخط سخطًا سمع سے بمعنی کسی پر غضب ناک ہونا۔ ناپسند کرنا۔

تشریح: جب بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہو تو توبہ استغفار کرنا چاہئے

اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَیْرَ...... الخ جب اللہ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو دنیا ہی میں اس کو جلدی سزا دے دیتا ہے۔

یہ حدیث ہر مؤمن کو ایک اہم سبق کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جب بھی وہ کسی آزمائش یا دُکھ، بیماری میں گرفتار ہو تو فوراً اس کو اپنے شب و روز کے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے اگر کوئی گناہ یا نافرمانی ہو رہی ہے تو فوراً استغفار کر لینا چاہئے اور اگر کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو جلد از جلد اس کی تلافی کر لینا چاہئے۔ مزید یہ کہ اس دُکھ اور بیماری پر صبر و شکر بھی کرنا چاہئے کہ اس ذات کریم و رحیم نے دنیا میں ہی معمولی سی دکھ بیماری دے کر آخرت کے دردناک عذاب سے بچا لیا۔ اگر کوئی گناہ یا نافرمانی نظر نہ بھی آئے تب بھی توبہ و استغفار کرنا چاہئے کیونکہ بہت سے گناہوں کا ہمیں علم نہیں ہوتا لیکن وہ گناہ ہم سے ہو جاتے ہیں۔

دوسرا اس حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب بھی کوئی دکھ بیماری وغیرہ آئے تو شکوہ و شکایت جزع و فزع کے بجائے توبہ و استغفار اور صبر و شکر کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ یہ معمولی سی تکلیف آخرت کے بڑے عذاب سے بچنے کا ذریعہ بن جائے گی۔ [۱]

اور جو آزمائش کے وقت میں جزع و فزع میں مبتلا ہوا اور اپنی تقدیر پر راضی نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ تقدیر تو اس کی پہلے ہی مرتب ہو چکی ہے اس لئے اس پر اس کو راضی رہنا چاہئے۔ [۲]

قضاء کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر کھلی ہوتی ہے گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی کتاب الزهد (باب ما جاء فی الصبر علی البلاء) و ابن ماجه و ابن حبان ۲۹۱۱ و رواہ احمد فی مسنده ۱٦٨٠٦/٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزهۃ المتقین ۱/۶۲، روضۃ المتقین ۱/۸۴

(۲) روضۃ المتقین ۱/۸۴

اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بچے کی موت پر صبر کرنے کا عظیم بدلہ

(٤٤) ﴿وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ ابْنٌ لِاَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَشْتَكِیْ، فَخَرَجَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِیُّ، فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْطَلْحَةَ قَالَ: مَا فَعَلَ ابْنِیْ؟ قَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ وَهِیَ اُمُّ الصَّبِیِّ: هُوَ اَسْكَنُ مَا كَانَ فَقَرَّبَتْ اِلَیْهِ الْعَشَآءَ، فَتَعَشّٰی ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارُوْا الصَّبِیَّ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَبُوْطَلْحَةَ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ. فَقَالَ: اَعْرَسْتُمُ اللَّیْلَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِیْ اَبُوْطَلْحَةَ: اِحْمِلْهُ حَتّٰی تَاْتِیَ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ بَعَثَ مَعَهٗ بِتَمَرَاتٍ فَقَالَ: اَمَعَهٗ شَیْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ تَمَرَاتٌ، فَاَخَذَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا، ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِیْهِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِی الصَّبِیِّ، ثُمَّ حَنَّكَهٗ وَ سَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: فَرَاَیْتُ تِسْعَةَ اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَءُوْا الْقُرْاٰنَ یَعْنِیْ مِنْ اَوْلَادِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَوْلُوْدِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَاتَ ابْنٌ لِّاَبِیْ طَلْحَةَ مِنْ اُمِّ سُلَیْمٍ فَقَالَتْ لِاَهْلِهَا: لَا تُحَدِّثُوْا اَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهٖ حَتّٰی اَكُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُهٗ، فَجَآءَ فَقَرَّبَتْ اِلَیْهِ عَشَاءً فَاَكَلَ وَ شَرِبَ، ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهٗ اَحْسَنَ مَا كَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَوَقَعَ بِهَا، فَلَمَّا اَنْ رَاَتْ اَنَّهٗ قَدْ شَبِعَ وَ اَصَابَ مِنْهَا قَالَتْ یَا اَبَا طَلْحَةَ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوْا عَارِیَتَهُمْ اَهْلَ بَیْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِیَتَهُمْ اَلَهُمْ اَنْ یَّمْنَعُوْهُمْ؟ قَالَ: لَا فَقَالَتْ: فَاحْتَسِبْ ابْنَكَ قَالَ: فَغَضِبَ ثُمَّ قَالَ: تَرَكْتِنِیْ حَتّٰی اِذَا تَلَطَّخْتُ ثُمَّ اَخْبَرْتِنِیْ بِابْنِیْ، فَانْطَلَقَ حَتّٰی اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: بَارَكَ اللّٰهُ فِیْ لَیْلَتِكُمَا قَالَ: فَحَمَلَتْ قَالَ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ وَهِیَ مَعَهٗ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَی الْمَدِیْنَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا یَطْرُقُهَا طُرُوْقًا، فَدَنَوْا مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ، فَاحْتَبَسَ عَلَیْهَا اَبُوْطَلْحَةَ وَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَقُوْلُ اَبُوْ طَلْحَةَ: اِنَّكَ

لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ اَنَّهُ يُعْجِبُنِیْ اَنْ اَخْرُجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا خَرَجَ وَ اَدْخُلَ مَعَهُ اِذَا دَخَلَ وَ قَدِ احْتَبَسْتُ بِمَا تَرٰی، تَقُوْلُ اُمُّ سُلَيْمٍ: يَا اَبَا طَلْحَةَ مَا اَجِدُ الَّذِیْ كُنْتُ اَجِدُ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا وَ ضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِيْنَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ: لِیْ اُمِّیْ يَا اَنَسُ لَا يُرْضِعُهُ اَحَدٌ تَغْدُوْا بِهٖ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ احْتَمَلْتُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَ ذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے باہر نکلے تو اس کا انتقال ہو گیا واپس آئے تو لڑکے کے بارے میں پوچھا، لڑکے کی والدہ اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا پہلے کی نسبت بہت زیادہ سکون میں ہے اور اس کے سامنے رات کا کھانا لا کر رکھ دیا اس نے کھانا کھایا، بیوی سے مجامعت کی، اس کے بعد اُم سلیم نے کہا لڑکے کو دفن کرو۔ صبح کے وقت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے رات کو ہمبستری کی تھی؟ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ان دونوں کے لئے برکت عطا فرما۔ چنانچہ اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں لڑکا تولد ہوا۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں مجھے ابوطلحہ نے کہا کہ اس بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور اس کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیج دیں، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ جواب دیا ہاں کھجوریں ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو منہ میں چبا کر بچے کے منہ میں رکھا اس طرح اس کو تحنیک فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔“ (بخاری ومسلم)

بخاری کی روایت میں ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری نے بتایا کہ میں نے اس عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے نو لڑکوں کو دیکھا ان سب نے قرآن پاک پڑھا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لڑکا فوت ہو گیا، اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر والوں سے کہا اس کے بیٹے کے بارے میں تم ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ نہ بتانا میں خود ہی ان کو بتاؤں گی۔ چنانچہ جب وہ آئے تو اس نے ان کے سامنے رات کا کھانا پیش کیا اس نے کھانا کھایا اس کے بعد اُمّ سلیم نے زیب و زینت لگانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی پہلے سے زیادہ بن سنور کر سامنے آئی، ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ ہمبستری کی، جب اُمّ سلیمؓ نے دیکھا کہ وہ سیراب

ہوگیا ہے اوراس کی حاجت نفسانی پوری ہوچکی ہے تو اپنے خاوند سے کہنے لگیں ابوطلحہ! مجھے بتاؤ اگر کوئی قوم کسی کو اپنی کوئی چیز عاریۃً دے دیتی ہے پھر اس کو واپس طلب کرے تو کیا انہیں اس کا حق پہنچتا ہے کہ وہ عاریۃً چیز کو واپس لوٹانے سے انکار کردیں؟ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا نہیں، اُمّ سلیمؓ نے کہا آپ اپنے بیٹے کے بارے اللہ سے ثواب طلب کریں (اس کا انتقال ہوگیا) ابوطلحہ (ناراض ہوکر) کہنے لگے تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ جب میں مجامعت کر بیٹھا تو پھر تم نے بیٹے کے فوت ہونے کا تذکرہ کیا، یہ کہا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ کہہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہاری رات کو بابرکت فرمائے۔ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اُمّ سلیم حاملہ ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں تھے، اُم سلیم بھی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں اور رسول اللہ ﷺ جب سفر سے مدینہ تشریف فرما ہوئے تو رات کو نہ آتے۔ چنانچہ مدینہ کے قریب پہنچے تو اُمّ سلیم کو دردِزہ شروع ہوگیا، ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُمّ سلیم کے پاس رکنا پڑا اور رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے اے اللہ بے شک تو جانتا ہے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلیں تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکلوں اور جب آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوں تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ داخل ہوں، تجھے معلوم ہے کہ میں اب رک گیا ہوں۔ اُم سلیم کہنے لگیں ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب مجھے وہ تکلیف نہیں رہی جس کو میں پہلے محسوس کرتی تھی لہٰذا ہم بھی چلیں ہم وہاں سے چلے۔ مدینہ پہنچے تو دردزہ شروع ہوگیا اور لڑکا پیدا ہوا۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے کہا کہ اس بچے کو کوئی دودھ نہ پلائے، کل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جائیں گے۔ چنانچہ صبح کے وقت میں نے بچے کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلی تمام حدیث کو بیان کیا۔

لغات: ❖ فقبض: قَبَضَ قَبْضًا ضرب سے بمعنی کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا اور اس پر انگلیاں جمادینا۔ قبضہ اللّٰہ خدا کا کسی کو ماردینا۔ جدید لغت میں قَبضة ہینڈل۔

❖ العشاء: عَشّٰی تَعْشِيَةً بمعنی شام کا کھانا کھلانا اور اعشٰی اعشاءًرات کا کھانا کھلانا تعشٰی رات کا کھانا کھایا۔

❖ اعرستم: عَرِسَ عَرَسًا سمع سے بمعنی اترانا چمٹ جانا محبت کرنا اعرس دلہن لانا چکی کے ایک پاٹ کو دوسرے پر پیسنے کے لئے رکھنا، جماع کرنا۔

❖ فمضغها: مضغ مَضْغًا فتح اور نصر سے بمعنی چبانا۔

❖ حنکه: حنک حنک چبا کر نرم کرنا اور حَنَکَ حَنْگا و حَنگا ضرب اور نصر سے بمعنی زمانہ کے تجربات وامور کا انسان کو دانا وحکیم بنا دینا۔ تحنّک پگڑی کو ٹھوڑی کے نیچے سے لاکر باندھنا۔

❖ شبع: شبع شبعًا شَبَعًا سمع سے بمعنی سیر ہونا۔

❖ تلطخت: لطخ لطخًا فتح سے بمعنی آلودہ کرنا۔ لتھیڑنا

تشریح: قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ: وَهُوَ اَسْكَنُ مَا كَانَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ الْعَشَآءَ، فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا.

اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ وہ پہلے کی بنسبت بہت زیادہ سکون میں ہے، ام سلیم نے شام کا کھانا ان کے سامنے رکھا انہوں نے شکم سیر ہوکر کھایا اور رات کو جماع بھی کیا۔

اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عظیم الشان صبر وتحمل

اس حدیث پاک میں حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کے صبر وتحمل اور شوہر کے ساتھ وفا شعاری کی ایک اعلیٰ مثال ہے کہ بچے کا انتقال ہوگیا وہ بھی نرینہ اولاد کا اس سے پہلے بھی ایک لڑکا جس کا نام عمیر تھا اس کا بھی انتقال ہو چکا تھا نیز ماں کو بچے سے کس قدر محبت ہوتی ہے باپ کو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتی۔ (۱)

دوسری طرف شوہر کے ساتھ وفاداری کہ اگر شوہر کو بچے کے انتقال کی خبر سنادی تو معلوم نہیں کتنے دن تک کھانا پینا اور آرام وراحت سے محروم ہوجائیں گے اس لئے خود اپنے کلیجہ پر صبر وضبط کا پتھر رکھ کر شوہر کے لئے بتکلف آراستہ ہوکر اس کو طبعی خواہش کی بھی ترغیب دی ان سب باتوں نے اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدا پرستی، شوہر کے ساتھ خدمت گذار ایک قابل تقلید شخصیت بنادی

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمین میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری

تحنیک کرنا سنت ہے

ثم حنکه اس کو تحنیک فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

تحنیک کہتے ہیں کھجور وغیرہ چبا کر بچہ کے تالو میں مل دینا۔ اس کی شریعت میں بہت اہمیت ہے کتب حدیث میں تحنیک کے بہت سے واقعات آئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے نومولود بچوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے جایا کرتے اور آپ ﷺ سے دعائے برکت اور تحنیک کراتے۔ امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ نومولود بچہ کو کسی دیندار عالم یا صالح بزرگ کے پاس لے جاکر اس کے لئے دعائے خیر وبرکت کرانا چاہئے اور چھوارہ چبا کر اس کے منہ میں بھی لگا دے اگر چھوارہ نہ ہو تو کوئی میٹھی چیز یا شہد وغیرہ لگا دیا جائے۔ عموماً لوگوں نے اس بنیادی سنت کو چھوڑ دیا ہے۔

اور آپ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے جس کے راوی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں

فرماتے ہیں اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُاللّٰہِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ (۲) کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ پسندیدہ نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

عورت کا اپنے شوہر کے لئے زینت کرنا جائز ہے

ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَہٗ اَحْسَنَ مَا کَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِکَ پھر پہلے سے کہیں زیادہ بن سنور کر ان کے پاس آئیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت زیب و زینت کرے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ زیب و زینت شوہر کے لئے ہو، نامحرم نہ دیکھیں اور یہ زینت اس طرح نہ ہو کہ بالکل حلیہ ہی بدل جائے جس کو تغییر خلق اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس زینت میں تشبّہ بالکفّار نہ ہو جائے کیونکہ ایک روایت میں فرمایا گیا لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّہَ لِغَیْرِنَا لَا تَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰی۔

اسی طرح اس زینت میں تشبّہ بالرجال بھی نہ ہو کیونکہ آپ ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو تشبّہ بالرجال کرتی ہیں:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَشَبِّھَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّھِیْنَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ۔ (۳)

عورتیں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لئے جاتی تھیں

وَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ وَ ھِیَ مَعَہٗ آپ ﷺ سفر میں تھے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی (اپنے خاوند ابوطلحہ کے ساتھ) آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن بھی میدان جنگ میں شریک ہوتی تھیں مگر ان کا کام زخمیوں کی مرہم پٹی، بیماروں کی تیمارداری اور کھانے پینے کا انتظام وغیرہ کرنا ہوتا تھا۔ امام ترمذیؒ نے اسی وجہ سے ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے بَابُ مَا جَاءَ فِیْ خُرُوْجِ النِّسَاءِ فِی الْحَرْبِ یعنی عورتوں کا جہاد میں نکلنا اس کے بعد یہ روایت نقل کی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَغْزُوْ بِاُمِّ سُلَیْمٍ وَّ نِسْوَۃٍ مَّعَھَا مِنَ الْاَنْصَارِ لِیَسْتَقِیْنَ الْمَاءَ وَ یُدَاوِیْنَ الْجَرْحٰی۔ (۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ام سلیم اور انصار کی عورتوں کو ساتھ جہاد میں لے جایا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الجنائز (باب من لم یظہر حزنہ عند المصیبۃ و فی العقیقۃ (باب تسمیۃ المولود) رواہ مسلم فی الادب (باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ، و فی فضائل الصحابۃ (باب من فضائل ابی طلحۃ الانصاری رضی اللہ تعالی عنہ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۸۶

(۲) ابوداؤد ۲/۲۷۶، ترمذی ۲/۱۰۶

(۳) ترمذی ۲/۱۱۱ باب ما جاء فی کراھة اشارة الید فی السلام۔

(۴) ترمذی ۲/۱۲۰ باب ما جاء فی المتشبھات بالرجال۔

(۵) ترمذی ۲/۱۹۱

غصہ پر قابو پا کر صبر کرنا

(٤٥) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وَالصُّرَعَةُ بِضَمِّ الصَّادِ وَ فَتْحِ الرَّآءِ وَ اَصْلُهٗ عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ یَصْرَعُ النَّاسَ کَثِیْرًا.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے طاقتور تو صرف وہ انسان ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''

الصرعة: صاد پر پیش اور را پر زبر کے ساتھ اس کی اصل عربوں میں یہ ہے کہ جو اکثر لوگوں کو پچھاڑ دے۔

لغات: ❖ الشدید: شدَّ شِدَّةً ضرب سے بمعنی قوی ہونا۔ الشدید کے کئی معنی آتے ہیں بہادر، قوی، بلند، مضبوط، بخیل، شیر جمع اَشِدّاء و شداد و شدودٌ۔

❖ الصُّرَعة: صرع، صرعاً فتح سے بمعنی زمین پر گرادینا۔ الصُّرعة جس کو لوگ اکثر پچھاڑ دیں۔ اکثر پچھڑنے والا۔

❖ یملک: ملک مَلْکًا ضرب سے بمعنی مالک ہونا۔ غالب ہونا۔ اپنے نفس پر قابو رکھنا۔

تشریح: پہلوان وہ ہے جو غصہ کو اپنے قابو میں رکھے

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ: طاقتور وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے۔

اس میں بتایا جارہا ہے کہ جسمانی قوت و طاقت پر شجاعت کا دارو مدار نہیں، شجاعت کا مدار صرف قوت نفس پر ہے، اسکا پتہ اس وقت چلتا ہے جب کہ آدمی انتہائی غیض وغضب اور اشتعال کی کیفیت میں ہوتا ہے اس وقت میں وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نفس کو پچھاڑنے والے کو بڑا پہلوان اس لئے کہا گیا ہے کہ جسم فانی کی روح باقی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی تو اب جو اپنے نفس امارہ کو پچھاڑ دے گا اس کی حیثیت شریعت کی نگاہ میں جسم کے پچھاڑنے والے سے زیادہ ہوتی ہے۔

نیز یہ کہ سامنے والا پہلوان اتنی طاقت والانہیں جتنا کہ اس کانفس امارہ طاقت والا ہے جیسے کہ حدیث میں فرمایا گیا اَعْدٰی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ [1] کہ تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے پہلو میں ہے۔ اس کو پچھاڑنے والا زیادہ طاقت ور ہوگا

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امارہ کا اے زاہد　　　فرشتہ بھی ہوجائے تو اس سے بدگمان رہنا

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الادب (باب الحذر من الغضب) و مسلم فی البر باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب اخرجہ امام مالک فی مؤطا ١٦٨١ و احمد ٧٢٢٣/٣ والطیالسی ٢٠٢٠، و ابن حبان ٧١٧ والبیھقی ٢٣٥/١٠

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری، تعلیق الصبیح ۳۱۱/۵، معارف الحدیث ۲/ ۲۲۹، ۲۲۸

تعوذ غصہ کا علاج ہے

(٤٦) ﴿وَ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ رَجُلَانِ یَسْتَبَّانِ وَ اَحَدُھُمَا قَدِ احْمَرَّ وَجْھُہٗ، وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَوْ قَالَھَا لَذَھَبَ عَنْہُ مَا یَجِدُ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ذَھَبَ مِنْہُ مَا یَجِدُ فَقَالُوْا لَہٗ، اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: تَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ''حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود تھا کہ دو آدمی آپس میں دست وگریباں ہوگئے ایک کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر یہ اس کو کہہ دے تو اس کا غم وغصہ دور ہوجائے۔ اگر اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے تو اس کی یہ حالت دور ہوجائے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس سے کہا کہ نبی ﷺ تیرے بارے میں فرماتے ہیں کہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے۔''

لغات: ❖ انتفخت: نفخ نفخًا نصر سے بمعنی پھونک مارنا۔ انتفخ پھولنا۔

❖ اوداجہ: وَدَجَ ودجًا ضرب سے بمعنی جانوروں کی گردن کی رگ کاٹنا۔ الوَدَج جمع: اوداج گردن کی رگ۔

❖ تعوذ: عاذ عوذًا نصر سے بمعنی پناہ مانگنا۔ عوّذ تعویذا۔ حفاظت کرنا۔ جادو کرنا۔ تعویذ پہنانا۔

تشریح:

غصہ شیطانی وسوسہ ہے

لو قال اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ذَھَبَ مِنْہُ مَا یَجِد اگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لےتو اس کی یہ (غصہ) کی حالت دور ہوجائے۔

غصہ میں شیطان آدمی پر مسلط ہوجاتا ہے اس لئے ایک دوسری روایت میں فرمایا گیا کہ غصہ آگ کی چنگاری ہے تم میں سے جو شخص اسے محسوس کرے تو اگر وہ کھڑا ہوتو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہوتو لیٹ جائے۔(۱)

اور غصہ میں شیطانی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے اس لئے اس موقع پر شیطان سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اگر تعوّذ سے بھی غصہ نہ جائے تو وضو کرلے اس سے بھی دور نہ ہوتو دو رکعت نماز پڑھ لے یہ حربی دوا ہے جو شیطان پر بہت ناگوار ہوتی ہے۔(۲)

غصہ کا علاج

احادیث میں غصہ کا دوقسم کا علاج بتایا گیا ہے ایک ظاہری دوسرا باطنی۔

ظاہری علاج یہ بتایا گیا ہے کہ وضو کرلے:

اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَ اِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَ اِنَّمَا قَطُفُ النَّارِ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ (۳)

ترجمہ: غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے تو جس کو غصہ آئے اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

اور حدیث میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کو فرمایا گیا ہے۔ بعض روایات میں فرمایا کہ کھڑا ہوتو بیٹھ جائے بیٹھا ہوتو لیٹ جائے جیسے کہ روایت میں آتا ہے۔

"اِذَا غَضَبَ اَحَدُکُمْ وَ ھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَ اِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ" (۴)

ترجمہ: کہ تم میں سے کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آجائے تو بیٹھ جائے ورنہ لیٹ جائے۔

باطنی علاج یہ بتایا گیا ہے کہ اس بات کا تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کا غصہ کتنا شدید ہوگا وہ اپنے بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور میں قادر مطلق بھی نہیں خالق و مالک بھی نہیں میں اس معمولی سی بات پر غصہ کروں۔

دوسرا تصور یہ کرے کہ قسمت میں جس طرح جو بات لکھی ہے ویسی ہی ہوتی ہے اس کا تصور کرنے سے بھی غصہ کافور ہوجاتا ہے۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی بدأ الخلق (باب صفة ابلیس و جنوده (والادب (باب ما ینهی من السباب و اللعن) و (باب الحذر من الغضب) و مسلم فی البر (باب من یملک نفسه عندالغضب و بأی شیء یذهب الغضب) و اخرجه احمد ۲۷۲۷۵/۱۰ و مصنف ابن ابی شیبه ۵۳۳/۸ و ابن حبان ۵۶۹۲ والحاکم ۳٦٤٩/۲۔

راوی حدیث حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: سلیمان، کنیت: ابومعرف، والد کا نام: صرد بن جون تھا۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام یسار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سلیمان رکھا۔ اسلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۳۰/۴)

جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے پرجوش حامیوں میں سے تھے اس جنگ میں یہ زخمی بھی ہوئے۔ اور کوفہ میں حضرت حسینؓ کے حامیوں کی جماعت میں سے تھے۔ حضرت حسینؓ کے بلانے کے خطوط انہیں کے گھر سے لکھے جاتے تھے۔ کربلا کا جب واقعہ پیش آیا تو ان کو بہت افسوس ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ حضرت حسینؓ کی آمد پر ان کی مدد نہ کر سکے۔ حضرت حسینؓ کے خون کا انتقام لینے کے لئے چار ہزار آدمیوں کو لے کر مروان بن حکم کی فوج سے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوگئے ان کے سر کو کاٹ کر مروان بن حکم کے پاس بھیجا گیا اس وقت ان کی عمر ۹۳ سال تھی۔ (استیعاب ۵۷۴/۱)

ان سے پندرہ احادیث منقول ہیں بخاری ومسلم حدیث بالا پر متفق ہیں بخاری میں اس کے علاوہ ایک اور روایت ہے سنن میں چار روایات ہیں باقی دوسری کتب میں موجود ہیں۔

(۱) تنبیہ الغافلین ص ۲۲۱

(۲) مرقاۃ ۳۱۲/۹

(۳) ابوداؤد

(۴) مشکوۃ

غصہ کے قابو پر انعام

(٤٧) ﴿وَ عَنْ مَعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا، وَ هُوَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ مَا شَآءَ﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص غصہ کو پی جاتا ہے حالانکہ وہ اس کو نافذ کرنے پر قادر تھا قیامت کے دن اللہ پاک اس کو تمام مخلوقات کے سامنے بلوا کر اختیار دیں گے کہ حور عین میں سے جس کو چاہے پسند کرلے۔''

لغات: ❖ کظم: کظِم کُظُومًا سمع سے بمعنی غصہ کو پی جانا۔ چپ رہنا۔

❖ینفذ: نفذ نفذًا و نفوذًا نصر سے بمعنی چھید کر پار ہونا۔قوم سے آگے گذر جانا۔النافذ اسم فاعل ہر کام کو کر گذرنے والا۔ نفذ نفوذًا بمعنی اثر و رسوخ جدید لغت میں مستعمل ہے۔

❖رؤوس: الرأس مفرد ہے بمعنی سر جمع رؤوس. اَرْؤُسْ و رُؤس اراس اور بھی کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ الراس چیز کا سب سے بلند حصہ، قوم کا سردار۔ راس الشهر او العام۔ مہینہ کا پہلا دن یا نئے سال کا پہلا دن۔ رأس الجلسة صدارت کرنا۔

تشریح: غصہ کو قابو کرنے والے کو انعام

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اِنْفَاذِهٖ مَلَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَلْبَهٗ اٰمِناً وَ اِيْمَاناً. (۱)

ترجمہ: کہ جس شخص نے غصہ کو ضبط کرلیا باوجودیکہ وہ غصہ کو نافذ کرنے پر قدرت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایمان و سکون سے بھر دے گا۔

عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ مَا شَاءَ.

ترجمہ: تمام مخلوقات کے سامنے بلوا کر اس کو اختیار دیں گے کہ حورعین میں سے جس کو چاہے پسند کرلے۔

اس حدیث پاک میں غصہ کو پینے والوں کو ایک انعام دینے کا وعدہ کیا جارہا ہے کہ آدمی غصہ میں بقول حکماء کے جنون ساعةٍ۔ (۲) ''غصہ وقتی دیوانگی ہے۔'' تو اس وقتی دیوانگی میں بے قابو ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر اپنے غصہ کے وقت میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے تو اللہ کی طرف سے اس کو یہ انعام ملے گا کہ قیامت کے دن اس کے سامنے بہت سی حوروں کو کردیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ان میں جو تم کو زیادہ اچھی لگتی ہو ان کو پسند کرلو۔

حورالعین کا معنی

حُوْرُ الْعِيْنِ: حور کے لغوی معنی سَمِعَ سے ہے کہ آنکھ کی سفیدی کا بہت سفید ہونا اور سیاہی کا بہت زیادہ سیاہ ہونا۔ (۳) ایسی آنکھیں بہت خوب صورت ہوتی ہیں اور آنکھ ہی سے عورت کی خوب صورتی زیادہ ہوتی ہے۔بعض کہتے ہیں حور یہ نصر سے ہے بمعنی حیرت میں ڈال دینا۔ (۴) مطلب یہ ہے کہ جنت کی عورتوں کا حسن دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دے گا۔

تخریج حدیث: رواه ابوداؤد فی الادب (باب من كظم غيظاً) والترمذی فی ابواب صفة القيامة (باب فضل الرفق بالضعيف والوالدين والمملوک) و اخرجه امام احمد فی مسنده ۱۵٦۳۷/۵، ابن ماجه.

راویِ حدیث حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: معاذ، والد کا نام: انس تھا، قبیلۂ جُھنی کے تھے، مصر کے رہنے والے تھے۔ ان سے کئی لوگوں نے روایت نقل کی ہے مگر خاص کر کے ان کے بیٹے سہیل

ان سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان کی روایات مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہیں۔ ان کی روایات کی تعداد ۳۰ ہے۔

(۱) جامع الصغیر ۲/۱۷۹
(۲) تحفۃ العابدین ۱۳۴
(۳) روح المعانی پ ۲۵ ص ۳۵، نزھۃ المتقین ۶۵
(۴) المنجد

غصہ کی ممانعت

(۴۸) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اَوْصِنِیْ، قَالَ: لَا تَغْضَبْ، فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لَا تَغْضَبْ﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا مجھے وصیت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا غصہ چھوڑ دیجئے۔ آپ ﷺ نے بار بار دہرایا غصہ چھوڑ دیجئے۔“

لغات: ❖ اوصنی: أوصٰی إیصاءً بمعنی کسی کے لئے کسی چیز کی وصیت کرنا۔ کام کا عہد لینا۔

❖ فردّد: ردّ ردًّا نصر سے بمعنی پھرنا۔ واپس کرنا۔ بات کو بار بار دہرانا۔

❖ مراراً: المَرّة مفرد بمعنی ایک بار۔ جمع مَرٌّ و مِرارًا و مِرَر جدید لغت میں مُرور بمعنی ٹریفک۔

تشریح: آپ ﷺ کی وصیت کہ غصہ نہ کیا کرو

اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ ترجمہ: مجھے وصیت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا غصہ چھوڑ دیجئے۔

معلوم ہوتا ہے جس صاحب نے وصیت کرنے کی درخواست کی وہ صاحب کچھ غیر معمولی قسم کے تیز مزاج اور مغلوب الغضب تھے۔ اس وجہ سے ان کے لئے مناسب ترین اور مفید ترین وصیت ہوسکتی تھی اور وہ یہی تھی کہ غصہ نہ کیا کرو۔ کیونکہ غصہ ایک مذموم عادت ہے اور غصہ کی حالت میں آدمی اللہ تعالیٰ کے حدود کا خیال نہیں رکھتا۔ شیطان کا تسلط غصہ والے پر ایسا چلتا ہے جیسا کسی دوسری حالت میں نہیں چلتا۔ غصہ مذموم وہ ہے جو دنیاوی معاملات اور نفسانیت کی وجہ سے ہو۔ اور اگر غصہ اللہ کے لئے اور حق کی بنیاد پر ہو اور اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو تو یہ غصہ تو کمال ایمان کی نشانی اور جلال خداوندی کا عکس ہے۔ (۱)

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس آدمی میں جس چیز کی کمزوری ہو اسے اس بات کی بار بار نصیحت کرنا چاہئے تاکہ وہ مذموم عادت اس سے چھوٹ جائے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الادب (باب الحذر من الغضب) رواہ امام احمد فی مسندہ ۸۷۵۲/۳

و رواه البخاری فی الادب المفرد و ابن حبان.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف الحدیث ۲/ ۲۲۸ ۔ ۲۲۷

(۲) دلیل الفالحین ۱/ ۸۹، روضۃ المتقین ۱/ ۸۸

مصائب گناہوں کا کفارہ ہیں

(۴۹) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: مَا یَزَالُ الْبَلَآءُ بِالْمُؤْمِنِ وَ الْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ مَالِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی وَ مَا عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کی جان، اولاد، مال پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا۔“

لغات: ❖ البلاء: بمعنی غم، آزمائش خیر سے ہو یا شر سے۔

❖ یلقی: لَقِیَ لقاءً و لقاءةً سمع سے بمعنی ملاقات کرنا۔ استقبال کرنا۔

تشریح: اولاد و مال کی آزمائش پر بھی آدمی کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں

مَا یَزَالُ الْبَلَآءُ بِالْمُؤْمِنِ وَ الْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ مَالِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی وَ مَا عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ.

ترجمہ: مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کی جان اولاد، مال پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی اولاد یا مال وغیرہ پر جو کمی زیادتی وغیرہ سے آزمائش آتی ہے اس پر وہ صبر کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اس پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے صبر کرنے پر یہ انعام مرحمت فرمائے ہیں اس لئے جب بھی کسی مؤمن پر حالات آئیں یا اس کے مال و دولت میں کمی ہو جائے تو اس کو اس پر جزع فزع اور واویلا کرنے کے بجائے صبر کرنا چاہئے اور اس کو اللہ جل شانہ کی طرف سے امتحان سمجھنا چاہئے۔[1]

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً[2] ہم تمہاری شر اور خیر کے ساتھ آزمائش کریں گے۔ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا[3] ہم نے تم کو پیدا کیا تا کہ امتحان لیں تم میں سے بہتر عمل کرنے والا کون ہے۔

وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں رہتا۔

علماء فرماتے ہیں کہ صبر کرنے سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ گناہ تو توبہ واستغفار سے معاف ہوں گے۔

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی کتاب الزھد (باب ما جاء فی الصبر علی البلاء) و اخرجه امام مالک فی مؤطا ٥٥٦ و احمد ٩٨١٨/٣، ترمذی، ابن حبان ٢٩١٣ والحاکم ١٢٨١/١، والبیھقی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ الانبیاء رکوع ۳

(۲) سورۃ الملک رکوع ۱

(۳) روضۃ المتقین ۹۰/۱

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع قرآن

(٥٠) ﴿وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَ كَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ مُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ: يَا ابْنَ اَخِيْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ، فَاسْتَاْذَنَ، فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ، فَلَمَّادَخَلَ قَالَ: هِيْ يَاابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَ اللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَ لَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُوْقِعَ بِهٖ. فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ، وَ اِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ، وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا، وَ كَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس آئے اور حر بن قیس ان لوگوں میں سے ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا قریبی سمجھتے تھے اور قراء لوگ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھتے اور ان کے مشیر تھے جن میں کچھ ادھیڑ عمر والے اور کچھ نوجوان تھے۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے حر بن قیس سے کہا حضرت عمر امیر المؤمنین کے ہاں تیرا مقام ہے میرے لئے وہاں جانے کی اجازت طلب کیجئے۔ چنانچہ انہوں نے اجازت مانگی اجازت مل گئی۔ جب وہ مجلس میں آئے تو عیینہ نے کہا کہ اے ابن الخطاب! رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا کی قسم نہ تو ہمیں زیادہ مال عطا کرتا ہے اور نہ ہی تو ہم میں عدل

و انصاف کررہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی بات سن کر ناراض ہوگئے، قریب تھا کہ اس پر دست درازی شروع کردیتے۔ یہ حالت دیکھ کر حر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے امیرالمؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا (خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) ''معافی اختیار کرو نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے روگردانی کرو اور یہ جاہلوں میں سے ہے۔'' اللہ کی قسم اس آیت کی تلاوت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ حرکت نہ کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب اللہ کے مطابق بہت زیادہ عمل کرتے تھے۔''

لغات: ❖ یدنیھم: دَنَا دُنُوًّا نصر سے بمعنی قریب ہونا اور سمع سے دین دناً بمعنی گھٹیا، ردی ہونا۔

❖ مشاورته: شاور مشاورةً مفاعله سے بمعنی آپس میں مشورہ کرنا۔

❖ کھولاً: کَهَلَ کُهُوْلًا فتح سے بمعنی ادھیڑ عمر کا ہونا۔

❖ شبانا: الشباب والشبيبة مصدر بمعنی جوانی سن بلوغ سے تیس برس تک کا زمانہ۔

❖ الجزل: اجزل العطاء کسی کو بخشش دینا اور بہت دینا۔ جزل جزلاً ضرب سے بمعنی دوٹکڑے کرنا۔ کرم سے جزالة بڑا ہونا۔ موٹا ہونا۔

❖ تلاھا: تلا تلاوةً نصر سے بمعنی پڑھنا۔

تشریح: حکمران کے مشیر کا اہل علم ہونا ضروری ہے

وَ کَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشیر قراء تھے۔

اہل قراء سے مراد علم والے ہیں جو قرآن و حدیث کے معانی و مفاہیم، ناسخ و منسوخ، حلال وحرام کے علوم سے آگاہ ہوں۔ خلفاء راشدین کے مشیر اور ہم نشین اہل علم وغیرہ ہی تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمران کو بھی اپنا مشیر دین کے علم اور شعور والوں کو ہی بنانا چاہئے، اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان ہوں بشرطیکہ ان میں علم اور تقویٰ کی دولت ہو۔ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کوئی قرآن کی آیت پڑھ دیتا تو انکا غصہ بالکل ختم ہوجاتا

''فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰی هَمَّ اَنْ یُّوْقِعَ بِهٖ'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے ان کو مارنے کا ارادہ کیا۔

جب عیینہ بن حصن نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگایا کہ آپ ہمارے ساتھ عدل وانصاف نہیں کرتے تو اس الزام کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصہ کیا مگر جب عیینہ بن حصن کے بھتیجے نے قرآن کی آیت خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ پڑھی تو فوراً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ ختم ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی جتنا بڑا ہو اتنا اس میں صبر وتحمل بھی ہونا چاہئے نیز قبول حق کے لئے کسی تامل کا اظہار نہیں کرنا چاہئے فوراً قبول کر لینا چاہئے۔ (۲)

حضرت امام جعفر صادقؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو برگزیدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیا ہے قرآن مجید میں کوئی اور آیت اس آیت سے بڑھ کر مکارم اخلاق کی جامع نہیں ہے۔ (۳)

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب بھی غصہ آتا اور کوئی قرآن کی آیت ان کے سامنے پڑھ دیتا تو فوراً ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔

تخریج حدیث: رواه البخارى فى كتاب التفسير تفسير سورة الاعراف (باب خذ العفو وأمر بالعرف) باب اقتداء النبى صلى الله عليه وسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۱/۹

(۲) نزهة المتقين ۱/۶۷

(۳) تفسیر مظہری (اردو) ۴/۴۴۸

حکمرانوں کے ظلم پر صبر کی تلقین

(۵۱) ﴿وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِىْ اَثَرَةٌ وَ اُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَامُرُنَا؟ قَالَ: تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِىْ عَلَيْكُمْ وَ تَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِىْ لَكُمْ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَالْاَثَرَةُ: اَلْاِنْفِرَادُ بِالشَّىْءِ عَمَّنْ لَهُ فِيْهِ حَقٌّ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب میرے بعد ایک دوسرے پر ترجیح کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور کچھ ایسے امور جن کو تم ناپسند کرو گے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا جو حقوق تم پر ہیں تم ان کو ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے سوال کرتے رہو۔''

الاثرۃ ترجیح دینا۔ مطلب یہ ہے کہ جس میں دوسروں کا بھی حق ہو اس کا اکیلے حق دار بن جانا۔

لغات: ❖ أثرۃ: الاثرۃ بمعنی دوسرے کے مقابلہ میں انسان کا اپنے لئے اچھی شئے پسند کرنا۔ خود کو دوسرے پر ترجیح دینا۔ انتہائی خود پسندی وخود غرضی۔

تشریح:

حکمراں ظلم کریں تو صبر کرو

سَتَکُوْنُ بَعْدِیْ اَثَرَۃٌ میرے بعد ایک دوسرے پر ترجیح دیں گے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ میرے دنیا سے جانے کے بعد اگر ایسے حکمران ہوں جو تمہارا جائز حق بھی ادا نہ کریں اور تم پر اپنے اقرباء وغیرہ کو ترجیح دینے لگیں تو اس وقت میں صبر سے کام لینا۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں فرمایا گیا:

اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَۃً وَ اُمُوْرًا تُنْکِرُوْنَهَا قَالُوْا: فَمَا تَاْمُرُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَدُّوْا اِلَیْهِمْ حَقَّهُمْ وَاسْئَلُوْا اللّٰهَ حَقَّکُمْ. (۲)

ترجمہ: یقیناً تم میرے بعد اپنے ترجیحی سلوک اور بہت سی ایسی چیزوں کو دیکھو گے جس کو تم برا سمجھو گے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ ﷺ ہمیں کیا ہدایت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ان حاکموں کا حق ادا کرو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

ناجائز امور میں حکمراں کی اطاعت نہیں

"وَ اُمُوْرًا تُنْکِرُوْنَهَا" چند امور جن کو تم ناپسند کرو گے۔

محدثینؒ فرماتے ہیں کہ جب امیر کی امارت شرعی طریقے سے نافذ ہو جائے تو جائز امور میں اس کی اطاعت ضروری ہے۔ اس پر امام نوویؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔ (۳)

اور اگر ناجائز بات کا حاکم حکم دے تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی مگر اس صورت میں اس کی امارت سے بغاوت یا منازعت جائز نہیں البتہ اگر اس کی طرف سے کفر بواح (بالکل کھلا کفر) سامنے آجائے تو اب اس کے خلاف بغاوت بھی ہوگی اور منازعت بھی۔ حاکم کی طرف خلاف شرع حرکات سرزد ہوں تو دل سے برا سمجھنا ضروری ہے ساتھ ساتھ اس کی اصلاح کی تدابیر بھی سوچتے رہنا چاہئے۔ جو شخص قلباً وعملاً اس کی ان حرکات میں شریک ہوگا اس سے بھی عنداللہ مواخذہ ہوگا۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی کتاب الانتباہ (باب علامات النبوۃ فی الاسلام) و فی الفتن (باب قول النبی ﷺ سترون بعدی امورًا تنکرونها) رواہ مسلم فی کتاب الامارۃ (باب وجوب الوفاء بیعۃ الخلفاء الاول فالاول) و اخرجه امام احمد فی مسندہ ۳۶۴۰ ابن حبان ۴۵۸۷، والبیهقی ۱۵۷/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۶۸

(۲) مشکوٰۃ ۳۱۹

(۳) شرح مسلم للنووی ۲/۱۲۴

(۴) اشرف التوضیح ۲/۵۶۰

ہر حال میں صبر کرنا

(۵۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ کَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا، فَقَالَ: اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَۃً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وَاُسَیْدٌ بِضَمِّ الْھَمْزَۃِ. وَحُضَیْرٌ بِحَآءٍ مُھْمَلَۃٍ مَضْمُوْمَۃٍ وَ ضَادٍ مُعْجَمَۃٍ مَفْتُوْحَۃٍ وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: ”حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے عامل بنادیجئے جیسا کہ آپ ﷺ نے فلاں انسان کو عامل بنایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے پس تمہیں صبر کرنا ہوگا یہاں تک کہ حوض کوثر پر تمہاری میرے ساتھ ملاقات ہو۔“

”اسید“ ہمزہ کے پیش کے ساتھ اور ”حضیر“ حاء مھملۃ (یعنی بغیر نقطے کے) پیش کے ساتھ اور ضاد پر زبر کے ساتھ ہے واللہ اعلم۔

لغات: ❖ تستعملنی: عمل، عملًا سمع سے بمعنی کام کرنا۔ محنت کرنا استعملہ عامل بنانا۔ کام کرنے کو کہنا۔

❖ الحوض: حاض حوضًا نصر سے بمعنی حوض بنانا۔ پانی جمع کرنا۔ الحوض پانی جمع ہونے کی جگہ جمع احواض و حیاض و حیضان۔ جدید لغت میں حوض السفن بمعنی گودی جس میں جہاز کھڑے ہوتے ہیں۔

تشریح: بغیر طلب کے عہدہ ملنے پر فرشتوں کی مدد شامل حال ہوجاتی ہے

”اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ کَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا“ مجھے عامل بنادیجئے جیسا کہ آپ ﷺ نے فلاں انسان کو عامل بنایا ہے۔

عام وقتوں میں آپ ﷺ نے عہدے کے طلب کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے جو خود طلب کرتا ہے تو فرشتوں کی مدد اس سے اٹھالی جاتی ہے اور اگر بغیر طلب کئے ہوئے اس کو عہدہ دے دیا جائے تو فرشتوں کی مدد اس کے ساتھ شامل حال ہوجاتی ہے۔ (۱)

حکمراں کی طرف سے زیادتی ہو تو صبر کرو

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِیْ عَلَى الْحَوْضِ بس صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے مل لو۔

آپ ﷺ کا حکیمانہ مزاج مبارک یہ ہے کہ جب دو طرفہ حقوق ہوتے ہیں وہاں ہر جانب کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے اور اپنے حقوق کی وصولیابی میں درگذر سے کام لے۔ تو اس حدیث میں بھی عوام کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے کہ تم جائز امور میں امراء کی مکمل اطاعت کرنا اگر ناگوار حالت پیش آجائے تو صبر و تحمل سے کام لو اور دوسری بعض روایات میں امراء وسلاطین کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا کہ تم عوام کے حقوق کا پورا لحاظ رکھو۔ اگر عوام کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو حلم اور بردباری کا مظاہرہ کریں۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی قوموں نے اس سنہرے اصول کو سامنے رکھا قوموں میں خوشحالیاں پیدا ہوئیں اور جب بھی ان اصولوں کو چھوڑا تو اس قوم میں بدامنی اور شر و فساد ہی ہوا۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه البخاری فی الفتن باب قول النبی ﷺ **(سترون بعدی امورًا تنکرونها) والجنائز والخمس والمناقب والمغازی والرقاق. رواه مسلم فی الامارة (باب الامر بالصبر عند الولاة واستئشارهم).**
واخرجه احمد ۶/۱۸۶۰۶۔

راوی حدیث حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: اُسید ابویحیٰ، کنیت: ابوعتیک، قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں۔ اسید کے والد حضیر یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ زمانہ جاہلیت کی تمام لڑائیاں ان کے ہی زیر قیادت ہوتی تھیں۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے بیعت عقبہ کے بعد مصعب بن عمیرؓ اشاعت اسلام کے لئے مدینہ آئے تو انہوں نے اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر قیام کیا۔ ایک مرتبہ مصعبؓ لوگوں کو باغ میں تعلیم دے رہے تھے سعد بن معاذؓ نے اُسیدؓ سے کہا کہ مصعب کو تعلیم دینے سے منع کرو۔ سعد بن معاذؓ تو نہیں گئے یہ خود نیزہ لے کر باغ میں اسلام کا قلع قمع کرنے کے لئے روانہ ہوئے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر اسعد بن زرارہؓ نے مصعبؓ سے کہا کہ قوم کا سردار ہے ہمارے پاس آرہے ہیں ان کو آج مسلمان بنا کر چھوڑیئے گا۔ اُسیدؓ نے مصعبؓ سے کہا کہ ہماری قوم کے لوگوں کو بے وقوف بناتے ہو یہاں سے چلے جاؤ۔ انہوں نے کہا آپ ہماری بات تو سن لیں پھر قرآن کی چند آیات سنائیں تو بے اختیار منہ سے نکلا تم لوگ دین میں لوگوں کو کس طرح داخل کرتے ہو اس کے بعد وہ مسلمان ہوگئے۔ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے مگر باقی غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ غزوۂ حنین میں قبیلہ اوس کا جھنڈا ان کے پاس ہی تھا۔ (طبقات ابن سعد ۱۰۸ حصہ مغازی)

فتح بیت المقدس میں ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ سے شام گئے، نہایت صاف گو تھے جو بات ہو منہ سے کہہ دیتے تھے اس وجہ سے حضرت عمرؓ ان کو پسند کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یہ فرمایا نعم الرجل اسید بن حضیر۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صحابہ کے بہترین اور برگزیدہ افراد میں داخل تھے۔ ان سے ۱۸ روایات منقول ہیں۔ اسی حدیث بالا پر بخاری اور مسلم متفق ہیں۔ بخاری میں ایک مزید ہے، ان کا انتقال شعبان ۲۰ھ میں ہوا۔ حضرت عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

(۱) مشکوٰۃ ۳۲۰ (۲) اشرف التوضیح ۲/۵۵۹

جنگ کرنے کی تمنا مضر ہے

(۵۳) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ اِنْتَظَرَ، حَتّٰی اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِیْهِمْ فَقَالَ: یَآ یُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ، فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتٰبِ وَ مُجْرِیَ السَّحَابِ، وَ هَازِمَ الْاَحْزَابِ، اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ دشمن کے مقابلہ میں تھے، سورج کے ڈھلنے کا انتظار فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر فرمایا اے لوگو! دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے سلامتی کا سوال کرو پس جب تمہارا ان سے مقابلہ ہوجائے تو صبر کرو اور (اچھی طرح جان لو) کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اے اللہ! کتاب نازل فرمانے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ان پر ہمیں غالب فرما۔“

لغات: ❖ ظلال: جمع ہے اس کا مفرد الظل ہے بمعنی سایہ جمع ظلال اظلال۔

❖ السیوف: السیف تلوار جمع اسیاف و سیوف و اسیف. السَّیْفُ ایک قسم کی سمندری مچھلی جس کی تلوار نما چونچ ہوتی ہے۔

❖ السحاب: بادل جمع سُحُبَ واحد سحابۃ جدید لغت میں سَحاب لاٹری نکالنا۔

❖ ہازم: ہزم ہزمًا ضرب سے بمعنی دشمن کو شکست دینا۔

❖ الاحزاب: الحزب گروہ، پارٹی۔ انسان کی فوج اور اس کے ہم خیال ساتھی۔ حصہ، جمع اس کی احزاب آتی ہے۔ جدید لغت میں حزب شیوعی کمیونسٹ پارٹی، حزب اشتراکی سوشلسٹ پارٹی۔

تشریح:

دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی تمنا نہ کرو

”لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ“ دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی تمنا نہ کرو۔

ایک طرف تو شریعت نے مسلمانوں کو ہمہ وقت جہاد کے لئے مستعد رہنے کی تاکید کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ تاکید بھی کی جارہی ہے کہ خواہ مخواہ لڑائی مول بھی مت لو ہاں اگر جنگ ناگزیر ہوجائے تو اللہ جل شانہ پر اعتماد کر کے انتہائی پامردی کے

ساتھ دشمنوں سے مرتے دم تک لڑو یہاں تک کہ شہید ہوکر جنت پہنچ جاؤ یا غازی بن کر زندہ رہو۔ نیز اس خطبہ سے اس پروپیگنڈہ کی بھی تردید ہورہی ہے جو دشمنان اسلام کرتے ہیں کہ اسلام تو صرف خونریزی اور غارتگری کی تعلیم دیتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک طرف تو اسلام نے یہ کہا کہ خواہ مخواہ لڑائی مت کرو اس کے بعد بھی صلح کرنے کی کوشش کرو۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ''اے نبی اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہوجاؤ پھر وہ دشمن نہ مانے تو اب پھر لڑائی ہے۔''(۱)

فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا:

اللّٰھم منزل الکتاب اے اللہ کتاب کے نازل کرنے والے۔

یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ جب جنگ ہو تو سارا اعتماد اپنے ہتھیاروں، مادّی ساز و سامانوں اور اپنی قوت و طاقت پر نہ کرنا بلکہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا اور دعاؤں میں مشغول رہنا اور یقین رکھنا کہ فتح و نصرت اللہ کے پاس ہے۔(۲) وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ جیسے کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے جہاد میں مقابلہ کا اتفاق ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔

تخریج حدیث: رواه البخاری فی الجهاد (باب الجنة تحت بارقة السيوف) و (باب لا تتمنوا لقاء العدو) رواه مسلم فی الجهاد (باب كراهة تمنی لقاء العدو والامر بالصبر عند اللقاء) و اخرجه امام احمد فی مسنده ۱۹۱۳۶/۷ والحاکم ۳٤۱۳/۲، ابوداؤد ایضاً.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: علقمہؓ اور عبداللہ، کنیت: ابومعاویہ، ابن ابی اوفی کے نام سے مشہور ہیں۔

صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے، حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بھی تھے، غزوۂ خیبر میں بھی ساتھ رہے۔(طبقات ابن سعد ۳۶/۴) اسلام کی سات غزوات میں ان کو شرکت کا موقع ملا۔(مسند احمد ۳۵۳/۴)

مدینہ میں رہے مگر جب کوفہ آباد ہوا تو وہاں منتقل ہوگئے۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں جب خارجیوں نے سر اٹھایا تو ان کے مقابلہ کے لئے نکلے (مسند احمد ۳۸۲/۴)

ان کے والد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خدا ابواوفی پر رحمت نازل فرما۔(مسند احمد ۳۵۵/۴)

وفات: بنی امیہ کے دور تک زندہ رہے آخری صحابی ہیں جن کا کوفہ میں انتقال ہوا۔(متدرک حاکم)

روایات: ان کی روایات کی تعداد کتب احادیث میں ۹۵ ہیں جن میں سے دس بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں اور ۵ میں امام بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔

---

(۱) تحفۃ العابدین ۱۴۰ (۲) نزہۃ المتقین ۷۰/۲ (۳) نزہۃ المتقین ۹۴/۱ سورۃ الانفال آیۃ ۴۵ ترجمہ: موضح القرآن

(٤) باب الصّدق

سچائی کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾ (توبة: ١١٩)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اے اہل ایمان خدا سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

تشریح: ایمان والوں کو خطاب کر کے کہا جارہا ہے کہ ہر چیز میں سچائی کو اختیار کرو اور سچائی کی پابندی کرو۔ اس آیت کا مصداق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مراد محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں کہ ان کے ساتھ رہنے کو کہا جارہا ہے کیونکہ ان کی نیتیں خالص ہیں، دل بے لوث ہیں اور اعمال میں اخلاص ہے کہ یہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سچے ارادے سے تبوک کی طرف نکلے اور منافقوں کی طرح مت ہو جاؤ کہ جنہوں نے آپ ﷺ کا ساتھ نہیں دیا۔

علامہ ضحاکؒ نے فرمایا کہ مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ (١)

''اَلصَّادِقِیْنَ'' بقول ابن جریرؒ کے مراد مہاجرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں یا مراد وہ تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے کہ انہوں نے دل سے گناہ کا اعتراف کیا اور (منافقوں کی طرح) جھوٹے عذر نہیں پیش کیے۔ (٢)

بعض مفسرینؒ فرماتے ہیں اس آیت میں صادقین کہا گیا ہے علماء وصلحاء نہیں فرمایا گیا کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ صادقین کا لفظ فرما کر عالم وصالح کی پہچان بتادی کہ صالح وعالم وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو نیت وارادے کا بھی سچا ہو قول کا بھی سچا ہو اور عمل کا بھی سچا ہو۔ (٣)

اس آیت میں سب مسلمانوں کو خطاب ہے اور قیامت تک کے لئے خطاب ہے کہ سچوں کے ساتھ رہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں کم از کم ایک جماعت تو سچی موجود ہوگی۔ (٤)

---

(١) زاد المسیر ٣/٣٤٩
(٢) تفسیر مظہری ٥/٣٤٢
(٣) تفسیر معارف القرآن ٤/٤٨٥
(٤) تفسیر ابن کثیر ٢/٤١٤

سچوں کی تعریف

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ﴾ (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''اور سچے مرد اور سچی عورتیں۔''

تشریح: اس آیت کریمہ میں مرد اور عورت دونوں کو خطاب کیا جارہا ہے۔ اس سچے ہونے میں صادق القول ہونا بھی داخل ہے اور صادق العمل ہونا بھی اور ایمان اور نیت میں بھی سچا ہونا داخل ہے یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورت ایسے ہوتے ہیں کہ نہ ان کے کلام میں کوئی جھوٹ ہوتا ہے نہ عمل میں کم ہمتی اور سستی اور نہ ہی ریاکاری (نفاق) وغیرہ۔ (۱)

ایک ضروری تنبیہ

اس آیت شریفہ میں مرد اور عورت دونوں کو اللہ جل شانہ نے خطاب فرمایا حالانکہ عموماً قرآن مجید کا اسلوب تو یہی ہے کہ خطاب مردوں کو کیا جاتا ہے عورتیں خود ضمناً ان میں شامل ہوتی ہیں، اس میں اشارہ ہوتا ہے کہ عورتوں کے تمام معاملات ستر اور پردہ پوشی کے ساتھ ہونے چاہئیں، اسی میں ان کا اکرام و اعزاز ہے۔ قرآن مجید میں عموماً اس قانون پر عمل کیا جاتا ہے مثلاً امرأۃ فرعون، امرأۃ نوح، امرأۃ لوط وغیرہ اِلّا حضرت مریم علیہا السلام کے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نسب کسی باپ کی طرف نہیں ہوسکتا تھا اس لئے ان کو ان کی ماں حضرت مریم علیہا السلام کی طرف مجبوراً منسوب کیا جاتا ہے۔

(۱) معارف القرآن ۷/۱۴۳

سچائی کا صلہ

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ (محمد: ۲۱)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''تو اگر یہ لوگ خدا سے سچے رہنا چاہتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا۔''

تشریح: اس آیت میں منافقین کو خطاب ہے کہ وہ پہلے دعویٰ کرتے رہے کہ جہاد کا حکم آئے گا تو ہم جہاد کریں گے مگر جب جہاد کی صریح آیات نازل ہوئیں تو اب صدق دل سے جہاد کرنے کے بجائے اس سے فرار کا بہانہ تلاش کرنے لگ گئے۔ (۱)

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ جہاد کرتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں وہ اگرچہ منافق ہی تھے تو بعد میں نفاق سے توبہ کرلیتے تو ان کا یہ ایمان مقبول ہوجاتا کیونکہ توبہ تو موت تک قبول ہوتی ہے۔ (۲)

مگران لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ حکم جہاد کو نا گوار سمجھا۔ (۳)

(۱) تفسیر معارف القرآن ۸/۳۹
(۲) تفسیر معارف القرآن ۸/۳۹
(۳) تفسیر مظہری ۱۰/۴۸۴

صدیق اور کذاب کی تعریف

(٥٤) ﴿وَ اَمَّا الْاَحَادِیْثُ. فَالْاَوَّلُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ، وَ اِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ، وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا، وَ اِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ، وَ اِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ، وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

احادیث پیش خدمت ہیں:

ترجمہ: پہلی حدیث: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اس کو ''صدیق'' لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں ''کذّاب'' لکھا جاتا ہے۔''

لغات: ❖ الصدق: صدق صدقاً نصر سے بمعنی سچ بولنا۔ الصِدق سچ، فضیلت، صلاح۔
❖ البر: برَّبرّاً نصر اور ضرب سے بمعنی اطاعت کرنا۔ حسن سلوک کرنا البرّ: عطیہ۔ طاعت۔ نیکی۔
❖ الفجور: فَجر فجرًا و فجوراً نصر سے بمعنی گناہ کرنا۔ زنا کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ فَجر بمعنی آغاز۔ شروع۔

تشریح:

سچائی نیکی کی رہنمائی کرتی ہے

''اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِر'' مطلب یہ کہ سچ بولنا بذات خود بھی نیک عادت ہے اور آدمی جب سچائی کو اپناتا ہے تو اس کی خاصیت یہ ہوجاتی ہے کہ پھر وہ آدمی زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں بھی نیک کردار اور صالح کردار ادا کرتا ہے، اور سچائی اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے پھر اس کو دو انعام ملتے ہیں۔ ایک دنیا میں دوسرا آخرت میں۔ دنیا کا انعام یہ ملتا ہے یہ مقام صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے۔ (۱)

اسی طرح جھوٹ بولنا بذات خود ایک خبیث عادت ہے آدمی اگر ہر موقع پر جھوٹ کو اپناتا رہتا ہے تو اس آدمی میں فسق و

فجور کا میلان پیدا ہوتا رہتا ہے، اس کا دنیا میں نقصان یہ ہوتا ہے کہ یہ کذاب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی زندگی میں لعنت و پھٹکار بھی پڑتی رہتی ہے جیسے کہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ. (۲) ''جھوٹے آدمی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔''

آخرت کا نقصان یہ ہوگا کہ اس کا حشر منافقوں میں ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم بن جائے گا۔ (۳)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت زیادہ وضاحت کے ساتھ آئی ہے وہ یہ ہے:

لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَکْذِبُ وَ یَتَحَرَّی الْکَذِبَ فَیَنْکُتُ فِیْ قَلْبِہٖ نُکْتَۃً سَوْدَاءَ حَتّٰی سُوِّدَ قَلْبُہٗ فَیُکْتَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ. (۴)

ترجمہ: ہمیشہ بندہ جھوٹ بولتا ہے اور اسی میں آگے بڑھتا رہتا ہے پھر اس کے دل میں ایک کالا نقطہ لگا دیا جاتا ہے پھر وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری کتاب الادب (باب قول اللّٰہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین. و ما ینھی عن الکذب) صحیح مسلم کتاب البر (باب تحریم النمیمۃ و باب قبح الکذب و حسن الصدق و فضلہ) و اخرجہ امام احمد فی مسندہ ۳۶۳۸/۲ و فی الادب المفرد ۳۸۶، ابوداؤد والترمذی و ابن حبان ۲۷۲، و مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۹۰/۸ والبیھقی ۲۴۳/۱۰.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف الحدیث ۲۶۰/۲

(۲) سورہ آل عمران آیۃ ۶۱

(۳) نزھۃ المتقین ۷۰/۱، معارف الحدیث ۲۶۰/۲، تحفۃ العابدین ۱۴۶

(۴) روضۃ المتقین ۹۵/۱

سچائی اطمینان کا باعث ہے

(۵۵) ﴿الثانی: عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ، فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَاْنِیْنَۃٌ، وَالْکَذِبَ رِیْبَۃٌ. (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ)﴾

قَوْلُہٗ: ''یُرِیْبُکَ'' ھُوَ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَ ضَمِّھَا: وَ مَعْنَاہُ اتْرُکْ مَا تَشُکُّ فِیْ حِلِّہٖ وَاعْدِلْ اِلٰی مَا لَا تَشُکُّ فِیْہِ.

ترجمہ: دوسری حدیث: ''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (سن کر یہ کلمات) یاد کیے۔ شک میں مبتلا کرنے والی چیزوں کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو اختیار کرو جو شک و شبہ سے

بلند ہوں (یادرکھو) سچائی باعث اطمینان ہے اور جھوٹ شک وشبہ کا سرچشمہ ہے۔ امام ترمذی نے کہا حدیث صحیح ہے۔"

"یُرِیْبُک" یا پر زبر اور پیش دونوں طرح صحیح ہے۔ راب یریب یا اراب یریب اس کے معنی ہیں جس چیز کے حلال ہونے میں شک ہو اسے چھوڑ دو اور ایسی چیز کو اختیار کرو جس میں تمہیں شک نہ ہو۔

لغات: ❖ حفظت: حِفظ حفظًا سمع سے بمعنی زبانی یاد کرنا۔ ضائع اور تلف ہونے سے بچانا۔

❖ دع: ودع یدع فتح سے بمعنی ترک کرنا۔ (لسان العرب)

❖ یریبک: رَابَه یَرِیبُه ریباً بمعنی کسی کو شک میں یا تہمت میں ڈالنا۔

❖ طمانینة: اطمأنّ اطمئناناً بمعنی آرام لینا۔ قرار پکڑنا۔ پست ہونا۔

تشریح: شک میں مبتلا کرنے والی چیزوں کو چھوڑ دو

"دع ما یریبک الٰی ما لایریبک" شک میں مبتلا کرنے والی چیزوں کو چھوڑ دو۔

محدثین فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں جناب رسول اللہ ﷺ نے سچ اور جھوٹ کی ایک نہایت اہم پہچان بتلائی ہے کہ سچ وہ ہے جس سے آدمی کو اطمینان قلب حاصل ہو جائے اس کو اردو محاورے میں دل کا ٹھکنا کہتے ہیں یعنی جس بات پر دل ٹھکے وہ سچ ہے۔ اسی بناء پر امام ابوحنیفہؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ لو اگر دل میں شک ہے اگرچہ مفتی صاحبان ظاہر کو دیکھ کر جائز ہونے کا فتویٰ بھی دے دیں مگر تمہارا دل مطمئن نہیں تو اس پر عمل نہ کرو۔ (۱)

کیونکہ ایک دوسری جگہ پر فرمایا گیا کہ "اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللّٰه" (۲) مؤمن کی فراست قلبی سے ہوشیار رہو کہ وہ حق تعالیٰ شانہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

مگر ایک ضروری امر یہ ہے کہ یہ قانون اور بنیاد اس قلب کے لئے ہے جو قلب خواہشات نفسانی کی کدورت سے پاک ہو اور اس نے اپنے قلب سلیم کو اپنی خواہشات سے خراب نہ کر لیا ہو مگر عام طور سے لوگوں نے اپنے دل کو خواہشات نفسانی سے خراب کر رکھا ہے اس لئے اب ضروری ہے کہ جو مفتی فتویٰ دے اسی پر وہ عمل کریں۔ (۳) واللہ اعلم

تخریج حدیث: سنن ترمذی و مسند احمد ۲۰/۱ والمستدرک للحاکم ۱۳/۲ والطیالسی ۱۱۷۸ والبیهقی ۳۳۵/۵، والدارمی ۲۵۳۲ بالفاظ متقاربة.

راوی حدیث حضرت حسنؓ بن علیؓ کے مختصر حالات:

نام: حسن، کنیت: ابومحمد، لقب: شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خطاب: ریاضۃ النبی، والد کا نام: علیؓ اور والدہ کا نام: فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

پیدائش: سنہ ہجری کے تیسرے سال رمضان المبارک کے مہینہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا کیا نام رکھا ہے؟ کہا حرب۔ فرمایا کہ اس کا نام حسن ہے۔ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ بھی کیا۔ ابھی حسنؓ آٹھ سال کے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔

عہد ابوبکر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ بھی ان سے بڑی محبت فرماتے۔ ایک مرتبہ کھیلتا ہوا دیکھ کر کندھے پر اٹھالیا فرمایا قسم ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے علیؓ کے مشابہ نہیں ہے، یہ سن کر حضرت علیؓ بھی ہنسنے لگے۔(بخاری کتاب مناقب الحسن والحسین)

حضرت عمرؓ بھی ان سے بڑی محبت کرتے، ان کا وظیفہ پانچ ہزار ماہانہ مقرر فرمایا۔(فتوح البلدان بلاذری)

حضرت حسنؓ نے حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے وقت حفاظت کا کام بھی کیا۔ حضرت حسنؓ نے جنگ جمل سے حضرت علیؓ کو روکا۔ حضرت علیؓ کے انتقال پر ان کی نماز جنازہ انہوں نے ہی پڑھائی پھر لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

دوسری طرف حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد فوجی پیش قدمی شروع کر دی اس وقت حضرت حسنؓ کوفہ میں تھے اور پھر حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تاکہ مسلمانوں کا آپس میں خون خرابہ نہ ہو۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی کہ یہ بیٹا سیّد ہے خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرا دے گا۔(مشکوٰۃ)

ان کی خلافت کی مدت چھ یا سات مہینے سے کچھ زیادہ تھی۔

حضرت حسنؓ کے اندر بہت سے اوصاف تھے ان میں سے بعض یہ ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے، ان کے اشعار اور حکیمانہ اقوال بھی بہت منقول ہیں۔ دنیا سے استغناء اور بے نیازی، صدقات وخیرات کثرت سے کرنا، اور وقت کا بڑا حصہ عبادات میں گذارنا، لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا وغیرہ ان میں کوئی دوسرا شریک نہ تھا۔

جیسے کہ گذرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسنؓ کی عمر آٹھ سال تھی اس کے باوجود انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرہ روایات یاد کر رکھی تھیں۔ اصحاب السنن نے ان کی روایات کو نقل کیا ہے۔

وفات: ۵۰ھ میں ان کو زہر دے دیا گیا جس کے تین دن کے بعد ۴۷ یا ۴۸ سال کی عمر میں اس دار فانی کو خیر باد کہہ دیا۔ ان کی تمنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی تھی، نانی جان حضرت عائشہؓ سے اجازت لے لی مگر مروان نے مخالفت کی۔ پھر ان کو جنت البقیع میں ان کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ زہراؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔(استیعاب ۱/۱۴۵ واسد الغابہ ۲/۱۵)

جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ مدینہ میں اس سے پہلے اتنا ہجوم نہیں دیکھا گیا کہتے ہیں کہ اگر سوئی بھی پھینکی جاتی تو زمین پر نہ گرتی۔(تہذیب التہذیب ۲/۳۰۱)

---

(۱) دلیل الفالحین ۱/۲۰۵ (۲) دلیل الفالحین ۱/۲۰۵ (۳) دلیل الفالحین ۱/۲۰۶

سچائی کا حکم

(۵۶) ﴿اَلثَّالِثُ: عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ، قَالَ هِرَقْلُ: فَمَا ذَا یَاْمُرُكُمْ. یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ قُلْتُ: یَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا، وَاتْرُكُوْا مَا یَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: تیسری حدیث: ”حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرقل کے قصہ کی طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہرقل نے سوال کیا کہ وہ پیغمبر تم کو کس بات کا حکم دیتا ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں میں نے جواب دیا کہ

وہ ہمیں کہتے ہیں تم ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جو بات تمہارے آباء واجداد کہتے ہیں اس سے باز آجاؤ اور وہ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، سچائی، پاکدامنی، صلہ رحمی کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔"

لغات: ❖ اعبدوا: عَبَدَ عِبَادَةً و عُبُودَةً نصر سے بمعنی اللہ کو ایک جاننا۔ عبادت کرنا۔

❖ تشرکوا: شرِک شرکًا و شرکۃً سمع سے بمعنی شریک ہونا۔ ساجھی ہونا۔ جمع شرکاء و اشراک۔ جدید لغت میں شَرَکَ بمعنی جال پھندا۔ شِرکۃ کمپنی، فرم۔

❖ اترکوا: ترک ترکاً نصر سے بمعنی چھوڑنا۔ غافل کرنا۔

❖ العفاف: عفّ و عِفّۃً ضرب سے بمعنی پاک دامن ہونا۔ حرام یا غیر مستحسن کام سے رکنا۔

تشریح: فی حدیثہ الطویل فی قصۃ ھرقل. ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرقل کے قصہ کی طویل حدیث کو بیان کرتے ہوئے کہی۔[1] یہ واقعہ ہجرت کے چھ سال بعد ہوا۔

ابوسفیان نے کفر کی حالت میں بھی شریعت کی تعریف کی

"واترکوا ما یقول اٰباؤکم" اس سے باز آجاؤ جو تمہارے آباء واجداد کہتے ہیں۔

اس جملہ میں ابوسفیان نے ہرقل کو آپ ﷺ کے مخالف کرنا چاہا کیونکہ آباء واجداد کے خلاف آدمی سننا پسند نہیں کرتا۔[2]

"یامرنا بالصلوٰۃ والصدق" نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، سچائی وغیرہ کی تاکید کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں ایک دشمن اسلام کی زبان سے نبی کریم ﷺ اور آپ کی تعلیمات کا اعتراف ہے۔ ابوسفیان نے ان باتوں کا اعتراف اس وقت میں کیا جب کہ وہ مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں صدق کو بھی ابوسفیان نے بیان کیا جس کی وجہ سے ہرقل سمجھ گیا کہ یہ سچے نبی ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صفات عالیہ میں سے سچ بولنا بھی تھا۔ یہ وصف تمام انبیاء سابقین میں متفق علیہ کی حیثیت رکھتا ہے، یہ صدق انبیاء کرام علیہم السلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام صلحاء اور علماء اخلاق بھی صدق کو انسانی کمالات وفضائل میں سب سے اعلیٰ مقام دیتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری باب بدء الوحی و کتاب الصلوٰۃ و صحیح مسلم کتاب الجہاد (باب کتب النبی ﷺ "الی ھرقل یدعو الی الاسلام") والترمذی و ابن حبان ۶۵۵۵.

راوی حدیث حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات: -

نام: صخر، کنیت: ابوسفیان تھی، صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبدمناف ہے۔

شروع میں اسلام کی خوب مخالفت کی اور اسلام کو مٹانے میں انہوں نے پوری قوتیں صرف کر رکھی تھیں۔ ابتداء دعوت اسلام سے لے کر فتح مکہ تک مسلسل مخالفت کی۔ دعوت اسلام کے آغاز میں قریش کا جو وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت لے گیا اس

میں بھی ابوسفیان شامل تھے۔(سیرت ابن ہشام ۱/۱۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی جو سازش تیار کی گئی تھی لیکن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بروقت ہجرت سے ناکام ہوگئی، اس سازش میں بھی ابوسفیان شریک تھے۔ بہرحال ابوسفیان نے مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

اور جب فتح مکہ کے موقع پر حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر آئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ابوسفیان کے قتل کرنے کا حکم دیا نہ جلاوطن کرنے کا بلکہ ارشاد فرمایا ابوسفیان افسوس کا مقام ہے کیا اب بھی وقت نہیں آیا؟ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس نرمی اور محبت کی دعوت کے بول پر ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کتنے بڑے شریف اور کتنے بڑے صلہ رحم کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو آج میرے کام آتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا ابوسفیان تمہاری حالت قابل افسوس ہے کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم مجھے خدا کا رسول مانو۔ اس کے جواب میں پھر ابوسفیان نے کہا مجھ کو اس میں شک ہے پھر حضرت عباسؓ کے ڈانٹنے اور سمجھانے پر ابوسفیان کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوگئے۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۲۳۵)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین اور محاصرہ طائف میں ساتھ رہے۔ جنگ یرموک میں ان کے بیٹے معاویہؓ اور ان کی بیوی ہندہؓ سب نے ہی شرکت کی۔ ان سے ہرقل کے سوال و جواب والی روایت مشہور مروی ہے۔

وفات: حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت ۳۱ھ سے ۳۴ھ تک میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر اٹھاسی سال تھی، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی

---

(۱) پورا واقعہ بخاری فی بدء الوحی، کتاب الجہاد و مسلم باب کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد، نسائی اور ترمذی وغیرہ میں موجود ہے۔
(۲) دلیل الفالحین ۱/۲۰۷

صدق دل سے شہادت کی تمنا

(۵۷) ﴿اَلرَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ ثَابِتٍ وَ قِیْلَ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ قِیْلَ اَبِی الْوَلِیْدِ، سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ وَ ھُوَ بَدْرِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَأَلَ اللّٰہَ تَعَالٰی الشَّھَادَۃَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰہُ مَنَازِلَ الشُّھَدَآءِ وَ اِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ﴾ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: چوتھی حدیث: ”حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری صحابی روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مراتب کا مستحق ٹھہرائے گا۔“

لغات: ❖ الشھادۃ: شھِد و شھُد شھادۃً سمع اور کرم سے بمعنی گواہی دینا اُستُشھِدَ اللہ کی راہ میں شہید ہونا۔ اس کی جمع شھدآء ہے۔

❖ بلغه: بلغ بلوغًا نصر سے بمعنی پہنچنا۔ کرم سے معنی ہے فصیح و بلیغ ہونا۔

❖ مات: مات موتًا نصر سے بمعنی مرنا۔ آگ بجھنا۔ کپڑے کا بوسیدہ ہونا۔

❖ فراشه: فرش فَرشًا و فراشاً نصر سے اور ضرب سے بچھنا۔ الفراش بچھونا، گھونسلا۔

تشریح: ## اہل بدر کی خصوصیت ہے

وھو بدری: سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری صحابی ہیں۔ بدری ہونے کو یہاں خصوصیت سے بیان فرمایا گیا کہ یہ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے بہت ہی خصوصیت کی بات تھی جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔ وہ خصوصیت یہ ہے کہ "**اطلّع علیٰ اھل بدر فقالوا اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ.**" (۱)

اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو اپنی خصوصی نظر کرم اور مغفرت سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمایا ہے تم جو چاہو کرو جنت تمہارے لئے واجب ہوگئی ہے۔

سچے دل سے شہادت طلب کرنے والا شہداء کے درجہ پر ہوگا

"**الشھادۃ بصدق بلغہ اللہ منازل الشھداء**" سچے دل سے شہادت طلب کرنے والا اگر اپنے بستر پر ہی مرجائے تب بھی اس کو شہداء کے مراتب کا مستحق ٹھہرایا جائے گا۔

اس حدیث پاک میں اخلاص نیت کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ دل میں اخلاص سے نیت کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ لوگوں کو شہداء کے مرتبوں پر فائز کردیتا ہے۔ (۲)

یعنی لڑائی کے میدان میں شہید ہوئے بغیر ہی محض صدق و اخلاص کی بناء پر اتنا بلند مرتبہ عطاء فرمادیتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر کسی کی نیت خراب ہو تو میدان جہاد میں بہادری سے لڑائی کرنے کے بعد بھی جہنم میں جائے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب استحباب الشھادۃ فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ) و ابوداؤد، ترمذی، والنسائی ۳۱۶۲، ابن ماجہ ۲۷۹۷، ابن حبان ۳۱۹۲، والدارمی ۲۰۵/۲ والبیھقی ۱۶۹/۹۔

راوی حدیث حضرت سہل بن حنیفؓ کے مختصر حالات:

نام: سہل، کنیت: ابوسعید، ابوثابت، ابوالولید، والد کا نام: حُنیف تھا۔

بدر سمیت تمام غزوات میں شریک رہے۔ اُحد میں چند صحابہؓ جو میدان میں ثابت قدم رہے ان میں سے ایک سہل بھی تھے۔

جنگ جمل کے بعد بصرہ کے والی بنائے گئے، جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے شرکت کی (صحیح بخاری ۶۰۲/۲)

ان کے بارے میں آتا ہے کہ بہت زیادہ خوبصورت تھے۔ ایک مرتبہ نہارہے تھے ایک انصاری صحابی نے دیکھ کر کہا کیسا بدن ہے میں نے تو ایسا بدن کبھی نہیں دیکھا اس کے بعد سے بیمار ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قصہ پیش ہوا فرمایا لوگ اپنے بھائی کا جسم یا مال دیکھتے ہیں اور دعا نہیں کرتے اس لئے نظر لگتی ہے۔

وفات: ۳۸ھ کوفہ میں ہوئی۔ حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے جنازہ میں چار تکبیرات کے بجائے چھ تکبیرات کہیں اور فرمایا کہ یہ بدری ہیں۔

مرویات: ان سے ۴۰ روایات نقل کی جاتی ہیں جن میں بخاری و مسلم چار میں متفق ہیں اور دو مزید مسلم میں موجود ہیں۔

---

(۱) بخاری و مسلم (۲) دلیل الفالحین ۲۰۹/۱ (۳) دلیل الفالحین ۹۵/۱

دین کے کام کو مکمل توجہ کے ساتھ کرنا چاہئے

(۵۸) ﴿اَلْخَامِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: غَزَا نَبِیٌّ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا یَتَّبِعْنِیْ رَجُلٌ مَلَکَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَ هُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَّبْنِیَ بِهَا وَلَمَّا یَبْنِ بِهَا وَ لَا اَحَدٌ بَنٰی بُیُوْتًا لَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَهَا، وَ لَا اَحَدٌ اشْتَرٰی غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَ هُوَ یَنْتَظِرُ اَوْلَادَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْیَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ: اِنَّکِ مَاْمُوْرَةٌ وَ اَنَا مَاْمُوْرٌ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَیْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَآئِمَ فَجَآءَتْ یَعْنِی النَّارَ لِتَاْکُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ: اِنَّ فِیْکُمْ غُلُوْلًا فَلْیُبَایِعْنِیْ مِنْ کُلِّ قَبِیْلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزِقَتْ یَدُ رَجُلٍ بِیَدِهٖ فَقَالَ: فِیْکُمُ الْغُلُوْلُ فَلْیُبَایِعْنِیْ قَبِیْلَتُکَ، فَلَزِقَتْ یَدُ رَجُلَیْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِیَدِهٖ فَقَالَ فِیْکُمُ الْغُلُوْلُ فَجَآؤُوْا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَآءَتِ النَّارُ فَاَکَلَتْهَا فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَآئِمُ لِاَحَدٍ قَبْلَنَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَآئِمَ لِمَا رَاٰی ضُعْفَنَا وَ عِجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

"اَلْخَلِفَاتُ" بِفَتْحِ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَ کَسْرِ اللَّامِ: جَمْعُ خَلِفَةٍ وَ هِیَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ.

ترجمہ: پانچویں حدیث: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کرام میں سے ایک پیغمبر نے جہاد کے لئے نکلتے وقت اپنی قوم سے کہا کہ وہ آدمی میرے ساتھ نہ آئے جس نے کسی عورت سے نکاح کرلیا ہے لیکن ابھی تک اس کو گھر میں نہیں لایا جب کہ اس کے پروگرام میں اس کو گھر لانا ہے اور وہ شخص بھی میرے ساتھ نہ نکلے جس نے مکان تعمیر کرلیا ہے لیکن چھت نہیں ڈالی اور وہ شخص بھی نہ چلے جس نے حاملہ بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کی ولادت کا منتظر ہے اس کے بعد وہ جہاد پر نکلے۔ عصر کی نماز کے قریب اس بستی کے پاس پہنچے جن سے جہاد کرنا تھا تو انہوں نے سورج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی اس کے حکم کا پابند ہوں۔ اے اللہ سورج کو روک لیجئے، سورج رک گیا یہاں تک کہ اللہ نے فتح سے نوازا۔ انہوں نے غنیمتوں کو یکجا کرنے کا حکم دیا آسمان سے آگ آئی تا کہ ان کو جلاڈالے لیکن آگ نے نہ جلایا، اس پر پیغمبر نے فرمایا یقیناً تم نے غنیمت کے مال میں خیانت کی ہے لہٰذا ہر قبیلہ سے ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ چنانچہ ایک آدمی کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ تم میں خیانت ہے پس چاہئے کہ تمہارا پورا قبیلہ میرے ہاتھوں پر بیعت کرے چنانچہ دو یا تین

آدمیوں کے ہاتھ ان کے ہاتھ پر چپک گئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم نے خیانت کی ہے تو وہ ایک گائے کے سر جیسا سونے کا سر لائے تو اسے بھی مال غنیمت میں رکھ دیا، آگ آئی تو اسے کھا گئی۔ ہم سے پہلے کسی کے لئے غنیمت حلال نہ تھی پھر اللہ نے ہماری کمزوری اور عاجزی دیکھ کر حلال کردیا۔"

"خلفات" خائے معجمہ پر زبر اور لام پر زیر کے ساتھ خلفۃ کی جمع ہے گابھن اونٹنی۔

لغات: ❖ یتبعنی: تبع تبعًا سمع سے بمعنی پیچھے چلنا۔ ساتھ چلنا۔ مطیع وفرمانبردار ہونا۔

❖ یبن: بنیٰ بنیاً و بناءً ضرب سے بمعنی گھر تعمیر کرنا۔ زمین کو آباد کرنا اس میں گھر بنانا۔

❖ اشتریٰ: شریٰ شَرَاءً ضرب سے بمعنی خریدنا۔ بیچنا سمع سے معنی بجلی چمکنا۔

❖ غلولا: غلّ غُلولاً نصر سے بمعنی خیانت کرنا۔

❖ فلزقت: لزق لزوقاً سمع سے بمعنی چمٹنا۔ چپکنا۔

❖ ضعفنا: ضعف ضعفاً نصر سے اور ضعف ضعافۃ کمزور ہونا۔ فتح سے زیادہ کرنا۔

❖ عجزنا: عجز عجزًا ضرب سے اور عجز عجوزاً سمع سے بمعنی عاجز ہونا قادر نہ ہونا۔

تشریح: "غزا نبیّ من الانبیاء صلوٰت اللہ و سلامہ علیھم" انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔ اس نبی سے مراد بقول علامہ سیوطیؒ کہ یہ یوشع بن نون علیہ السلام تھے، یہی بات حاکم نے کعب الاحبار سے نقل کی ہے۔ (۱)

دین کا کام یکسوئی کے ساتھ کرنا چاہئے

"فقال لقومہ لا یتبعنی رَجُلٌ مَلَکَ بضع امرأۃ" میرے ساتھ وہ شخص نہ نکلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو۔ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے چند قسم کے لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے سے روک دیا کیونکہ جب آدمی کا دل کسی چیز میں اٹکا ہوا ہوتا ہے تو اس چیز کے علاوہ کسی اور کام میں آدمی کی طبیعت نہیں لگتی اور ان جیسے لوگوں کو لشکر میں شریک کیا جاتا تو وہ پورے جوش وجذبہ کے ساتھ دشمن کا مقابلہ نہیں کرتے اور یہ تو ظاہر ہے جہاد میں تو آدمی کو اپنا جوش جذبہ دکھانا ہوتا ہے۔ (۱)

کیا سورج کسی کے لئے رُکا ہے؟

"فقال للشمس اِنَّکِ مأمورۃ و انا مامور اللّٰھم احبسھا علینا" اس نبی نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا تو بھی اللہ کی طرف سے مامور ہے اور میں بھی اللہ کی طرف سے مامور ہوں، اے اللہ اس سورج کو ہم پر روک دے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے سورج کو غروب ہونے سے روک دیا گیا تا کہ غروب سے پہلے پہلے فتح ہو جائے۔ مواہب لدنیہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کو بھی یہ معجزہ آپ ﷺ کی زندگی میں دو مرتبہ دیا گیا۔ (۱) سورج غزوۂ خندق کے دن جنگ کی وجہ سے غروب ہو گیا مگر آپ کی دعا کی وجہ سے سورج کو واپس کر دیا گیا، آپ ﷺ

نے عصر کی نماز پڑھی۔ (۲)

یا رب صَلِّ وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اُمت محمدیہ پر مال غنیمت حلال ہے

"فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَآءَ تْ یَعْنِی النَّارَ لِتَأکُلَھَا فَلَمْ تَطْعَمْھَا" پس اس نے غنیمتیں جمع کیں اور اسے کھانے کے لئے آگ آئی لیکن اسے نہیں کھایا۔

پہلی اُمم میں یہ دستور تھا کہ جب ان کو مال غنیمت ملتا تو اس کو ایک میدان میں جمع کردیتے اگر وہ اللہ کے نزدیک مقبول ہوتا تو آسمان سے آگ آتی اور اس کو جلادیتی اور اگر عنداللہ مقبول نہ ہوتا تو آگ اس کو نہیں جلاتی۔ مال غنیمت کو استعمال کرنے کی اُمم سابقہ کو اجازت نہیں تھی، یہ اس اُمت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے اللہ نے مال غنیمت کو حلال کردیا۔ (۳)

جیسے کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ رَأٰی ضُعْفَنَا وَ عِجْزَنَا فَطَیَّبَھَا لَنَا. (۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا پس مال غنیمت کا مال ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھا، جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں کمزور عاجز دیکھا تو اس کو ہمارے لئے حلال قرار دیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجھاد (باب قول النبی ﷺ احلت لکم الغنائم) و کتاب النکاح (باب من احب النساء قبل الغزو). صحیح مسلم کتاب الجھاد (باب تحلیل الغنائم لھٰذا الامۃ خاصۃ) و اخرجہ احمد فی مسندہ ۳/۸۲۴۵، والبیھقی ۶/۳۹۰، و ابن حبان ۴۸۰۷.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۸۶۶

(۲) مواہب لدنیہ

(۳) نزھۃ المتقین ۱/۴۷، روضۃ المتقین ۱/۹۹

(۴) بخاری و مسلم

کاروبار میں سچ کی برکت

(۵۹) ﴿السَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ خَالِدٍ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَ بَیَّنَا بُوْرِکَ لَھُمَا فِیْ بَیْعِھِمَا، وَ اِنْ کَتَمَا وَ کَذَبَا

مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا ﴿مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ﴾

ترجمہ: چھٹی حدیث: ''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بائع، مشتری جب تک جدا نہ ہوں اختیار باقی رہتا ہے، اگر وہ دونوں سچ بولیں اور کھول کر وضاحت کردیں تو ان کے کاروبار میں برکت ہوگی اور اگر (عیب کو) چھپائیں کذب بیانی سے کام لیں تو ان کے کاروبار کی برکت ختم ہوکر رہ جاتی ہے۔''

لغات: ❖ البیعان: باع بیعًا و مبیعًا ضرب سے بمعنی بیچنا۔ خریدنا صفت بائع۔ جمع باعۃ صفت مفعولی۔ مبیع. بایعہ مبایعۃ کسی سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا۔

❖ الخیار: خار خیرۃ و خیراً ضرب سے بمعنی ایک شئی کو دوسری پر فضیلت دینا۔ برتری دینا منتخب کرنا۔ اور اسی سے ہے اللّٰھم خرلی۔ اے اللہ میرے لئے دونوں امروں میں سے بہتر انتخاب فرما۔ الخیار پسندیدگی کہتے ہیں۔ انت بالخیار تم جو چاہو پسند کرو۔

❖ یتفرقا: فرق فرقًا و فرقاناً نصر اور ضرب بمعنی جدا کرنا۔ فرق تفریقًا تقسیم کرکے جدا جدا کرنا۔

❖ کتما: کتم کتمًا و کتمانا. نصر سے بمعنی چھپانا۔ کسی چیز کو پوشیدہ کرنا۔ بعض اوقات کتم دو مفعولوں کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسے کتمت زیدا الحدیث میں نے زید سے بات چھپائی، مفعول اول میں مِنْ بھی بڑھایا جاتا ہے جیسے کتمت من زیدالحدیث۔

❖ محقت: محق محقًا فتح سے بمعنی مٹانا۔ باطل کرنا۔ برکت کھولنا۔

تشریح: بائع اور مشتری کو کب تک اختیار باقی رہتا ہے؟

''اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا.'' بائع مشتری جب تک جدا نہ ہوں اختیار باقی رہتا ہے۔

اس حدیث پاک میں فرمایا جارہا ہے کہ خرید وفروخت میں بائع ومشتری دونوں کی مکمل رضامندی ہونی چاہیے۔

''لَاتَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ'' (۱)

جب بائع ومشتری دونوں نے ایجاب وقبول کرلیا تو رضامندی محقق ہوگی لہٰذا اب ایک دوسرے کا مال حلال ہوگیا تو حدیث بالا کا بھی مطلب یہ ہے کہ بائع ومشتری دونوں کو چیز کے رد کرنے کا اختیار ہوتا ہے جب تک کہ بائع ومشتری دونوں ایجاب وقبول سے فارغ نہ ہوجائیں، جب بائع ومشتری ایجاب وقبول سے فارغ ہوگئے تو اب اختیار ختم ہوجائیگا۔

بائع مبیع کے عیب کو ظاہر کردے

فان صدقا وبینا بورک لھما فی بیعھما. اگر وہ سچ بولیں اور چیز کے (عیب) کو بیان کردیں تو اس سودے میں

برکت ڈالدی جاتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ عیب کو بیان نہ کرے تو اس پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے۔

عن واثلة بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من باع عیبا لم ینبه لم یزل فی مَقْتِ اللہ اوْ لم تزل الملائکة تلعنه. (ابن ماجه)

ترجمہ: واثلہ بن الاسقع کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی عیب دار چیز کو اس طرح بیچے کہ اس کے عیب کو نہ بیان کرے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتا ہے یا یہ فرمایا کہ اس پر فرشتے ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری کتاب البیوع (باب بین البیعان و لم یکتما و نصحا) و صحیح مسلم کتاب البیوع (باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین) اخرجه امام احمد فی مسنده ۱۵۳۱۴/۵، مصنف ابن ابی شیبة ۱۲٤/۷ الدارمی ۲۵۰/۲، والطیالسی ۱۳۱٦، ابن حبان ٤٩٠٤.

راوی حدیث حضرت حکیم بن حزامؓ کے مختصر حالات:

نام: حکیم، کنیت: ابوالخالد، یہ قبیلہ قریشی اسدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔

واقعہ فیلؓ سے ۱۳ سال پہلے کعبہ میں پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے جاتے رہے۔ بعد میں ان کا اسلام بہت اچھا تھا اور صحابہؓ کے درمیان بڑے سمجھ دار فاضل متقی شجاع تھے۔ شروع میں تو یہ مولفۃ القلوب میں رہے تھے زمانہ جاہلیت میں سو غلاموں کو آزاد کیا پھر اسلام قبول کرنے کے بعد بھی سو غلاموں کو آزاد کیا۔

وفات: ۵۴ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں اپنے گھر کے اندر وفات پائی۔ ان کی عجیب بات یہ ہوئی کہ ایک سو بیس سال کی عمر میں سے ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں گذری اور پھر ساٹھ سال اسلام کی حالت میں گذاری۔

مرویات: ان سے چالیس احادیث منقول ہیں چار احادیث میں بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے۔

(۱) سورۃ النساء: ۲۹ (۲) ابن ماجہ

(۵) بَابُ الْمُرَاقَبَةِ

مراقبہ کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ﴾ (الشعراء: ۲۱۹، ۲۲۰)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”جو تم کو جب تم (تہجد وغیرہ کے وقت) اٹھتے ہو دیکھتا ہے اور نمازیوں میں تمہارے پھرنے کو بھی۔“

تشریح: ''الذی یراک حین تقوم.'' جوتم کو دیکھتا ہے جس وقت تم کھڑے ہوتے ہو۔

اس میں مفسرینؒ کے تین اقوال ملتے ہیں۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مقاتلؒ کے نزدیک کھڑے ہونے سے مراد نماز میں کھڑا ہونا ہے۔

ابوالجوزاؒ فرماتے ہیں مراد کھڑے ہونے سے جب بھی آپ ﷺ اپنی جگہ کھڑے ہوں۔ (۲)

حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک مراد جب آپ ﷺ تنہائی میں ہوتے ہیں۔ (۳) سب ہی مراد ہوسکتا ہے۔

''وَتَقَلُّبَکَ فِي السَّاجِدِيْنَ'' ساجدین سے مراد حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عکرمہؒ اور مقاتلؒ وغیرہ کے نزدیک نماز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تم کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تم تنہا نماز پڑھتے ہو اور اس وقت بھی دیکھتا ہے جب نمازیوں کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھتے ہو۔

علامہ مجاہدؒ نے اس آیت کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ آپ ﷺ جب نماز میں مقتدیوں کی طرف دیکھتے ہو اس کو بھی اللہ جانتا ہے جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ میں اپنی پشت کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے کہ سامنے کی طرف دیکھتا ہوں۔ (۴)

بعض کے نزدیک اس سے مراد تہجد کی نماز ہے۔ تہجد گزاروں کے احوال کو تلاش کرنے کے لئے آپ ﷺ جو آتے جاتے ہیں اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جب شب کی نماز کی فرضیت منسوخ ہوئی تو آپ ﷺ رات کو اپنے گھر سے باہر تشریف لے آئے تا کہ دیکھیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رات کو اپنے گھروں میں کیا کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عبادت خداوندی میں مشغول پایا اس حال کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ (۵)

یہ تمام ہی باتیں آیت کریمہ میں مراد ہوسکتی ہیں۔

(۱) زادالمسیر ۶/۵۳، ابن اثیر ۳/۳۶۵ (۲) تفسیر مظہری ۸/۵۵۹
(۳) ابن کثیر ۳/۳۵۶ (۴) ابن کثیر ۳/۳۵۶
(۵) تفسیر مظہری ۸/۵۵۹

اللہ ہر حال میں ساتھ ہے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (حدید: ٤)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔''

تشریح: اے بندو! تم جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔ انسان ہر ایک سے چھپ سکتا ہے مگر اللہ کے

سامنے وہ چھپ نہیں سکتا۔ اللہ ساتھ میں ہے اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطہ علم میں نہیں آسکتی مگر یہ معیت کا وجود یقینی ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان کا وجود قائم نہیں رہ سکتا اور نہ ہی دنیا کا کوئی کام ہوسکتا ہے۔ دنیا کا تمام نظام اسی اللہ کی مشیت وقدرت پر ہی موقوف ہے، وہ اللہ ہر جگہ اور ہر حال میں موجود ہے مگر معیت ناقابل بیان ہے۔ (۱)

علامہ ابن کثیرؒ نے آپ ﷺ کی روایت نقل کی ہے کہ سب سے افضل ایمان یہ ہے کہ آدمی کو اس کا یقین ہو کہ جہاں پر بھی میں ہوں گا اللہ میرے ساتھ ہوگا۔ امام احمدؒ کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں ۔

اذا ما خلوت الدهر یوما فلا تقل خلوت و لکن قل علیّ رقیب

ولا تحسبن الله یغفل ساعـة ولا ان ما تخفی علیه یغیب (۲)

(۱) معارف القرآن ۲۹۳/۸ (۲) تفسیر ابن کثیر ۳۲۶/۴

اللہ سے کوئی شے مخفی نہیں

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَ لَا فِى السَّمَآءِ﴾ (آل عمران: ٦)

ترجمہ: نیز فرمایا: ”خدا (ایسا خبیر وبصیر ہے کہ) کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔“

تشریح: سارے جہان کی تمام اشیاء اللہ کے سامنے بالکل ظاہر ہیں اس سے کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔

”مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ“ (۱)

ترجمہ: کوئی زمین پر پتہ نہیں گرتا مگر وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کے تاریک حصہ میں گرتا ہے اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر وہ سب کتاب مبین میں ہے۔

فِى الْاَرْضِ وَ لَا فِى السَّمَآءِ:

سوال: صرف زمین وآسمان کی چیزیں اللہ سے مخفی نہیں، کیا اور جگہ کی چیزیں مخفی ہیں؟

جواب: آسمان کے اعتبار سے کلام ہے یہ زمین وآسمان ہی کو جانتا ہے مگر اس سے تمام جہان کی ہر جگہ مراد ہے۔

سوال: زمین کا ذکر آسمان سے پہلے کیوں کیا؟

جواب: آیت کریمہ میں بندوں کے اعمال کی جزا وسزا دینے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ بندوں کے اعمال کی جگہ زمین ہے اس لئے اس کو پہلے بیان فرمایا اور ساتھ ہی آسمان کا تذکرہ بھی کر دیا گیا۔ (۲)

(۱) سورۃ الانعام آیۃ ۵۹ (۲) تفسیر مظہری ۱۷۵/۲

اللہ انسان کے ہر عمل کو دیکھتا ہے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (فجر: ١٤)

ترجمہ: اور فرمایا: ''بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔''

تشریح: مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ مرصاد اور مرصد انتظارگاہ کو کہتے ہیں جو کسی بلند مقام سے دوردراز لوگوں کو دیکھ سکے اور لوگوں کی حرکات واعمال کو دیکھ سکے۔

تو اب مطلب آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ ہر انسان کے تمام اعمال وحرکات کو دیکھ رہا ہے اور عنقریب قیامت میں ان کے ایک ایک عمل کی جزا وسزا دینے والا ہے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۸/۷۴۱، تفسیر مظہری ۱۲/۴۰۱

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾ (غافر: ١٩)

وَالْاٰیٰتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ.

ترجمہ: نیز فرمایا: ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو باتیں سینوں میں پوشیدہ ہیں ان کو بھی۔''

اس باب میں کثرت کے ساتھ آیات موجود ہیں۔

لغات: ❖ خائنة: یا صیغہ اسم فاعل ہے اس کا موصوف محذوف ہے یعنی خیانت کرنے والی نظر یعنی چوری سے اس کو دیکھنا جس کے دیکھنے کو شریعت نے حرام کیا ہے۔ یا خائنة کو مصدر مانا جائے جیسے عافیة مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے۔ (۱)

تشریح: مفسرینؒ کے اس بارے میں چار اقوال ہیں

پہلا قول: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی قوم میں سے گذرے اور وہاں پر کسی عورت پر نظر ڈالے اور جب کوئی اس کو دیکھے تو فوراً اپنی آنکھوں کو جھکالے کہ معلوم ہی نہ ہو کہ اس نے بدنظری کی ہے۔ (۲)

دوسرا قول: مجاہدؒ کا ہے کہ اس آیت سے مراد ہر اس جگہ دیکھنا ہے جس کو شریعت نے منع فرمایا ہے۔

تیسرا قول: ضحاکؒ کا ہے وہ فرماتے ہیں اس جگہ پر دیکھنا جس کو اللہ نے پسند نہیں کیا۔

چوتھا قول: علامہ سُدّیؒ کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد پھر دوبارہ دیکھنا مراد ہے۔ (۳)

"وَ مَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ" جو پوشیدہ ہے سینوں میں۔
اس سے مراد وساوس ہیں جو انسان کے دلوں میں آتے ہیں۔ اللہ کی قدرت یہ ہے کہ وہ اس وسوسہ کو بھی جانتا ہے کہ اس آدمی کے دل میں ابھی کیا وسوسہ آرہا ہے۔ (۴)

(۱) تفسیر مظہری ۱۰/۲۲۰
(۲) ابن کثیر ۴/۸۲
(۳) زاد المسیر ۷/۳۸
(۴) زاد المسیر ۷/۳۸، ابن کثیر ۴/۸۲، تفسیر مظہری ۱۰/۲۲۰

جبرئیل علیہ السلام کا اُمت محمدیہ کو تعلیم دینا

(٦٠) ﴿وَ اَمَّا الۡاَحَادِیۡثُ فَالۡاَوَّلُ: عَنۡ عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: بَیۡنَمَا نَحۡنُ جُلُوۡسٌ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ ذَاتَ یَوۡمٍ اِذۡ طَلَعَ عَلَیۡنَا رَجُلٌ شَدِیۡدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیۡدُ سَوَادِ الشَّعۡرِ لَا یُرٰی عَلَیۡہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَ لَا یَعۡرِفُہٗ مِنَّا اَحَدٌ، حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ فَاَسۡنَدَ رُکۡبَتَیۡہِ اِلٰی رُکۡبَتَیۡہِ، وَ وَضَعَ کَفَّیۡہِ عَلٰی فَخِذَیۡہِ وَ قَالَ: یَا مُحَمَّدُ (ﷺ) اَخۡبِرۡنِیۡ عَنِ الۡاِسۡلَامِ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ: اَلۡاِسۡلَامُ اَنۡ تَشۡہَدَ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ، وَ تُقِیۡمَ الصَّلٰوۃَ وَ تُؤۡتِیَ الزَّکٰوۃَ، وَ تَصُوۡمَ رَمَضَانَ، وَ تَحُجَّ الۡبَیۡتَ اِنِ اسۡتَطَعۡتَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا. قَالَ: صَدَقۡتَ. فَعَجِبۡنَا لَہٗ یَسۡاَلُہٗ وَ یُصَدِّقُہٗ قَالَ: فَاَخۡبِرۡنِیۡ عَنِ الۡاِیۡمَانِ؟ قَالَ: اَنۡ تُؤۡمِنَ بِاللّٰہِ، وَ مَلَائِکَتِہٖ، وَ کُتُبِہٖ، وَ رُسُلِہٖ، وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ تُؤۡمِنَ بِالۡقَدۡرِ خَیۡرِہٖ وَ شَرِّہٖ. قَالَ: صَدَقۡتَ. قَالَ: فَاَخۡبِرۡنِیۡ عَنِ الۡاِحۡسَانِ؟ قَالَ: اَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنۡ لَّمۡ تَکُنۡ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ. قَالَ: فَاَخۡبِرۡنِیۡ عَنِ السَّاعَۃِ؟ قَالَ: مَا الۡمَسۡئُوۡلُ عَنۡہَا بِاَعۡلَمَ مِنَ السَّآئِلِ. قَالَ: فَاَخۡبِرۡنِیۡ عَنۡ اَمَارَاتِہَا قَالَ: اَنۡ تَلِدَ الۡاَمَۃُ رَبَّتَہَا، وَ اَنۡ تَرَی الۡحُفَاۃَ الۡعُرَاۃَ الۡعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوۡنَ فِی الۡبُنۡیَانِ. ثُمَّ انۡطَلَقَ فَلَبِثۡتُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ: یَا عُمَرُ اَتَدۡرِیۡ مَنِ السَّآئِلُ؟ قُلۡتُ: اَللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَمُ. قَالَ: فَاِنَّہٗ جِبۡرِیۡلُ اَتَاکُمۡ یُعَلِّمُکُمۡ اَمۡرَ دِیۡنِکُمۡ (رَوَاہُ مُسۡلِمٌ)﴾

وَ مَعۡنٰی: تَلِدُ الۡاَمَۃُ رَبَّتَہَا: اَیۡ سَیِّدَتَہَا، وَ مَعۡنَاہُ اَنۡ تَکۡثُرَ السَّرَارِیُّ حَتّٰی تَلِدَ الۡاَمَۃُ السَّرِیَّۃُ بِنۡتًا لِسَیِّدِہَا وَ بِنۡتُ السَّیِّدِ فِیۡ مَعۡنَی السَّیِّدِ وَ قِیۡلَ غَیۡرُ ذٰلِکَ. وَالۡعَالَۃُ: الۡفُقَرَآءُ وَ قَوۡلُہٗ مَلِیًّا اَیۡ زَمَانًا طَوِیۡلًا وَ کَانَ ذٰلِکَ ثَلَاثًا.

ترجمہ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، اچانک ایک آدمی جس کا لباس نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے آیا، نہ اس پر بظاہر سفر کا کوئی اثر دکھائی دیتا تھا اور نہ ہی اس کو ہم میں سے کوئی پہچانتا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے زانو سے زانو ملا کر اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھ گیا، عرض کیا اے محمد ﷺ اسلام کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی پیش کرے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اگر بیت اللہ جانے کی استطاعت ہو تو حج کرے۔ اس نے عرض کیا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ آپ ﷺ سے سوالات بھی کر رہا ہے اور پھر آپ ﷺ کے جوابات کی تصدیق بھی کر رہا ہے، پھر اس نے دریافت کیا ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں کو مانے، قیامت، تقدیر اچھی بری پر ایمان رکھتا ہو۔ اس نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا، پھر اس نے احسان کے بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا تو اللہ کی عبادت اس تصور کے ساتھ کرے گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ تصور پختہ نہ ہو سکے تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے، پھر اس نے قیامت کے بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے کہا قیامت کی علامت بتایئے آپ ﷺ نے فرمایا لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور ننگے پاؤں ننگے بدن مفلس بکریاں چرانے والوں کو عمارتوں کی تعمیر میں فخر کرتے ہوئے پاؤ گے۔ پھر وہ سائل چلدیا، میں کچھ عرصہ ٹھہرا رہا، آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر! تجھے پتہ ہے کہ وہ سائل کون تھا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھے تمھیں دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لونڈیوں کی کثرت ہو جائیگی یہاں تک کہ ہم خوابی کے لئے مخصوص لونڈی اپنے آقا کے لئے بیٹی جنے گی اور یہ آقا کی بیٹی آقا ہی کے معنی میں ہے اور اس کے علاوہ کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ عالۃ بمعنی فقراء، ملیا کا مطلب ہے زمانہ طویل، حدیث میں اس سے مراد تین دن ہیں۔''

لغات: ❖ اماراتھا: الامَارۃ بمعنی علامت جمع امارات۔

❖ تلد: ولدت تلِد لِدۃً و ولادۃً بمعنی جننا

❖ الحفاۃ: حفِی حفًا سمع سے بمعنی ننگے پاؤں چلنا۔ زیادہ چلنے سے پاؤں کا گھس جانا۔ صفت حفٍ و حافٍ جمع حُفاۃ.

❖العراۃ: عرِی عُریۃ و عریاً سمع سے بمعنی ننگا ہونا۔صفت عارٍ و عریان جمع عُراۃ۔

❖العالۃ: عال عیلًا و عیلۃً ضرب سے بمعنی محتاج ہونا۔

❖رعاء: رعٰی رعیا بمعنی مویشی چرانا۔الرّاعی فاعل چرواہا،جمع رعاۃ و رعیان و رِعاءٌ.

❖الشاء: الشاۃ بمعنی بکرا بکری جمع شاءٌ و شیاۃ.

تشریح: حدیث جبرائیل علیہ السلام

اس حدیث کو حدیث جبرائیل علیہ السلام بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث کا سبب ورود

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھا کرولیکن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے غلبہ ہیبت کی وجہ سے سوال نہیں کرتے تھے تو جبرائیل امین کو اللہ نے بھیجا تا کہ وہ دین کی بنیادی باتوں کا سوال کریں جس سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فائدہ ہو۔ (۱)

حدیث جبرائیل علیہ السلام کی اہمیت

بعض علماء نے اس حدیث کی جامعیت کے پیش نظر فرمایا ہے کہ جس طرح قرآن مجید کے تفصیلی علوم ومعارف کا خلاصہ سورت فاتحہ میں مذکور ہے جس کی وجہ سے سورت فاتحہ کو اُم القرآن کہا جاتا ہے تو اسی طرح سے یہ حدیث جبرائیل علیہ السلام اپنی جامعیت میں اس قابل ہے کہ اس کو اُم السنہ کہا جائے۔ جیسے علامہ ابن حجرؒ نے علامہ قرطبیؒ سے نقل کیا ہے۔

ھذا الحدیث یصلح ان یقال لہٗ ام السنۃ لما تضمنہ من حمل علم السنۃ. (۲)

ترجمہ: یہ حدیث اس قابل ہے کہ اس کو اُم السنہ کا نام دیا جائے اس لئے کہ اس میں پورے علم کا احوال اور نچوڑ موجود ہے۔

حدیث جبرائیل علیہ السلام کا زمانہ

مولانا ادریسؒ نے حافظ تورپشتی سے نقل کیا ہے کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام کا زمانہ ۱۰ھ حجۃ الوداع کے بعد کا ہے۔ اس حدیث جبرائیل علیہ السلام میں پوری شریعت کا احوال آگیا تا کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی کے تفصیلی احکامات کا آخری وقت میں خلاصہ ہوجائے۔ (۳)

یہی بات تقریباً مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمائی ہے: یَحۡتَمِلُ اَنۡ یَکُوۡنَ بَعۡدَ حَجَّۃِ الۡوَدَاعِ لِاَنَّہٗ وَرَدَ لَفۡظُ آخِرِ عُمۡرِہٖ. (۴)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ کہاں رکھا؟

وَ وَضَعَ کَفَّیْهِ عَلٰی فَخِذَیْهِ زانو سے زانو ملا کر اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھ گئے۔
اس جملہ میں کفیه کی ضمیر کا مرجع بالاتفاق آنے والے شخص (جبرائیل علیہ السلام) ہیں۔ مگر فَخِذَیْهِ اس کی ضمیر میں دو قول ہیں:

پہلا قول: یہ بھی آنے والے شخص ہی کی طرف راجع ہے تو ترجمہ یوں ہوگا کہ انہوں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنی دونوں رانوں پر رکھیں۔

دوسرا قول: اس کا مرجع جناب رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ترجمہ یوں ہوگا کہ انہوں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں آپ ﷺ کی رانوں پر رکھیں۔ (۵)

اس سے ان کا مقصد آپ ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اس دوسرے قول کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے:
حَتّٰی وَضَعَ یَدَهُ عَلٰی رُکْبَتَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (۶)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یا محمد ﷺ کیوں کہا؟

و قال یا محمد ﷺ کہا اے محمد ﷺ بظاہر یہ جملہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:
"لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضاً"
ترجمہ: تم آپس میں جس طرح ایک دوسرے کو آواز دیتے ہو اس طرح سے رسول ﷺ کو آواز نہ دو۔

جواب: محدثینؒ نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں مثلاً:
آیت قرآنیہ میں خطاب بنی آدم علیہ السلام کو ہے فرشتے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

دوسرا جواب: یہ دیا جاتا ہے کہ محمد کا لغوی معنی مراد ہے (یعنی وہ ذات جو قابل تعریف ہے)

تیسرا جواب: یہ دیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے۔ (۷)

اسلام کیا ہے؟

اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ پہلا سوال اسلام کے بارے میں کیا کیونکہ اسلام قبول شرائع و التزام فرائض ادا کرنے کا نام ہے اسلئے یہ سب سے پہلے ہونا چاہئے۔ اس کے جواب میں اسلام کے بنیادی ارکان کو بیان فرمایا کلمہ توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔

ایمان کیا ہے؟

اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ ایمان نام ہے آپ ﷺ کی تمام باتوں پر یقین رکھنا اور دل کی گہرائی سے اس کو سچا ماننا۔ ان ایمانی

باتوں میں سے اساسی ایمانیات وہ ہیں جس کو اس روایت میں بیان فرمایا:
(۱) اللہ پر یقین (۲) ملائکہ پر یقین (۳) آسمانی کتابوں پر یقین (۴) رسولوں پر یقین (۵) قیامت کا یقین (٦) تقدیر پر یقین۔

احسان کیا ہے؟

"فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ" کہ آدمی یوں اللہ کی عبادت کرے جیسے دل کی آنکھوں سے اپنے معبود کو دیکھ رہا ہے پھر یہ دھیان اس قدر غالب ہوجائے گویا یہ ظاہری آنکھوں سے اللہ کو دیکھ کر عبادت کررہا ہے۔ دنیا میں ظاہری آنکھیں اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتیں اس لئے کلمہ تشبیہ کَاَنَّ استعمال کیا۔

اور اگر یہ خیال پیدا نہیں ہورہا تو پھر یہ تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔ پہلے درجہ میں اخلاص، خشوع وخضوع عبادت میں زیادہ ہوگی دوسرے درجہ میں اس سے کچھ کم۔ (۸)

قیامت کب آئے گی؟

فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ: قیامت کب آئے گی؟
قیامت کے بارے میں مجھے خبردیں۔

سوال: ان چاروں سوالوں کے درمیان میں آپس میں کیا ربط ہے؟

جواب: یہاں پر ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے۔ سب سے پہلے آدمی اسلام میں داخل ہوتا ہے پھر ترقی کرتے ایمان بنتا ہے، اس کے بعد احسان کا درجہ آتا ہے، اب انسان کا ایمان مکمل ہوگیا۔ تو قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے پھر اس کے زوال کا وقت آجاتا ہے پھر اسی طرح عبادت اپنے حدِ کمال کو پہنچے گی تو اب اس کے زوال کا وقت آگیا یعنی قیامت۔ (۹)

مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ اس جملہ کے بارے میں تمام محدثینؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کی تاریخ کے نہ جاننے میں ہم دونوں مساوی ہیں کسی کو بھی اس کا علم نہیں۔ (۱۰)

علم محیط صرف ذات باری تعالیٰ کا ہے آپ ﷺ کو اگرچہ علم الاولین والآخرین سے نوازا گیا ہے لیکن آپ ﷺ کا علم محیط نہیں ہے۔ علم کا ذاتی ہونا اور محیط ہونا یہ خصائص خالق کے ہیں۔

اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔

اس جملہ کے محدثینؒ نے بہت سے مطالب بیان کئے ہیں مثلاً یہ جملہ کنایہ ہے اس بات سے کہ اولاد والدین کی نافرمان ہوجائے گی جیسے گویا کہ والدین غلام باندی کی طرح اور اولاد آقا بن جائے گی۔

یا جن باندیوں کو غلبہ علی الکفار کے بعد حاصل کیا ان سے اولاد ہوگی پھر یہی اولاد بعد میں بادشاہ بن جائے گی۔

یا معاملات غیر اہل کے سپرد ہونے لگیں۔ مثلاً ایک دوسری روایت میں آتا ہے اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ کہ جب معاملات غیر اہل کے سپرد کئے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ تو اس دوسری روایت نے پہلی حدیث کے مطلب کو واضح کردیا۔ (۱۱)

وَ اَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ......الخ

حفاۃ: ننگے پاؤں، عراۃ: ننگے بدن، عالۃ: محتاج کثیر العیال لوگ، رعاء: راعی کی جمع ہے چرواہا۔

مطلب یہ ہے کہ بھوکے ننگے بکریوں کو چرانے والے ارذل قسم کے لوگ اونچے اونچے محلات بنائیں گے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الایمان، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن خطابؓ کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم شریف ۱/۲۹

(۲) فتح الباری ۱/۱۲۵

(۳) التعلیق الصبیح

(۴) فتح الملہم

(۵) فتح الملہم، فتح الباری، التعلیق الصبیح ۱/۱۵

(۶) نسائی ۲/۲۶۵

(۷) فتح الملہم، التعلیق الصبیح ۱/۱۵

(۸) فتح الباری ۱/۱۴۰۔ یہاں پر امام نوویؒ نے بھی بہت نفیس بحث کی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے شرح مسلم ۱/۲۸

(۹) فتح الملہم ۱/۶۱

(۱۰) فتح الباری ۱/۱۲۱، عمدۃ القاری ۱/۲۹۳، اشعۃ اللمعات ۱/۴۲

(۱۱) فتح الملہم

اللہ کا خوف ہر وقت ساتھ ہو

(۶۱) ﴿اَلثَّانِیْ: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

ترجمہ: دوسری حدیث: ”حضرت ابوذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ کا ڈر رکھو اور برائی کے بعد نیکی کرو وہ برائی کو مٹادے گی اور

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔“

ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

لغات: ❖ اتق: اتّقی اتقاءً بمعنی ڈرنا، کسی سے بچنا۔ تَقَی تقًی و تقاءً بمعنی پرہیز کرنا۔ وقی وقیاً بمعنی گھوڑے کے کھر کا گھسنا۔

❖ تمحھا: محا محواً نصر سے بمعنی مٹنا۔ مَحا محیًا بمعنی مٹانا۔

تشریح:

ہر حال میں تقویٰ اختیار کرنا چاہئے

”اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا“ کُنْت جہاں کہیں بھی ہو اللہ کا ڈر رکھو۔

ایک دوسری روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی طرح کی نصیحت فرمائی کہ ”اوصیک بتقوی اللّٰہ فی سرائرک و علانیتک“ کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ کی سراً اور علانیہ۔

محدثینؒ فرماتے ہیں کہ لفظ تقویٰ مختصر لفظ ہے مگر بہت ہی جامع لفظ ہے مختصر یہ کہ اس میں تمام وہ اُمور منہیات جس سے شریعت نے روکا ہے اس سے بچنا اور وہ تمام امور جس کو شریعت نے کرنے کا حکم دیا ہے ان سب کو بجالانا، ان سب کا نام تقویٰ ہے۔(۱)

پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

برائی کے بعد نیکی کرنے کی ترغیب

”وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا“ برائی کے بعد نیکی کرو وہ برائی کو مٹا دے گی۔

اس حدیث کا مفہوم قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں بھی موجود ہے۔

”اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ“ (۲) بے شک نیکیاں مٹاتی ہیں برائیوں کو۔

مفسرینؒ و محدثینؒ دونوں کا اتفاق ہے کہ یہاں الحسنات سے تمام نیک کام مراد ہیں مثلاً نماز، روزہ، صدقات، حسن خلق، صلہ رحمی وغیرہ۔ اسی طرح سیئات سے تمام برے کام مراد ہیں خواہ وہ کبیرہ گناہ ہوں یا صغیرہ مگر قرآن مجید کی دوسری آیات اور احادیث نبویہ کے متعدد ارشادات کی وجہ سے علماءؒ اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ نیک کام کی وجہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ مگر تفسیر بحر محیط میں محققین علماء اصول کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نیک کاموں سے صغیرہ گناہ جبھی معاف ہوتے ہیں جب کہ آدمی ان گناہوں کے کرنے پر نادم بھی ہو اور آئندہ نہ کرنے کا ارادہ بھی کرے، ان پر اصرار نہ کرے کیونکہ روایات حدیث میں جتنے واقعات کفارہ ہوجانے کے منقول ہیں ان سب میں یہ تصریح بھی ہے کہ ان کا کرنے والا جب اپنے فعل پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے توبہ کرے اس پر آپ ﷺ نے اس کو گناہ معاف ہوجانے کی بشارت سنائی ہے۔(۳) واللہ اعلم

اچھے اخلاق کی فضیلت

"خَالِقِ النَّاسَ بَخُلُقٍ حَسَنٍ" لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

حسن اخلاق کی متعدد روایات میں فضیلت بیان کی گئی ہے ایک دوسری روایت میں آتا ہے "انّ من احبّکم الیّ اَحسَنُکُمْ اَخلَاقاً." (۴) تم میں سے وہ شخص مجھ کو بہت پیارا ہے جو اچھے اخلاق والا ہو۔

ایک اور روایت میں آتا ہے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سوال کیا کہ سب سے بہتر چیز انسان کو کون سی عطا کی گئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اچھے اخلاق۔ (۵)

ایک اور روایت میں میرے آقا ﷺ کا ارشاد ہے "اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ یُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ مِنْ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ." (٦) قیامت کے دن مؤمن کے ترازو میں سے وزنی عمل اچھے اخلاق ہیں۔

تخریج حدیث: ترمذی کتاب البرّ و الصلة (باب ما جاء فی معاشرة الناس) دارمی ۲/۳۳۳ و احمد.

راوی حدیث حضرت ابوذرؓ (جندب بن جنادہ) کے مختصر حالات:

نام: جندب، کنیت: ابوذر، لقب: صدیق الاسلام، والد کا نام: جنادہ اور والدہ کا نام رملہ تھا۔ قبیلہ بنی غفار سے تعلق تھا۔

شروع میں یہ نہایت مشہور راہزن تھے پھر ایک دم زندگی میں انقلاب آیا، خود فرماتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے تین سال پہلے سے میں نماز پڑھتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ۴/۱۶۳)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سنی تو اپنے بھائی انیس کو بھیجا تحقیق کرنے کے لئے پھر خود ہی آئے اور حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم میں تبلیغ و دعوت کے لئے بھیج دیا اپنا سارا وقت تبلیغ و دعوت میں صرف کرتے رہے، آدھا قبیلہ تو اسی وقت مسلمان ہو گیا اور آدھا قبیلہ ہجرت کے بعد مسلمان ہوا (مسند احمد ۵/۱۷۴)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد انہوں نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۴/۱۶۶)

حضرت ابوذرؓ تارک الدنیا اور زہد پیشہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے زمانے میں مدینہ میں ہی رہے، اس کے بعد شام ہجرت کر کے چلے گئے (استیعاب ۱/۸۳)۔

ان کا مذہب یہ تھا کہ جو مال ہے اس کو اپنے پاس رکھنا جائز نہیں ہے، یہ حق ہے بھوکوں اور ننگوں کا، اس بناء پر تمام صحابہؓ سے اختلاف رہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ بلا لیا، یہاں پر بھی لوگوں سے اختلاف رہا تو حضرت عثمانؓ نے مجبور ہو کر ان سے کہا کہ آپ مکہ کے قریب ربذہ تشریف لے جائیں بعض کے نزدیک انہوں نے خود کہا کہ میں ربذہ میں قیام کرنا چاہتا ہوں۔

وفات: ربذہ میں ان کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ان کی بیوی رونے لگی کہ اس صحرا میں کون انتظام کرے گا۔ انہوں نے کہا میں تم کو خوش خبری سناتا ہوں، وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ایک صحرا میں مرے گا، وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچے گی اور وہ کفن دفن کرے گی، میرے علاوہ جو لوگ تھے وہ آبادی میں مر چکے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک جماعت کے ساتھ آئے وہ مدینہ سے عراق جا رہے تھے، لہٰذا عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر وہیں پیوند خاک کیا۔ (مستدرک حاکم ۳/۳۴۶)

مرویات: ان سے روایات کی تعداد ۲۸۱ ہے ان میں بارہ میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں اور دو میں بخاری اور سات میں مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۹۴۹)

(۱)دلیل الفالحین (۲)سورت ھود آیت ۱۱۴ (۳)تفسیر محیط (۴)بخاری (۵)مشکوٰۃ (۶)ابوداؤد

ہر کام تقدیر کے موافق ہوتا ہے

(۶۲) ﴿اَلثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ: يَا غُلَامُ اِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَ اِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَ جُفَّتِ الصُّحُفُ.﴾

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَ فِيْ رِوَايَةِ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ: اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ، تَعَرَّفْ اِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَخْطَاكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ، وَ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَ اَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَ اَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا.

ترجمہ: تیسری حدیث: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! میں تجھ کو چند کلمات بتاتا ہوں۔ اللہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا، اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا، تو جب مانگے بس اللہ سے مانگ اور جب مدد کا طلب گار ہو تو اللہ سے مدد طلب کر اور یقین رکھ اگر تمام دنیا تجھے فائدہ پہنچانے پر جمع ہو جائے تو تجھے صرف وہی فائدہ دے سکتا ہے جو تیرے مقدر میں ہے اور اگر تمام کے تمام تجھے نقصان دینے پر اکٹھا ہو جائیں تو تجھے کچھ نقصان نہیں دے سکتے مگر جس قدر اللہ تعالٰی نے تقدیر میں تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا دیئے گئے اور تقدیر کے دفاتر خشک ہو چکے ہیں۔'' (ترمذی)

ترمذیؒ کے علاوہ بعض کتابوں میں ہے اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اس کو اپنے آگے پائے گا، خوش حالی میں اللہ کے حقوق کا خیال رکھو وہ تنگ حالی میں تمہارا خیال رکھے گا اور یقین کرو جو مصیبت تجھ سے خطا کر گئی ہے اس نے تجھے پہنچنا ہی نہیں تھا اور جس مصیبت میں تم گرفتار ہو گئے اس نے تمہیں چھوڑنا ہی نہیں تھا اور سمجھ لو صبر کرنے کے ساتھ اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے اور مصیبت کے بعد کشادگی حاصل ہوتی ہے اور جہاں تنگی ہے وہاں

آسانی بھی آئے گی۔

لغات: ❖ **الأقلام:** بمعنی لکھنے کا قلم۔ جب تک تراشا اور بنایا نہ جائے قَصَبَۃُ اور براعۃ کہلاتا ہے اور بنانے کے بعد قلم۔ جمع أقلام.

❖ **جفّت:** جفّ جفافاً و جفو فًا ضرب سے بمعنی خشک ہونا۔ سوکھنا۔

❖ **الصحف:** جمع ہے الصحیفۃ کی بمعنی لکھا ہوا کاغذ۔ ورق۔

❖ **الرخاء:** رخا رخاءً نصر فتح سمع کرم سے بمعنی زندگی کا آسودہ وفراخ ہونا۔ نرم ہونا

❖ **الفرج:** فرج فرجاً ضرب سے بمعنی کشادہ کرنا۔ کھولنا۔ الفرج: کشادگی۔

تشریح: ''اِحفَظِ اللّٰہَ یَحفَظْکَ'' تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

قرآن میں یہ فرمایا گیا ''اَوْفُوا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ'' (۱) تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا۔

''اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ'' (۲) تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ کے حقوق کا خیال رکھو تو اللہ کو ہمیشہ اپنے سامنے پاؤ گے

''اِحفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَکَ'' اللہ کے حقوق کا خیال رکھو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے۔

محدثینؒ نے اس جملہ کے کئی مطلب بیان کئے ہیں اور سب ہی مراد ہوسکتے ہیں مثلاً تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو یعنی جن امور کے کرنے کا حکم دیا ہے اس کو کرو اور جس سے اجتناب کا حکم ہے اس سے بچو تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ بھی تمہارا خیال رکھے گا کہ تم کو دنیا میں بھی ہر قسم کی آفات اور مصیبتوں سے بچائے گا اور آخرت میں بھی عذاب سے محفوظ رکھے گا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ.'' (۳)

یا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے احکامات کو پورا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے گا اور تمہارے مقاصد اور عزائم میں کامیاب کرتا رہے گا۔

یا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رضا میں مشغول رہو گے تو گویا کہ اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ اس صورت میں تم ایمان کے کامل درجہ اور احسان کے درجہ پر فائز ہو جاؤ گے، ہر دم اللہ ہی تمہاری نگاہ میں رہے گا اللہ کے ماسوا ہر چیز معدوم اور فنا ہو جائے گی۔ (۴)

غیر سے اٹھ جائے بالکل ہی نظر   تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

جب بھی سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے کرو

''وَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰہَ'' جب بھی کسی چیز کا سوال کرنا ہو تو اللہ ہی سے کرو۔

جس سے اللہ خوش ہوں گے کبھی دنیا والوں کے سامنے ہاتھ مت پھیلاؤ، ما احسن من قال:۔

اَللّٰہ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُوَالَہٗ   وَ اَبْنَاءُ آدَمَ حِیْنَ تُسْئَالُ تَغْضَبُ

اللہ تعالیٰ اس وقت ناراض ہوتے ہیں جب تم اس سے سوال نہ کرو اور آدم کے بیٹے اس وقت ناراض ہوتے ہیں جب ان سے سوال کیا جاتا ہے۔ (۵)

قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا وَ قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (۶) تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَنْفَعُوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ الخ

جان لو کہ اگر ساری اُمت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ کہ نفع ونقصان کا مالک وہی ایک اللہ ہے اسی کی طرف ہر حال میں رجوع کرو۔ اگر وہ نہ دے تو ایک فرد بشر کیا تمام مخلوق بھی مل کر خدا کی مرضی وحکم کے خلاف کسی شخص کو کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

قلم اُٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے

رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَ جُفَّتِ الصُّحُفُ قلم اٹھالئے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے۔

یعنی جو احکام صادر ہونے تھے وہ سب کچھ لکھے جاچکے، قیامت تک تقدیر وقسمت کے فیصلے لوح محفوظ میں لکھے جاچکے ہیں اور اب لوح محفوظ کو لپیٹ کر رکھ دیا گیا ہے اب اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوگا۔

صحیفے خشک ہوگئے کا مطلب یہ ہے کہ کاتب جب لکھ کر فارغ ہوجاتا ہے تو وہ اپنے قلم کو اٹھا کر رکھ دیتا ہے اور اپنے کاغذات کو لپیٹ کر رکھ دیتا ہے، اسی طرح اللہ نے بھی قلم اٹھا کر رکھ دیا اور صحف کو لپیٹ دیا، اب اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ بعض محدثینؒ فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ میں تو کوئی تغیر وتبدیلی نہیں آتی ہاں وہ کتاب جس میں فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اس میں کمی وبیشی ہوتی ہے مثلاً کسی نے کوئی گناہ کیا فرشتوں نے لکھ لیا جب توبہ کیا تو اس کو مٹا دیا۔ (۷)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی نصیحت

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ہر مؤمن کے لئے لازم ہے کہ وہ اس حدیث کو سامنے رکھے اور اپنی تمام حرکات و سکنات میں اس کے مطابق عمل کرے تاکہ دنیا وآخرت میں اللہ کی رحمت اور سرفرازی سے نوازا جائے۔ (۸)

تخریج حدیث: ترمذی ابواب صفة القیامة اخرجه امام احمد فی مسنده ۲۸۰۳/۱، والبیهقی فی شعب الایمان ۱۰۷۴.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ بقرۃ آیۃ ۴۰ (۲) سورت محمد آیت ۸ (۳) سورت النحل آیۃ ۱۲۸
(۴) مرقاۃ ۱۰/۵۴، مظاہر حق جدید ۴/۸۱۰ (۵) مظاہر حق جدید ۴/۸۱۱، مرقاۃ ۱۰/۵۴۔
(۶) سورۃ مؤمن آیۃ ۶۰ (۷) مرقاۃ ۱۰/۵۵ (۸) فتوح الغیب

صحابہ کرام کا بال کے برابر کاموں کو مہلک سمجھنا

(۶۳) ﴿الرَّابِعُ: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّھَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ﴾ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

وَقَالَ: (الْمُوْبِقَاتُ) الْمُھْلِکَاتُ

ترجمہ: چوتھی حدیث: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں تم ایسے کام کر بیٹھتے ہو جو تمھاری نظروں میں بال سے بھی زیادہ معمولی ہیں لیکن ہم عہد نبوی ﷺ میں ان کاموں کو مہلکات میں سے سمجھتے تھے۔“

”موبقات“ کے معنی ہیں ہلاک کرنے والے۔

لغات: ❖ ادق: دق دِقۃ ضرب سے بمعنی باریک ہونا۔ چھوٹا ہونا۔

❖ العین: بمعنی آنکھ کا ڈھیلا پلک وغیرہ سمیت سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ جمع اَعْیُن، عیون عِیون، اعیان جمع الجمع اعینات.

❖ الشعر: بمعنی بال جمع اشعار و شِعار و شعور.

❖ نعد: عدّ عَدًا نصر سے بمعنی گمان کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا۔

❖ الموبقات: وبق وبقًا ضرب سے بمعنی ہلاک ہونا۔ صفت وَبِق جمع موبقات.

تشریح: عدم خوفِ الٰہی سے گناہوں کی جرأت پیدا ہوجاتی ہے

”لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ“ جو تمھاری نظروں میں بال سے بھی زیادہ معمولی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ انسان میں جتنا اللہ کا خوف ہوتا ہے اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے اور یہ خوف جتنا کم ہوتا ہے اتنا ہی اس کی گناہوں پر جسارت بڑھتی رہتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں اللہ کا شدید خوف ہر دم موجود رہتا تھا اس لئے وہ معمولی سے معمولی گناہ پر بھی بہت زیادہ خوف محسوس کرتے تھے اور دوسری بات یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے ان کو یہ کیفیت بدرجۂ اتم حاصل تھی مگر عہد رسالت کے بعد یہ کیفیت بتدریج کم ہوتی گئی حتیٰ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہی ساتھیوں کو یعنی جو تابعین تھے ان کو یہ فرما رہے ہیں کہ اب یہ وقت آگیا ہے کہ وہ گناہ جسے ہم اپنے لئے ہلاکت کا ذریعہ سمجھتے تھے وہ اب لوگوں کی نگاہ میں حقیر اور معمولی بن گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ

انسان اپنے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرنے کی کوشش کرے گناہ خود بخود اس سے چھوٹ جائیں گے۔ (۱)

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا کہ مؤمن گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا اس پر پہاڑ گر رہا ہے اور غیر مؤمن یہ سمجھتا ہے گویا کہ ناک پر مکھی بیٹھی تھی اس کو اڑا دی۔ (۲) یعنی اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب ما یتقی من محقرات الذنوب)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۹۷، روضۃ المتقین ۱/۱۰۸ (۲) بخاری

غیرت اللہ کی صفت ہے

(٦٤) ﴿الْخَامِس: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ، وَ غَیْرَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ یَاتِیَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

"وَالْغَیْرَةُ" بِفَتْحِ الْغَیْنِ وَ اَصْلُهَا الْاَنَفَةُ.

ترجمہ: پانچویں حدیث: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ غیرت مند ہے اور اللہ کو غیرت اس وقت آتی ہے جب انسان ایسے کاموں کا ارتکاب کرے جس کو اس نے حرام کیا ہے۔''

اور غیرت غین کے زبر کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں خودداری۔

لغات: ❖ یغار: غَارَ یَغَارُ غیرةً بمعنی غیرت کرنا۔

❖ حرّم: حرّم تحرِیمًا تفعیل سے بمعنی کسی چیز کو حرام کرنا۔

تشریح: **اللہ کی غیرت کا مطلب**

"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ" غیرت کا لفظ اردو زبان میں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اول یہ کہ کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ مجھے کوئی دیکھ نہیں رہا، اس وجہ سے وہ کوئی برا کام کرے یا ایسا کام کرے جو خود اگرچہ بُرا نہ ہو مگر دوسروں کے سامنے وہ کام کرنا عیب دار ہو، اس حالت میں کوئی دیکھ لے یا کوئی سامنے سے آجائے تو وہ فوراً اس کو چھوڑ دے یا چھپنے کی کوشش کرے۔

دوسرا معنی غیرت کا یہ ہے کہ کوئی باپ یا کوئی آقا اپنے ماتحت کو سختی سے کسی کام کے کرنے سے منع کرے اس منع کرنے کے باوجود وہ ماتحت اپنے باپ یا آقا کے سامنے اس کام کو کرے۔

یہاں پر زیادہ مناسب معنی دوسرا والا ہے کہ خالق کائنات نے اپنی مخلوق پر بعض کاموں کو حرام کیا انہی کے فائدے کے لئے۔ اب مخلوق کی بیباکی اور بے غیرتی یہ ہے کہ جس کام سے منع کیا ہے وہ اس کو کرے، اس پر اللہ جل شانہ کو غصہ آتا ہے، کبھی کسی مصلحت سے اسی وقت سزا بھی دے دیتے ہیں مگر عموماً حق تعالیٰ شانہ اپنی شفقت و رحمت سے فوراً سزا نہیں دیتے، مہلت دے دیتے ہیں تاکہ مخلوق توبہ کرلے پھر وہ توبہ کرے تو وہ اپنی رحمت وشفقت سے دوبارہ نوازنا شروع کردیتے ہیں۔(۱)

تخریج حدیث: بخاری کتاب النکاح (باب الغیرة)، مسلم کتاب التوبة (باب غیرة اللّٰه تعالٰی و تحریم الفواحش) و اخرجه امام احمد فی مسنده ۸۵۲۷/۳، الطیالسی و ابن حبان ۲۹۳۔

راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر ۷ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۰۸، دلیل الفالحین ایضاً

اللہ کسی بھی وقت امتحان لے سکتا ہے

(بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا ایمان افروز واقعہ)

(۶۵) ﴿السَّادِسُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآءِ یْلَ اَبْرَصَ وَ اَقْرَعَ وَ اَعْمٰی اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَکًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ وَ جِلْدٌ حَسَنٌ وَ یَذْهَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ، فَمَسَحَهٗ، فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَ اُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا فَقَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: الْاِبِلُ، اَوْ قَالَ: الْبَقَرُ. شَکَّ الرَّاوِیْ، فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَآءَ فَقَالَ: بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِیْهَا.

فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ وَ یَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَذِرَنِی النَّاسُ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ وَ اُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا. قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَةً حَامِلًا وَ قَالَ: بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِیْهَا.

فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ اَنْ یَّرُدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرَ النَّاسَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیْهِ بَصَرَهٗ قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: الْغَنَمُ فَاُعْطِیَ شَاةً وَالِدًا، فَاَنْتَجَ هٰذَانِ وَ وَلَّدَ هٰذَا فَکَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْاِبِلِ، وَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ.

ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَ هَیْئَتِهٖ فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْکِیْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ

فَلا بَلاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ بِکَ اَسْأَلُکَ بِالَّذِیْ اَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ بِہٖ فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ: اَلْحُقُوْقُ کَثِیْرَۃٌ. فَقَالَ: کَاَنِّیْ اَعْرِفُکَ، اَلَمْ تَکُنْ اَبْرَصَ یَقْذَرُکَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاکَ اللّٰہُ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا وَرِثْتُ ھٰذَا الْمَالَ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ، فَقَالَ: اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَا کُنْتَ.

وَ اَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِہٖ وَ ھَیْئَتِہٖ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِھٰذَا وَ رَدَّ عَلَیْہِ مِثْلَ مَا رَدَّ ھٰذَا. فَقَالَ: اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَا کُنْتَ.

وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِہٖ وَ ھَیْئَتِہٖ فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْکِیْنٌ وَابْنُ سَبِیْلٍ اِنْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلا بَلاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ بِکَ اَسْأَلُکَ بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَیْکَ بَصَرَکَ شَاۃً اَتَبَلَّغُ بِھَا فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ: قَدْ کُنْتُ اَعْمٰی فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَ دَعْ مَا شِئْتَ فَوَ اللّٰہِ لَا اَجْھَدُکَ الْیَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَہٗ لِلّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ. فَقَالَ: اَمْسِکْ مَا لَکَ فَاِنَّمَا اُبْتُلِیْتُمْ فَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ وَ سَخِطَ عَلٰی صَاحِبَیْکَ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

"وَالنَّاقَۃُ الْعُشَرَآءُ" بِضَمِّ الْعَیْنِ وَ فَتْحِ الشِّیْنِ وَ بِالْمَدِّ: ھِیَ الْحَامِلُ قَوْلُہٗ "اَنْتَجَ" وَ فِیْ رِوَایَۃٍ "فَنَتَجَ" مَعْنَاہُ: تَوَلّٰی نِتَاجَھَا وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَۃِ کَالْقَابِلَۃِ لِلْمَرْأَۃِ. وَ قَوْلُہٗ "وَلَّدَ ھٰذَا" ھُوَ بِتَشْدِیْدِ اللَّامِ: اَیْ تَوَلّٰی وِلَادَتَھَا وَ ھُوَ بِمَعْنٰی اَنْتَجَ فِی النَّاقَۃِ. فَالْمُوَلِّدُ، وَالنَّاتِجُ، وَالْقَابِلَۃُ بِمَعْنًی لٰکِنْ ھٰذَا لِلْحَیَوَانِ، وَ ذٰلِکَ لِغَیْرِہٖ. قَوْلُہٗ "اِنْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ" ھُوَ بِالْحَاءِ الْمُھْمَلَۃِ، وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَۃِ: اَیِ الْاَسْبَابُ. وَ قَوْلُہٗ: "لَا اَجْھَدُکَ" مَعْنَاہُ: لَا اَشُقُّ عَلَیْکَ فِیْ رَدِّ شَیْءٍ تَاْخُذُہٗ اَوْ تَطْلُبُہٗ مِنْ مَالِیْ."

وَ فِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیِّ: "لَا اَحْمَدُکَ" بِالْحَاءِ الْمُھْمَلَۃِ وَ الْمِیْمِ وَ مَعْنَاہُ: لَا اَحْمَدُکَ بِتَرْکِ شَیْءٍ تَحْتَاجُ اِلَیْہِ کَمَا قَالُوْا: "لَیْسَ عَلٰی طُوْلِ الْحَیَاۃِ نَدَمٌ" اَیْ عَلٰی فَوَاتِ طُوْلِھَا.

ترجمہ: چھٹی حدیث: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ بنی اسرئیل میں تین آدمی تھے برص والا، گنجا، اندھا۔ چنانچہ اللہ نے ان کو آزمانا چاہا ایک فرشتہ کو انسان کی شکل میں ان کے پاس بھیجا۔ فرشتہ برص والے کو کہتا ہے کہ تمھیں کون سی چیز محبوب ہے؟ اس نے کہا اچھا رنگ اور خوبصورت جسم اور جس بیماری کی وجہ سے لوگ مجھے برا جانتے ہیں وہ ختم ہوجائے، چنانچہ اس نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور اسے خوبصورت رنگ عطا ہوگیا، فرشتے نے پوچھا کونسا مال

پسند کروگے؟ اس نے کہا اونٹ یا گائے، راوی کو شک ہے، چنانچہ اس کو دس ماہ کی حاملہ اونٹنی عطا کی گئی فرشتے نے دعا کی اللہ تیرے مال میں برکت عطا فرمائے۔ اس کے بعد فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تجھے زیادہ کونسی چیز پسند ہے؟ اس نے کہا خوبصورت بال اور جس عیب کی وجہ سے لوگ مجھے معیوب جانتے ہیں وہ مجھ سے دُور ہو جائے، فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، بیماری جاتی رہی اور خوبصورت بال مل گئے۔ فرشتے نے پوچھا کونسا مال زیادہ پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا گائے، چنانچہ اس کو ایک حاملہ گائے عطا کی گئی اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اس سے پوچھا تمھیں کون سی چیز پسند ہے؟ اس نے کہا اللہ پاک مجھے نظر واپس کردے میں لوگوں کو دیکھ سکوں، فرشتے نے اس کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا اللہ نے اس کو نظر عطا فرمادی، فرشتے نے پوچھا کونسا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں، اس کو بچہ جننے والی ایک بکری دے دی گئی، چنانچہ ان دونوں نے بھی بچے جنے اور بکری نے بھی اپنا بچہ جنا۔ ایک طرف گائے کی نسل سے جنگل بھر گیا تو دوسری طرف اونٹوں اور بکریوں سے بھی دوسرے جنگل بھر گئے۔ اس کے بعد فرشتہ برص زدہ انسان کے پاس اس کی اپنی پہلی شکل وہیئت میں آزمائش کے لئے آیا کہا کہ میں فقیر آدمی ہوں سفر میں میرے وسائل ختم ہوگئے ہیں اب میرے لئے اللہ کی مدد اور تیری کرم نوازی کے بغیر گھر پہنچنا ممکن نہیں، میں تجھ سے اس ذات کے نام سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے سنہری رنگت اور مال دیا ہے کہ تو مجھے ایک اونٹ عطا کردے تا کہ میں اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ پر ذمہ داریوں کا انبار ہے، فرشتے نے کہا کہ شاید میں تجھے جانتا ہوں، کیا تو پہلے برص زدہ نہیں تھا؟ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے، تو فقیر تھا اللہ نے تجھے مالدار بنایا۔ اس نے کہا میں تو آبا واجداد سے وافر مال دیا گیا ہوں۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کردے جیسا کہ تو پہلے تھا۔ پھر گنجے کے پاس پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے وہی باتیں کیں جو پہلے سے کی تھیں اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا، فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اللہ تجھے پہلے کی طرح کردے۔ پھر فرشتہ اندھے کے پاس پہلی شکل وصورت میں آیا اور کہا میں ایک مفلس نادار مسافر انسان ہوں، سفر میں سفر کے وسائل ختم ہوگئے ہیں، اب میں اللہ کی مدد اور تیری کرم نوازی کے بغیر منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا میں تجھ سے اللہ کے واسطے کے ساتھ سوال کرتا ہوں جس نے تجھے دوبارہ نظر دی ہے کہ تو ایک بکری میرے حوالہ کرتا کہ میں منزل پر پہنچ سکوں۔ اس نے کہا واقعی میں اندھا تھا، اللہ نے مجھے نظر عطا فرمائی، جتنا مال چاہو اٹھالو

اور جتنا چاہو چھوڑ دو، اللہ کی قسم آج مجھے کوئی تکلیف نہیں، جو بھی اللہ کے نام پر تو چاہے اٹھالے۔ فرشتے نے کہا اپنے مال کو اپنے پاس ہی رکھو، تمہاری آزمائش مقصود تھی، پس تجھ سے اللہ راضی ہوا اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوا۔''

''الناقة العُشَرَآء'' عین پر پیش، شین پر زبر اور الف ممدودہ کے ساتھ حاملہ اونٹنی۔ انتج اور دوسری روایت میں فنتج معنی ہیں اس کی پیداوار کا وہ مالک ہوا۔ ناتج وہ آدمی جو اونٹنی سے بچہ جنوائے جیسے عورت کے لئے دایہ (قابلہ) ہوتی ہے۔ وَلَّدَ هذا لام پر تشدید یعنی بکری سے پیدا ہونے والے بچوں کا مالک ہوا اور یہ انتج فی الناقة کے ہم معنی ہے پس مولد، ناتج اور قابلہ کے ایک ہی معنی ہیں لیکن اول الذکر الفاظ حیوان کے لئے ہیں اور قابلہ انسان کے لئے ہے۔ حبال: یہ حاء مہملہ اور بائے موحدہ (ایک نقطہ والی باء) کے ساتھ بمعنی اسباب ہے۔ لا اجهدک: اس کے معنی ہے تو جو لے گا یا میرے مال میں سے طلب کرے گا میں وہ تجھ سے واپس لے کر تجھے گرانی میں نہیں ڈالوں گا، اور بخاری کی روایت میں ہے لا اَحْمَدُکَ: حائے مہملہ اور میم کے ساتھ اس کے معنی ہیں اس چیز کے چھوڑ دینے پر جس کا تو حاجت مند ہے میں تیری تعریف نہیں کروں گا۔ یہ گویا اس بات کی ترغیب ہے کہ تو اپنی حاجت پوری کرلے میری خوشی اسی میں ہے جیسے عربوں میں محاورہ ہے ''عمر دراز پر کوئی ندامت نہیں'' مطلب یہ ہے کہ لمبی عمر کے نہ ہونے پر ندامت نہیں۔

لغات: ❖ ابرص: برص برصا سمع سے بمعنی برص کی بیماری میں مبتلا ہونا۔ صفت ابرص، مونث برصا جمع بُرص، سام ابرص چھپکلی۔ تثنیہ کی حالت میں هذان سامّا ابرص اور جمع هولاء سوام ابرص و ابارص آتی ہے اور چھپکلی کو ابو بربص بھی کہتے ہیں برص ایک جلد کی بیماری ہے جس کی وجہ سے جلد سفید ہو جاتی ہے اور ایک تکلیف دہ خارش پیدا ہو جاتی ہے۔

❖ اَقرع: قرع قَرَعًا سمع سے بمعنی سر کے بالوں کا گر جانا اور جب مصدر بسکون الراء ہو تو معنی ہوگا کسی جگہ کا خالی ہونا۔ القرع گنج کی بیماری جس سے سر کے بال گر جاتے ہیں۔

❖ اَعمٰی: عمِی عمًیا سمع سے بمعنی اندھا ہونا۔ الاعمٰی اندھا جمع عمیٌ و عمیان۔

❖ لون: بمعنی رنگ جو ایک چیز کو دوسری چیز سے ممتاز کردے

❖ قذرنی: قَذَر قذراً و قذِر قذرًا نصر اور سمع سے بمعنی کسی چیز سے گھن کرنا، پرہیز کرنا، گندہ محسوس کرنا۔

❖ عشراء: بمعنی آٹھ یا دس ماہ کی حاملہ۔

❖ حبال: جمع ہے حبل کی بمعنی رسی یہاں مراد اسباب ہیں۔

❖ فصیرک: صار صیرًا ضرب سے بمعنی واپس ہونا۔ منتقل ہونا۔

تشریح: بنی اسرائیل کون ہیں؟

''اِنَّ ثَلَا ثَۃً مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ'' حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے کیونکہ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ یہ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں عبداللہ، بعض نے کہا اسرائیل کے معنی صفوۃ اللہ (اللہ کا برگزیدہ) ہے۔[۱]

''فَبَعَثَ اللّٰہُ مَلَکاً'' اللہ نے فرشتے کو بھیجا۔ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ انسانی صورت میں آیا تھا۔[۲]

''شکّ الرَّاوِیُ'' راوی سے مراد یہاں اسحاق بن عبداللہ ہیں۔[۳]

''فَمَسَحَہٗ'' محدثینؒ نے یہاں دو احتمال بیان کئے ہیں ایک یہ کہ صرف سر پر ہاتھ پھیرا یا پورے بدن پر ہاتھ پھیرا فرشتے نے برکت کے لئے۔[۴]

بنی اسرائیل کے واقعہ سے عبرت

اس واقعہ کو آپ ﷺ نے اپنی اُمت محمدیہ کی عبرت کے لئے بیان فرمایا ہے کہ مال و دولت کی فراوانی ایک امتحان و آزمائش ہوتی ہے اس آزمائش میں اگر انسان اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہیں بھولا بلکہ اس مال و دولت کو اللہ کی امانت سمجھ کر اللہ کی ضرورت مند مخلوق پر خرچ کر کے خوش ہوتا ہے اور اس پر اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہے جیسا کہ اندھے نے کیا تو اللہ اس سے خوش ہوکر مزید انعامات سے نوازتا ہے۔ اور اگر اس مال کی آزمائش میں وہ مال کے گھمنڈ میں مبتلا ہوگیا اور پھر اس نے اسے ضرورت مندوں پر خرچ نہ کیا اور بخل سے کام لیا تو اس سے اللہ کی ناراضگی بھی ہوتی ہے اور اللہ اس نعمت کو چھین بھی لیتے ہیں جیسے کہ ابرص اور گنجے کے ساتھ ہوا۔

علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں برص اور قرع اس سے آدمی کے مزاج میں فساد واقع ہوجاتا ہے بخلاف اندھا پن کے اس میں ایسا نہیں ہوتا اسی اعتبار سے ان لوگوں نے جواب دیا کہ اندھے آدمی نے نرمی کا ثبوت دیا بخلاف ان دونوں کے کہ انہوں نے سختی کا جواب دیا۔[۵]

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو غریبوں اور مسکینوں کو صدقہ دیتے رہنا چاہئے اور بخل سے بچنا چاہئے جیسے ان دونوں نے کیا۔[۶]

اس میں یہ بھی ترغیب ہے کہ آدمی اللہ کی نعمتوں کا انکار نہ کرے جیسا کہ ان دونوں نے کیا۔[۷]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الانبیاء (باب ما ذکر عن بنی اسرائیل) صحیح مسلم کتاب الزھد و ابن حبان ۳۱۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تفسیر مظہری (۲) دلیل الفالحین ۱/ ۲۳۸
(۳) دلیل الفالحین ۱/ ۲۳۸ (۴) دلیل الفالحین ۱/ ۲۳۹
(۵) نزھۃ المتقین (۶) روضۃ المتقین ۱/ ۱۱۰
(۷) روضۃ المتقین ۱/ ۱۱۰

دانا اور نادان کی پہچان

(٦٦) ﴿اَلسَّابِعُ: عَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّم قَالَ: اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَ الْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَا هَا وَ تَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ)

قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَ غَیْرُهٗ مِنَ الْعُلَمَآءِ: مَعْنٰی دَانَ نَفْسَهٗ حَاسَبَهَا.

ترجمہ: ساتویں حدیث: ''حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا سمجھ دار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرتا ہے اور عاجز وہ ہے جو خواہشات کی اتباع کرتا ہے اور آرزوں کو بڑھاتا رہتا ہے۔''

امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔ امام ترمذی اور دوسرے علماءؒ نے فرمایا ہے کہ دان نفسہ کا معنی ہے اپنا محاسبہ کرنا۔

لغات: ❖ الکیس: کاس کیسًا ضرب سے بمعنی عقلمند اور ذہین ہونا۔ الکیس عقلمندی، سمجھ، ذہانت۔

❖ ھواھا: ھوِی ھویً سمع سے بمعنی خواہش، عشق خیر میں ہو یا شر میں، محبوب، معشوق محمود ہو یا مذموم، غیر محمود میں زیادہ تر مستعمل ہے کہتے ہیں فلان اتبع ھواہ فلاں نے اپنی خواہش نفس کی اتباع کی۔

❖ تمنّٰی: الشیٔ بمعنی ارادہ کرنا۔

❖ الأمانی: جمع ہے الاُمْنِیّۃ کی بمعنی آرزو۔

تشریح: عقلمند کون ہیں؟

''مَنْ دَانَ'' اس سے مراد محاسبہ نفس ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اپنا محاسبہ شب و روز کرتا رہے اگر نیکیوں کا اس کو غلبہ معلوم ہو تو اس پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ ہوا اور اگر برائیوں کا غلبہ معلوم ہو تو توبہ استغفار

کرے کہ نفس وشیطان کی وجہ سے یہ ہوا۔ ایک دوسری حدیث میں محاسبہ نفس کی مزید اہمیت اس طرح بیان کی گئی ہے فرمایا کہ:
''حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا'' اپنے نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ (۱)

نادان کون ہیں؟

''مَنْ اِتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا'' جو خواہشات کی اتباع کرتا ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ باطل آرزوں اور جھوٹی اُمیدوں سے دور رہو، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو محض آرزوں کے سہارے نہ دنیا میں کامیاب کیا ہے اور نہ ہی آخرت میں کرے گا۔ (۲)

اس حدیث شریف میں عقلمند اور نادان و بے وقوف کی جو علامت بیان کی گئی ہے اگر آدمی اس علامت کو سامنے رکھ کر زندگی گذارے اور اپنی زندگی کا محاسبہ کرتا رہے تو ان شاء اللہ ایک دن اس کی زندگی فرشتوں کے لئے بھی قابل رشک بن جائے گی۔

تخریج حدیث: ترمذی ابواب القیامة (باب الکیس من دان نفسه) اخرجه امام احمد فی مسنده ۷۱۲۳/۶، ابن ماجه ۴۲۶۰.

راوی حدیث حضرت شداد بن اوسؓ کے مختصر حالات:

نام: شداد، کنیت: ابویعلی و ابوعبدالرحمٰن، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تعلق تھا، مشہور شاعر حسان بن ثابتؓ کے بھتیجے تھے۔ والد کا نام: اوس بن ثابت اور والدہ کا نام: صریعہ تھا۔ باپ، چچا وغیرہ پورا خاندان ان کا مسلمان ایک ساتھ ہوگیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شام، فلسطین، بیت المقدس اور حمص میں قیام رہا۔ عبادہ بن صامتؓ فرماتے تھے شدادؓ ان چند لوگوں میں سے ہیں جو علم وحلم دونوں کے مجمع البحرین ہیں۔ (اسد الغابہ ۲/۳۸۷)

بہت زیادہ عبادت گذار تھے بسا اوقات رات کو آرام فرمانے کے لئے لیٹتے پھر اٹھ بیٹھتے اور تمام رات نماز میں گذار دیتے لیکن فرماتے اَللّٰهُمَّ اِنَّ النَّارَ قَدْ حَالَتْ بَيْنِىْ وَ بَيْنَ النَّوْمِ خدایا جہنم کی آگ میرے اور میری نیند کے درمیان حائل ہوگئی ہے۔ (اسد الغابہ ۲/۳۸۸)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں بَيَانٌ اِذَا نَطَقَ وَ يَكْظُمُ اِذَا غَضِبَ بولنے کے وقت وضاحت کرتے ہیں اور غصہ کے وقت حلم و درگذر کرتے ہیں۔

وفات: ۵۸ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

مرویات: ان سے روایات کی تعداد ۵۰ ہے ایک بخاری میں ایک مسلم میں ہے۔

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱۰/۴۰ (۲) احیاء العلوم ومظاہر حق ۴/۸۴۷

مسلمان کو فضول لایعنی کام کو چھوڑنا چاہئے

(۶۷) ﴿اَلثَّامِنُ: عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ، حَدِيْثٌ حَسَنٌ﴾ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَ غَيْرُهٗ)

ترجمہ: آٹھویں حدیث: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھے اسلام کی علامت ہے فضول لایعنی کام کو چھوڑ دینا۔''

لغات: ❖ لایعنیه: عنِي عنًا سمع سے بمعنی مفید ہونا۔ لا داخل ہونے کی وجہ سے غیر مفید ہونا۔ فضول ہونا۔

تشریح: اسلام کی خوبی یہ ہے کہ آدمی لایعنی باتوں کو چھوڑ دے

اس حدیث میں ایک نہایت ہی ضروری اصول بیان کیا گیا ہے کہ بے فائدہ اور لایعنی باتوں اور کاموں سے انسان اجتناب کرے اگر آدمی اس اصول کو اپنا لے تو وہ بہت سے گناہوں سے خود بخود بچ جائے گا۔ لایعنی کہتے ہیں اس کو جس کی نہ دینی ضرورت ہو اور نہ ہی دنیاوی۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ میں تجھے ایسا عمل نہ بتاؤں کہ وہ عمل بدن پر تو ہلکا ہو مگر میزان میں بھاری ہو وہ یہ ہے اَلصَّمْتُ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ تَرْکُ مَا لَا یَعْنِیْکَ خاموشی اور خوش خلقی اور لایعنی چیز کا چھوڑنا۔ (۲)

اس حدیث کی اہمیت کے پیش نظر بعض نے اس حدیث کو اسلام کا چوتھا حصہ بعض نے نصف اور بعض نے کل حصہ کہا ہے کہ اسلام نام ہی اس کا ہے کہ آدمی لایعنی چھوڑ دے۔ (۳)

علامہ نوویؒ نے بھی ذخیرہ احادیث میں سے چار احادیث کو اسلام کا دارومدار بتایا ہے ان میں سے ایک یہی حدیث ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: ترمذی ابواب الزهد (باب ما جاء فیمن تکلم فیما لا یعنیه) و ابن ماجه ایضاً مع اختلاف یسیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۹/۱۵۱، دلیل الفالحین ۱/۲۴۵

(۲) احیاء العلوم ۳/۱۳۲

(۳) دلیل الطالبین ۱/۱۰۶

(۴) مرقاۃ ۲/۱۵۶

کیا مردوں سے ان کی بیویوں کے مارنے کے بارے میں سوال ہوگا؟

(٦٨) ﴿التَّاسِعُ: وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيْمَ ضَرَبَ امْرَأَتَهُ"﴾ (رواه ابوداؤد وغیره)

ترجمہ: نویں حدیث: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کسی آدمی سے نہ پوچھا جائے کہ اس نے اپنی عورت کو کیوں مارا۔''

تشریح: مردوں سے ان کی بیویوں کے مارنے کے بارے میں سوال نہیں ہوگا

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے مردوں کو عورتوں پر نگران بنایا ہے کہ ان سے احکام شرعیہ کی پابندی کروا کر ان کو ہمیشہ کی آگ سے بچائے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. (۱)

اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

نگرانی کی ذمہ داری اس دوسری آیت سے بھی معلوم ہو رہی ہے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. (۲)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے بعض (مردوں) کو بعض (عورتوں) پر دی ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ مردوں کے ذمہ ہے کہ اپنے ماتحت جو ہیں بچے، عورتیں وغیرہ ان پر احکام شرعیہ پر عمل کروائے اور اس کی خلاف ورزی پر ان کو سزا دے مگر اس مارنے میں شرط یہ ہے کہ اتنا نہ مارا جائے کہ نشان پڑ جائے اس حدیث بالا کا مضمون قرآن کی اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

والّٰتِي تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَا جِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً. (۳)

اور وہ عورتیں (بیویاں) جن کے سرکش ہو جانے کا تمہیں اندیشہ ہو تو پہلے ان کو نصیحت کرو اور پھر ان کو بستر پر اکیلا چھوڑ دو (اس پر بھی باز نہ آئے) تو ان کی پٹائی کرو اگر وہ تمہارا کہنا ماننے لگیں تو ان کے خلاف (انتقام) کی راہ مت تلاش کرو۔

تخریج حدیث: ابوداؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء، وآخرجه امام احمد فی مسنده ۱/۱۲۲، و ابن ماجة والطیالسی و البزار ۲۳۵۱.

راوی حدیث حضرت عمر بن الخطابؓ کے حالات حدیث نمبر ا کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورت تحریم: آیت......،

(۲) سورت......: آیت......،

(۳) سورت......، آیت......،

(٦) باب فی التقویٰ

تقویٰ کا بیان

اعلیٰ درجے کا تقویٰ

قَالَ تَعَالٰی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے ”مؤمنو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔“

اس آیت میں ایمان والوں کو خطاب ہے کہ تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ کہتے ہیں بچنے کو، اس تقویٰ کے بہت سے درجات ہیں سب سے اعلیٰ درجہ تقویٰ کا یہ ہے کہ اپنے دل کو غیر اللہ سے بچانا اور اللہ کی یاد اور اس کی رضامندی میں مشغول رکھنا اسی اعلیٰ درجہ کو حاصل کرنے کے لئے اس آیت میں ”حَقَّ تُقَاتِهِ“ کا اضافہ کیا گیا ہے کہ تقویٰ کا وہ درجہ حاصل کرو جو حق ہے تقویٰ کا۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قتادہؒ، ربیعؒ، حسن بصریؒ وغیرہ سے یہ منقول ہے جو مرفوعاً خود نبی کریم ﷺ سے بھی منقول ہے۔

حَقَّ تُقَاتِهِ هُوَ اَنْ يُطَاعَ فَلَا يُعْصٰى وَيُذْكَرَ فَلَا يُنْسٰى وَ يُشْكَرَ فَلَا يُكْفَرَ. (۱)

حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت ہر کام میں کی جائے کوئی کام طاعت کے خلاف نہ ہو اور اس کو ہمیشہ یاد رکھیں کبھی بھولیں نہیں اور اس کا شکر ہمیشہ ادا کریں کبھی ناشکری نہ کریں۔

اسی مضمون کو دوسرے مفسرین نے اس طرح بیان فرمایا کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور بُرائی کی پرواہ نہ کرے اور ہمیشہ انصاف پر قائم رہے اگرچہ انصاف کرنے میں خود اپنے نفس یا اپنی اولاد یا ماں باپ ہی کا نقصان ہوتا ہو۔ (۲)

بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ حق تقویٰ آدمی کو حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے۔ (۳)

---

(۱) مجمع الزوائد ۶/ ۳۲۶۔ بحر المحیط۔ تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۹۶۔ زاد المسیر ۲/ ۱۱۔ تفسیر مظہری ۲/ ۳۱۷

(۲) معارف القرآن ۲/ ۱۲۷ تفسیر مظہری ۲/ ۳۱۷

(۳) تفسیر مظہری ۲/ ۳۱۷۔ تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۹۶

خوف خدا ایمان کی بنیاد ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ۱۶)

وهذه الآية مُبَيِّنَةٌ للمراد مِنَ الاُولٰی.

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔''

یہ آیت پہلی آیت کے مطلب کو واضح کر رہی ہے۔

فاتَّقُوا: اس میں فاء سببیہ ہے کہ ایمان سبب تقویٰ ہے مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی پوری کوشش اور طاقت تقویٰ کو حاصل کرنے میں صرف کرے۔ (۱)

علامہ آلوسیؒ نے فرمایا کہ جب آیت "اتقوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ" نازل ہوئی کہ اللہ سے ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اللہ کا حق ہے تو صحابہ کرام کو یہ آیت بہت بھاری معلوم ہوئی کہ یہ کس کے بس کی بات ہے کہ تقویٰ کا حق ادا کرے اس پر پھر یہ آیت بالا نازل ہوئی کہ "فاتقوا الله ما استطعتم" کہ جتنا تم میں طاقت ہو اتنا تو اللہ سے ڈرو کہ حق تعالیٰ شانہ انسان کو اس کی طاقت اور قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ "لايكلف الله نفساً اِلَّا وُسْعَهَا." (۲)

اب مطلب یہ ہوا کہ حصول تقویٰ میں اپنی پوری توانائی اور کوشش کر لو اس سے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے حق ادا ہو جائے گا۔ (۳)

یہی بات تقریباً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طاؤسؒ، اور امام نوویؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ "فاتقوا الله ماستطعتم" یہ درحقیقت "حَقَّ تُقَاتِهِ" کی تفسیر وتشریح ہے مطلب یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں سے بچنے میں اپنی پوری توانائی اور طاعت صرف کردے تو حق تقویٰ ادا ہو جائے گا اگر کوئی شخص اپنی پوری توانائی صرف کرنے کے بعد بھی کسی ناجائز کام میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ حقوق تقویٰ کے خلاف نہیں۔ (۴)

---

(۱) تفسیر مظہری ۱۱/ ۵۴۸

(۲) سورۃ بقرہ آیت ۲۸۶

(۳) تفسیر روح المعانی

(۴) معارف القرآن ۲/ ۱۲۷

صحیح بات کرنے کی تلقین

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً﴾ (الاحزاب: ۷۰)

والآیاتُ فِی الامر بالتقویٰ کَثِیرۃٌ مَعلُومَۃٌ.

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''مومنو! خدا سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔''

تقویٰ کے حکم کے بارے میں کثرت کے ساتھ آیت موجود ہیں۔

قولاً سدیداً: اس کی متعدد تقریں منقول ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا اس کا ترجمہ ہے صحیح بات۔ قتادہؒ نے کہا کہ انصاف کی بات، حسن بصریؒ نے کہا کہ سچی بات، بعض نے کہا سیدھی بات، بعض نے کہا کہ حق تک پہنچنے کا مقصد رکھنے والی بات۔ (۱)

لفظ سدید: ان تمام کو شامل ہے، اسی وجہ سے علامہ کاشفیؒ فرماتے ہیں کہ قول سدید وہ قول ہے جو سچا ہو جھوٹ کا اس میں شائبہ نہ ہو، صواب ہو جس میں خطاء کا شائبہ نہ ہو، ٹھیک بات ہو مذاق و دل لگی نہ ہو، نرم کلام ہو دلخراش نہ ہو۔ (۲)

قولاً سدیداً: سے مراد حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عکرمہؒ کے نزدیک کلمۂ توحید ''لا الٰہ الاَّ اللّٰہُ'' ہے۔ (۳)

اور علامہ قتادہؒ کے نزدیک تمام اقوال و اعمال میں انصاف کرنا مراد ہے، علامہ مقاتلؒ کے نزدیک زیب و زینت کے بارے میں لوگوں نے جو باتیں کی جو آپ ﷺ کو ناپسند ہوئی یہ مراد ہے (۴) یا بعض کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو بعض لوگوں نے بہتان تراشی کی وہ مراد ہے۔ (۵)

---

(۱) زادالمسیر ۲۱۸/۶

(۲) تفسیر روح البیان

(۳) تفسیر ابن کثیر ۵۲۹/۳

(۴) زادالمسیر ۲۱۸/۶

(۵) تفسیر مظہری ۴۳۷/۹

رزق اللہ کے ذمہ ہے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق: ۲، ۳)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ''جو کوئی خدا سے ڈرے گا وہ اس کے لئے (رنج و محن) سے مخلصی کی صورت پیدا کردیگا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہو۔''

شان نزول: عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لڑکے سالم کو دشمن گرفتار کر کے لے گئے ہیں ان کی ماں سخت پریشان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اور تمہارے لڑکے کی ماں کو حکم دیتا ہوں کہ کثرت کے ساتھ ''لاحول ولا قوۃ الاَّ باللّٰہِ'' پڑھا کرو دوسری روایت میں آپ ﷺ نے ان کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اور بکثرت ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھنے کو بھی فرمایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا

کہ لڑکا قید سے نکل گیا۔ اور دشمنوں کی چار ہزار بکریاں اور کچھ اونٹوں کو وہ ہنکا کر ساتھ والد کے پاس پہنچ گیا، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے جب ان بکریوں اور اونٹوں کے بارے میں مسئلہ معلوم کیا تو اس پر یہ آیت بالا نازل ہوئی۔ (۱)

اس آیت بالا میں تقویٰ کی دو برکتیں بیان کی گئی ہے پہلی یہ کہ مصائب اور مشکلات سے اللہ نجات دیگا مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ مشکلات سے مراد عام ہے خواہ دنیائی مشکلات ہو یا آخرت کی۔

دوسری برکت یہ بیان کی گئی ہے اللہ اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں سے اس کا خیال وگمان بھی نہیں ہوتا۔ یہاں پر بھی رزق سے مراد دنیا وآخرت دونوں جگہ کا رزق مراد ہے اور رزق سے مراد صرف کھانا پینا نہیں بلکہ ضروریات دنیا کی تمام چیزیں مراد ہے۔ (۲)

---

(۱) روح المعانی، زادالمسیر ۸/۴۰، معارف القرآن ۸/۴۸۶، تفسیر مظہری ۱۱/۵۵۷، تفسیر ابن کثیر ۴/۴۰۶
(۲) تفسیر روح المعانی

اللہ بہت بڑے فضل واحسان والے ہیں

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (انفال: ۲۹)

والآیات فی الباب کثیرۃٌ معلومۃٌ.

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ''مومنو! اگر تم خدا سے ڈروگے تو وہ تمہارے لئے امر فارق پیدا کر دیگا یعنی تم کو ممتاز کردے گا اور تمہارے گناہ مٹادے گا اور تمہیں بخش دیگا اور خدا بڑے فضل والا ہے۔''

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے تقویٰ پر تین انعامات دینے کا دعویٰ فرمایا ہے (۱) فرقان (۲) کفارہ سیئات (۳) مغفرت۔

پہلا انعام: فرقان ہے اور فرقان کہتے ہیں وہ چیز جو دو چیزوں کے درمیان فرق اور فصل کردے، اللہ کی مدد کو بھی فرقان کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے حق اور باطل میں فرق ہوجاتا ہے، غزوہ بدر کو بھی فرقان کہا گیا ہے کہ اس نے بھی حق اور باطل میں فرق کردیا تھا۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کے نزدیک یہاں فرقان سے مراد اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد اور حفاظت ایسی ہو کہ دشمن کو کامیابی حاصل نہ ہوسکے تقویٰ کے ذریعہ اللہ نصرت وامداد کرتے ہیں۔

ابن زید، و ابن اسحاق نے کہا یہاں فرقان سے مراد عقل و بصیرت ہے جس کے ذریعہ سے حق و باطل میں امتیاز آسان ہوجائے کہ تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ فراست و بصیرت عطاء فرمادیتے ہیں کہ جس سے اس کو اچھے بُرے میں فیصلہ کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ (۲)

دوسرا انعام: کفارہ سیئات۔ کہ اس سے دنیا میں جو خطائیں لغزشیں سرزد ہوجاتی ہیں دنیا میں اس کا کفارہ اور بدل کردیا جاتا ہے، یعنی اس کو ایسے اعمال صالحہ کی توفیق دے دی جاتی ہے جو اس کی تمام لغزشوں پر غالب آجاتے ہیں۔

تیسرا انعام: تقویٰ اختیار کرنے والوں کو آخرت کی مغفرت اور اس کے تمام گناہوں کی معافی بھی کردی جاتی ہے۔

واللّٰہ ذو الفضل العظیم: تقویٰ پر تین انعامات کا وعدہ کیا گیا۔ وہ جزا اور بدلہ کے طور پر ہے مگر اللہ تعالیٰ بڑے فضل واحسان والے ہیں۔ اس کی داد و دہش کسی پیمانہ کے ساتھ مقید نہیں، اس کے احسان و انعام کا کوئی اندازہ نہیں لگاسکتا، تو تقویٰ پر ان تین انعام کے علاوہ مزید امیدیں بھی رکھنا چاہئے۔ (۳)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/۳۱۴

(۲) زاد المسیر ۳/۳۳۵۔ معارف القرآن ۴/۲۱۸

(۳) معارف القرآن ۴/۲۱۸

انسان کی شرافت علم و دین پر ہے

(۶۹) ﴿وَأَمَّا الاحَادِيثُ فَالأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: "أَتْقَاهُمْ." فَقَالُوا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: "فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ بنِ نَبِيِّ اللّٰهِ بنِ خَلِيلِ اللّٰهِ" قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا"﴾ (متفق علیه)

"وَفَقُهُوا" بِضَمِّ الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَحُكِيَ كَسْرُهَا، أَيْ: عَلِمُوا أَحْكَامَ الشَّرْعِ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا یا رسول اللہ ﷺ! کریم انسان کون ہے فرمایا جس میں اللہ کا ڈر زیادہ ہے، صحابہ نے عرض کیا ہم نے آپ ﷺ سے یہ نہیں پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر یوسف نبی اللہ علیہ السلام بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ کریم ہیں، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ہم اس کے بارے میں بھی سوال نہیں کررہے ہیں، فرمایا اچھا تو آپ عرب کے خاندانوں کے بارے میں سوال کررہے ہو (تو یاد رکھو) جو خاندان جاہلیت میں بہتر شمار ہوتے تھے وہ اسلام میں بھی بہتر سمجھے

جائیں گے جب ان میں فقاہت عقلمندی موجود ہوگی۔"

فقھوا: مشہور استعمال کے مطابق قاف کے پیش کے ساتھ، اور قاف کے زیر کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے یعنی احکام کا علم۔

لغات: ❖ اکرم: کرم کرمًا باب کرم سے بمعنی معزز اور شریف ہونا۔

❖ معادن: جمع ہے معدن کی اور اس کا معنی ہے ہر چیز کا منبع۔ سونے کی کان وغیرہ۔

تشریح: انسان کی شرافت خاندانی شرافت پرنہیں بلکہ علم دین پر ہے

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال کہ کریم انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو متقی ہو، جتنا جس میں تقویٰ ہوگا اتنا ہی پرہیز گاری ہوگی، جیسے کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ. (۱) تم میں سب سے زیادہ کریم آدمی اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

آپ ﷺ نے یہ ارشاد اس لئے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے خاندان اور ذاتی شرافت پر فخر کرتے تھے اس پر فرمایا جارہا ہے کہ اسلام میں شرافت تقویٰ کے اعتبار سے ہوگی نہ کہ خاندانی اعتبار سے۔

شرافت دین میں ہے

قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ: صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال میں نسبی شرافت کی طرف اشارہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا انسانوں میں سب سے زیادہ شریف و بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خدا کے نبی اور خدا کے نبی کے بیٹے اور خدا کے نبی اسحٰق علیہ السلام کے پوتے اور خدا کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑ پوتے ہیں، مسلسل چار پشتوں میں نبوت اس سے بڑھ کر دینی، روحانی اور اخلاقی کمال وشرافت اور کیا ہوگا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تیسری مرتبہ اپنے مدعا کا اعادہ کیا تو آپ ﷺ نے اب تیسری باران کے مدعا **"فعن معادن العرب تسئلوني"** کے ساتھ تعیین فرمائی کہ جن لوگوں کی ذات اور شخصیت میں زمانہ جاہلیت میں ایسی امتیازی شان خصوصیات موجود تھیں جن کی وجہ سے وہ معزز ومکرم سمجھے جاتے تھے۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو اب بھی وہ معزز ومکرم بن جائینگے۔ فرق یہ ہوگا کہ زمانہ جاہلیت میں ان کی صلاحیتیں اپنی ذاتی اور خاندانی اعتبار سے استعمال ہورہی تھی مگر اسلام قبول کرنے اور دین سیکھنے کے بعد ان کی اب یہ صلاحیتیں اسلام کے لئے استعمال ہوں گی۔

تخریج حدیث: صیحیح بخاری، کتاب الا نبیاء (باب واتخذ اللّٰہ ابراهیم خلیلاً) وصحیح مسلم کتاب الفضائل (باب من فضائل یوسف علیه السلام) و اخرجه امام احمدؒ فی مسنده ۳/۹۰۹۰، ابن حبان۹۲۔

---

(۱) سورت حجرات:۱۳

دنیا دار عورتوں سے پرہیز کرو

(۷۰) ﴿الثّانی: عَنْ أبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ، وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَا تَّقُوا الدُّنْیَا وَ اتَّقُوا النِّسَاءَ، فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیلَ کَانَتْ فِی النِّسَاءِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا شیریں، ہری بھری چیز ہے اور اللہ نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے وہ دیکھ رہا ہے کس طرح کے اعمال تم کرتے ہو، پس دنیا اور عورتوں سے بچاؤ اختیار کرو اس لئے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کا تھا۔''

لغات: ❖ حلوۃ: حلا نصر سے حلُوَ کرم سے اور حَلِیَ سمع سے حَلاوۃً وحلوانًا بمعنی میٹھا ہونا۔

❖ خضرۃ: خضر خضرًا سمع سے بمعنی سبز ہونا، خُضرۃُ الدمن وہ سبزہ جو کوڑے کرکٹ پر اُگتا ہے جس کا ظاہر اچھا ہو اور باطن بُرا اس کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا جاتا۔

❖ فِتنۃ: بمعنی آزمائش اس کی جمع فِتَنٌ آتی ہے۔

بال کالے سفید ہوتے ہیں۔ پھر بھروسہ نہیں جوانی کا

تشریح: اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خضرۃٌ: دنیا بڑی شریں اور سرسبز ہے۔ جس طرح تروتازہ پھل ذائقے میں میٹھا اور دیکھنے میں خوش رنگ اور دلوں کو لبھانے والا لگتا ہے تو یہی حال دنیا کے مال واسباب کا ہے انسان کو یہ بھی بہت ہی خوش رنگ اور دلوں کو لبھانے والا لگتا ہے۔ تو جس طرح تروتازہ پھل چند گھنٹوں کے بعد اس کی تروتازگی خراب ہو جاتی ہے تو اسی طرح یہ دنیا کا حال ہے آج تو بہت ہی سرسبز معلوم ہوتی ہے مگر جلد ہی اس کی سرسبزی ختم ہو جانے والی ہے۔

دنیا کا تو یہ حال ہے۔

پرہیزگاری کا پہلا دشمن آپ ﷺ نے بطور نصیحت کے فرمایا

فا تقوا الدنیا: ''دنیا سے بچو'' تقویٰ اور پرہیزگاری سے دور کرنے والی چیز دنیا کی محبت ہے کہ مال و دولت کے جمع کرنے میں لگ جائے اور خدا کو بھول جائے دنیا کی محبت ایک دوسری روایت میں خطرناک فتنہ فرمایا گیا ہے ارشاد نبوی ہے کہ:

لکل اُمَّۃٍ فِتْنَۃٌ وَ فِتْنَۃُ اُمَّتِی الْمَالُ. (۲) ہر نبی کی امت کے لئے ایک آزمائش کی چیز ہوئی ہے اور میری امت کی آزمائش کی چیز مال ہے۔

ایک دوسری روایت میں اس کی قباحت کو اس طرح فرمایا۔

فَوَاللّٰہِ لَا اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الْفَقْرَ وَلٰکِنْ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ

قَبْلَكُمْ فَتَنَا فَسُوْا فِيْهَا كَمَا تَنَا فَسُوْا فَتُهْلِكُكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ. (۳)

پس خدا کی قسم فقر وافلاس کا مجھے تمہارے متعلق کوئی اندیشہ نہیں لیکن میں تو تمہارے بارے میں صرف اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں جیسے کہ پہلی قوموں پر کھول دیئے گئے تھے پھر تم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس کی حرص وہوس میں ایسے ہی گرفتار ہو جاؤ جیسے وہ گرفتار ہوئے اور پھر وہ دنیا تم کو اسی طرح ہلاک کر ڈالے جیسے ان کو ہلاک کر چکی۔

پرہیزگاری کا دوسرا دشمن

واتقوا النساء: عورتوں سے بچے رہنا، کہ عورتوں کی محبت یہ بھی پرہیزگاری کے لئے تباہی کا سبب بن جاتی ہے اور یہ محبت قوموں اور حکومتوں کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ تاریخ کے صدہا واقعات اس کے شاہد ہیں، یہ ایک ناقابل انکار وتردید حقیقت ہے کہ سب سے بڑا فتنہ عورت کی اندھی محبت ہے۔

فانَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بني اسرائيل كانتْ في النساء: بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کا ہی تھا۔

یہ کون سا فتنہ تھا! اس کے بارے میں محدثینؒ نے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں مگر اکثر نے واقعہ بلعام بن عوراء کو نقل کیا ہے کہ یہ ایک نیک آدمی تھا مگر اپنی بیوی کی محبت کی وجہ سے مردود ہوگیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الرقاق (باب اکثر اهل الجنة الفقراء و اکثر اهل النار النساء، تحفة الاشراف ٤٣٤٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدریؓ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱۱۴

(۲) مشکوۃ

(۳) مشکوۃ

نبی کریم ﷺ کی ایک جامع دعا

(۷۱) ﴿الثالثُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْأَ لُكَ الْهُدٰى وَ التُّقٰى وَ الْعَفَافَ وَالْغِنٰى"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، پرہیزگاری، پاکدامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔"

تشریح: ## ایک جامع اور مفید دعا

اس میں چار چیزوں کی دعا مانگی گئی ہے چاروں چیز کی مختصر وضاحت یہ ہے:

❶ **ھدٰی:** ہدایت اسی کی دعا ہر مسلمان ہر نماز کی ہر رکعت میں اللہ جل شانہ سے درخواست کرتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ''اے اللہ تو ہم کو سیدھے راستہ پر چلا''

❷ **التُّقٰی:** تقویٰ، یہ تمام امور کی جڑ ہے یہ ایک جامع لفظ ہے اس میں تمام اسلام کی تعلیمات آجاتی ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آدمی تمام منہیات سے اپنے آپ کو روکے اور تمام اوامر پر عمل کرے۔ (۱)

❸ **العفاف:** پاکدامنی:۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی تمام ممنوع اور برے اعمال و اخلاق سے بچے خصوصاً کسی سے سوال کرنے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اٹھانے سے بچے۔ (۲)

❹ **الغنی:** مخلوق سے بے نیازی، یعنی ضروریات پورا کرنے کی بقدر روزی میسر آنے کی صورت میں حق تعالیٰ شانہ کے سوا کسی کے سامنے بھی اپنی حاجت و ضرورت کا اظہار نہ کرے اور جو کچھ اللہ کی طرف سے میسر ہو اسی پر قناعت کرے۔ اسی کو ایک دوسری روایت میں اس طرح فرمایا کہ بہترین دولتمندی دل کا غنی ہونا ہے (۳) اسی وجہ سے ایک مسنون دعا میں فرمایا گیا۔

اَللّٰھُمَّ اغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ: اے اللہ تو مجھے اپنے فضل و انعام سے اپنے ماسوا سے غنی بنادے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الذکر (باب التعوذ من شرِّما عمل و شرِّ مالم یعمل، آخرجه احمد و الترمذی و ابن ماجة ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ا/۲۵۲ (۲) دلیل الفالحین ا/۲۵۲

(۳) مشکوٰۃ (۴) مشکوٰۃ

معصیت کی نذر پوری نہ کی جائے

(۷۲) ﴿الرابع: وَعَنْ أَبِیْ طَرِیْفٍ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ''مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ ثُمَّ رَاٰی أَتْقٰی لِلّٰہِ مِنْھَا فَلْیَأْتِ التَّقْوٰی''﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص قسم اٹھاتا ہے پھر اس سے کسی اور چیز کو زیادہ بہتر پاتا ہے تو وہ بہتر کام کرے۔''

لغات: ❖ حلف: حلف حَلْفًا و حِلْفًا ضرب سے بمعنی اللہ کی قسم کھانا۔

یمین: ❖ بمعنی قسم جمع اَیمان و اَیْمُن۔

تشریح: **اپنی قسم کے خلاف خیر پائے تو وہ قسم کا کفارہ دے دے**

من حلف علی یمین ثُمَّ رأی اتقی للہ منھا فلیات التقوٰی.

جو شخص قسم کھائے پھر اس سے کسی اور چیز کو زیادہ بہتر پاتا ہے تو وہ بہتر کام کرے اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اطاعت کی قسم کو پورا کرنا چاہئے اور معصیت والی قسم کو پورا کرنا جائز نہیں ہے جیسے کہ روایت میں آتا ہے "فرأی غیرھا خیرًا منھا فلیکفر عن یمینه و لیفعل." (۱)

کیا! معصیت کی نذر ماننے کے بعد پوری نہ کرنے پر کفارہ ہے یا نہیں؟

اس میں فقہاء کے مختلف مذاہب ہیں مثلاً امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی کفارہ نہیں آئے گا (۲) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اس معصیت کو دیکھیں گے وہ معصیت "لعینھا" ہوگی یا "لغیرھا." اگر "لعنیھا" ہے مثلاً قتل، زنا وغیرہ تو اس کو پورا کرنا جائز بھی نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی کفارہ آئے گا۔

اور اگر وہ لغیرھا ہے مثلاً عید کے دن یا ایام تشریق میں روزہ رکھے تو اس صورت میں اس کو پورا کرنا تو جائز نہیں ہوگا مگر اس صورت میں کفارہ یمین آئے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الایمان (باب ندب من حلف یمینًا فرأی غیرھا خیرًا منھا. رواہ النسائی، وابن ماجة ایضًا.

راوی حدیث حضرت عدی بن حاتم الطائیؓ کے مختصر حالات:

عدی نام ہے ابوطریف کنیت ہے والد کا نام حاتم طائی تھا عدی کا خاندان...... قبیلہ طے پر حکمرانی کرتا رہا، ظہور اسلام کے وقت عدی حکمران تھے اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا تو آپ پریشان ہوئے اسلام کا سیلاب روکنا ان کے بس میں نہیں دوسری طرف حکمرانی کی وجہ سے اسلام کے سامنے سر جھکانے کی ہمت نہ پڑی بہرحال جب اسلامی فوجیں قبیلہ طے کی طرف روانہ ہوئیں تو عدی اپنے تمام خاندان کو لے کر شام چلے گئے۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/ ۳۶۸)

اتفاق سے ایک رشتہ دار رہ گئی تھیں وہ گرفتار ہوگئیں۔ اس خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرا چھڑانے والا کوئی نہیں احسان کریں، خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا چھڑانے والا کون ہے؟ کہا عدی؟ فرمایا وہی جس نے خدا اور رسول سے فرار اختیار کیا ہے، یہی مکالمہ دوسرے دن ہوا پھر حضرت علیؓ کی درخواست پر اس کو رہا کر دیا اور پھر بڑے اعزاز کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔ اس سے عدیؓ متاثر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کو ایک گدے پر بیٹھایا اور خود زمین پر بیٹھے اس کے بعد عدیؓ مسلمان ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبیلہ طے کا دوبارہ امیر بنا دیا۔ (سیرت ابن ہشام ۲/ ۳۸۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب لوگ مرتد ہونے اور زکوۃ دینے سے انکار کرنے لگے تھے مگر عدیؓ کا قبیلہ ان کی کوشش سے برابر زکوۃ دیتا رہا۔ (استیعاب ۲/ ۵۱۶)

ہمیشہ باوضوء رہتے تھے کبھی اقامت کے وقت وضوء کی ضرورت نہیں پڑی (اصابہ ۳/ ۲۲۸)

وفات: آخری وقت میں کوفہ میں رہے کوفہ میں ہی ۶۷ھ میں انتقال ہوا۔

روایات: ان سے ۶۶ روایات مروی ہیں ان میں سے چھ بخاری و مسلم دونوں میں ہیں۔ ۳ر میں بخاری اور ۲ر میں امام مسلم منفرد ہیں (تہذیب الکمال ۲۶۳)

---

(۱) مسلم شریف۔ (۲) المغنی لابن قدامہ ۱۱/ ۳۴۴ (۳) اعلاء السنن ۱۱/ ۴۲۶

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کی جامع نصیحت

(۷۳) ﴿الخامس: وَعَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: "اتَّقُوا اللّٰهَ، وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَاَطِيْعُوْا أُمَرَاءَ كُمْ، تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ"﴾ (رواه الترمذی، فی آخر كتاب الصلوٰةِ وَقَالَ: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کا ڈر رکھو، پانچوں نمازیں ادا کرو، رمضان المبارک کے مہینے کے روزے رکھو، اپنے مال سے زکواۃ ادا کرو، اپنے امیروں کی (اگر معصیت کا حکم نہ دیں) اطاعت کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔''

اس کو امام ترمذیؒ نے کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغات: ❖ یخطب: خطب خطبةً نصر سے بمعنی وعظ کہنا، تقریر کرنا، خطبہ پڑھنا۔

❖ ادُّوا: ادی ادیًا ضرب سے بمعنی ادا کرنا، پہنچانا۔

❖ امراء: جمع ہے امیر کی بمعنی حکم دینے والا، سردار قوم۔

حجۃ الوداع کے خطبہ کی چند باتیں

يَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا ''حج الوداع'' کو حج الوداع اس لئے کہتے ہیں کہ وداع کا معنی ہوتا ہے رخصت کرنے کے، تو اس حج کے بعد بھی آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس حج کو حج الاسلام بھی کہتے ہیں۔

اتقو اللّٰہ: اللہ سے ڈرو کہ تقویٰ ہی تمام اوامر پر آنے اور تمام نواہی سے بچنے کے لئے اکسیر ہے۔ (۱)

وَاطِیْعُوْا اُمَرَائَکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّکُمْ: اپنے امیروں کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، علماء نے لکھا ہے کہ جب امیر کی اطاعت شرعی طریقے سے نافذ ہو جائے تو اب جائز امور میں اس کی اطاعت ضروری ہے البتہ ناجائز بات کا اگر وہ امیر حکم دے تو اس کی بات ماننا جائز نہیں ہوگی اس بات پر علامہ نوویؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔ (۲)

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ جب شرائط امارت کے ساتھ امیر بنا دیا جائے تو اب اس کی امارت سے بغاوت یا منازعت جائز نہیں جب تک کہ اس امیر کی طرف سے کفر بواح (یعنی ظاہری کفر) سامنے نہ آ جائے۔ (۳)

تخریج حدیث: سنن ترمذی ابواب الصلوٰۃ (باب صلوٰۃ الجمعۃ) و آخرجہ احمدؒ ۲۲۲۲۳/۸۔

راوی حدیث حضرت ابوامامہ باہلیؓ (صدی بن عجلانؓ) کے مختصر حالات:

نام صدی، ابوامامہ کنیت، والد کا نام عجلان تھا، اسلام قبول کر کے غزوۂ حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم میں ہی تبلیغ دعوت کے لئے ان کو بھیج دیا جب یہ پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ تم بے دین ہو گئے، انہوں نے جواب دیا، کہ میں بے دین تو نہیں ہوا بلکہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں، کسی نے بھی ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا یہاں تک پیاس کے وقت پانی بھی نہیں دیا، یہ اسی پیاس کی حالت ان کو نیند آئی تو خواب میں قدرت الٰہی نے ان کو سیراب کر دیا۔ جب نیند سے بیدار ہوئے تو قوم نے ان کو کھجور اور دودھ دیا مگر انہوں نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ کو سیراب کر دیا۔ (مستدرک حاکم ۶۴۲/۳)

اصابہ میں ہے کہ آخر میں ان کی کوششوں سے ان کا خاندان مسلمان ہو گیا (اصابہ ۲۴۱/۳)

تبلیغ و اشاعت اسلام ان کا خاص مشغلہ تھا جہاں پر بھی دو چار آدمی مل جاتے ان کو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سناتے۔ اور تاکید فرماتے اوروں کو بھی پہنچاؤ۔ (مسند دارمی باب البلاغ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعلیم السنن، طبقات بن سعد ۱۳۲/۷)

وفات: جنگ صفین میں حضرت علیؓ کا ساتھ دیا پھر شام میں جا کر اقامت اختیار کر لی اور پھر شام کے علاقے میں ہی عبدالملک اموی کے عہد میں ۸۶ھ میں انتقال ہوا۔ کہتے ہیں کہ وفات کے وقت ان کی عمر ۱۰۶ سال تھی۔

روایات: ان کی مرویات کی تعداد کل ۲۵۰ ہے ان میں سے پانچ روایتیں بخاری میں اور تین مسلم میں ہیں (تہذیب الکمال ۱۶/۳)

(۱) روضۃ المتقین: ۱۱۶/۱ (۲) شرح مسلم للنوویؒ ۱۲۴/۲ (۳)......حدیث مشکوٰۃ

(۷) بَابُ فِی الْیَقِیْنِ وَالتَّوَکُّلِ

یقین اور توکل کا بیان

اللہ کے وعدہ کا ایفاء

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَلَمَّا رَاَی الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا: هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ، وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ، وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا﴾ (الأحزاب: ۲۲)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور جب مؤمنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے پیغمبر ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا اور اس کے پیغمبر ﷺ نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہوگئی۔''

تشریح: اس آیت میں غزوہ احزاب کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب غزوہ احزاب میں مسلمانوں نے کافروں کے لشکر کو آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے کیا تھا اور وہ وعدہ سورۃ بقرہ کی اس آیت کے ذریعہ سے کیا تھا کیونکہ سورت بقرہ نزول کے اعتبار سے سورت احزاب سے پہلے نازل ہوئی تھی وہ آیت یہ ہے۔

''اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ...... اِلٰى اَلا اِنَّ نَصْرَاللّٰهِ قَرِيْبٌ.''

اس آیت میں صراحتاً ذکر کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کا کڑا امتحان لیا جائے گا، بڑی شدائد ان پر آئیں گی۔ (۱)

وَمَازَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا: اس سے ان کا ایمان اور اطاعت زیادہ ہوگئی۔ یہاں ''ایمان'' سے مراد رسول ﷺ کے قول کی تصدیق اور ''تسلیما'' سے مراد اللہ کے حکم اور تقدیر کے سامنے سر جھکا دینا ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر مظہری ۹/۳۳۰۔ زادالمسیر ۶/۱۹۱ تفسیر ابن کثیر ۳/۴۸۳
(۲) تفسیر مظہری ۹/۳۳۰، ابن کثیر ۳/۴۸۳

مسلمانوں کے لئے اللہ ہی کافی ہے

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿''اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْ هُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ''﴾ (آل عمران: ۱۷۳، ۱۷۴)

ترجمہ: ارشاد باری تعالیٰ: ''جب ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلہ) کے لئے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوگیا اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے پھر وہ خدا کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ (خوش وخرم) واپس آئے تو ان کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچا اور وہ خدا کی خوشنودی کے تابع رہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔''

تشریح: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا: جب ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے لئے لشکر جمع کیا ہے۔ اس آیت سے مراد مجاہدؒ، عکرمہؒ، مقاتلؒ وغیرہ کے نزدیک نعیم بن مسعود اشجعی ہے جو ابوسفیان اور اس کے مشرک

ساتھیوں کی خبر لے کر مدینہ میں اس وقت آئے جب آپ ﷺ غزوہ بدر صغریٰ کی تیاری میں مصروف تھے۔ (۱)

بعض مفسرینؒ کہتے ہیں کہ "الناس" سے مراد عبدالقیس کے وہ شتر سوار ہیں جو ابوسفیان کی طرف سے اس وقت خدمت میں آئے جب آپ ﷺ حمراء اسد میں تھے۔ (۲)

اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ: یہاں پر "الناس" سے مراد ابوسفیان اور اس کے ساتھی ہیں۔

قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ: اس موقع پر مسلمانوں نے کہا کہ خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے اس سفر میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام راستہ اسی کا ورد کرتے رہے۔ اللہ کے کافی ہونے سے یہ مراد نہیں کہ آدمی اسباب دنیا کو چھوڑ دے اسباب ظاہری یہ بھی اللہ کا انعام ہے اس کی ناشکری نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان اسباب ظاہری پر اعتماد نہ کرے کہ اس سے ہوگا بلکہ اعتماد اللہ کی ذات پر کرے کہ جو کچھ بھی ہوگا وہ ایک ہی اللہ کریگا۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِنَ اللّٰہِ: اس آیت میں "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" کہنے کے فوائد اور ثمرات اور برکات کا بیان ہے کہ اس کے بدلے میں اللہ نے تین انعامات دیئے:

۱. کافروں کے دل میں رعب ڈال دیا وہ بھاگ گئے۔
۲. ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حمراء الاسد کے بازار میں تجارت کا موقع ملا جس سے منافع بھی حاصل ہوئے اس کو لفظ فضل سے تعبیر کیا گیا ہے۔
۳. جو یقینی انعام ہے وہ یہ کہ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ رضامندی نصیب ہوئی اس کو "وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ." سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۳)

---

(۱) زاد المسیر ۲/ ۵۸۔ ابن کثیر ۱/ ۴۳۹
(۲) مظہری ۲/ ۴۲۸
(۳) معارف القرآن ۲/ ۲۴۳

اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ﴾ (فرقان: ۵۸)

ترجمہ: ارشاد باری تعالیٰ: "اور اس (خدائے) زندہ پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہیں مرے گا۔"

تشریح: اس آیت شریفہ میں ترغیب دی جارہی ہے کہ آدمی اعتماد کرے اسی ذات پر جو ہمیشہ زندہ رہے گی کبھی اس کو موت نہیں آئے گی۔ (۱)

اصل میں "حی" اس کو کہتے ہیں کہ جو زندہ رہے بغیر روح کے، تمام جاندار روح کے ساتھ زندہ ہے ان کی زندگی کسی بھی

وقت ختم ہوسکتی ہے، اگر اللہ کے سوا کسی اور پر اعتماد کیا تو وہ کسی بھی وقت بے یار و مددگار چھوڑ دے گا مگر اللہ جل شانہ کی حیات پر کبھی بھی موت طاری ہونے کا وہم بھی نہیں ہوسکتا، تو ایسی ذات پر اعتماد کرنے والا کبھی بھی بے یار و مددگار نہیں ہوسکتا۔

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/۳۳۵

ایمان والوں کو ہر حال میں اللہ پر توکل کرنا چاہئے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (ابراھیم: ۱۱)

ترجمہ: ارشاد خداوندی: ''اور اللہ پر ہی مؤمنوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔''

تشریح: اس آیت سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا خطاب ہے اپنی قوم کو ''قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ.'' تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء نے اپنے ایمان والے ساتھیوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ کافروں کے مقابلے کے وقت اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرنا تقاضائے ایمان بھی ہے کہ جب مؤمن کا یہ پختہ عقیدہ ہوجاتا ہے کہ ہر خیر و شر کو پیدا کرنے والا اور نفع و ضرر پہچانے والا اللہ جل شانہ کے سوا کوئی اور نہیں تو اس صورت میں وہ لازمی طور پر اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کردیتا ہے۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری ۶/۲۹۰

تمام امور کے ابتدا میں اللہ پر توکل کرنا چاہئے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

وَالآيٰتُ فی الامر بالتوکل کثیرةٌ معلومةٌ.

ترجمہ: ارشاد خداوندی: ''اور جب کسی کام کا عزم کرلو تو خدا پر بھروسہ رکھو اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔''

تشریح: اس آیت مبارکہ میں غزوہ احد کے ایک فیصلہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جب آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا کہ مدینہ سے باہر جا کر مقابلہ کیا جائے یا مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے تو اکثر نوجوان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہی ہوئی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے مگر آپ ﷺ کی منشاء یہی تھی کہ اندر ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے جب آپ ﷺ

زرہ پہن کر آگئے تو ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ اندر ہی رہ کر مقابلہ کریں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اب اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے۔

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جب باہم مشورہ سے جو طے ہو جائے اس پر عمل کرو اور اعتماد اللہ کی ذات پر رکھو۔ کیونکہ غیب کا علم تو اللہ کو ہی ہے۔ (۱)

عزمتَ: سے صیغہ خطاب سے آپ ﷺ مراد ہے یا مشورہ کا امیر مراد ہے کہ عزم اور پختہ ارادہ امیر کا معتبر ہے کہ جب امیر کا مشورہ کے بعد اس کام کے کرنے کا پختہ عزم و ارادہ ہو گیا تو اب اللہ پر بھروسہ کر کے کام کرلینا چاہئے۔ اپنی عقل و رائے اور تدبیروں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے

خویش را دیدیم و رسوائی خویش امتحان مامکن اے شاہ پیش (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری ۲/ ۳۹۷

(۲) معارف القرآن ۲/ ۲۲۶، ۲۲۵

اللہ پر بھروسہ کرنے والے کے لئے اللہ کافی ہے

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ: أي كافيه﴾ (الطلاق: ۳)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کریگا۔"

تشریح: کہ اگر کوئی اللہ کی ذات اقدس پر بھروسہ اور توکل کرے گا۔ تو حق تعالیٰ شانہ اس کی مہمات کے لئے کافی ہو جائے گا کیونکہ اللہ جس طرح چاہتا ہے پورا کر دیتا ہے۔ جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے۔

لَوْ اَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ، كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا. (۱)

ترجمہ: "اگر تم اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دیتا جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں۔

اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر (۷۰) ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل ہوں گے ان کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والے ہوں گے۔ (۲)

---

(۱) ترمذی وابن ماجۃ

(۲) بخاری ومسلم بحوالہ تفسیر مظہری ۱۱/ ۵۶۰

تلاوت قرآن سے ایمان کی زیادتی کا بیان

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَاللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ آیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾ (انفال: ۲)

والآیاتُ فی فضل التوکل کثیرۃٌ معروفۃٌ.

ترجمہ: اور ارشاد خداوندی ہے: ''مؤمن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرجاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں، فضائل توکل میں کثرت کے ساتھ آیات موجود ہیں۔''

تشریح: اس آیت میں کامل مؤمن کی تین خصوصی صفات کا بیان ہے، ① خوف خدا ② ترقی ایمان ③ اللہ پرتوکل۔

پہلی صفت ''اِذَا ذُکِرَاللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ'' ترجمہ: جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو دل ڈرجاتے ہیں۔

اسی کو دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا: ''وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ''.

ترجمہ: ''خوشخبری دے دیجئے ان متواضع نرم لوگوں کو جن کے دل ڈرجاتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔'' (۱)

وَجِلَتْ: کہتے ہیں وہ ہیبت جو بڑوں کی جلالت شان کے سبب دل میں پیدا ہوتی ہے یا مراد خوف عذاب ہے، اسی وجہ سے بعض مفسرینؒ آیت بالا کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی گناہ کا ارادہ کرے پھر خدا کی یاد آگئی تو وہ اللہ کے عذاب سے ڈر گیا اور گناہ سے باز آگیا۔ (۲)

دوسری صفت: زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا: کہ تلاوت آیات سے مسلمانوں کے ایمان کی قوت وکیفیت اور نور ایمان میں ترقی ہوجاتی ہے۔ کہ عبادت اس کی طبیعت میں داخل ہوجاتی ہے پھر اس کو چھوڑنے سے تکلیف ہوتی ہے کما قال الشاعر

واذاحلت الحلاوۃ قلباً نشطت ° فی العبادۃ الاعضاء

جب کسی دل میں حلاوت ایمان جگہ پکڑ لیتی ہے تو اس کے ہاتھ پیر اور سب اعضاء عبادت میں راحت ولذت حاصل کرنے لگتے ہیں۔ (۳)

تیسری صفت: وعلی ربھم یتوکلون: اپنے تمام اعمال واحوال میں اللہ کی ذات پر اعتماد ہو، اسباب میں اصلی کامیابی نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔ اپنے دل ودماغ کو صرف ساری تدبیروں اور اسباب میں الجھا کر نہ رکھے۔ (۴)

---

(۱) معارف القرآن ۴/ ۱۷۸ (۲) مظہری ۵/ ۲۱، ابن کثیر ۲/ ۲۹۸۔ (۳) معارف القرآن ۴/ ۱۷۸ (۴) معارف القرآن ۴/ ۱۷۹

ستر ہزار متوکلین بغیر حساب و کتاب جنت میں جائیں گے

وَأَمّا الاحَادِيثُ:

(٧٤) ﴿فَالاوَّلُ: عَن ابنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "عُرِضَتْ عَلَيَّ الامَمُ، فَرَأَيتُ النَّبِيَّ وَمعَهُ الرُّهَيطُ، وَالنَّبِيَّ وَمعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلانِ، وَالنبِيَّ وَلَيسَ مَعَهُ اَحَدٌ اِذْ رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنتُ أَنَّهُم اُمَّتِي، فَقِيلَ لِيْ: هٰذَا مُوسٰى وَقَومُهُ وَلٰكِن انظُرْ اِلَى الْاُفُقِ، فَنَظَرْتُ فَاِذَاسَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِيْ: انْظُرْ اِلَى الاُ فُقِ الآخرِ، فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِيْ: هٰذِهٖ اُمَّتُکَ، وَمَعَهُم سَبعُونَ اَلْفاً يَدْ خُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيرِ حِسَابٍ وَلاَ عَذَابٍ" ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِ لَهُ، فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ اُولٰئِکَ الَّذِينَ يَدخُلُونَ بِغَيرِ حِسَابٍ وَلاَ عَذَابٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ بَعضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوْا فِي الاِسْلاَمِ، فَلَمْ يُشرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا. وَذَكَرُوا أَشيَاءَ. فَخَرَجَ عَلَيهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَا الَّذِى تَخُوضُونَ فِيهِ؟" فَأَخبَرُوهُ فَقَالَ: "هُمُ الَّذِينَ لاَيَرقُونَ، وَلاَ يَستَرقُونَ وَلاَ يَتطَيَّرُونَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ" فَقَامَ عُكَاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجعَلَنِىْ مِنهُمْ، فَقَالَ: "أَنتَ مِنهُمْ" ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجعَلَنِى مِنهُمْ، فَقَالَ: "سَبَقَکَ بِهَا عُكَّاشَةُ﴾ (متفق عليه)

"الرُّهَيطُ" بضم الراء: تصغير رَهطٍ، وَهُمْ دُونَ عَشَرَةِ أَنفُسٍ. "والافُقُ": النَّاحِيَةُ وَالجَانِبُ. "وَعُكَاشَةُ" بضم العين و تشديد الكاف وبتخفيفها، و التَّشديدُ افْصَحُ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر اُمتیں پیش کی گئیں چنانچہ میں نے دیکھا کسی پیغمبر کے ساتھ چھوٹی سی جماعت ہے، کسی پیغمبر کے ساتھ ایک آدمی، کسی کے ساتھ دو آدمی ہیں اور بعض ایسے بھی تھے جن کے ساتھ کوئی نہ تھا، اچانک مجھے ایک انبوہ نظر آیا میں نے خیال کیا کہ میری امت ہوگی لیکن مجھے کہا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے لیکن آپ آسمان کے کنارے کی طرف نظر اٹھائیں، میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت موجود ہے پھر مجھے کہا گیا آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھیں تو وہاں بھی بہت بڑی جماعت نظر آئی، تو مجھے کہا گیا یہ آپ ﷺ کی امت ہے، ستر ہزار ان کے ساتھ ہیں جو جنت میں بلا حساب و عذاب داخل ہوں گے پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے حجرے میں چلے گئے، آپ

ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بحث کرنے لگے کہ وہ کون لوگ ہوں گے جو جنت میں بلاحساب وعذاب کے داخل ہوں گے؟ بعض نے کہا شاید وہ لوگ ہوں گے جن کو رسول ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے، بعض نے کہا شاید وہ لوگ جن کی پیدائش حالت اسلام میں ہوئی اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں ٹھہرایا، اس سلسلہ میں مختلف خیالات کا اظہار کیا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا تم کیا بحث کررہے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بتایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرتے ہیں اور نہ کرواتے ہیں اور نہ ہی شگون لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں، یہ سنکر عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن محصن کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں شامل فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں شامل ہے اس کے بعد ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اس نے عرض کیا اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم پر سبقت لے گئے۔"

الرهيطُ: راء پر پیش کے ساتھ رھط کی تصغیر ہے دس سے کم افراد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

اُفُق: کے معنی ہے کنارا، رُخ، اور **عکاشہ** عین پر پیش اور کاف تشدید کے ساتھ یا بغیر تشدید کے (یعنی کاف مشدد اور غیر مشدد دونوں طرح جائز ہے) لیکن تشدید کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

لغات: ❖عرضت: عرض عرضاً ضرب سے بمعنی پیش کرنا، دکھلانا۔

❖ الرهطُ: بمعنی آدمی کا قبیلہ، تین سے دس تک کا گروہ جس میں عورت نہ ہو۔ اس کا واحد نہیں جمع اَرْهُطُ ارهاط جمع الجمع اراهط۔

❖ نهض: نهض نهضاً فتح سے بمعنی کھڑا ہونا۔

❖ خاض: خاض خوضاً نصر سے بمعنی پانی میں گھسنا۔ گفتگو میں مشغول ہونا۔

❖ یرقون: رقی رَقیًا و رقیًا ضرب سے بمعنی نفع رسانی یا ضرر رسانی کے لئے ٹوٹکا، منتر کرنا۔

تشریح: ستر ہزار مؤمن بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے

هٰذِهِ اُمَّتُکَ وَ مَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفاً یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ. یہ آپ ﷺ کی امت ہے ان میں ستر ہزار ایسے ہیں جو جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہوں گے۔ اس جملہ کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ ایک مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں سے ستر ہزار لوگ وہ ہیں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں ستر ہزار اس کے علاوہ ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ (۱)

مگر پہلا ترجمہ زیادہ اچھا ہے کیونکہ ایک دوسری روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ هٰذِهٖ اُمَّتُکَ وَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مِنْ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفاً (۲) یعنی یہ آپ ﷺ کی امت کے لوگ ہیں اور ان میں سے ستر ہزار لوگ وہ ہیں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ (۳)

ستر ہزار سے مراد

ستر ہزار سے مراد تکثیر ہے کہ بہت ہی زیادہ اس قسم کے لوگ میری امت میں ہوں گے۔

دم کروانے کی حقیقت

لَا يَرْقُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ: نہ دم کرتے ہیں اور نہ دم کرواتے ہیں۔ اس سے مراد جھاڑ پھونک اور تعویذ وغیرہ ہے جو کلمات قرآنیہ ادعیہ ماثورہ اور اسماء الٰہی کے بغیر ہو۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس جھاڑ پھونک سے مراد زمانہ جاہلیت کے جھاڑ پھاڑ اور مشرکانہ منتر ہیں جن کا کتاب وسنت کی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اس کی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (۴)

وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ: نہ بدشگونی لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نیک فال کو پسند فرماتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جب کوئی کام کرنا ہوتا یا کسی سفر میں جانے کا ارادہ کرتے تو کسی پرندے کو اڑاتے اگر وہ داہنی سمت میں اُڑ جاتا تو اس کام کو مبارک سمجھ کر کر لیتے اور اگر وہ پرندہ بائیں سمت میں اڑتا تو اس کام کو منحوس سمجھتے اور وہ کام نہ کرتے۔ (۵)

آپ ﷺ نے دوسرے آدمی کے لئے دعا کیوں نہیں فرمائی

ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: سَبَقَکَ بِهَا عُکَّاشَةُ. ترجمہ: ”پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اس نے بھی عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرما دے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تم پر سبقت لے گئے۔“

اس سوال کے محدثینؒ نے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

پہلا جواب: اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک ہی آدمی کے بارے میں دعا کرنے کی اجازت ملی ہوگی، آپ ﷺ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعا فرما چکے تھے اس لئے اس دوسرے آدمی کے بارے میں گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔

دوسرا جواب: وہ آدمی اپنی باطنی حیثیت وحالت کے اعتبار سے اس مرتبہ کا مستحق نہیں تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا نہیں فرمائی۔

تیسرا جواب: دراصل وہ آدمی منافق تھا آپ ﷺ کو تو اس بات کا علم تھا۔ مگر از راہ اخلاق ومروت آپ ﷺ نے ایک مجمل

جواب دیا کہ تم نے تاخیر کردی عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سے پہل کر گئے۔

چوتھا جواب: عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وحی خفی کے ذریعہ سے معلوم ہوا تھا اس لئے آپ ﷺ نے عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں صرف دعا کی۔ یہ آخری جواب زیادہ اچھا ہے کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا آدمی وہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو مشاہیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں۔ (۶)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الطب (باب من اکتوی او کوی غیرہ) وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب الدلیل علی دخول الطوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب) رواہ ترمذی ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۲) بخاری شریف

(۳) مرقاۃ ۱۰/۴۳

(۴) اشعۃ اللمعات

(۵) مظاہر حق جدید

(۶) یہ سارے جوابات مظاہر حق جدید ۴/۷۹۹، مرقاۃ ۱۰/۴۴ پر مذکور ہیں

نبی ﷺ کی ایک جامع دعا

(۷۵) ﴿الثانی: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ایضا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَاِلَیْکَ أَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ. اَللّٰهُمَّ أَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ، لاَ اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِی، أَنْتَ الْحَیُّ الَّذِی لاَ تَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالاِ نْسُ یَمُوْتُوْنَ"﴾ (متفق علیه)

وھذا لفظ مسلم و اختصرہ البخاریُّ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے ”اے اللہ میں تیرے لئے فرمانبردار ہوگیا اور تجھ پر ایمان لے آیا اور تیری ذات پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری ذات کی مدد سے میں جھگڑتا ہوں، اے اللہ میں تیری عزت کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں“، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے گمراہ کرے تو زندہ ہے تجھے موت نہیں آئے گی لیکن تمام جن وانس مرجائیں گے۔“

یہ الفاظ مسلم میں ہیں بخاری نے اسے مختصر نقل کیا ہے۔

لغات: ❖ اسلمت: اسلم اسلاماً بمعنی مطیع وفرمانبردار ہونا۔ مذہب اسلام قبول کرنا۔
❖ خاصمت: خاصم خصاماً و مخاصمةً مفاعله سے بمعنی نزاع کرنا۔ جھگڑا کرنا۔

تشریح: آپ ﷺ کی ایک ایمان افروز دعا

نبی کریم ﷺ کے اس دعا کو مانگنے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پھر اس روایت کو نقل کرنا اور محدثینؒ عظام کا پھر محفوظ کرنا ان سب کا واحد مقصد یہی ہے کہ ان دعاؤں کا امت بھی مانگنے کا اہتمام کرے۔

اس دعا بالا کے ترجمہ پر اگر غور کیا جائے۔ تو اس میں دعا کا ایک ایک لفظ اعتقاد کی پختگی اور ایمان کی تازگی اور زیادتی کا سبق دے رہا ہے اور دعا مانگتے وقت آدمی اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ بھی ہوتا ہے اس لئے یہ مزید ایمانی پختگی کا ذریعہ بن جاتی ہے، حق تعالیٰ شانہ ہر موقع کی مسنون دعا اس وقت پر مانگنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التوحید (باب قوله تعالیٰ وهوالعزیز الحکیم. سُبحان ربّک ربّ العِزَّةِ عمَّا یَصِفُون. ولله العِزَّةُ و لرسوله) وصحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء (باب التعوذ من شرما عمل ومن شرِّ ما لم یعمل).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

خوف کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی ﷺ کی دعا

(۷۶) ﴿الثالث: عَنِ ابن عَبَّاس رَضِی اللّٰهُ عَنهُمَا أیضًا قَال: "حَسبُنَا اللّٰهُ وَنِعمَ الوَکِیلُ، قَالَهَا اِبرَاهِیمُ عَلَیهِ السَّلَامُ حِینَ اُلقِیَ فِی النَّار، وقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ حِینَ قَالُوا: اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیمَا نًا وَقَالُوا: حَسبُنَا اللّٰهُ وَنِعمَ الوَکِیل"﴾ (رواه البخاری)

وفی روایةٍله عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "کان آخِرُ قَولِ اِبرَا هِیمَ علیهِ السَّلَامُ حِینَ اُلقِیَ فِی النَّارِ: حَسبِیَ اللّٰهُ وَنِعمَ الوَکِیل"

ترجمہ: "حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جب کہا گیا کہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں جمع ہو چکے ان سے ڈرنا چاہئے تو اس سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوا وہ بول اٹھے "حسبنا الله ونعم الوکیل۔"

ایک دوسری روایت میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا: ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا جانے لگا تو ان کا آخری کلمہ "حسبی الله و نعم الوکیل" تھا۔

لغات: ❖ القی: القی القاءً بمعنی پھینکنا۔

❖ فاخشوھم: خشی خَشْیًا سمع سے بمعنی ڈرنا۔ مرعوب ہونا۔

❖ فزادھم: زاد زِیَادَۃً ضرب سے بمعنی زیادہ ہونا۔

❖ الوکیل: بمعنی وہ شخص جس پر بھروسہ کیا جائے، وہ جس کو عاجز آدمی اپنا کام سپرد کردے جمع وُکلاء. اللہ تعالیٰ کی صفت بن کر روزی دینے والا، کفایت کرنے والا، کے معنی دیتا ہے۔

تشریح:

غزوہ حمراء الاسد کا سبب

"حِیْنَ قَالُوْا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْ ھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ."

مفسرینؒ نے لکھا ہے یہ مکالمہ غزوہ حمراء الاسد کے وقت ہوا۔ حمراء الاسد یہ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل پر ایک مقام کا نام ہے۔

اس مکالمہ کا واقعہ مختصر یہ ہوا۔ کہ کفار مکہ کو غزوہ احد کے واپسی پر بہت افسوس ہوا کہ ہم غالب آجانے کے باوجود خواہ مخواہ واپس لوٹ آئے ہمیں تو یہ چاہئے تھا کہ ہم ایک حملہ کر کے سب مسلمانوں کو ختم کردیتے ان کا دوبارہ مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ہونے لگا مگر اللہ جل شانہ نے ان کے دل میں ایسا رعب ڈالا کہ سیدھا مکہ مکرمہ کو ہولئے یہاں آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ ان کفار کے تعاقب پر حمراء الاسد تک پہنچے۔ (۱)

ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے جب کفار کے تعاقب کا اعلان کیا تو ستر زخمی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھڑے ہوگئے جب آپ ﷺ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حمراء الاسد پہنچے تو وہاں نعیم بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے اس نے خبر دی کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ مزید لشکر جمع کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے اس خبر کو سن کر ان سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یک زبان ہوکر کہا۔ "حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل." "اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔ (۲)

پریشانی کو دور کرنے کے لئے: "حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل" کا پڑھنا بڑا مجرب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ہر پریشانی کے وقت میں اس آیت کا پڑھنا مجرب ہے یہی عادت لکھی ہے انبیاء کرام، صحابہؓ تابعینؒ اور اولیاء سب کے سب وہ ہر آڑے وقت میں اس کو پڑھا کرتے تھے۔

اسی طرح ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کو نمرود نے آگ میں ڈلوانے کا ارادہ کیا

اس موقع پر فرشتے بھی اترے کہ ہم آپ کی مدد کریں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی جملہ فرمایا "حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنعم الوکیل" پریشانی دور کرنے کے لئے ہے اس آیت کا پڑھنا بڑا مجرب ہے مزید یہ کہ مشائخ وعلماء نے لکھا ہے کہ جو اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ جذبہ ایمان، یقین کے ساتھ پڑھے پھر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس دعا کو رد نہیں فرمائے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ آلِ عمران (باب ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف القرآن ۲/ ۲۳۹

(۲) بخاری

(۳) معارف القرآن ۲/۲۴۴

ایک قوم صرف توکل پر جنت میں جائیگی

(۷۷) ﴿الرابع: وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ اَفْئِدَ تُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّیْرِ"﴾ (رواہ مسلم)

قِیْلَ: معناہ مُتَوَکِّلُوْنَ، وَقِیْلَ: قُلُوْبُهُمْ رَقِیْقَةٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں کچھ ایسے لوگوں کو داخلہ ملے گا جن کے دل پرندوں کے دلوں کے مانند ہوں گے۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں اللہ پر بھروسہ کرنے والے، بعض کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ (پرندوں) کی طرح نرم دل والے ہوں گے۔"

لغات: ❖ افئدتھم: جمع ہے الفواد کی بمعنی دل۔ بسا اوقات عقل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

❖ الطیر: طار طیراً ضرب سے بمعنی پرندہ کا اڑنا۔ الطائر۔ فاعل پرندہ۔ جمع طیئر و طیور۔

تشریح: اللہ پر بھروسہ کرنے والے جنت میں داخل ہوں گے

یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ: جنت میں کچھ ایسے لوگوں کو بھی داخل کیا جائے گا جن کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح ہوں گے۔

علامہ نوویؒ نے اس کے دو مطلب نقل کئے ہیں پہلا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ جل شانہ پر ایسا بھروسہ کرنے والے ہوں گے جیسے کہ پرندے کرتے ہیں جن کے بارے میں ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ پرندے ایسے ہوں گے

کہ "تغدو خِمَاصًا وَ تَرُوْحُ بِطَانًا" کہ صبح جب گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوکے ہوتے ہیں، شام کو جب وہ لوٹ کر آتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ دوسرے دن کی وہ روزی کی فکر نہیں کرتے اور دوسرے دن کے لئے جمع بھی نہیں کرتے بلکہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرکے اپنے گھونسلے سے نکلتے ہیں، اللہ جل شانہ واپسی سے پہلے پہلے ان کے پیٹ بھر دیتا ہے۔ (۱)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے دل ایسے نرم ہوتے ہیں جیسے کہ پرندوں کے دل ہوتے ہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ رقیق القلب لوگ ہوتے ہیں ان کے دل عجز و نیاز اور خوف وخشیت الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے نرم اور لطیف ہوتے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الجنۃ (باب یدخل الجنۃ اقوام الخ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین ۱/ ۹۱
(۲) روضۃ المتقین ۱/ ۱۲۱

اللہ پر توکل اور یقین کا بیان

(۷۸) ﴿الخامس: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہُ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَھُمْ، فَأَدْرَکَتْھُمُ الْقَائِلَۃُ فِیْ وَادٍ کَثِیْرِ الْعِضَاہِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَتَفَرَّقَ النَّاسُ یَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَۃٍ، فَعَلَّقَ بِھَاسَیْفَہُ، وَنِمْنَا نَوْمَۃً، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْنَا، وَإِذَا عِنْدَہُ أَعْرَابِیٌّ فَقَالَ: "اِنَّ ھٰذَا اخْتَرَطَ عَلَیَّ سَیْفِی وَاَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَیْقَظْتُ وَھُوَ فِی یَدِہٖ صَلْتًا، قَالَ: مَنْ یَمْنَعُکَ مِنِّی؟ قُلْتُ: اللّٰہ. ثَلاثًا" وَلَمْ یُعَاقِبْہُ وَجَلَسَ﴾ (متفق علیہ)

وفی روایۃٍ: قَالَ جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بذَاتِ الرِّقَاعِ، فَإِذَا أَ تَیْنَا عَلٰی شَجَرَۃٍ ظَلِیْلَۃٍ تَرَکْنَاھَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ من الْمُشْرِکِیْنَ، وَسَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بالشَّجَرَۃِ، فَاخْتَرَطَہُ فَقَالَ: تَخَافُنِی؟ قَالَ: "لا" قَالَ: فَمَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّی؟ قَالَ: "اَللّٰہُ."

وفی روایۃِ أبی بکر الاسماعیلی فِیْ صَحِیْحِہ: قَالَ: مَنْ یَمْنَعُکَ مِنِّی؟ قَالَ: "اللّٰہ" قَالَ:

فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ: "مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟" فَقَالَ: كُنْ خَيْرَ آخِذٍ، فَقَالَ: "تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟" قَالَ: لَا، وَلٰكِنِّيْ أُعَاهِدُكَ أَنْ لَا أُقَاتِلَكَ، وَلَا أَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ، فَخَلّٰى سَبِيْلَهُ، فَأَتٰى أَصْحَابَهُ فَقَالَ: جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ.

قَوْلُهُ: "قَفَلَ" أَيْ: رَجَعَ. وَ "الْعِضَاهُ": الشَّجَرُ الَّذِيْ لَهُ شَوْكٌ. وَ"السَّمُرَةُ" بفتح السين و ضمّ الميم: الشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ، وَهِيَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ. وَ"اخْتَرَطَ السَّيْفَ" أَيْ: سَلَّهُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ. "صَلْتًا" أَيْ: مَسْلُوْلًا، وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَ ضَمِّهَا.

ترجمہ:''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نجد کے علاقہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کرنے گئے جب لوٹے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لوٹے، کثیر خار دار درختوں کی وادی سے گزر رہے تھے کہ قیلولہ کا وقت ہوگیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ اتر پڑے، لوگ درختوں کے سائے میں منتشر ہوگئے، رسول اللہ ﷺ بھی کیکر کے درخت کے نیچے نازل ہوئے تلوار کو درخت کے ساتھ لٹکایا، ہم تھوڑی دیر کے لئے سوگئے، اچانک ہم نے سنا رسول اللہ ﷺ ہمیں پکار رہے ہیں اور آپ ﷺ کے پاس ایک اعرابی تھا، آپ ﷺ نے بتایا اس نے میری تلوار میرے اوپر میان سے نکال لی جب کہ میں سویا ہوا تھا میں نیند سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور مجھ سے کہہ رہا تھا کہ مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ بچائے گا تین بار کہا، آپ ﷺ نے اس اعرابی کو کوئی سزا نہ دی۔

ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، جب ہم ایک سائے دار درخت کے پاس سے گذرے تو ہم نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا، ایک آدمی مشرکوں میں سے آیا رسول اللہ ﷺ کی تلوار درخت کے ساتھ آویزاں تھی اس نے تلوار کو میان میں سے باہر نکالتے ہوئے کہا کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ ﷺ نے کہا نہیں، پھر اس نے کہا تم کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ فرمایا اللہ! چنانچہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، رسول اللہ ﷺ نے تلوار کو پکڑتے ہوئے فرمایا کون تجھ کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا آپ ﷺ بہترین پکڑنے والے بن جائیں، آپ ﷺ نے کہا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں؟ اس نے جواب دیا نہیں لیکن میں تجھ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ تم سے جنگ نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی ایسی جماعت میں شریک ہوں گا جو تیرے ساتھ جنگ و جدال کر رہے ہوں، آپ ﷺ نے اس کو رہا فرما دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آکر کہنے لگا میں بہترین انسان کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں۔

قفل: کے معنی ہیں واپس ہوا۔ عضاہ: کانٹوں والا درخت، السمر: سین پر زبر اور میم پر پیش۔ کیکر کا درخت، یہ کانٹے دار درخت کی بڑی قسم ہے۔ اخترط السیف: تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے کر سونتنا۔ صلتا۔ صاد کے زبر اور پیش کے ساتھ دونوں

طرح صحیح ہے۔ معنی ہیں مسلولاً بمعنی، سونتی ہوئی۔

لغات: ❖قفل: قفل قفلاً و قفولاً نصر اور ضرب سے بمعنی سفر سے واپس آنا۔

❖العِضاہ: بمعنی ہر بڑا کانٹے دار درخت واحد عضاھۃٌ و عضۃ۔

❖سمرۃ: بمعنی ببول کا درخت جمع اَسْمَر۔

❖اخترط: خرط خَرطاً نصر اور ضرب سے بمعنی درخت کے پتے ہاتھ کے ساتھ کھینچ کر اُتار دینا، اخترط السیف تلوار سونتنا۔

❖استیقظت: یَقِظَ یَقَظاً سمع سے بمعنی جاگنا۔ استیقظ جگانا۔

❖صلتا: اصلت السیف تلوار کو نیام سے باہر نکالنا۔

تشریح: آپ ﷺ کے شجاعت اور توکل علی اللہ کا ایک سبق آموز واقعہ

ذات الرقاع: یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا تھا۔ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام ہے اسی وجہ سے اس غزوہ کو بھی ذات الرقاع کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ رقاع کہتے ہیں کپڑے کے ٹکڑے کو، جوتوں کے فقدان کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے پاؤں میں کپڑوں کے جوتے لپیٹے تھے اس لئے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ (۱)

عِنْدَہٗ اَعْرَابِیٌّ: اس دیہاتی آدمی کا نام اکثر محدثینؒ نے غورث بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا ہے۔ (۲)

مَنْ یَمْنَعُکَ مِنِّی؟ قُلْتُ: اللّٰہُ ثَلاثًا: ترجمہ: تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ۔

اس حدیث پاک میں محبوب رب العالمین کی شان یقین وتوکل علی اللہ اور شجاعت امت کے لئے ایمان افروز اور سبق آموز ہے غور کریں شدید ترین جان کے خطرہ کے باوجود کہ ظاہری حالات کے اعتبار سے برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے خون کا پیاسا دشمن سر پر کھڑا ہے، ان حالات کے باوجود ذرہ برابر خوف وہراس اور گھبراہٹ آپ ﷺ کے پاس تک نہیں بھٹکتی اور نہایت اطمینان وسکون اور دلجمعی کے ساتھ جواب دیا، وہ شخص توکل علی اللہ کے رعب اور صبر و استقلال کے سبب اور ایمان باللہ کے سکون واطمینان کی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ خون کا پیاسا خائف ہو کر لرزنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ (۳)

کن خیر آخذٍ: آپ ﷺ بہترین تلوار اٹھانے والے بن جائیں۔ اس میں آپ ﷺ کی رحمت وعفو درگذر کا سبق ملتا ہے کہ اس خون کے پیاسے سے انتقام لینے کے بجائے آپ ﷺ نے فوراً معاف فرما دیا۔

اعرابی مسلمان ہو گیا تھا

فَقَالَ تَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ لَا: آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس اعرابی نے کہا کہ نہیں۔

اس روایت سے تو معلوم ہورہا ہے کہ وہ اعرابی مسلمان نہیں ہوا تھا مگر علامہ واقدیؒ نے کہا ہے وہ مسلمان ہوگیا تھا اور پھر وہ اپنی قوم میں گیا وہاں اس کی برکت سے بہت سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب الجهاد، (باب من علّق سیفه بالشجر فی السفر)، وکتاب البخاری (باب غزوة ذات الرقاع)، صحیح مسلم کتاب الفضائل (باب توکله ﷺ علی اللّٰه تعالٰی وعصمة اللّٰه تعالٰی لهٗ من الناس). واخرجه امام احمد فی مسنده ۱۴۳۴۱/۵، ابن حبان ۲۸۸۳، والبیهقی ۳۱۹/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۹۲/۱

(۲) روضۃ المتقین ۱۲۳/۱، نزہۃ المتقین ۹۲/۱

(۳) تحفۃ العابدین ۲۳۳/۱، دلیل الفالحین ۳۶۸/۱

(۴) روضۃ المتقین ۱۲۳/۱

پرندوں کا اللہ پر توکل کرنے کی مثال

(۷۹) ﴿السادس: عَنْ عُمَرَ رَضی اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَو أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا"﴾ (رواه الترمذی)

وقال حديث حسن.

معناه تذهبُ أوَّلَ النَّهارِ خِمَاصًا: أی: ضَامِرَةَ البُطُونِ مَنَ الجُوعِ، وَتَرجِعُ آخِرَ النَّهارِ بِطَانًا، أی: مُمْتَلِئَةَ البُطُونِ.

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے اگر تمہارا توکل اللہ پر صحیح ہوجائے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ صبح کے وقت بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر (گھونسلوں) میں آجاتے ہیں۔''

اسے ترمذیؒ نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے، اس کے معنی ہیں کہ دن کے آغاز میں پرندے بھوکے نکلتے ہیں یعنی ان کے پیٹ پچکے ہوتے ہیں اور دن کے آخر میں لوٹتے ہیں تو پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

لغات: ❖ تغدو: غدا غُدواً نصر سے بمعنی صبح کو جانا، مطلقاً جانا اور بمعنی صار بھی مستعمل ہے۔

❖ خماصًا: خمص خمصًاسمع سے بمعنی پیٹ کا خالی ہونا۔

❖ تروح: الرواح مصدر بمعنی شام یا سورج ڈھلنے کے وقت سے، رات، اس کا مقابل صباح ہے۔

❖ بطانًا: البطن بمعنی پیٹ۔ ہر چیز کا اندورنی حصہ۔

تشریح: توکل کرنے والوں کو اللہ پرندوں کی طرح پالتے ہیں

اس حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ سعی و جدوجہد اور کسب وعمل حقیقت میں رزق پہنچانے والا نہیں ہے بلکہ رزق پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنی روزی کمانے کے لئے حرکت وعمل سے باز رہے کیونکہ توکل و اعتماد کا تعلق دل سے ہے جو اعضائے ظاہری کی حرکت وعمل کے مطلقاً منافی نہیں ہے اسی وجہ سے امام غزالیؒ فرماتے ہیں جس شخص کا گمان یہ ہو کہ توکل نام ہے کسب وعمل کے ترک کردینے کا اور ہاتھ پاؤں کو معطل کردینے اور اپاہج بن کر پڑے رہنے کا کہ جیسے کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے تو وہ غلطی پر ہے۔ (۱)

امام قشیریؒ کا قول یہ ہے توکل کا اصل مقام قلب ہے اور حصول معاش کے لئے معقول اور مناسب طریقہ پر جدوجہد اور سعی کرنا اللہ تعالیٰ پر اعتماد وبھروسہ کرنے کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**وَكَأَيِّن مِّن دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ**" یعنی اور کوئی جانور اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو بھی اور تمہیں بھی رزق عطا کرتا ہے۔ (۲)

ایک عبرت ناک واقعہ

ملا علی قاریؒ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ اللہ کس طرح پرورش کرتا ہے، فرماتے ہیں جب کوے کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں۔ کوا جب ان بچوں کو دیکھتا ہے تو وہ اسے بہت برے لگتے ہیں وہ ان بچوں کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اس کے بعد اللہ جل شانہ مکھیاں اور چیونٹیاں اس بچے کے پاس بھیجتا ہے جس کو وہ بچے کھاتے ہیں پھر ایسے ایسے وہ کالے ہوجاتے ہیں پھر جب کوا ان کو سیاہ دیکھتا ہے تو پھر آکر ان کی پرورش کرتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: سنن ترمذی. ابواب الزهد (باب فی التوکل علی الله) اخرجه امام احمدؒ فی مسنده ۲۰۵/۱، و الحاکم ۳۱۸/۴، و ابن حبان ۷۳۰، ابونعیم فی الحلیة ۶۹/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمرؓ ابن خطاب کے حالات حدیث نمبر (۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۵۰/۱۰

(۲) مظاہر حق جدید ۸۰۳/۴

(۳) مرقاۃ ۵۰/۱۰

سونے کے مسنون آداب وعملیات

(۸۰) ﴿السابع: عَنْ أبى عُمَارةَ الْبَراءِ بن عَازِبٍ رضى الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا فُلانُ اِذَا اَوَيْتَ اِلَى فِرَاشِکَ فَقُلْ: "اَللّٰهُمَّ أسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْکَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْکَ وَفَوَّضْتُ أمْرِىْ اِلَيْکَ، وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْکَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْکَ، لاَ مَلْجَأً وَلاَ مَنْجَأً مِنْکَ اِلاَّ اِلَيْکَ، آمَنْتُ بِكِتَابِکَ الَّذِى أنْزَلْتَ، وَنَبِيِّکَ الَّذِى أرْسَلْتَ" فَاِنَّکَ اِنْ مِتَّ مِنْ لَيْلَتِکَ مِتّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَأصَبْتَ خَيْرًا﴾ (متفق عليه)

وفى روايةٍ فى الصحيحين عن البراء قال: قال لى رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا أتَيْتَ مَضْجَعَکَ فَتَوَضَّأْ وُضُوئَکَ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّکَ الأيْمَنِ وَقُلْ: وَذَكَرَنَحْوَهُ، ثُمَّ قَالَ: وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ"

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر آ ؤ تو کہو'' اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کردیا اور میں نے اپنے چہرہ کو بھی تیری طرف کردیا اور اپنے تمام معاملات تیری طرف تفویض کردیئے اور میں نے اپنی پیٹھ کو تیری طرف جھکا دیا، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے، تیرے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں اور نہ کوئی نجات گاہ ہے، تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لے آیا اور تیرے نبی مرسل ﷺ کو تسلیم کرلیا'' آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس رات تو فوت ہوجائے تو تیرا فوت ہونا فطرت پر ہوگا اور تو بھلائی کو پہنچا۔''

صحیحین کی ایک روایت میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جب تو سونے کا ارادہ کرے تو نماز والا وضوء کر، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ، مذکورہ کلمات کہہ، پھر فرمایا ان کلمات کو بالکل آخر میں کہہ۔

لغات: ❖فوضت: فوّض تفويضًا تفعیل سے بمعنی اختیار سپرد کرنا۔

❖رغبة: رغب سمع سے بمعنی چاہنا۔خواہش کرنا۔محبت کرنا۔

❖رهبةً: رهب رهبةً سمع سے بمعنی خوف کھانا، ڈرنا۔

❖ملجأ: بمعنی پناہ کی جگہ، قلعہ، پناہ لینا، جمع ملاجی۔

❖منجأ: نجا نجاءً نصر سے بمعنی خلاصی پانا، نجات پانا، المنجی نجات کا مقام۔

❖اضطجع: ضجع ضجعًا فتح سے بمعنی پہلو کے بل لیٹنا۔

تشریح: رات کے سونے کی دعا کے ہر ہر لفظ کی وضاحت

اس دعا میں سات جملے ہیں ہر ایک جملے کی مختصر وضاحت:

❶ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ: "اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی جان کو، اپنی تمام کام کرنے کی قوتوں کو، اعضاء و جوارح کی خواہشوں اور ارادوں سب ہی کو تیرے سپرد کر دیا"، اے اللہ جب میں ترے سپرد ہو گیا اب جو تو چاہے مجھ سے کام لے لے۔

❷ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیَ اِلَیْکَ: میں نے اپنے منہ کا رخ تیری طرف کر دیا" یعنی تمام کائنات سے منہ موڑ کر صرف تیری طرف متوجہ ہو گیا، اسی کا دوسرا نام اللہ کی ذات پر توکل کرنا ہے، جب آدمی اللہ کے حوالے ہو جائے تو اب یہ اپنے اسباب و مسائل اور اپنی تدبیروں اور کوششوں کو ذرہ برابر بھی اہمیت و وقعت نہیں دے گا۔

❸ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ: "اور میں نے اپنا کام تیرے سپرد کر دیا" یعنی میں نے اپنا ہر کام ہر معاملہ تیرے علم و حکمت کے تابع کر دیا جو تیری مرضی ہو وہی میری مرضی ہوگی، اسی کو مقام رضاء کہا جاتا ہے۔

❹ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْکَ: "میں نے اپنی پیٹھ تیری طرف جھکا دی" میرے دنیوی یا دینی کاموں کو کرنے میں جو بھی تدبیریں کوششیں میں کرتا ہوں اس کام کو تکمیل تک پہنچانا تیرے ہی فضل و کرم اور تیرے ہی توفیق دینے پر ہے، میرے ظاہری اسباب و تدابیر کی مؤثر حقیقی کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں ہے، اسی کو عبدیت کا اعلیٰ مقام کہا جاتا ہے۔

❺ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْکَ: "تیری طرف رغبت کی وجہ سے اور تیرے ہی خوف کی وجہ سے" کہ آدمی تمام امور کو انہی دو وجہ سے کرتا ہے۔ کبھی کسی کے شوق اور رغبت میں وہ کام کرتا ہے اور کبھی کسی کے خوف اور ڈر کی وجہ سے کام کرتا ہے، تو اسی میں فرمایا کہ میرے بھی تمام کاموں کا دار و مدار انہی دونوں چیزوں پر ہے۔

❻ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ: "تجھ سے پناہ حاصل کرنے اور نجات پانے کی جگہ بھی ترے سوا اور کہیں نہیں۔" کہ اگر میں نے اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسہ اور اعتماد کیا آپ اگر مجھ سے ناراض ہو گئے تو اب میرا یقین و ایمان یہ ہے کہ اب ترا غضب و قہر نازل ہوگا اور ترے غضب و قہر سے بچانے اور نجات دلانے والا بھی ترے سوا کوئی بھی نہیں ہو سکتا تیری ناراضگی اور خفگی سے نجات ترے ہی عفو و کرم سے مل سکتی ہے۔

❼ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ: "جو کتاب تو نے اتاری ہے میں تری کتاب اور نبی پر ایمان لا چکا ہوں" اس فقرے میں بندہ اپنی عبدیت کا اظہار کر رہا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ کو اور ترے نبی کو اور کتاب کو ماننے والا ہوں اگرچہ شیطان کے دھوکہ میں آکر خطاء اور گناہ گار ہوں مگر میں تجھ پر ہی ایمان رکھتا ہوں۔ اس لئے اے اللہ تو مجھے معاف فرما دے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الدعوات (باب ما یقول اذا نام، باب اذابات طاهراً وباب النوم

علی شق الایمن.) کتاب التوحید. وصحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء (باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع) واخرجه امام احمد ۶/۱۸۶۱۱، و النسائی فی الیوم و اللیلة، وابن حبان ۵۵۲۷۔

راوی حدیث حضرت براء بن عازبؓ کے حالات:

نام: براء، ابوعمارہ کنیت، خاندان حارثہ سے ہے، والد کا نام عازب ہے، ان کے ماموں ابو بردہؓ بن نیارؓ جو بدری ہے عقبہ میں اسلام قبول کر چکے تھے ان کی برکت سے ان کے خاندان میں اسلام پھیلا، مسلمان ہو کر مدینہ میں مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ سے قرآن سیکھنا شروع کر دیا۔ بدر میں حضرت براءؓ حاضر ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا۔ (بخاری ۱/۵۶۴)

احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، اور حنین میں شرکت کی، محاصرہ طائف اور حجۃ الوداع میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے ۱۵/غزوات میں شمولیت کی (مسند احمد ۴/۲۹۲)

ان میں انکساری وتواضع نمایاں تھی اپنے آپ کو نہایت ناچیز سمجھتے تھے، کوفہ میں ایک مکان بنایا اسی میں رہتے تھے۔ روایات میں بہت زیادہ احتیاط رکھتے تھے، ان سے مرویات کی تعداد ۳۰۵ ہے، ان میں سے ۳۲ پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں (تہذیب الکمال) احادیث میں احتیاط کی بناء پر ایک موقع پر فرمانے لگے۔

مَاكُلُّ الْحَدِيْثِ سَمِعْنَاهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كَانَ يُحَدِّثُنَا اَصْحَابُنَا عَنْهُ كَانَتْ شَغَلَنَا عَنْهُ رَعِيَّةُ الْاِبِلِ. (مسند احمد ۴/۲۸۸)

جتنی حدیثیں میں بیان کروں ضروری نہیں کہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہوں ہم اونٹ چراتے تھے اس بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر وقت حاضر نہ رہ سکتے تھے۔

آپ ﷺ کا اللہ پر توکل

(۸۱) ﴿الثامن: عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصّديقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُثْمان بن عامر بن عَمْرو بن كَعْب بن سَعْد بنْ تَيم بنْ مُرَّة بن كَعْب بن لُوَيِّ بن غَالِبِ القُرَشِيِّ التَّيمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. وَهُوَ وَاَبُوهُ وَاُمُّهُ صَحَابَةٌ، رضی الله عنهم. قَالَ: نَظَرْتُ اِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ ونَحْنُ فِي الْغَارِ وَهُمْ عَلٰى رُؤُوْسِنَا فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ. لأَبْصَرَنَا. فَقَالَ: "مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی سے روایت ہے (آپ اور آپ کے والد، والدہ سب صحابی ہیں) بیان کیا کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے مشرکوں کے پاؤں کو دیکھا کہ وہ ہمارے سروں پر چڑھ آئے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر ان میں سے کوئی انسان اپنے پاؤں کے نیچے دیکھ لے تو یقیناً ہمیں دیکھ پائے

گا، آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں انسانوں کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے؟"

لغات: ❖ اقدام: جمع ہے قدم کی بمعنی پاؤں۔

❖ الغار: بمعنی کھوہ، غار جمع اغوار۔

وظنک: ظنّ ظنًا نصر سے بمعنی یقین کرنا۔ جاننا۔ اور گمان کے معنی بھی دیتا ہے جیسے ظننت زیداً صاحبک۔

تشریح: واقعہ ہجرت اور آپ ﷺ کا اللہ پر توکل

اس حدیث شریف میں جس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے۔ جب آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے، اس سے پہلے باقی مسلمان ہجرت کر چکے تھے، مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کی گرفتاری پر سو اونٹوں کا انعام بھی مقرر کر دیا تھا جس کی لالچ میں بہت سے لوگ آپ ﷺ کی تلاش میں سرگرداں تھے حتیٰ کہ مشرکین اس غار ثور جس میں آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پناہ لی ہوئی تھی، وہاں تک پہنچ گئے۔ مگر اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ایک مکڑی کے ذریعہ سے جال تنوا دیا اور ایک جنگلی کبوتر کے ذریعہ سے انڈے دلوا دیئے۔ مشرکین نے جب اس منظر کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ پاؤں کے نشانات یہاں تک تو ملتے ہیں اس کے آگے کہاں تشریف لے گئے اگر اس غار میں جاتے تو یہ مکڑی کا جالا اور انڈے کیسے صحیح سالم رہ سکتے ہیں، اندر سے ان مشرکین کے پاؤں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نظر آ رہے تھے ابوبکر صدیق کو فکر ہوئی کہ کہیں ان کی نگاہ ہم پر نہ پڑ جائے اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ (۱) اس بات سے آپ ﷺ کی شجاعت اور بے خوفی اور اللہ کی ذات پر اعتماد و توکل کا ثبوت ملتا ہے (۲) اسی حدیث کے واقعہ کو قرآن مجید نے بھی نقل کیا ہے۔

"اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهُ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا." (۳)

"جب کفار نے ان کو نکلنے پر مجبور کر دیا تھا (اس حالت میں) کہ وہ نبی صرف دو کا دوسرا تھا جب کہ وہ اپنے رفیق سفر سے کہہ رہا تھا تم غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے ان پر اپنا خاص سکون اتارا اور فرشتوں کی فوج سے ان کی تائید فرمائی جو تم کو نظر نہیں آ رہی تھی، کافروں کی بات بھی نیچی کر دی اور اللہ کی بات ہی اونچی رہتی ہے۔"

جب اس واقعہ پر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار کہے تھے ؎

و ثانی اثنین فی الغار المنیف وقد — طاف العداء به اذا صعد الجبلا

وکل حب رسول اللہ قد علموا — من الخلائق لم یعدل به رجلا

ان اشعار کو سن کر آپ ﷺ مسکرائے۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التفسیر(باب قوله ثانی اثنین اذهما فی الغار) کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالی عنهم (باب مناقب المهاجرین و فضلهم.) و صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة (باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه) واخرجه امام احمد فی مسنده ۱/۱۱ مصنف ابن ابی شیبة ۷۱۲، و البزار ۳۶، ابن حبان ۶۲۷۸۔

راوی حدیث حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مختصر حالات:

نام عبداللہ، ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان، کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام سلمٰی کنیت ام الخیر تھی، والد کی طرف سے نسب نامہ: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ بن کعب بن لوی القریشی التیمی، والدہ کی طرف سے: ام الخیر بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ (طبقات ابن سعد جز ۳/ ۱۱۹) چھٹی پشت میں مرہ پر ابوبکرؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ مل جاتا ہے۔ بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی تھی تجارت پر بھی ایک ساتھ جاتے (کنز العمال ۶/۳۱۳)

سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت بھی ان ہی کو نصیب ہوئی، ہر غزوہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ نہ قبل از اسلام اور نہ بعد از اسلام، بلکہ زندگی اور مرنے کے بعد بھی ساتھ ہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۱۱ھ میں تمام لوگوں نے بالاتفاق ان کو خلیفہ اول مقرر کرلیا، آپؓ کی خلافت کا زمانہ دو سال چار ماہ ہے، ان کا نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے متفرق اجزاء کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کردیا۔ اس سے پہلے قرآن ایک ساتھ کسی کے پاس بھی نہیں تھا اور چاروں طرف سے اسلام کے خلاف جو باتیں پھیل رہی تھی ان سب کا انہوں نے سد باب کیا اور دین کو دوبارہ اسی ترتیب پر کردیا جس ترتیب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔

وفات: حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بخار ہوا اور تقریباً پندرہ دن اسی میں گذر گئے پھر دوشنبہ کے دن ختم کر کے منگل کی رات کو تریسٹھ سال کی عمر میں آواخر جمادی الاولی ۱۳ھ میں اس عالم فانی سے کوچ فرمایا۔ (طبقات ابن سعد)

رات ہی کو تجہیز و تکفین کی گئی آپ کی زوجہ اسماء بنت عمیسؓ نے غسل دیا اور حضرت عمر فاروقؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مرویات: ان سے روایات کی تعداد ۱۴۲ ہے، چھ پر بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں، گیارہ صرف بخاری میں اور ایک مسلم میں منفرد ہے (تہذیب الکمال)

(۱) فوائد عثمانی
(۲) روضۃ المتقین ۱/ ۱۲۵
(۳) سورۃ توبہ: ۴۰
(۴) دلیل الفالحین ۱/ ۲۷۷

گھر سے نکلنے کی دعا

(۸۲) ﴿التاسع: عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ، وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِي اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ الْمَخْزُوْمِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ: "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ

اِنِّی اَعُوذُ بِکَ أنْ اُضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ او اُزَلَّ اَوْ أَ ظْلِمَ او اُظْلَمَ او اَجْهَلَ اَوْ یُجْهَلَ عَلَیَّ ‘‘

حدیث صحیح رواہ ابوداؤد و الترمذی، وغیرھما باسانیدٍ صحیحۃٍ: قَال الترمذیُّ: حدیث حسن صحیح وھذا لفظ ابی داؤدَ.

ترجمہ: ’’حضرت ام سلمہ ام المؤمنینؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے گھر سے نکلتے تو فرماتے ’’اللہ کے نام کے ساتھ نکلا ہوں اللہ پر بھروسہ ہے‘‘ اے اللہ! میں تیری اس سے پناہ چاہتا ہوں کہ گمراہ ہوجاؤں یا گمراہ کیا جاؤں یا پھسل جاؤں یا پھسلا یا جاؤں یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں کسی پر جہالت کروں یا مجھ سے جہالت کی جائے۔‘‘

یہ روایت صحیح ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہمؒ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

لغات: ❖ ازل: زلَّ زلاً ضرب سے بمعنی پھسلنا، گرنا۔

❖ اجھل: جھل جھلاً سمع سے بمعنی نہ جاننا، ان پڑھ ہونا، صلہ میں علی آئے تو جہالت کا اظہار کرنا۔

تشریح: گھر سے نکلنے کی دعا کی وضاحت

بسم اللہ الخ: اس دعا کو آپ ﷺ بھی گھر سے نکلتے وقت پڑھتے تھے تو ہم کو بھی اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے اس دعا کے پڑھنے کی برکت سے آدمی انشاء اللہ العزیز ناکامی کے ساتھ اور آخرت کے نقصان کے ساتھ واپس نہیں لوٹے گا۔ اس دعا کے الفاظ کی مختصر وضاحت۔

ان اضل: گمراہ ہوجاؤں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں دعا کرتا ہوں اے اللہ کہ مجھ پر چھپے نہ رہیں وہ امور جس کی طلب کے لئے میں جارہا ہوں۔

ازلَّ او اُزلَّ: اس سے مراد گناہ ہے کہ میں خود گناہ کروں اور نہ ایسا ہوں کہ کوئی مجھ کو گناہ پر آمادہ کرے۔

اظلمَ او اُظلم: ’’ کہ میں نہ کسی پر ظلم کا ذریعہ بنوں اور نہ کوئی میرے اوپر ظلم کرے‘‘ کیونکہ ظلم کی قیامت کے دن سخت سزا ہوگی، ایک روایت میں فرمایا گیا ہے ’’اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ‘‘ قیامت کے دن ظلم اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

اجھلُ او یُجھل علیَّ: ’’نہ میں کسی پر جہالت کروں اور نہ مجھ پر جہالت کی جائے‘‘ اس جہالت سے مراد یہ ہے کہ کسی کو ایذا پہنچائیں یا تکلیف دیں نہ میں کسی کے ساتھ یہ کروں اور نہ میرے ساتھ کوئی دوسرا ایسا کرے۔

تخریج حدیث: ترمذی ابواب الدعوات (باب التعوذ من ان نجھل او یجھل علینا). وسنن ابی داؤد کتاب الادب (مایقول اذا خرج من بیتہ). والنسائی فی عمل الیوم واللیلۃ ۸۵۔

راوی حدیث ام المؤمنین ام سلمہؓ کے مختصر حالات:

نام: ہندؓ، ام سلمہؓ کنیت، قریش کے خاندان مخزوم سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے: ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ والد کا نام ابوامیہ تھا جو بہت زیادہ سخی تھے۔

نکاح: پہلا نکاح عبداللہ بن عبدالاسد جو ابوسلمہ کے نام سے مشہور ہیں، ام سلمہؓ کے چچازاد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی سے نکاح ہوا، شروع نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور حبشہ کی طرف ہجرت بھی فرمائی غزوہ احد میں ان کے شوہر کو چند زخم آئے جمادی الثانی ۴ھ میں ان کا زخم پھٹا اور اسی صدمہ میں وفات ہوگئی (زرقانی ۳/۲۷۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا صبر کرو ان کی مغفرت کی دعا مانگو، اور کہو کہ خداوندا ان سے بہتر ان کا جانشین عطاء فرما۔ ام سلمہؓ کو بعد میں ابوبکرؓ نے پیغام نکاح دیا جو انہوں نے منع کردیا، جب حضرت عمرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح لے کر گئے تو ام سلمہؓ نے کہا: مجھ میں چند باتیں ہیں ا۔ میں سخت غیور ہوں ۲۔ میں صاحب عیال ہوں۔ ۳۔ میری عمر زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کو قبول فرمالیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہوگیا (نسائی ۱۱۵) یہ نکاح شوال ۴ھ میں ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت محبت تھی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کا بہت زیادہ خیال رکھتیں، بعض غزوات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھیں۔

۱۱ھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے ایک دن طبیعت زیادہ خراب دیکھی تو چیخ اٹھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں (طبقات ابن سعد ۲/۱۳)

وفات: جس سال واقعہ حرہ ہوا یعنی ۶۳ھ میں اسی سال ام سلمہؓ کا انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۸۴ سال کی تھی حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (زرقانی ۳/۲۷۶)

مرویات: ان سے ۳۷۸ روایتیں منقول ہیں، بخاری ومسلم ۱۳ پر متفق ہیں بخاری میں ۳ مسلم میں ۳ جدا جدا بھی ہیں۔

گھر سے نکلتے ہوئے اللہ پر توکل کرنا چاہئے

(۸۳) ﴿العاشر: وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ. يَعْنِيْ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ، بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، يُقَالُ لَهُ: هُدِيْتَ وَكُفِيْتَ وَوُقِيْتَ، وَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطَانُ"﴾

(رواه أبو داؤد و الترمذی، والنسائی وغیرهم. وقال الترمذی: حدیثٌ حسنٌ، زاد أبوداؤ د: "فیقول: یعنی الشیطانَ لشیطانٍ آخرَ: کَیْفَ لَکَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِیَ وَ کُفِیَ وَوُقِیَ؟")

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص گھر سے نکلتے وقت کہے ”اللہ کے نام سے نکلا ہوں، اللہ پر توکل کیا، گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے“ تو اس کو کہا جاتا ہے تو ہدایت دیا گیا، کفایت کیا گیا، بچایا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔“

ابوداؤد ترمذی اور نسائی وغیرہم نے اس کو روایت کیا، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، ابوداؤد نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں "ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے ترا اس آدمی پر کیسے بس چلے گا جو ہدایت دیا گیا، کفایت کیا گیا اور اس کو بچالیا گیا۔"

لغات: ❖وقیت: وقی وقایۃً ضرب سے بمعنی کسی کی حفاظت کرنا۔

تشریح: گھر سے نکلتے وقت کی دوسری دعا کی وضاحت

ایک دوسری روایت میں یہ دعا کچھ زیادہ وضاحت سے آئی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں۔

فَتَنَحّٰی لَهُ الشَّيْطَانُ وَيَقُولُ شَيْطَانٌ آخَرُ كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ. "اس کے بعد شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے، دوسرا شیطان پہلے شیطان سے کہتا ہے کہ اس پر اب کیسے قابو کیا جاسکے گا جسے راہ راست دکھائی گئی اور غیر سے مستغنی کر دیا گیا اور تمام برائیوں سے بچالیا گیا ہے۔"

یہ دعا پڑھنا اگرچہ علماء نے مستحب لکھا ہے۔ مگر دیکھیں کہ شریعت مطہرہ کے مستحب کاموں میں بھی کتنی حفاظت ہے تو پھر سنن واجبات اور فرائض میں کتنی حفاظت ہوگی۔ یہ دعا پڑھ کر آدمی نے اللہ کی ذات پر توکل واعتماد کیا اور لاحول کے ذریعہ سے اپنے آپ کو عاجز جانا۔ اس پر اللہ کی طرف سے اس کو ہدایت کا انعام ملا، مطلب یہ ہوا کہ ہدایت نام ہے اس بات کا کہ بندہ اللہ کو یاد کرے اور اس پر اعتماد کامل رکھنے کے ساتھ اپنے تمام امور کو اللہ کی طرف سپرد کر دے۔ بقول ایک فارسی شاعر کے

کار خود را بخدا بار گذار کس نمی بینم ازیں بہتر کار

تخریج حدیث: سنن ترمذی ابواب الدعوات (باب ماجاء مایقول اذا خرج من بیته) وسنن ابی داؤد کتاب الادب (باب مایقول اذاخرج من بیته) والنسائی فی عمل الیوم و اللیلة ۸۹ ابن حبان ۸۲۲، ابن ماجة و الحاکم ۵۱۹/۱ ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

خدمت کرنے کی برکت

(۸۴) ﴿الْحَادِيْ عَشَرَ- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ"﴾ (رواه الترمذی باسنادٍ صحیح علی شرط مسلمٍ)

"يَحْتَرِفُ" يَكْتَسِبُ وَيَتَسَبَّبُ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں دو بھائی تھے ایک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا اور دوسرا کوئی کام کرتا تھا۔ چنانچہ کام کرنے والے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے بھائی کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا شائد تجھ کو اس کی وجہ سے رزق دیا جارہا ہے۔''

اسے ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ شرط مسلم پر روایت کیا ہے۔

''یَحْتَرِفُ'': کے معنی کمانا اور اسباب و وسائل اختیار کرنا ہیں۔

لغات: ❖ یحترف: احترف احترافاً بمعنی کوئی پیشہ اختیار کرنا، اہل وعیال کے لئے کمائی کرنا۔

❖ فشکا: شکا شکوٰی و شکایۃً نصر سے بمعنی شکایت کرنا۔

❖ لعل: حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے، اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔ توقع کے معنی دیتا ہے اور خوف کے معنی کے لئے بھی آتا ہے۔ کبھی اس کے شروع سے لام حذف کرکے عل بھی کہتے ہیں اور اس پر ما کافّہ لاتے ہیں جیسے لعلما اس کے معنی ہیں شائد، ہوسکتا ہے، جب یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کے معنی واجب کے ہوتے ہیں۔

تشریح: کانَ اخوانِ: ''دو بھائی تھے'' ان دونوں کے ناموں کے بارے میں محدثینؒ خاموش ہیں۔ (۱)

آدمی کو غیر ظاہری سبب سے بھی روزی دی جاتی ہے

فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ: ''ایک بھائی نے دوسرے بھائی کی شکایت کی'' یہ سمجھتے ہوئے کہ میرا بھائی نکھٹو اور کام چور ہے کہ محنت و مزدوری سے بچنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا ہے۔ اس شکایت پر آپ ﷺ نے اس بھائی کی بدگمانی دور فرمائی، اس میں دو باتیں اہم ارشاد فرمائی۔ پہلی بات دین کی خدمت کرنا یہ بڑے لوگوں کا کام ہے، ان لوگوں کو نکھٹے اور کام چور کہنا صحیح نہیں کیونکہ علم دین کو حاصل کرنا اور پھر اس کو مخلوق تک پہنچانا یہ امت کا اہم فریضہ ہے، اس لئے ایسے لوگوں کو کچھ نہ کہو ورنہ گنہگار ہوگے۔

دوسری بات ارشاد فرمائی: ''لَعَلَّکَ تُرْزَقُ'' شائد تم کو اسی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں خود محنت کرکے روزی کمارہا ہوں مگر ممکن ہے کہ اس روزی کا ذریعہ اور سبب کوئی دوسرا ہی ہے، خاص کرکے ایسے لوگ جو کہ کمزور اور ضعیف ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم کھا کر دوسرے کو بھی ان کی برکت سے روزی دے دیتے ہیں، اس لئے جو روزی کمارہا ہے اس کو احسان نہیں جتلانا چاہئے، کہ کماتا تو میں ہوں اور یہ لوگ کماتے نہیں اور کھاتے ہیں۔

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی ابواب الزہد (باب التوکل علی اللّٰہ. الحاکم فی العلم ۳۲۰، والبغوی فی المشکوٰۃ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۱/ ۲۸۱ (۲) روضۃ المتقین ۱/ ۱۲۷

(۸) بَابُ الِاسْتِقَامَةِ

استقامت کا بیان

استقامت کی تاکید کا حکم

قال اللّٰہُ تعالٰی: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ﴾ (ھود: ۱۱۲)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''(اے پیغمبر ﷺ) جیسا تم کو حکم ہوتا ہے اس پر قائم رہو۔''

تشریح: لفظ ''استقامت'' ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر اس کا مفہوم ایک عظیم الشان وسعت رکھتا ہے استقامت کہتے ہیں سیدھا کھڑا ہونا اس طرح سے کہ ذرا سا بھی جھکاؤ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہیں کسی چیز کو کوئی ماہر انجینئر اس طرح کھڑا کر دے کہ ہر طرف زاویہ قائمہ ہی رہے کسی طرف ادنیٰ میلان نہ ہو مگر وہ قائم رہے اور ہر حال میں وہ بالکل سیدی رہے یہ بہت ہی دشوار ہے مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، کسب معاش اور اس کی آمد و صرف کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہ کی قائم کردہ حدود کے اندر اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر سیدھا اس طور سے چلتا رہے کہ کسی باب کے کسی عمل اور کسی مال میں کسی ایک طرف جھکاؤ یا کمی زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ استقامت نہیں رہے گی۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ نبوت کی مدت میں اس آیت سے زیادہ سخت کوئی آیت آپ ﷺ پر نازل نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا، اس سے مراد پوری سورۃ نہیں بلکہ صرف یہی ایک آیت ہے۔ (۱)

ایک موقع پر سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اسلام کے کوئی ایسی جامع بات بتادیں کہ مجھے پھر کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ'' یعنی اللہ پر ایمان لا اور پھر اس پر استقامت حاصل کرو۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری ۶/ ۹۹۔ معارف القرآن ۶۷۱، ۶۷۰
(۲) مسلم شریف بحوالہ قرطبی

استقامت کا بدلہ جنت ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِکَةُ أَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ، نَحْنُ أَوْلِیَاؤُ کُمْ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ وَلَکُمْ فِیْهَا مَاتَشْتَهِیْ أَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَاتَدَّعُونَ نُزُلاً مِنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ﴾ (حٰمٓ السجدہ: ۳۰، ۳۲)

ترجمہ: نیز ارشاد فرمایا: ''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہی ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) نہ خوف کرو نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تمہیں وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں اور وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی۔ خدا غفور رحیم کی طرف سے مہمان نوازی ہوگی۔''

تشریح: جن لوگوں نے استقامت حاصل کی تو ان کے لئے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

استقامت کیا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے استقامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: استقامت یہ ہے کہ تم کسی کو اللہ کا شریک نہ قرار دو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استقامت کے بارے میں فرمایا: ''اَلْاِسْتِقَامَةُ اَنْ تَسْتَقِیْمَ عَلَی الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَلَا تَرُوْغَ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ'' استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو اس سے راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخلاص عمل فرمائی ہے، حضرت علی، ابن عباس رضی اللہ عنہم، حسن بصریؒ، قتادہؒ، وغیرہ فرماتے ہیں استقامت سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور فرائض کو ادا کرنا۔ مجاہدؒ اور عکرمہؒ کے بقول مرتے دم تک کلمہ توحید پر جمے رہنا۔ مقاتلؒ کے نزدیک معرفت پر قائم رہنا۔ (۱)

تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِکَةُ: خوشخبری کب ہوگی؟ ابن عباسؓ کے بقول یہ فرشتوں کا نزول موت کے وقت ہوگا۔ قتادہؒ نے فرمایا قبروں سے نکلتے وقت ہوگا۔ وکیع بن جراحؒ نے فرمایا کہ موت کے وقت قبروں سے نکلتے وقت اور پھر محشر میں جمع ہوتے وقت تین وقتوں میں ہوگی۔ ابونعیمؒ نے حضرت ثابت بنانیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حٰمٓ السجدہ کی تلاوت کی اور جب ''تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِکَةُ'' پر پہنچے تو فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ مؤمن جب قبر سے اٹھے گا تو دو فرشتے جو دنیا میں اس

کے ساتھ ہوتے تھے وہ اس کو ملیں گے اور کہیں گے کہ تم خوف اور غم نہ کرو اور جنت کی بشارت سنو۔ (۲)

وَلَکُمْ فِیْهَامَاتَشْتَهِیْ اَنْفُسُکُمْ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں بہت سی وہ نعمتیں بھی ملیں گی جس کی آدمی صرف خواہش کریگا اور وہ نعمتیں مل جائیں گی۔ (۳)

نُزُلاً مِنْ غَفُوْرِ الرَّحِیْمِ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی بہت سی نعمتیں ایسی بھی ہوں گی جو بغیر خواہش کے اس کو ملیں گی۔ (۴)

---

(۱) تفسیر مظہری ۱۰/۲۷۹۔ تفسیر ابن کثیر ۴/۱۰۶ (۲) تفسیر مظہری ۱۰/۲۸۰، ابن کثیر ۴/۱۰۶
(۳) معارف القرآن ۷/۶۵۰، تفسیر مظہری ۱۰/۲۸۱ (۴) معارف القرآن ۷/۶۵۰ تفسیر مظہری ۱۰/۲۸۱
(۵) معارف القرآن ۷/۶۵۱، تفسیر مظہری ۱۰/۲۸۱

استقامت والے جنتی ہیں

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُوْنَ اُولٰئِکَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِیْنَ فِیْهَا جَزَاءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (احقاف: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: نیز فرمایا: ”جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار خدا ہے پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمناک ہوں گے یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

تشریح: علماءؒ فرماتے ہیں کہ استقامت تو ایک مختصر لفظ ہے مگر شرائع اسلامیہ کو جامع ہے جس میں تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات ومکروہات سے اجتناب دائمی طور پر شامل ہے۔ علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ ”ربنا اللہ“ کہنا جب ہی صحیح ہوسکتا ہے جب کہ وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال ہر قدم میں اللہ تعالیٰ کی زیر تربیت ہوں مجھے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں آسکتا اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان طریق عبادت پر مضبوط و مستقیم رہے کہ اس کا دل اور بدن دونوں اللہ کی عبادت سے انحراف نہ کریں۔ (۱)

اُولٰئِکَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ: استقامت والے کے لئے جنت کا وعدہ کیا جارہا ہے کہ انہوں نے دنیا میں استقامت کے ساتھ زندگی گذاری جب اس سے ہٹانے کی ہر طرف سے کوشش ہوتی تھی، اب قیامت میں اس کا بدلہ جنت کی صورت میں دیا جائے گا۔

(اس آیت کی مزید وضاحت ماقبل آیت میں گذر چکی ہے)

---

(۱) تفسیر کشاف

ایمان پر استقامت ہی کامیابی ہے

(۸۵) ﴿وَ عَنْ أَبِیْ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، وَقِیْلَ: أَبِیْ عَمْرَةَ سُفْیَانَ بِنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْ: لِیْ فِی الاِسْلَامِ قَوْلاً لاَ أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَیْرَکَ. قَالَ: "قُلْ: آمَنْتُ بِاللّٰهِ: ثُمَّ اسْتَقِمْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتائیے کہ آپ ﷺ کے بعد پھر کسی سے سوال کرنے کی ضرورت نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہو میرا اللہ پر ایمان ہے پھر اس پر استقامت اختیار کر۔''

تشریح: ایمان لاؤ اور پھر اس پر استقامت اختیار کرو

قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ: استقامت کی بحث پہلے گذر چکی ہے، یہاں مطلب یہ ہے کہ اسلام کے اوامر و نواہی پر اسلام لانے کے بعد انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ جمے رہنا اور احکام، فرائض، سنن پر عمل کرتے رہنا۔ یعنی ایمان لانے کے بعد عمل بھی ساتھ میں ہو اس لئے کہ عمل ایمان کا ثمرہ اور تتمہ ہے، جس طرح وہ درخت جس میں کوئی پھل نہ ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں اسی طرح عمل کے بغیر ایمان کی اہمیت نہیں، استقامت کمال ایمان کی علامت ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی موت تک کرتا رہے بلکہ روز بروز اس میں اضافہ کرتا رہے اسی بارے میں قرآن کی یہ آیت بھی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا. (۱)

ترجمہ: ''بیشک جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر جمے رہے۔'' خلاصہ یہ ہوا کہ استقامت اس کو کہتے ہیں کہ آدمی ایمان پر جمارہے اور اس کا انتقال بھی ایمان کی حالت میں ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ مسلم کتاب الایمان (باب جامع اوصاف الاسلام)، و ترمذی، نسائی، رواہ ابن ماجہ ایضاً۔

راوی حدیث حضرت سفیان بن عبداللہؓ کے مختصر حالات:

نام: سفیانؓ، کنیت ابوعمرو یا ابوعمرہؓ دونوں ہیں، ان کے والد کا نام عبداللہ تھا یہ طائف کے مشہور قبیلہ بنوثقیف سے تعلق رکھتے تھے حضرت عمرؓ نے عثمان بن ابی العاصؓ کو معزول کر کے ان کو عامل بھی بنا دیا تھا، ان کی صرف یہی روایت ہے، جو مسلم کے علاوہ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔

---

(۱) سورۃ حم، السجدۃ آیت ۳۰ (۲) روضۃ المتقین ۱/۱۲۹

اللہ کی رحمت ہی پر جنت میں دخول ممکن ہے

(۸۶) ﴿وَ عَنْ أَ بِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه عنه: قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا، وَاعْلَمُوْا أَنَّهُ لَنْ یَّنْجُوَ أَحَدٌ مِنْکُمْ بِعَمَلِهِ" قَالُوْا: وَلاَ أَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: "وَلاَ أَنَا إِلَّا أَنْ یَتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ"﴾ (رواه مسلم)

و "المقاربةُ": القَصْدُ الذی لا غُلُوَّ فیه وَلاَ تَقْصِیْرَ. وَ "السِّدَادُ": الاستقامةُ و الإ صَابةُ، وَ "یتغَمَّدَنِیْ" یُلْبِسُنِی وَ یَسْتُرُنِیْ. قَالَ العُلَماءُ: مَعْنَى الإسْتِقَامَةِ: لُزُوْمُ طاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی، قَالُوْا: وَهِیَ مِنْ جَوَامِعِ الْکَلِمِ وَهِیَ نِظَامُ الأُمُوْرِ، وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْق.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام پر سیدھے رہو اور مضبوطی اختیار کرو یاد رکھو! تم میں سے کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔''

مقاربہ: کے معنی ہیں اعتدال کی راہ جس میں نہ غلو اور نہ ہی تقصیر ہو، سداد: کے معنی ہیں استقامت اور درستی، یتغمدنی: مجھے پہنائے اور ڈھانپ لے۔ علماء نے فرمایا ہے استقامت کے معنی ہیں رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کا اہتمام کرنا، انہوں نے کہا یہ جوامع الکلم میں سے ہے۔ معاملات کا نظم اسی سے وابستہ ہے۔ (وباللہ التوفیق)

لغات: ❖ یتغمدنی: غمده و تغمده بمعنی قصور چھپانا۔ تَغَمَّدَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ: اپنی رحمت میں چھپا لینا۔

تشریح: آدمی اللہ ہی کی رحمت سے جنت میں داخل ہوگا

اِنَّهُ لَنْ یَّنْجُوَ اَحَدٌ مِنْکُمْ بِعَمَلِهِ: تم میں سے کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل کے بل بوتے پر جنت میں داخل نہیں ہوگا جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے داخل ہوگا۔ یہ حدیث شریف اہل سنت والجماعت کے مذہب کی دلیل ہے کہ اعمال کی وجہ سے آدمی جنت کا مستحق نہیں ہوگا، جنت میں دخول صرف اور صرف اللہ جل شانہ کے فضل اور رحمت سے ہی ہوگا۔[1]

سوال: قرآن میں آتا ہے کہ "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" کہ قیامت میں کہا جائیگا جنت میں داخل ہو جاؤ! اپنے اعمال کے سبب۔

اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کے بل بوتے پر جنت میں داخل ہوگا۔

اس سوال کے کئی جوابات محدثینؒ نے دیئے ہیں ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ اعمال دخول جنت کے لئے سبب بن رہے ہیں مگر اس سے پہلے ایمان، ہدایت، اخلاص وغیرہ یہ سب تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہی سے ہوا ہے تو گویا کہ دخول جنت بھی اسی رحمت اور فضل سے ہوا اگر اس سے پہلے یہ فضل نہ ہوتا تو ان سب چیزوں کی توفیق کیسے ملتی۔ (۲)

دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ دخول تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل سے ہوگا مگر اس کے منازل عالیہ اعمال کے اعتبار سے ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: مسلم کتاب المنافقین (باب لن یدخل احد الجنة بعمله)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی

(۲) دلیل الفالحین ۲۸۳/۱

(۳) روضۃ المتقین ۱۲۹/۱

(۹) بَابٌ فِی التَّفَكُّرِ فِیْ عَظِیْمِ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ فَنَاءِ الدُّنْیَا وَ اَهْوَالِ الآخِرَةِ وَسَائِرِ اُمُوْرِ هِمَا وَتَقْصِیْرِ النَّفْسِ وَتَهْذِیْبِهَا وَحَمْلِهَا عَلَی الإِسْتِقَامَةِ"

اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات میں غور وفکر کرنے، دنیا کے فنا ہونے، آخرت کی ہولناکیوں اور دنیا و آخرت کے تمام امور، نفس کی کوتاہی اور اس کی اصلاح وتہذیب اور اس کو استقامت پر آمادہ کرنے کا بیان

اللہ کی مخلوق کی عظمتوں کے بارے میں غور وفکر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا﴾ (سبا: ٤٦)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خدا کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ اور غور کرو۔"

تشریح: اس آیت میں اہل مکہ پر حجت تام کرنے کے لئے ان کو ایک درمیانی راہ بتائی جارہی ہے کہ تم ایک کام کرو کہ خود اس نبی ﷺ کے بارے میں عقل سے سوچو کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا۔ (۱)

تَقُوْمُوْا: اس سے مراد کھڑا ہونا نہیں ہے بلکہ یہ ایک محاورہ ہے کہ کام کا پورا اہتمام کرو، غور کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں:

❶ خلوت وتنہائی میں خود غور کرنا اور سوچنا۔

❷ اپنے احباب واکابر سے مشورہ کرنا۔ مگر اس میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ مَثْنٰی: دو، دو ہو یعنی زیادہ ہجوم نہ ہو کیونکہ جب زیادہ لوگ ہوں گے پھر بھی آدمی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچتا (۲) مگر اس میں ایک شرط لگائی گئی ہے کہ لِلّٰہ کہ یہ اللہ کے لئے ہو اس کو راضی کرنے کے لئے اور پچھلے خیالات وعقائد سے خالی الذہن ہو کر حق کی تلاش کریں تو ضرور ان کو حق مل جائے گا۔ اور ان کی عقل ضرور اسی بات کی گواہی دے گی کہ یہ نبی کوئی پاگل اور دیوانہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کے چالیس سال اسی قوم کے اندر گذرے، وہ اس کے ایک ایک عمل کو جانتے ہیں، پھر ایک دم وہ کلمۂ توحید "لا الله الا الله" کی دعوت دیتے ہیں تو لازماً یہ وحی کے ذریعہ سے ہوگا۔ (۳)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/۵۵۱
(۲) تفسیر معارف القرآن ۶/۳۱۰
(۳) تفسیر مظہری ۹/۴۸۷

کائنات میں غور وفکر کا بیان

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَآیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ، الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ﴾ (آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اے پروردگار! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے۔''

شان نزول

حضرت عطاء بن رباحؒ ایک موقع پر حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ ﷺ کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو وہ مجھے بتلائے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کی تمام شان ہی عجیب تھی ہاں ایک عجیب بات یہ

ہے کہ ایک رات آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ لیٹ گئے اور فرمایا کہ مجھے اجازت دو کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں، پھر آپ ﷺ بستر سے اٹھے وضوفرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، قیام فرمایا، اس قدر روئے کہ آنسوسینہ مبارک پر بہنے لگے پھر رکوع فرمایا اس میں بھی روئے، سجدہ کیا اس میں روئے، یہاں تک کہ صبح بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور نماز کی اطلاع دی۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ اس قدر روئے حالانکہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ اور میں کیوں نہ روتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج رات ہی مجھ پر یہ آیات نازل فرمائی: "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ الخ" (۱)

وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ: تفکر کہتے ہیں کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرنے کو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ غور وفکر کرنا یہ بھی عبادت ہے، اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ" ایک گھڑی کی غور وفکر پوری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے غور وفکر کو افضل عبادت فرمایا ہے، حضرت حسن بن عامرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایمان کا نور اور روشنی غور وفکر ہے، سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ غور وفکر ایک نور ہے جو ترے دل میں داخل ہورہا ہے۔ بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں تفکر کرتے تو معصیت ونافرمانی نہ کرسکتے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر معارف القرآن ۲/۲۶۱ (۲) تفسیر ابن کثیر ۱/۴۴۷

عقل والوں کے لئے مثالیں

قَالَ تَعَالٰى: ﴿أَفَلَا يَنْظُرُوْنَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَإِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾ (غاشية: ۱۷ تا ۲۱)

ترجمہ: نیز فرمایا: "یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے عجیب پیدا کئے گئے ہیں اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی، تو تم نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہی ہو۔"

تشریح: اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ: علامہ قتادہؒ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کی چیزوں کے اوصاف بیان فرمائے تو گمراہ لوگوں کو تعجب ہوا۔ اور انہوں نے اس کی تکذیب کی تو اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یا جب "سُرُرٌ مَرْفُوْعَةٌ" نازل ہوئی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ ان بلند تختوں پر ہم کیسے بیٹھیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

اِلَى الاِبِلِ: اونٹ پر غور کرنے کو کہا گیا کہ جو اس اونٹ پر غور کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بھی آسانی سے سمجھ سکے گا، اونٹ کتنا عظیم الجثہ جانور ہے اور اس اونٹ سے عربوں کی مناسبت بھی بہت تھی عموماً غریب سے غریب آدمی بھی اس کو پالتا تھا، تو کہا جارہا ہے اونٹ بھی تو اونچا جانور ہے مگر اس پر چڑنے کے لئے سیڑھی لگانا نہیں پڑتی۔ قدرت نے اس کے پاؤں میں دو گھٹنے دے دیئے یعنی ہر پاؤں میں دو گھٹنے بنادیئے کہ وہ اس کو طے کر کے بیٹھ جاتا ہے اس وجہ سے اس پر چڑھنا اور اترنا آسان ہوجاتا ہے اسی پر جنت کو بھی قیاس کرلو۔ (۲)

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ: پانی کو زمین پر بہایا گیا تو وہ ہلنے لگی تو اس پر پہاڑوں کو کھڑا کردیا گیا تاکہ وہ جم جائے اس میں منافع بھی رکھ دیئے۔ (۳)

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ: کہ زمین کو کس طرح بچھایا گیا یہی حالت جنت کی مسندوں کی ہوگی۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میرے سوا کوئی اونٹ کی طرح پیدا کرسکتا ہے؟ اور آسمان کی طرح کوئی بلند کرسکتا ہے اور پہاڑوں کی طرح جما کرسکتا ہے اور زمین کی طرح بچھا سکتا ہے۔ (۴)

فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ: کہ ان چیزوں پر غور کرو، آپ ﷺ کو تسلی ہے کہ آپ ﷺ کے ذمہ تبلیغ و نصیحت کرنا ہے ان کا حساب کتاب اور جزا و سزا سب ہمارا کام ہے۔ (۵)

(۱) تفسیر مظہری ۱۲/۳۹۱ (۲) تفسیر معارف القرآن ۸/۷۳۲
(۳) تفسیر ابن کثیر ۴/۵۳۸ (۴) تفسیر مظہری ۱۲/۳۹۳
(۵) تفسیر معارف القرآن ۸/۷۳۳، وابن کثیر ۴/۵۳۸

اپنا محاسبہ کرنا ضروری ہے

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿أَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الاَرْضِ فَيَنْظُرُوا. الآية﴾ (محمد: ۱۰)

والآيَاتُ فِى الْبَابِ كَثِيْرَةٌ. وَمِنَ الآحَادِيْثِ اَلْحَدِيْثُ السَّابِقُ: "الكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ"

ترجمہ: نیز فرمایا: ''کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے۔ اس مضمون کی آیات کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور احادیث سے گذشتہ ابواب میں مذکورہ حدیث کہ سمجھ دار وہ انسان ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے باب کے مضمون کے موافق ہے۔''

تشریح: علماء تاریخ فرماتے ہیں کہ عرب میں چلنے پھرنے کا رواج نہیں تھا اس آیت میں اہل مکہ کو خطاب فرما کر کہا جارہا ہے استفہام انکاری کے طور سے کہ تم نے قوم عاد و ثمود کی بستیاں کیا نہیں دیکھی وہ تو مکہ کے قریب ہی ہیں کہ ان کے مضبوط مضبوط قلعوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعہ سے کیسے اکھاڑ پھینکا۔ ان سے عبرت حاصل کرو وہ خود بھی مضبوط تھے اور ان

کے مقامات بھی بہت ہی مضبوط تھے جب اللہ کا عذاب آیا تو نہ وہ بچ سکے اور نہ ہی ان کے مکانات ان کو پناہ دے سکے۔ (۱)

(۱) تفسیر قرطبی

(۱۰) بَابٌ فِي الْمُبَادَرَةِ إِلَى الْخَيْرَاتِ، وَحَثِّ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الْإِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

نیکیوں کی طرف جلدی کرنے اور طالب خیر کو اس بات پر آمادہ کرنے کا بیان کہ وہ نیکی کو بغیر کسی تردد کے پوری توجہ اور محنت کے ساتھ اختیار کرے

نیکیوں کی طرف آمادہ ہونے کے بارے میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (بقرہ: ۱۴۸)

ترجمہ: ارشاد خدوندی ہے: ”تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔“

تشریح: اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مختلف قوموں کے مختلف قبلوں میں کوئی ایک دوسرے کے قبلہ کو تسلیم نہیں کرتا ہر ایک اپنے ہی قبلہ کو حق کہتا تھا، تو اب اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ اپنے قبلہ (مکہ) کو حق ہونے کو ان مشرکین کو سمجھانا جب کہ وہ عناد پر ہو کوئی فائدہ نہیں اصل کام میں لگ جاؤ، وہ کام ہے نیک کاموں میں دوڑ دھوپ اور آگے بڑھنے کی کوشش۔ کیونکہ فضول بحثوں میں وقت ضائع کرنا اور ”مُسَابَقَتُ اِلَى الْخَيْرَاتِ“ میں سستی کرنا عموماً آخرت سے غفلت کے سبب ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو اپنی آخرت اور انجام کی فکر درپیش ہو وہ کبھی بھی فضول بحثوں میں نہیں الجھتے بلکہ وہ تو اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ (۱)

(۱) تفسیر معارف القرآن ۱/۳۸۹، وتفسیر مظہری ۱/۲۵۱

نیک اعمال کی طرف سبقت کے بیان میں

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَسَارِعُوا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے جوڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

تشریح: "وَسَارِعُوْا إِلٰى مَغْفِرَةٍ" ''مغفرت'' سے یہاں پر مراد اسباب مغفرت ہے، اس کی مفسرینؒ نے مختلف تعبیریں فرمائی ہیں مثلاً ابن عباسؓ نے فرمایا مراد اسلام ہے، حضرت عکرمہؒ کے بقول توبہ رجوع الی اللہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ادائے فرض ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مراد نماز کی تکبیر اولیٰ ہے، بقول ضحاکؒ جہاد ہے، ان تمام اقوال سے مقصود اعمال صالحہ ہیں جو مغفرت الٰہی کا باعث اور سبب بنتے ہیں۔ (۱)

"عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ": یہ کلام بطور تمثیل کے ہے حقیقت میں مراد نہیں ہے کیونکہ عام لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ وسعت زمین و آسمان کی ہوتی ہے اس لئے اس سے تعبیر کردیا گیا حالانکہ جنت کی وسعت تو اس سے بھی بہت زیادہ ہوگی، جب جنت کا عرض اتنا لمبا ہے تو اب اس کے طول کا حال خدا جانے کتنا ہوگا۔ بعض لوگوں نے عرض کو طول کے مقابلہ میں نہیں کہا بلکہ عرض کو ثمن یعنی قیمت کے معنی میں لیا ہے۔ (۲) جیسے امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْعَرَضَ هٰهُنَا مَايُعْرَضُ مِنَ الثَّمَنِ فِيْ مُقَابَلَةِ الْمَبِيْعِ اَیْ ثَمَنُهَا لَوْ بِيْعَتْ كَثَمَنِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ عَظِيْمُ مِقْدَارِ هَا وَجَلَالَةُ خَطَرِهَا وَاِنَّهٗ لَا يُسَاوِيْهَا شَيْئٌ وَاِنْ عَظُمَ.

ترجمہ: ''ابومسلمؒ کہتے ہیں کہ عرض سے مراد آیت میں وہ چیز ہے جو مبیع کے مقابلہ میں بطور قیمت پیش کی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض جنت کی قیمت لگائی جائے تو سارا آسمان و زمین کے بقدر قیمت ادا کرنی ہوگی یہ جنت کی عظمت اور جلالت کی قدر کا بیان ہے۔'' (۳)

(۱) زادالمسیر ۲/۲۹۔ تفسیر معارف القرآن ۲/۱۸۱

(۲) تفسیر مظہری ۲/۳۶۳، وتفسیر معارف القرآن ۲/۱۸۲

(۳) تفسیر کبیر۔ وزادالمسیر ۲/۲۹

نیک اعمال کرنے میں جلدی کرنے کے بیان میں

وَأَمَّا الْاَحَادِيْثُ:

(۸۷) ﴿فَالاَوَّلُ: عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فَسَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِی كَافِرًا أَوْيُمْسِی مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا.﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک کاموں کے کرنے

میں جلدی کرو عنقریب تاریک رات کے حصوں کے مانند فتنے رونما ہوں گے، صبح کے وقت آدمی ایماندار ہے تو شام کو کافر ہوجائیگا اور شام کو ایماندار ہے تو صبح کو کافر ہوجائے گا، دنیا کے مال ومتاع کے لئے دین کوفروخت کردے گا۔"

لغات: ❖ بادروا: بادر مبادرةً مفاعله سے کسی چیز کی طرف لپکنا، جلدی کرنا۔

❖ قطع: قطع قطعًا فتح سے بمعنی کاٹنا، علیحدہ وجدا کرنا۔

❖ بعرضٍ: العرضُ بمعنی اسباب، سامان جمع عروض۔

تشریح: بَادِرُوا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ: نیک کاموں میں جلدی کرو۔

اس میں ترغیب ہے کہ آدمی اپنی مشغولیت اور معذوریت کے آنے سے پہلے پہلے نیک اعمال کرلے۔ (۱)

عنقریب ہولناک فتنے ہوں گے

فَسَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ: عنقریب تاریک رات کے حصوں کے مانند فتنے رونما ہوں گے۔

اس میں قرب قیامت کی علامت کا بیان ہے کہ قیامت کے قریب پے درپے فتنوں کا ظہور ہوگا اور وہ فتنے ایسے ہولناک ہوں گے کہ آدمی اپنے دین وایمان کو بھی بھول جائے گا پھر دنیا کے حاصل کرنے کی دوڑ میں ایسا لگے گا کہ دنیوی مفادات کے حاصل کرنے کے لئے اپنے دین وایمان کا بھی سودا کرنے میں بھی کوئی تأمل نہیں کرے گا، ایسے حالات میں جناب رسول اللہ ﷺ ایمان والوں کو تلقین فرمارہے ہیں کہ ایسے وقت میں اعمال صالحہ میں تاخیر نہ کرنا بلکہ اس کو جلدی سے جلدی کرنے کی کوشش کرنا۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم كتاب الايمان (باب الحث على المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتنة) تحفة الاشراف ۱۳۹۹۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۳۳

نبی کریم ﷺ کا صدقہ میں جلدی کرنا

(۸۸) ﴿الثانی: عَنْ أَبِیْ سِرْوَعَةَ (بكسر السين المهملة وفتحها) عَقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ إِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأٰى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ

سُرْعَتِهِ، قَالَ: "ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ" (رواه البخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: "كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ" "التِّبْرُ" قِطَعُ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ.

ترجمہ: "حضرت ابوسروعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سین کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز ادا کی آپ ﷺ نماز سے سلام پھیر کر تیزی سے کھڑے ہوگئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی کسی عورت کے حجرے میں تشریف لے گئے اور لوگ آپ ﷺ کی تیزی دیکھ کر گھبرا گئے، چنانچہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو محسوس کیا کہ لوگ میری تیزی سے سخت متعجب ہیں، آپ نے فرمایا مجھے خیال گذرا کہ ہمارے ہاں سونے کی ایک ڈلی ہے، تو میں نے اس کے بند رکھنے کو معیوب جانا اور اس کے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔"

بخاری کی ایک روایت میں ہے صدقات سے گھر میں سونے کا ایک ٹکڑا رہ گیا تھا اس کا میرے گھر میں رات بھر رہنا مجھے ناگوار گزرا۔

"التبر" سونے یا چاندی کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ وراء: وَرَاءَ الْإِنْسَانِ بمعنی پیچھے یا آگے مذکر ومؤنث ہے اور یہ سوی کے معنی بھی دیتا ہے جیسے کہتے ہیں: "مَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذَالِكَ" جو شخص اس کے سوا طلب کرے۔

❖ تخطی: تخطی تخطیًا بمعنی آگے گذر جانا، سبقت کرنا۔

❖ رقاب: جمع ہے الرقبة کی بمعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصّہ (گدی)

❖ فزع: فزع فزعًا سمع سے بمعنی دہشت زدہ ہونا، خائف ہونا۔

❖ سرعته: سرع سرعةً سمع سے بمعنی جلدی کرنا۔

❖ تبر: التبر بمعنی سونے کا ڈھیلا جو نہ ڈھلا ہوا ہو، واحد تبرة آتا ہے۔

تشریح: ضرورت کے وقت لوگوں کی گردنیں پھلانگنا جائز ہے

فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ إِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ: "آپ ﷺ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے کسی بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے" علماءؒ نے لکھا ہے عام حالات میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آنا جانا ناپسندیدہ عمل کہا گیا ہے لیکن خاص حالات میں کسی خاص ضرورت کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ اگر ضرورت ہو تو سلام پھیرنے کے فوری بعد اٹھ سکتے ہیں۔ (۱)

ففزع الناس من سرعته: لوگ آپ ﷺ کی اس تیزی کو دیکھ کر گھبرا گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً آپ ﷺ سکون اور آرام سے چلتے تھے اس روز آپ ﷺ جلدی میں تشریف لے گئے تو ضرورت کی وجہ سے جلدی چلنا جائز ہے۔

ابن عربیؒ فرماتے ہیں اعتدال کی چال چلنا یہ سنت ہے زیادہ آہستہ یا زیادہ تیز چلنا یہ پسندیدہ نہیں ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه احمد (۱۶۱۵۱) صحیح البخاری کتاب الآذان (باب من صلی بالناس فذکر حاجة فتخطا هم.

راوی حدیث حضرت عقبہ بن الحارثؓ کے مختصر حالات:

نام: عقبہؓ، کنیت ابوسروعۃ، والد کا نام حارث تھا، ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے عقبہ بن الحارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف بن قصی القرشی، النوفلی، علامہ نوویؒ نے ان کی کنیت ابوسروعۃ کہی ہے باقی اسماء الرجال والے فرماتے ہیں ابوسروعۃ ان کے بھائی کا نام ہے فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، عقبہ بن الحارث سے بخاری شریف میں تین روایات ہیں۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۳۴ (۲) روضۃ المتقین ۱/۱۳۴

دخول جنت کے شوق میں جلدی کرنا

(۸۹) ﴿الثَّالِثُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: "فِي الْجَنَّةِ" فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی نے غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اگر میں قتل ہو جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ فرمایا جنت میں، چنانچہ اس نے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں پھر لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔“

لغات: ❖ أين: اسم ظرف ہے کہاں کے معنی دیتا ہے جیسے کہیں این یوسف؟ یوسف کہاں ہے اور معنی شرط کو متضمن ہو کر دو فعلوں کو جزم دیتا ہے خواہ ما: اس کے ساتھ ملحق ہو یا نہ ہو جیسے ”این یا اینما تقف اقف“ تو جہاں کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا۔

❖ تمرات: بمعنی خرما، واحد تمرۃ جمع تمرات و تمور و تمرانٌ آتی ہیں۔

تشریح: صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کا شوق

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ يَوْمَ أُحُدٍ: آدمی سے مراد حضرت عمرو بن الحمام بن الجمدح بن حرام الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

فَأَيْنَ أَنَا؟ کہ اگر میں اس غزوہ احد میں شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟

قَالَ فِي الْجَنَّةِ: فرمایا جنت میں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا شوق شہادت اور شوق جنت تھا۔

قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ: لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جو شخص سچے دل سے شہادت کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اس کو شرف شہادت نصیب فرمادیتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه احمد و بخاری کتاب المغازی (باب غزوة احد)، مسلم کتاب الامارة (باب ثبوت الجنة للشهید) رواه ابن حبان ٤٦٥٣، و البیهقی ٩/٤٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین

کس صدقہ میں زیادہ ثواب ہے؟

(۹۰) ﴿الرَّابِعُ: عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَیُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: "أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنَی، وَلَا تُمْهِلُ حَتَّی إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ. قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ"﴾

(متفق علیه)

"الحلقومُ": مَجْرَی النَّفَسِ. وَ"الْمَرِیْءُ": مَجْرَی الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس قسم کے صدقہ کا ثواب زیادہ ہے؟ فرمایا تندرستی، بخل کی موجودگی، افلاس کے ڈر اور غنا کی امید کی حالت میں صدقہ خیرات کرنا اور صدقہ کرنے میں سستی نہ کیجئے یہاں تک کہ جب سانس حلق کی طرف آنے لگے تو پھر تو کہنا شروع کرے کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا حالانکہ وہ فلاں کا ہو چکا۔''

حلقوم: سانس کی گزرگاہ۔ المریء: کھانے پینے کی گزرگاہ۔

لغات: ❖ صحیح: بمعنی تندرست عیب سے پاک، قابل اعتماد جمع اصحاء و صحاح و اصحة۔

❖ شحیح: بمعنی بخیل حریص۔ جمع شحاح و اشحة۔

❖ الحلقوم: گلا جمع حلاقیم۔

تشریح: کون سے صدقہ کا ثواب سب سے زیادہ ہے

جَاءَ رَجُلٌ: ایک آدمی آیا۔ اس کے نام کے بارے میں بھی محدثینؒ خاموش ہیں، ابن حجرؒ نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ابوذر

رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہو۔ (۱)

أَیُّ الصَّدَ قَۃِ اَعْظَمُ اَجْرًا: کس قسم کے صدقہ کا ثواب سب سے زیادہ ہے، دوسری روایت میں ہے "أَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ."

أَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ: کہ تم تندرست اور بخل کی موجودگی اور افلاس کے ڈر کی حالت میں ہو ایک دوسری روایت میں ہے "وَاَنْتَ صَحِیْحٌ حَرِیْصٌ." کہ آدمی اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں تھوڑا سا بھی مال صدقہ کرے یہ افضل ہے کیونکہ صدقہ اللہ کی ذات پر اعتماد اور توکل کے ساتھ کریگا اس کو معلوم ہے کہ ہوسکتا ہے اس مال کی کل اس کو ضرورت پیش آجائے۔ اس کے باوجود وہ صدقہ کر رہا ہے۔

تندرستی میں صدقہ دینے کی فضیلت

وَلَاتَمْهَلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَلِفُلَانٍ کَذَا. "سستی نہ کریں یہاں تک سانس حلق میں چلی جائے پھر کہنے لگے کہ فلان کو اتنا فلان کو اتنا" اس میں ترغیب ہے کہ موت تک سستی نہ کی جائے جس وقت خیال آئے اسی وقت صدقہ کردے۔ ایک دوسری روایت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

لَاَنْ یَتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِیْ حَیَاتِهٖ بِدِرْهَمٍ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِمِائَةٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ. (۲)

تندرستی میں ایک درہم کا صدقہ مرتے وقت کے سو درہم سے بہتر ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَوْ یُعْتِقُ کَا لَّذِیْ یَهْدِیْ اِذَا شَبِعَ. (۳)

ترجمہ: "اس شخص کی مثال جو اپنی موت کے وقت صدقہ کرے یا غلام آزاد کرے اس شخص کی طرح ہے جو کسی کو ایسے وقت میں تحفہ دے جب کہ اس کا پیٹ بھر چکا ہو۔"

دوسری بات یہ ہے کہ موت کے وقت میں اس کے مال میں وارثوں کا حق بن جاتا ہے بلکہ اگر وہ اس وقت میں صدقہ بھی کرنا چاہے تو صرف تہائی مال ۱/۳ سے زیادہ نہیں کرسکتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه بخاری کتاب الزکاة (باب ایُّ الصدقة افضل) و کتاب الوصایا (باب الصدقة عند الموت) و مسلم کتاب الزکاة (باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح) اخرجه احمد و النسائی و ابن ماجة و ابن حبان و ابن خزیمة و البیهقی و مشکوٰة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری (۲) ابوداؤد شریف (۳) ترمذی۔ نسائی۔ دارمی

حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری

(۹۱) ﴿اَلْخَامِس: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ سَيْفاً يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: "مَنْ يَأْخُذُمِنِّي هٰذا؟ فَبَسَطُوا أَيْدِيَهُم، كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ يَقُولُ: أَنَا أَنَا. قَالَ: "فَمَنْ يَأْخُذُهُ بِحَقِّهِ؟" فَأَحْجَمَ الْقَوْمُ، فَقَالَ أَبُوْ دُجَانَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَا آخُذُهُ بِحَقِّهِ فَفَلَقَ بِهِ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

(رواه مسلم)

اِسْمُ اَبِي دُجَانَةَ: سِمَاكُ بْنُ خَرْشَةَ. قَوْلُهُ: "أَحْجَمَ الْقَوْمُ": أَيْ تَوَقَّفُوْا. وَ "فَلَقَ بِهِ": أَيْ شَقَّ، "هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ": أَيْ رُؤُوْسَهُمْ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے دن تلوار اٹھائے ہوئے فرمایا کون مجھ سے یہ تلوار لیتا ہے؟ ہر شخص نے تلوار لینے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا مجھے دیجئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ کون لیتا ہے؟ اس پر تمام لوگ رک گئے، حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں لیتا ہوں اس کے حق کے ساتھ، چنانچہ اس نے تلوار کو پکڑا اور اس کے ساتھ مشرکوں کی گردنیں کاٹ ڈالیں۔'' (مسلم)

ابودجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے۔

اَحْجَمَ الْقَوْمُ: کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے توقف کیا فَلَقَ پھاڑا، چیرا "ھام المشرکین": مشرکوں کے سر یعنی کھوپڑیاں۔

لغات: ❖ فاحجم: المحاجم ڈرنے کا خوگر۔ خوف کی وجہ سے پیچھے ہٹنے والا۔

❖ ففلق: فلق فلقاً ضرب سے بمعنی پھاڑنا۔

❖ ھام: الھامۃُ بمعنی ہر چیز کی چوٹی سر دھڑ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جمع ھام و ھامات۔

تشریح: آپ ﷺ کی تلوار کو ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا

فاحجم القوم: لوگ رک گئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی بزدلی کی وجہ سے نہیں رکے بلکہ اس لئے رکے کہ کہیں اس کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے، شروع میں تو آپ ﷺ نے بغیر شرط کے اس تلوار کو دینے کا اعلان فرمایا تھا تو ہر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لینے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ مگر جب شرط لگائی تو اب اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں آپ ﷺ کی منشاء پوری نہ ہو اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رک گئے اور ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو لے لیا۔

اس کے بعد بعض روایات میں آتا ہے کہ ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تلوار کو لے کر ایک سرخ پٹی نکالی اور اس پٹی کو

سر پر باندھ لیا اور انصار نے کہا کہ ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے، اس کے بعد ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب بہادری کے ساتھ جنگ کی، جو بھی سامنے آتا تھا وہ قتل ہوجاتا تھا۔ (۱)

اور ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے

انا الذی عاهد نی خلیلی ونحن بالسفح لدی النخیل

اقوم الدهر فی الکیول اضرب بسیف الله و الرسول

تخریج حدیث: مسلم کتاب فضائل الصحا بة رضی الله تعالیٰ عنهم (باب من فضائل ابی دجانة سماک بن خرشة) واخرجه امام احمد فی مسنده ۱۲۲۳۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم شریف

(۲) دلیل الفالحین ۱/ ۲۹۷

قرب نبی کا زمانہ بہتر زمانہ ہے

(۹۲) ﴿اَلسَّادِسُ: وَ عَنِ الزُّ بَیْرِ بْنِ عَدِیٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: أَ تَیْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَكَوْنَا اِلَیْهِ مَا نَلْقٰی مِنَ الْحَجَّاجِ. فَقَالَ: "اِصْبِرُوْا فَاِنَّهُ لَا یَأْ تِیْ زَمَانٌ اِلَّا وَالَّذِیْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِنْهُ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّكُمْ" سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِیِّكُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، ہم نے ان کے پاس حجاجؒ کے مظالم کا شکوہ کیا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا صبر سے کام لو اس لئے کہ جو وقت آرہا ہے اس سے پیچھے آنے والا وقت پہلے سے زیادہ خراب ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملوگے، میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔“

تشریح: آنے والا زمانہ موجودہ دور سے بھی بدتر ہوگا

لَایَاتِیْ زَمَانٌ اِلَّا وَ الَّذِیْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِنْهُ: اس لئے کہ جو وقت آرہا ہے اس سے پیچھے آنے والا وقت پہلے سے زیادہ خراب ہوگا۔ اس حدیث میں پیشین گوئی ہے کہ حالات دن بدن خراب سے خراب تر ہی ہوتے جائینگے۔ اسی اعتبار سے حکمراں بھی ایک دوسرے سے ظالم آتے رہیں گے، ایسے حالات میں حکمران کو ان کے حال پر چھوڑ کر اپنی اصلاح کی فکر کرے اور اپنی آخرت کو سنوارنے کی سوچے اور حکمراں کے ظلم پر صبر سے کام لے۔

اس حدیث پر ایک سوال اور اس کے دو جواب

سوال: کیا ہر زمانہ پہلے والے سے برا ہوگا۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ حجاج بن یوسفؒ کے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ کا زمانہ آیا اور بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدیؒ کا زمانہ آئے گا۔ یہ زمانے تو اچھے ہوں گے۔

اس سوال کے کئی جوابات محدثینؒ نے دیئے ہیں۔ مثلاً:

پہلا جواب: اس حدیث کو اکثریت پر محمول کریں گے کہ اکثر ایسا ہی ہوگا کہ بعد کا زمانہ پہلے کے زمانے سے برا ہوگا۔

دوسرا جواب: بعض نے جواب یہ دیا کہ حجاجؒ کے زمانے سے زمانۂ دجال تک کا زمانہ مراد ہے حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا زمانہ اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا۔

تیسرا جواب: آنے والا زمانہ برا ہی ہوگا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ مستثنیٰ ہوگا باقی زمانے کسی نہ کسی اعتبار سے اور کسی نہ کسی جگہ کے حالات یا کسی نہ کسی معاملہ میں از روئے علم وعمل کے پہلے زمانے سے بدتر ہی حالت میں ہوگا۔ [1]

تخریج حدیث: بخاری کتاب الفتن (لایاتی زمان الاّ الذی بعدہٗ شرٌّ منہ)

راوی حدیث حضرت زبیر بن عدی رحمہ اللہ کے مختصر حالات:

نام: زبیر، والد کا نام عدی تھا یہ تابعی ہیں علامہ ذہبی الکاشف میں فرماتے ہیں۔

زبیر بن عدی الھمد انی الیامی ہے۔ یہ حضرت انسؓ سے ہی عموماً روایت لیتے ہیں، یہ مقام رے کے قاضی بھی رہے، ان کے شاگردوں میں سفیان ثوریؒ مشہور ہیں اور ۱۳۱ھ میں انتقال ہوا۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۹۱۴۔ مرقاۃ ۱۰/۱۲۲، ۱۲۱

سات چیزوں سے پہلے اعمال صالحہ میں مبادرت کا حکم

(۹۳) ﴿اَلسَّابِعُ: عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعاً، ھَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْراً مُنْسِیاً، أَوْ غِنًی مُطْغِیاً، أَوْ مَرَضًا مُفْسِداً، أَوْ ھَرَماً مُفْنِداً أَوْ مَوْتاً مُجْھِزاً أَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ یُنْتَظَرُ، أَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ أَدْھٰی وَأَمَرُّ!﴾ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سات چیزوں کے رونما ہونے سے پہلے اعمال صالحہ میں مبادرت کرو، کیا تم ایسی فقیری کے انتظار میں ہو جو خدا فراموشی کی کیفیت برپا کردے گی یا ایسی دولت مندی جو سرکش بنادے گی یا ایسی بیماری، جو مزاج کو فاسد بنادے گی یا ایسا بڑھاپا، جس میں عقل باقی نہ رہے یا ایسی موت، جو اچانک آجائے یا دجال کا (یاد رکھو) دجال شدید ترین نظروں سے

او جھل شر کا نام ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت کا اور قیامت تو سخت خوفناک اور سخت کڑوی ہے۔"

لغات: ❖ منسیاً: نسی نسیاً و نِسیا ناً سمع سے بمعنی چیز کو بھولنا۔

❖ مطغیاً: طغی و اطغی بمعنی سرکش بنانا، سرکشی پر اکسانا۔

❖ ہرماً: ہرم ہرماً سمع سے بمعنی بہت بوڑھا۔ کمزور ہونا۔

❖ مُفنداً: فندَ فنداً سمع سے بمعنی سٹھیانا، بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا۔

❖ مجھزاً: بمعنی ناگہانی موت۔

تشریح: فقیری میں، آدمی اللہ کو فراموش کردیتا ہے

الافقراً منسیاً: ''ایسی فقیری کے انتظار میں جو خدا فراموشی کردے'' مطلب یہ ہے کہ آدمی جس حالت میں ہو اسی حالت میں اللہ جل شانہ کی اطاعت کرے، ایسا نہ ہو کہ اگر وہ فقر میں مبتلا ہے تو وہ اسی حالت کو اپنے لئے غنیمت جانے اور یہ سمجھے کہ مال ودولت کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے خدا نے مجھ کو بچالیا ہے، اس وقت میں یہ موقع ہی غنیمت ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت پر صبر واستقامت کی راہ اختیار کرکے خدا کا صابر بندہ بن جائے اگر وہ اپنے فقر کا شاکی ہو کہ مجھ کو مال دولت مل جائے اور مال کے جمع کرنے کے پیچھے لگ جائے تو اس کا یہ مال دولت کی خواہش کرنا، سرکشی میں مبتلا اور راہ راست سے دور کردینے والا ہوگا تو اس کو چاہئے کہ اپنے لئے فقر کی حالت میں اللہ کو راضی کرنے والے اعمال کرلے۔

اسی طرح حدیث کے دوسرے جملوں کا مطلب سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ نے جس حالت میں آدمی کو رکھا ہے وہ اسی حالت میں رہتے ہوئے اللہ کی اطاعت کرے اور وہ یہ خیال کرلے کہ یہی حالت میرے لئے بہتر ہے اگر میری دوسری حالت ہوتو میں راہ راست سے دور ہوجاتا۔ (۱)

دجال کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہوگا

اَوِالدَّجالَ فَشَرُّ غَائِبٍ یُنتَظَرُ: ''دجال کا انتظار کرتا رہتا ہے جو ہر غائب شر سے بدتر ہے۔''

دجال کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہوگا جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا جس کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے۔

"مَا بَیْنَ خَلْقِ آدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ فِتْنَةٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ": حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے دن تک دجال کے فتنہ سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔ (۲)

اور دجال کے فتنہ سے ہر نبی نے اپنی قوم کو ڈرایا (۳) مطلب یہ ہوا کہ آدمی نیک اعمال کرے اس سے پہلے پہلے کہ دجال نکلے۔ کیونکہ دجال بہت بڑا فتنہ ہے اس وقت میں اچھے اچھے لوگ اس کے فتنہ میں مبتلا ہوجائیں گے۔

فَالسَّاعَةُ اَدْھٰی وَاَمَرُّ: ''قیامت تو سخت خوفناک اور سخت کڑوی ہے'' قیامت کا منظر دنیا کے سب مناظر سے زیادہ کڑوا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: ترمذی کتاب الزهد (باب ماجاء فی المبادرة بالعمل. ذکره ابن عدی فی الکامل فی الضعفاء) ٦/٤٤٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ مظاہر حق جدید ۴/ ۶۸۷
(۲) مسلم شریف
(۳) متفق علیہ
(۴) روضۃ المتقین ۱/ ۱۳۸

خیبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا

(٩٤) ﴿اَلثَّامِنُ: عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: "لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلاً يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ" قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا أَحْبَبْتُ الإِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَاءَ أَنْ أُدْعٰى لَهَا، فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، وَقَالَ: "اِمْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ" فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئاً، ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ، فَصَرَخَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، عَلٰى مَاذَا أُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: "قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا مِنْكَ دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (رواه مسلم)

"فَتَسَاوَرْتُ" هُوَ بِالسِّينِ الْمُهْمَلَةِ: أَيْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز فرمایا یہ جھنڈا اس انسان کو عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت رکھتا ہو، اللہ اس کے ہاتھوں کامیابی عطا فرمائے گا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے امارت کی کبھی چاہت نہ ہوئی لیکن اس روز میں نے امارت کے حصول کے لئے اپنے آپ کو بالکل تیار پایا اس امید سے میں نے گردن کو اونچا کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور جھنڈا ان کے حوالے کردیا اور کہا جاؤ ادھر اُدھر نہ جھانکنا یہاں تک کہ اللہ فتح دے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑا سا چلے اور رک کر بلا التفات بلند آواز سے پکارا یا رسول اللہ ﷺ کس بات پر لوگوں سے لڑائی کروں فرمایا ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود

نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پس جب وہ یہ اقرار کرلیں گے تو تجھ سے اپنے خونوں اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیں گے البتہ ان کے حقوق کی صورتیں محفوظ نہیں اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔''

فتساورتُ: (سین مہملہ کے ساتھ) میں نبی کریم ﷺ کی طرف جھانکتے ہوئے اٹھ اٹھ کر دیکھتا۔

لغات: ❖ الرایة: بمعنی جھنڈا۔

❖ الامارةُ: امر امرًا و امُر امارةً سمع اور کرم سے بمعنی حاکم ہونا۔ سردار ہونا، امیر ہونا۔

❖ فصرخ: صرخ صراخًا و صریخًا نصر سے بمعنی زور سے چیخنا، فریاد کرنا۔

تشریح: یَوْمَ خَیْبَرَ: یہ غالبًا عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی قلعہ کے آتے ہیں یہ مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے بعض نے مدینہ منورہ سے دوسو (۲۰۰) میل کے فاصلہ پر بتایا ہے، یہاں کی زمین نہایت زرخیز ہے، یہاں یہودیوں کے نہایت مضبوط متعدد قلعے تھے، جن میں سے بعض آج تک موجود ہیں، عرب میں یہودیوں کی طاقت کا سب سے بڑا مرکز یہی تھا۔ یہاں کے لوگوں سے آپ ﷺ نے صلح فرمائی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت

لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ رَجُلاً یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ: یہ جھنڈا اس شخص کو عطاء کرونگا جو اللہ اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہو۔

اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے۔(۱)

یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ: اللہ اس کے ہاتھوں کامیابی عطاء فرمائے گا۔

اس میں آپ ﷺ کے ایک معجزے کا تذکرہ ہے کہ خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آپ ﷺ نے اطلاع کردی کہ کس کے ہاتھوں اللہ اس کو فتح کروائے گا۔(۲)

اِمْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَیْکَ: جاؤ ادھر اُدھر نہ متوجہ ہونا یہاں تک کہ اللہ فتح دیدے۔

اس جملہ کے دو مطلب ہیں، ایک ظاہری مطلب کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سیدھا جلدی خیبر جاؤ، ادھر اُدھر متوجہ نہ ہو بلکہ اپنا کام پورا کرنا۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس جملہ میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترغیب دی ہے کہ جلدی پہنچ جاؤ۔ یا یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمنوں سے جنگ کے بعد نہ آنا یہاں تک کہ اللہ فتح نہ دیدے۔(۳)

لڑائی کرو یہاں تک کہ وہ کلمہ پڑھ لیں

قَاتِلْهُمْ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: ان سے لڑائی کرنا یہاں تک کہ وہ کلمہ کی گواہی دے دیں۔

علماء کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ جنگ کرنے سے پہلے مشرکین کو دعوت اسلام دی جائے گی۔ اگر وہ قبول کرلیں تو وہ بھائی بن جائیں گے۔ اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ کا سوال کیا جائیگا اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کی جائیگی۔ اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہورہی ہے۔

فَاذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ: اگر وہ (اسلام) کا اقرار کرلیں۔ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ اسلام کے احکام کا اجراء صرف زبان کے اقرار سے بھی ثابت ہوجائے گا اور اس کو مسلمان سمجھا جائے گا باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا جائیگا۔ (۴)

تخریج حدیث: مسلم کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالی عنهم (باب من فضائل علی رضی الله تعالی عنه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱/ ۱۳۸
(۲) دلیل الفالحین ۱/ ۳۰۰
(۳) روضۃ المتقین ۱/ ۱۳۸ دلیل الفالحین ۱/ ۳۰۰
(۴) دلیل الطالبین ۱/ ۱۲۸

(۱۱) بَابٌ فِی الْمُجَاهَدَةِ

جدوجہد کا بیان

کوششوں سے راہیں کھلتی ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (عنکبوت: ٦٩)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیں گے اور خدا تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔''

تشریح: جاھدوا: کے معنی آتے ہیں دین میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے میں اپنی پوری کوشش کرنا، کبھی یہ رکاوٹیں کفار کی طرف سے آتی ہے تو اس کو جہاد کہتے ہیں اور کبھی یہ نفس شیطان کی طرف سے پیش آتی ہیں اس کو مجاہدہ کہتے ہیں (۱) علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اس لئے یہاں پر دوسرے معنی مراد ہوں گے۔

ان دونوں قسموں میں اللہ کی طرف سے سیدھے راستے کی رہنمائی ہوتی ہے کبھی کبھار آدمی سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ کہ اب

میں اس موقع پر کیا کروں تو اس آیت میں بتایا گیا کہ ان کے قلوب کو ہم حق اور خیر و برکت کی طرف پھر دیتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابودرداء آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی طرف سے جو علم لوگوں کو دیا گیا ہے اور اس پر چلنے کی کوشش بھی کرتے ہیں تو ہم ان کے لئے آگے کا علم کھول دیتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں جو توبہ کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اخلاص کے راستے بتادیتے ہیں، فضیل بن عیاضؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے طلب علم میں جہاد کیا ہم ان کے علم کے مطابق عمل کرنے کے راستے بتادیتے ہیں۔

سہل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے سنت کو قائم کرنے کی کوشش کی ہم ان کو جنت کے راستے بتادیتے ہیں۔[۲]

---

(۱) معارف القرآن ۶/۷۱۶ (۲) تفسیر مظہری ۹/۱۹۵

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ﴾ (حجر: ۹۹)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔''

تشریح: یأتیک الیقین: حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور جمہور مفسرینؒ کے نزدیک یقین سے مراد موت ہے[۱] کیونکہ موت کا آنا ہر زندہ کے لئے یقینی ہے۔ اس آیت میں آپ ﷺ کو اولاً خطاب ہے کہ جب تک آپ ﷺ زندہ رہیں اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہیں، عبادت کو ترک نہ کریں، یہی قول تقریباً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی کہا گیا ہے۔ ''او صانی بالصلوٰۃ و الزکوٰۃ مادمت حیًا.''[۲]

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ نے مال کو جمع کرنے اور تاجر بن جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ مجھ پر یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ: ''سبح بحمد ربک و کن من السٰجدین و اعبد ربک حتی یأتیک الیقین: کہ میں اللہ کی تسبیح اور حمد اور اللہ کے لئے سجدہ کرتا رہوں یہاں تک کہ موت کا وقت آجائے۔[۳]

---

(۱) زادالمسیر ۴/۳۱۰، وابن کثیر ۲/۵۸۰ (۲) تفسیر مظہری ۶/۳۷۰ (۳) مشکوٰۃ

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاذْکُرِاسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ إِلَیْهِ تَبْتِیْلًا﴾ (مزمل: ۸)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔''

اللہ کا نام لو ہر طرف سے منقطع ہو کر

ترتیلاً: کا معنی لغت میں کلمہ کو سہولت اور استقامت کے ساتھ منہ سے نکالنے کے ہیں اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تلاوت قرآن میں جلدی نہ کی جائے بلکہ ترتیل اور تسہیل کے ساتھ ادا کریں اور ساتھ ہی ساتھ اس کے معانی میں بھی غور اور تدبر کریں۔ (۱)

بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ "رَتِّل" کا عطف "قم اللیل" پر ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ رات کے قیام میں خوب آرام آرام سے تلاوت قرآن کرنا چاہئے۔ اگرچہ نماز تہجد میں قرأت، تسبیح، رکوع، وسجود سب ہی ہوگی مگر تلاوت کو سب سے زیادہ اہتمام سے کرنے کو کہا گیا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ تہجد کی نماز بہت زیادہ لمبی پڑھتے تھے (۲) اور یہی عادت بعد میں اسلاف کی آج تک ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت علقمہؒ نے ایک شخص کو حسن صوت کے ساتھ تلاوت کرتے دیکھا تو فرمایا "لقد رتل القرآن فداه ابی و امی": ترجمہ: اس شخص نے قرآن کی ترتیل کی ہے میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو قرآن کی آیت پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا حکم "ورتل القرآن ترتیلاً" سنا ہے بس یہی ترتیل ہے جو یہ آدمی کر رہا ہے۔ (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ الفاظ کو اس کے مخارج اور صفات سے ادا کرنا حسن صوت سے پڑھنا معانی اور مطالب پر غور کرنا یہ سب ترتیل میں داخل ہے۔

---

(۱) تفسیر قرطبی......
(۲) تفسیر معارف القرآن ۵۹۰/۱۲
(۳) تفسیر قرطبی......

معمولی نیکی کا اجر بھی ملے گا

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ (زلزلت: ۷)

ترجمہ: نیز فرمایا: "جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔"

تشریح: ذَرَّۃ: کہتے ہیں چھوٹی چیونٹی کو کہ وہ نیکی جو بھی ہو معمولی سی ہی کیوں نہ ہو اگر اللہ کے دربار میں قبول ہوگئی تو قیامت کے دن اس پر بھی بہت کچھ ملے گا۔ اسی وجہ سے حضرت مقاتلؒ نے فرمایا اس آیت میں مسلمانوں کو ترغیب دی جا رہی

ہے کہ نیک عمل کرو خواہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ آئندہ قریب وقت میں چھوٹی نیکی بھی بڑی ہو جائیگی (۱) جیسے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص پاک کمائی سے آدھے چھوارے کے برابر بھی خیرات کرتا ہے تو اللہ اس کو قبول کر لیتا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ میں اس کو لے لیتا ہے پھر خیرات کرنے والے کے لئے اس نیکی کو بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو کر دیا جاتا ہے جیسے کہ تم میں سے بعض لوگ بچھڑے کی پرورش کرتے ہیں۔ (۲) (وہ بڑا ہو جاتا ہے)

یہ آیت بہت ہی جامع آیت ہے، اسی وجہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ قرآن کی سب سے زیادہ مستحکم اور جامع آیت ہے، حضرت انس بن مالک کی ایک لمبی روایت آئی ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسی آیت کو "**الفاذه الجامعة**" فرمایا یعنی منفرد یکتا اور جامع آیت۔ (۳)

ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس سورت الزلزال پڑھتے ہوئے گذرا، جب اس آخری آیت پر پہنچا تو حسن بصریؒ نے فرمایا بس میرے لئے یہی کافی ہے تو نے نعمت کی انتہاء کر دی۔ (۴)

---

(۱) تفسیر مظہری ۱۲/۵۰۲
(۲) بخاری و مسلم......
(۳) تفسیر مظہری ۱۲/۵۰۶، وتفسیر معارف القرآن ۸/۸۰۲
(۴) تفسیر مظہری ۱۲/۵۰۶

جو تم کرو گے اللہ کے ہاں اس سے بہتر پاؤ گے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَاَعْظَمَ اَجْرًا﴾

(بقرة: ۲۷۳)

ترجمہ: اور اللہ نے فرمایا: "اور جو تم اپنے لئے اچھائی آگے بھیجتے ہو اللہ کے ہاں اس سے بہتر صلے میں پاؤ گے۔"

تشریح: اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے کہ اپنے پاس مال رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی اللہ کے راستہ میں اس کو خرچ کر دے جو بھی جتنا بھی خرچ کرے گا وہ اللہ کے علم میں ہوگا اور اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ خود عطاء فرمائیں گے، اس کا اجر وثواب ضائع ہونے والا نہیں ہوگا۔ (۱)

---

(۱) تفسیر مظہری ۲/۷۹

اللہ کے ولی سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے

(۹۵) ﴿فالاول: وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ. وَمَا تَقَرَّبَ إِلَیَّ عَبْدِی بِشَیْءٍ أَحَبَّ إِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیهِ: وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهِ، وَیَدَهُ الَّتِی یَبْطُشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِی یَمْشِیْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِیْ أَعْطَیْتُهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَأُعِیْذَنَّهُ"﴾ (رواه البخاری)

"آذنتُهُ": أعلَمْتُهُ بِانّیْ مُحَارِبٌ لَه "استعَاذَنِیْ" رُوی بالنون وبالباء.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں، میرا بندہ فرائض سے زیادہ اور کسی محبوب عمل کے ساتھ میرا تقرب حاصل نہیں کرسکتا، میرا بندہ نوافل پڑھ کر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب سمجھتا ہوں تو میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ حاصل کرے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔'' (بخاری)

آذنته: اس کا معنی ہے میں اس کو بتا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ استعاذنی: یہ نون اور باء کے ساتھ ہے۔

لغات: ❖عادی: عدی عدًا سمع سے بمعنی بغض رکھنا۔

❖ولیًا: ولی وَلَایَةً سمع سے بمعنی کسی سے محبت کرنا۔

❖الحرب: بمعنی جنگ، لڑائی، کہتے ہیں وقعت بینهم حرب۔ ان کے درمیان لڑائی چھڑگئی، جمع حروب ہے۔

تشریح:

اللہ کے ولی کی دشمنی اللہ سے دشمنی ہے

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ: جو شخص میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں جو میرے ولی کو ایذاء دیتا ہے تو اس شخص کی یہ انتہائی قابل نفرت حرکت کی وجہ سے میں اس کے ساتھ لڑائی کا اعلان کرتا ہوں یا مطلب یہ ہے کہ جو میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے تو گویا وہ میرے ساتھ لڑائی کرتا ہے جب وہ میرے ساتھ لڑائی کرتا ہے تو میں بھی اس کے خلاف اعلان جنگ کرونگا۔ (۱)

اعلان جنگ اللہ جل شانہ کا دو جگہ پر ہوتا ہے ایک یہاں پر دوسرا سود کے بارے میں۔

"فَأْذَنُوْا بحرب من اللّٰه و رسوله" (۲) ترجمہ: اس (سود) سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔

یہ دونوں ہی بہت خطرناک چیزیں ہے ان دونوں ہی سے دنیا اور آخرت دونوں ہی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

اللہ کا کان، ہاتھ، پاؤں بن جانے کے پانچ مطلب

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ: میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے۔ اس جملہ کے محدثینؒ متعدد مطالب بیان فرماتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

❶ حافظ تورپشتی یہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادات کے ذریعہ میں اپنے بندے پر محبت ڈال دیتا ہوں پھر وہ ہر قسم کے شہوات چھوڑ کر اللہ ہی کی محبت کو دل میں غالب کر لیتا ہے پھر وہ بندہ جو چیز اللہ کے نزدیک محبوب ہے وہ اسی کو سنتا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں سنتا اور اسی طرح جو چیز اللہ کے نزدیک محبوب ہے وہ اسی کو دیکھتا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھتا۔ (۳)

❷ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا کہ بندہ عبادت کے ذریعہ سے جب اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے تو اللہ کا نور اس کو گھیر لیتا ہے پھر اسی کی برکت سے اس شخص سے ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو خلاف عادت ہوتی ہیں، اسی وقت میں بندے کے فعل کو اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے کہ قرآن میں بھی اس کی متعدد مثال ملیں گی مثلاً "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى": اے نبی! ﷺ کنکریاں تم نے نہیں، ہم نے پھینکی تھیں، تو اسی وجہ سے یہاں پر بھی اللہ نے اپنی طرف منسوب کر لیا۔ (۴)

❸ مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے بندہ کو اللہ سے قرب حاصل ہوتے ہوتے اس درجہ شدید تعلق و محبت ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اللہ کی آنکھ و کان اور ہاتھ سے دیکھتا ہے، سنتا اور کرتا ہے، اس جملہ سے بندہ کو اللہ کے ساتھ شدت محبت کو بیان کرنا مقصود ہے (معاذ اللہ اتحاد یا حلول ثابت کرنا مقصود نہیں ہے) (۵)

❹ شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نوافل کے ذریعہ سے بندے کا اللہ جل شانہ سے قرب ہو جاتا ہے پھر تمام معاملات اس پر منکشف ہونے لگتے ہیں (۶)

❺ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس بندہ پر ان افعال و اعمال کو آسان کر دیتا ہوں جن کا تعلق ان اعضاء سے ہے اور ان

اعمال وافعال کے کرنے کی توفیق دیتا ہوں یہاں تک کہ گویا اعضاء ہی بن جاتا ہوں۔

تخریج حدیث: بخاری. کتاب الرقاق (باب التواضع) ابن حبان ۳۴۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظہر حق جدید۴/۴۸۶ (۲) مرقاۃ ۵/۵۴

(۳) مرقاۃ ۵/۵ (۴) حجۃ اللہ بالغہ......

(۵) التعلیق الصبیح ۳/۶۳ (۶) التعلیق الصبیح ۳/۶۳

اللہ کا بندے کے قریب ہونا

(۹۶) ﴿الثانی: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ عَنِ النَّبِیِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم فِیمَا یَرْوِیْهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: "إذَا تَقَرَّبَ العَبْدُ إلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إلَیْهِ ذِرَاعًا، وَإذَا تَقَرَّبَ إلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإذَا أتَانِی یَمْشِیْ أتَیْتُهُ هَرْوَلَةً"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بیان فرماتے ہیں فرمایا جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھ کے پھیلانے کے بقدر اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف آہستہ چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔''

لغات: ❖ شِبْرًا: شبر شبرًا نصر اور ضرب سے بمعنی بالشت سے ناپنا، الشبرُ بالشت جمع اشبار۔

❖ ذراعًا: الذراعُ بمعنی کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ، جمع اذرع ذرعان۔

❖ باعًا: الباع دونوں بازوؤں کے پھیلانے کی مقدار جو تقریبًا ۶ فٹ ہوتی ہے۔

❖ ھرولۃ: بمعنی تیز چلنا۔

تشریح: جب بندہ اللہ کے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو اللہ ایک ہاتھ قریب ہوتے ہیں

إذا تقرب العبدُ الیَّ شِبرًا تقربتُ الیه ذراعًا: کہ جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے۔ تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ بندہ کا اللہ سے قریب ہونے کا مطلب ہے کہ جب بندہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بندہ معمولی سی عبادت کرتا ہے جتنی کہ ایک بالشت، کم سے کم خیر کی مثال بالشت کے ساتھ دی جاتی ہے تو کہا

جارہا ہے کہ بندہ تو معمولی سی عبادت کرتا ہے مگر اللہ جل شانہ کی رحمت اس پر ایک ہاتھ کے بقدر مہربان ہوتی ہے، اسی طرح اگر بندہ کچھ زیادہ عبادت کرتا ہے گویا ایک ہاتھ کے برابر تو اللہ اس سے دوگناہ زیادہ قریب ہوتے ہیں یعنی دونوں بازوؤں کے پھیلانے کے بقدر اور جب بندہ اللہ کی طرف آہستہ آہستہ رجوع کرتا ہے اور گناہوں کے چھوڑ کر اللہ جل شانہ کی طرف توجہ کرنے لگتا ہے تو اللہ جل شانہ کی رحمت اس کو دوڑ کر اپنے آغوش میں لے لیتی ہے، کہ شیطان اس کو راستہ میں نہ روک لے۔ (۱)

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

تخریج حدیث: بخاری کتاب التوحید (باب ذکر النبی ﷺ) آخرجه امام واحمد فی مسنده ۱۲۲۸۹/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انسؓ بن مالک کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مشکوۃ ۵۳/۵، وفتح الباری شرح البخاری

صحت اور فراغت ایک عظیم نعمت ہے

(۹۷) ﴿الثالث: عَنِ ابن عبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ "نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ: الصَّحَّةُ، وَ الفَرَاغُ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دونعمتوں میں اکثر لوگ نقصان میں ہیں (یعنی ان نعمتوں کی موجودگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے عبادت میں مصروف نہیں) ایک نعمت تندرستی اور دوسری نعمت فراغت ہے۔''

لغات: ❖ مغبون: غبنَ غبنًا نصر سے بمعنی خرید وفروخت میں دھوکہ دینا غبن فلان بھاؤ میں کسی کو نقصان پہنچانا، فاعل غابن، مفعول مغبون۔

❖ الفراغ: فرغ فراغًا وفروغًا سمع سے نصر اور فتح سے بمعنی کام پورا کر کے خالی ہونا۔

تشریح:

دونعمتوں کی بہت زیادہ ناقدری کی جاتی ہے

نعمتان: انسان ویسے ہی اللہ کی نعمتوں کا ناقدرداں ہے مگر یہ دوعظیم نعمتوں کے سلسلہ میں تو بہت ہی زیادہ ناقدرداں ہے، ان میں ایک صحت اور تندرستی کی دولت ہے، یہ نعمت انسان کو کب تک میسر رہے گی؟ اس کا کسی کو پتہ نہیں، بیماری آتی ہے تو بتا کر نہیں آتی پھر آدمی کو حسرت وافسوس ہوتا ہے کہ کاش! صحت کے عالم میں کچھ کر لیتا لیکن اس وقت حسرت وافسوس

کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ بقول شاعر کے

ابھی تو ان کی آہٹ پر میں آنکھیں کھول دیتا ہوں وہ کیسا وقت ہوگا جب نہ ہوگا یہ بھی امکان میں

الفراغ: دوسری نعمت فراغت وقت ہے کہ آج اور ابھی فراغت ہے پھر مشغولیت آ جائے گی پھر آدمی تمنی کرتا ہے مگر پھر وہ کچھ کر نہیں سکتا ہے، جن لوگوں نے وقت کی قدر کرلی وہ دنیا میں بہت کچھ کر کے چلے گئے

یہاں وقت کی قدر کرنے والوں کے چند مشہور واقعات لکھے جاتے ہیں جو ماضی قریب ہی میں گزرے ہیں۔

وقت کی قدر کرنے والے اکابر

1. مولانا یحییٰ کاندھلویؒ، والد ماجد شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خود فرماتے تھے کہ "پانچ ماہ نظام الدین کے حجرے میں میں نے اس طرح گذارے کہ خود مسجد والوں کو معلوم نہ ہوا کہ میں کہاں ہوں چنانچہ اس زمانے میں کاندھلہ سے نکاح طلبی کا تار آیا لوگوں نے یہ کہہ کر واپس کردیا کہ مکتوب الیہ عرصہ سے یہاں نہیں ہے اسی عرصہ میں بخاری، سیرۃ ابن ہشام، طحاوی، ہدایہ، اور فتح القدیر کا بالاستعاب اس اہتمام سے دیکھیں کہ مجھے خود حیرت ہے۔" (۴)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ ان کی طبیعت کافی خراب چل رہی تھی اسی دوران خبر پھیل گئی کہ شاہ صاحبؒ کا وصال ہوگیا جب کمرے میں جا کر دیکھا تو شاہ صاحبؒ نماز کی چوکی پر بیٹھے سامنے تکیے پر کتاب رکھی مطالعہ کر رہے ہیں اور اندھیرے کی وجہ سے کتاب کی طرف جھکے ہوئے ہیں، خود فرماتے ہیں کہ "میں نے طالب علمی میں بیس روز میں فتح الباری کی تیرہ جلدیں مکمل دیکھ ڈالی تھیں" اسی طرح فتح القدیر کے بارے میں فرمایا کہ "اس کے مطالعہ میں بھی بیس دن صرف ہوئے صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ مطالعہ کے دوران تلخیص بھی کی۔" کبھی پشت پر نہیں سوتے تھے جب شدید نیند آتی تو بیٹھے بیٹھے سو لیتے اور جب غنودگی ختم ہوجاتی تو پھر مطالعہ میں مشغول ہوجاتے۔ (۵)

شیخ الادبؒ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے بارے میں لکھا ہے کثرت مطالعہ، کتب بینی، درس و تدریس وغیرہ کی مشغولیت کی وجہ سے مسلسل ایک ایک ہفتہ قطعاً نہ سوتے تھے، شب و روز کتاب سامنے ہی رہتی، جب حضرت انور شاہ صاحب کشمیریؒ رات بارہ بجے کڑکڑاتی سردی میں تشریف لاتے اور مسلسل ایک ہفتہ نہ سونے کی وجہ سے کتاب ہاتھ سے لے کر رکھ دیتے، مولانا اعزاز علیؒ فرماتے ہیں "کہ شاہ صاحبؒ کے جانے کے بعد چند منٹ تو حضرت شاہ صاحبؒ کے اس کہنے کا جی پر اثر رہا مگر جب برداشت نہ ہوسکا تو کتاب لے کر دوبارہ مطالعہ میں مشغول ہوگیا۔" (۶)

حضرت میاں جی نور محمد جنجانویؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ بازار سے کوئی چیز خریدتے تو پیسوں کی تھیلی دوکان دار کے سامنے کردیتے کہ اس میں سے پیسے نکال لو میں نکالونگا تو وقت لگے گا اتنی دیر میں: سُبحان اللہ: کتنی مرتبہ کہہ لونگا" ایک مرتبہ وہ پیسوں کی تھیلی کوئی اچکا چھین کر بھاگ گیا، اس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا فرمایا "اس چکر میں کون پڑے کہ اس کے پیچھے بھاگے اس کو پکڑے بس اللہ اللہ کرو۔" (۷)

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اپنا حال خود لکھتے ہیں کہ ''بسا اوقات رات دن میں ڈھائی تین گھنٹے سے زیادہ سونا نصیب نہیں ہوتا تھا اور بلا مبالغہ کئی مرتبہ بلکہ بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ روٹی کھانا یاد نہیں رہی۔ عصر کے وقت جب ضعف معلوم ہوتا تھا تو اس وقت یاد آتا کہ دوپہر کی روٹی نہیں کھائی رات کا معمول تو اس سے پہلے ہی چھوٹ گیا تھا تیں پینتیس گھنٹے بغیر روٹی کھائے ہوئے گذر جاتے تھے۔''(۸)

یہ تو ماضی قریب کے اکابر کا حال ہے اسلاف کا کیا حال ہوگا خود ہی اندازہ لگا لیا جائے۔

تخریج حدیث: بخاری کتاب الرقاق (باب ماجاء فی الرقاق و ان لا عیش الا عیش الآخرة)، ترمذی، وابن ماجة ۴۱۷۰، و آخرجه امام احمد فی مسنده ۳۲۰۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) صید الخاطر ۳/۶

(۲) مقدمہ العلل المتناہیۃ ۱۲

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۳۴۴

(۴) تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۰

(۵) نقش دوام......

(۶) تذکرۃ اعزاز ۱۰۷ تا ۱۰۸

(۷) اصلاحی خطبات...... وقت کی قدر کریں ۶۳

(۸) آپ بیتی......

اللہ تعالیٰ کی حد درجہ شکر گزاری

(۹۸) ﴿الرابع: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: "أَفَلاَ أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا؟"﴾ (متفق علیه)

هذا لفظ البخاری، ونحوه فی الصحیحین من روایة المغیرة بن شُعْبَةَ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر لمبا قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں پھٹنے کے قریب ہو جاتے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس لئے اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپ ﷺ کی پہلی اور پچھلی تمام فروگذاشتیں مٹا ڈالیں ہیں، فرمایا کہ کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گذار بندہ بنوں۔''

یہ لفظ بخاری کے ہیں اور اسی طرح کی روایت بخاری و مسلم میں حضرت مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

لغات: ❖تتفطر: فطر فطراً ضرب اور نصر سے بمعنی پھاڑنا۔

تشریح: آپ ﷺ کی کثرت عبادت ادائے شکر کے لئے تھی

وقد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر: آپ ﷺ کے پہلی اور پچھلی تمام گناہوں کی مغفرت فرما دی ہے؟

کیا انبیاء علیہم السلام سے بھی گناہ ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اس پر علماء کا اتفاق ہے قرآن و حدیث میں جہاں بھی غَفَرَ یا ذَنْبٌ کے الفاظ آتے ہیں اس سے مراد خلاف اولیٰ کام ہوتے ہیں جو انبیاء سے صادر ہوتے ہیں۔ کیونکہ نبوت کے بلند مقام کے اعتبار سے غیر افضل عمل کرنا بھی ایسی لغزش ہے جس کو قرآن و حدیث میں بطور تہدید کے غفر یا ذنب کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی کو کہا گیا ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین. عام نیک لوگوں کی نیکیاں، مقربین کے حق میں برائیاں شمار ہوتی ہے۔ (۱)

کیا! میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟

افلا اکون عبدًا شکورًا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

یہ عبادت کا اعلیٰ درجہ ہے کہ آدمی عبادت جنت کے انعام کے لئے نہ کرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ عبادت کرنے والے ہیں:

(۱) سوداگر کی عبادت: یہ وہ لوگ ہیں جو جنت کی آرزو اور ثواب کی تمنا کے لئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

(۲) غلاموں کی عبادت: یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب الٰہی اور دوزخ کے خوف سے ڈر کر عبادت کرتے ہیں۔

(۳) آزاد لوگوں کی عبادت: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مولیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی ادائیگی شکر کے لئے عبادت کرے۔ (۲)

تخریج حدیث: بخاری کتاب التهجد (باب قیام النبی ﷺ)، مسلم کتاب المنافقین (باب اکثار الاعمال الاجتهاد فی العبادة)، آخرجه احمد ۶/۱۸۲۲، و النسائی ۱۶۴۳، ابن ماجه ۱۴۱۹، مصنف عبدالرزاق، و الحمیدی ۷۵۹، وابن حبان ۳۱۱، وابن خزیمة ۱۱۸۲، والبیهقی ۳/۱۶۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہؓ کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تفسیر معارف القرآن ۸/۶۶ (۲) مظاہر حق جدید ۱/۷۹

آخری عشرہ کی عبادت کی اہمیت

(۹۹) ﴿الخَامس: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ"﴾ (متفق عليه)

والمراد: العَشْرُ الآوَاخِرُ من شهرِ رَمَضَانَ. "وَ المئزرُ": الإزارُ، وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ إعْتِزَالِ النِّسَاءِ، وَقِيْلَ: المُرَادُ تَشْمِيرُهُ للعِبَادَةِ. يُقَالُ: شَدَدتُ لِهٰذَا الأمرِ مِئْزَرِي، أيْ: تَشَمَّرْتُ وَ تفَرَّغْتُ لَهُ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں رات کو بیدار رہتے اور اہل خانہ کو بھی بیدار فرماتے اور کوشش کے ساتھ عبادت میں مشغولیت رکھتے اور کمر ہمت باندھ لیتے۔

العشرُ آواخر: سے مراد رمضان کے آخری دس دن ہیں، مئزر: ازار کے معنی میں ہے یعنی تہ بند یا پاجامہ، یہاں کنایہ ہے اس بات سے کہ آپ ﷺ بیویوں سے کنارہ کشی اختیار فرمالیتے، اور بعض کے نزدیک اس سے مراد عبادت کے لئے مستعد اور تیار ہونا ہے، کہا جاتا ہے کہ "میں نے اس کام کے لئے مئزر کس لیا ہے" یعنی اس کے لئے میں نے اپنے آپ کو تیار اور فارغ کرلیا ہے۔

لغات: ❖ جد: جد جدًا ضرب اور نصر سے بمعنی کوشش کرنا، اہتمام کرنا۔

❖ المِئزر: المئزر و المئزرةُ تہبند جمع مآزر کہا جاتا ہے شدَّ للامر مئزرةً کسی کام کے لئے مستعد وتیار ہونا۔

تشریح: اذا دخل العشرُ: "آخری عشرہ داخل ہوتا" مگر مراد رمضان کا آخری عشرہ ہے جو بیس رمضان سے تیس رمضان تک ہوتا ہے۔

عشرہ آخیر رمضان میں آپ ﷺ اپنی کمر کو کس لیتے تھے

وشد المئزر: "تہبند کو کس لیتے تھے" اس کے دو مطلب علامہ نوویؒ نے بیان فرمائے ہیں: پہلا مطلب یہ ہے کہ یہ کنایہ ہوتا ہے "تحزر عن الجماع" سے کہ آخری عشر رمضان میں آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس تشریف نہیں لیجاتے تھے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے عبادت کے لئے مستعد اور تیار ہونے سے، اردو میں بھی کہا جاتا ہے کہ "میں نے اب اس کام کے لئے اپنی کمر کس لی ہے" یعنی اب میں پوری طرح اس کام کے لئے تیار ہوگیا ہوں۔ (۱)

یہ تہبند کو کسنا یہ شب قدر کی تلاش میں ہوتا تھا۔ جو اس امت کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور سے عطاء فرمائی ہے جو ایک رات۔ ایک ہزار رات سے افضل ہے: "ليلة القدر خيرٌ من الف شهرٍ": کہ لیلۃ القدر ایک ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔

تخریج حدیث: بخاری کتاب صلوٰۃ التراویح (باب العمل فی العشرالآ واخر من رمضان)، مسلم کتاب الاعتکاف (باب اعتکاف العشر الآواخر من رمضان) احمد فی مسندہ. و ابوداؤد، و النسائی ۱٦۳۸، و ابن ماجه. وابن حبان. و البیهقی ٤/۳۱۳۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۴۷

ہر حال میں تقدیر الٰہی پر راضی رہنا چاہئے

(۱۰۰) ﴿السادس: عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "المُؤمِنُ القَوِیُّ خَیْرٌ وَأَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ. إحْرِصْ عَلٰی مَایَنْفَعُکَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلاَ تَعْجَزْ. وَإِنْ أَصَابَکَ شَیْءٌ فَلاَ تَقُلْ: لَوْأَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا، وَلٰکِنْ قُلْ: قَدَرُ اللّٰهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طاقتور ایماندار کمزور ایماندار سے بہتر ہے اور اللہ کا زیادہ محبوب ہوتا ہے البتہ دونوں میں بھلائی موجود ہے، فائدہ مند چیز کا لالچ کرو اور اللہ سے مدد مانگو کمزوری کا اظہار نہ کرو، اگر تجھے کوئی پریشانی لاحق ہوجائے تو یوں نہ کہو اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ایسا ہوجاتا البتہ یوں کہو تقدیر میں یوں ہی تھا اللہ نے جو چاہا کیا، اس لئے کہ اگر کا لفظ شیطان کے عمل کو کھول دیتا ہے۔“

لغات: ❖ حرص: حرص حرصًا سمع سے بمعنی حرص کرنا، لالچ کرنا۔
❖ تعجز: عجز عجزًا و عجوزًا ضرب اور سمع سے بمعنی عاجز ہونا۔

تشریح: **قوی مؤمن ضعیف مؤمن سے بہتر ہے**

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَأَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ: طاقت ور ایماندار کمزور ایماندار سے بہتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طاقت ور مؤمن ادائے عبادات اور قیام فرائض وسنن اور جہاد وغیرہ میں کمزور مؤمن سے زیادہ مستعد ہوتا ہے۔ (۱)

بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ مؤمن قوی لوگوں کے اختلاط کے وقت ان کے ایذاء وغیرہ پر زیادہ صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ (۲)

وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ: قوی اور ضعیف مؤمن دونوں میں بھلائی ہے کہ اصل ایمان کی دولت میں دونوں شریک ہیں۔

وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ: اللہ ہی سے مدد مانگو۔ کوئی بھی مسئلہ ہو آدمی کو چاہئے کہ اللہ پر ہی اعتماد و توکل کرے اور اسی کی طرف متوجہ ہو کیونکہ اللہ کے سواء کوئی دوسرا اس پریشانی وغیرہ کو دور نہیں کرسکتا۔

لفظ ''اگر'' شیطان کا دروازہ کھولتا ہے

وان اصابک شئ فلا تقل لو انی فعلت کان کذا و کذا: اگر کوئی پریشانی ہو تو یہ مت کہہ کہ اگر میں ایسا کرلیتا تو ایسا ایسا ہوجاتا۔ بلکہ ایسا کہو کہ تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا

خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض   جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

ہر موقع پر انسان تقدیر پر ایمان رکھے جب بھی اس کو کوئی پریشانی ہو یا کسی قسم کی کوئی بھی بات ہو تو فوراً یہ کہے کہ میری تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا۔ یہ نہ کہے کہ اگر میں ایسا کرلیتا تو ایسا ہوجاتا۔ ہر موقع پر صبر و تسلیم و رضاء کا مظاہرہ کرے اگر مگر نہ کرے، اس سے شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے مثلاً بچے کا انتقال ہوگیا اگر وہ یہ کہتا ہے کہ ''اگر میں بچے کو فلاں ہسپتال میں لے جاتا تو بچہ نہ مرتا۔''

تخریج حدیث: مسلم کتاب القدر (باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز والاستعانة باللّٰہ تفویض المقادیر الی اللّٰہ) آخرجه امام احمد فی مسنده ۸۷۹۹/۷، ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۴۷

(۲) دلیل الفالحین ۱/۳۱۰

جنت اور دوزخ کو خواہشات اور مشقتوں کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے

(۱۰۱) ﴿السابع: وَعَنهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم قَالَ: "حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ"﴾ (متفق عليه)

وفی رواية لمسلم: "حُفَّتْ" بَدَلَ "حُجِبَتْ" وَهُوَ بمَعْنَاهُ، أیْ: بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا هٰذَا الحِجَابُ، فَإِذَا فَعَلَهُ دَخَلَهَا.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ شہوات کے ساتھ محجوب ہے اور جنت کو مشکلات کے ساتھ محجوب کردیا گیا ہے۔''

اور مسلم کی ایک روایت میں ''حجبت'' کی جگہ ''حفت'' ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں، مطلب یہ ہے کہ انسان کے

درمیان اور جنت اور دوزخ کے درمیان پردہ ہے جب وہ اس کو اختیار کر لیتا ہے تو اس میں داخل ہو جاتا ہے۔“

لغات: ❖ حجبت: حجب حجبًا و حجابًا نصر سے بمعنی چھپانا، پردہ کرنا۔

❖ الشھوات: جمع ہے شھوۃ کی بمعنی خواہش، شہوت، بھوک۔

❖ المکارہ: جمع ہے المکرہ کی بمعنی ناپسندیدہ، مکروہ۔

تشریح: جنت اور دوزخ کو خواہشات اور مشقتوں کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے

حجبت النار بالشھوات ...... الخ: دوزخ شہوات کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان اور جہنم کے درمیان انسانی شہوات اور لذات رکاوٹ ہیں جب انسان شہوتوں اور لذتوں میں پھنس جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے اس رکاوٹ کو ہٹا دیا اور وہ اب جہنم میں پہنچ جائے گا۔

اسی طرح جنت کا حال ہے کہ جنت اور انسان کے درمیان احکام خداوندی کی اتباع، نفس کی خواہشات سے اجتناب وغیرہ یہ آڑ اور رکاوٹ ہیں جب انسان اس کو برداشت کر لیتا ہے تو گویا اس نے اس رکاوٹ کو دور کر دیا اور جنت میں جانے کا مستحق قرار پا جائے گا۔ (۱)

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں　　　دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں

شھوات: علماء نے لکھا ہے شہوات سے مراد نفس کی وہ لذات ہیں جس کو شریعت نے حرام کیا ہے مثلاً زنا، شراب نوشی، غیبت وغیرہ۔ نفس کی وہ شہوات جو حرام نہیں ہے بلکہ مباح ہے تو وہ جہنم لے جانے کا باعث نہیں ہوتی اگرچہ یہ نفس کی مباح خواہشات ولذات کی اتباع آدمی کو اللہ کے قرب اور ولایت کے مقام سے دور کر دیتی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: بخاری کتاب الرقاق (باب حجبت النار بالشھوات) ومسلم کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا و اھلھا آخرجہ امام احمد فی مسندہ ۱۲۵۶۰/٤، و دارمی ۳۳/۲، ابن حبان ۷۱۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری شرح بخاری۔ ومرقاۃ شرح مشکوۃ

(۲) مظاہر حق جدید ۶۷۲/۴

ایک رکعت میں کئی سورتوں کو پڑھ سکتے ہیں

(۱۰۲) ﴿الثامن: وَعَنْ أَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ حُذَیْفَةَ بنِ الیَمَانِ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ یَرْکَعُ عِنْدَالْمِاَةِ، ثُمَّ مَضٰی ؛ فَقُلْتُ یُصَلِّی بِهَا فِیْ رَکْعَةٍ، فَمَضٰی؛ فَقُلْتُ یَرْکَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ؛ فَقَرَأَ هَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، یَقْرَأُ

مُتَرَسِّلاً إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُولُ: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلاً قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى" فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ" ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی آپ ﷺ نے سورۃ بقرۃ پڑھنی شروع کردی، میں نے خیال کیا کہ سوآیت پڑھ کر رکوع میں چلے جائیں گے لیکن آپ ﷺ پڑھتے رہے میں نے خیال کیا کہ سورۃ بقرۃ ایک رکعت میں ختم کر کے رکوع کریں گے لیکن پڑھتے رہے بقرۃ ختم کر کے آل عمران کو پڑھا پھر سورۃ نساء کو پڑھا، ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے جارہے تھے، جب تسبیح والی آیات پڑھتے "سُبْحَانَ اللّٰہ" کہتے اور جب سوال والی آیت پڑھتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ کی آیت پڑھتے تو "اعوذ باللّٰہ" پڑھتے، پھر رکوع میں گئے اس میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" کہتے رہے اور آپ کے رکوع کا عرصہ قیام کے برابر تھا پھر رکوع کے بعد کھڑے ہوئے "سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد" پڑھتے رہے، تقریباً رکوع کے بقدر قومہ میں کھڑے رہے، پھر سجدہ میں چلے گئے اس میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى" پڑھتے رہے، آپ کا سجدہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا۔

لغات: ❖ یرکعُ: رکع رکعًا و رکوعًا فتح سے بمعنی سر جھکانا، بدن خم کرنا۔ اللہ کے سامنے پست ہونا۔

❖ مترسلاً: ترسلہ مترسلاً بمعنی نرمی کرنا، آہستگی کرنا۔

❖ نحوًا: بمعنی مثل، مقدار، جہت۔

تشریح: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ: میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی اس سے معلوم ہوا کہ نفلی نماز کی بھی جماعت ہوسکتی ہے (۱) اس سے تہجد کی نماز مراد ہے۔

ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھ سکتے ہیں

ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ: پھر آپ ﷺ نے ٹھہر ٹھہر کر سورت البقرہ سے سورت النساء تک پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھ سکتے ہیں۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قرآن مجید کو اسی ترتیب سے نماز میں پڑھا جائے جس ترتیب سے قرآن مجید میں سورتیں لکھی ہوئی ہے ہاں بچوں کو ابتداءً چھوٹی چھوٹی سورتیں سکھانے کی علماء نے اجازت دی ہے۔ مگر نماز میں اس طرح

پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ (۲)

رکوع قیام کی طرح تھا

فَکَانَ رُکُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِیَامِهٖ: آپ ﷺ کے رکوع کی مقدار قیام کے برابر تھی۔ اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: اول جتنا قیام تھا اسی کے برابر رکوع بھی تھا مگر محدثین کے نزدیک زیادہ معتبر دوسرا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کا اسی نمازوں میں جس میں قرأت عادتاً طویل ہوتی اس میں عادتاً رکوع بھی لمبا ہوتا تھا۔ (۳)

رکوع اور سجدے کی تسبیح کی وجہ

ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی: آپ ﷺ رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" تسبیح پڑھتے تھے اور سجدے میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" اس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ الْاَعْلٰی: یہ اسم تفضیل ہے، اس میں زیادہ تعظیم ہے بنسبت "الْعَظِیْمِ" کے اور سجدہ میں زیادہ تواضع ہوتی ہے بنسبت رکوع کے، اس لئے شریعت نے بھی "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" سجدے میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: مسلم، کتاب صلٰوۃ المسافرین. (باب استحباب تطویل القرأۃ فی صلٰوۃ اللیل)، و احمد فی مسندہ ۹/۲۳۳۰، و ابوداؤد، والترمذی، والنسائی، ابن ماجه، و الدارمی ۱/۲۹۹، وابن حبان ۱۸۹۷، ابن خزیمة ۶۰۳، مصنف عبدالرزاق ۲۸۷۵، والطحاوی فی شرح معانی الاٰثار ۱/۳۵۔

راوی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کے مختصر حالات:

نام: حذیفہؓ، ابوعبداللہ کنیت، صاحب السر لقب۔ قبیلہ غطفان سے تعلق تھا۔ والد حذیفہ نے زمانہ جاہلیت میں کسی کو قتل کر دیا تھا۔ اس لئے مدینہ میں آکر مقیم ہوگئے تھے، حضرت حذیفہؓ مدینہ سے مکہ گئے اسلام قبول کرنے کے لئے، غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ عہد نبوت تک مدینہ منورہ میں ہی رہے بعد میں پھر عراق، کوفہ، نصیبین اور مدائن میں رہے۔ نصیبین میں شادی بھی کی (اسد الغابہ ۱/۳۹۱)

حضرت عمرؓ نے عراق کے فتح ہونے کے بعد نواح دجلہ پر حضرت حذیفہؓ کو افسر مقرر فرما دیا تھا (کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ ص ۲۱) پھر مدائن کے والی بنائے گئے۔

حضرت حذیفہؓ فقہ و حدیث اور اسلام پر قیامت تک جو انقلاب بات آنے والے ہیں ان سب کے عالم تھے منافقین اسلام کے متعلق جوان کو خصوصی واقفیت تھی اس لحاظ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار کہلاتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت قیامت تک کے تمام فتنوں کو جانتا ہوں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے سواء اور کسی کو ان باتوں کی خبر نہیں، بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو ایک مجلس میں اس کی خبر دی تھی، اب ان میں سے میرے سواء کوئی زندہ نہیں۔

زہد کا یہ عالم تھا کہ مدائن کے امیر ہونے کے باوجود اپنے طرز معاشرت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا، سواری کے لئے گدھے کو استعمال فرماتے "قوت لایموت" سے زائد اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے۔ حضرت عمرؓ نے کچھ مال بھیجا۔ تو اس کو تقسیم کروا دیا۔ (اسد الغابہ ۱/۳۹۲)

وفات: ۳۶ھ میں حضرت عثمانؓ کی وفات کے چالیس دن کے بعد ہی ان کا انتقال ہوا، آخر وقت میں شدید گریہ وبکا میں مصروف تھے، لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا دنیا چھوڑنے کا غم نہیں موت تو محبوب ہے مگر میرا حشر کیا ہوگا۔ جس وقت آخری سانس لی فرمایا خدایا اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرنا

کیونکہ میں تجھے نہایت محبوب رکھتا ہوں (مسند احمد ۵/۳۸۹)

مرویات: ان سے سو سے زائد روایات منقول ہیں۔ جن میں سے بارہ میں بخاری و مسلم متفق ہیں بخاری ۸ اور مسلم ۱۷ میں منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال)

(۱) کتب الفقہ

(۲) مظاہر حق جدید ۱/۷۸۲

(۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ

(۴) روضۃ المتقین ۱/۱۵، دلیل الفالحین ۱/۳۱۵

نماز میں قیام اور سجدہ کی اہمیت

(۱۰۳) ﴿التاسع: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ! قِيْلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهِ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ﴾

(متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ قیام کیا، آپ ﷺ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ میں نے غلط ارادہ کرلیا، سوال کیا گیا کون سا غلط ارادہ کیا تھا؟ جواب دیا میں نے ارادہ کرلیا تھا بیٹھ جاؤں اور آپ کا ساتھ چھوڑ دوں۔''

لغات: ❖ هممتُ: هَمَّ هَمًّا نصر سے بمعنی ارادہ کرنا۔ قصد کرنا۔

تشریح: لمبا قیام افضل ہے یا کثرت سجدہ

فاطال القیام: ''آپ ﷺ نے لمبا قیام فرمایا۔''

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ تطویل قیام افضل ہے یا تکثیر رکعات (سجدہ) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک طول قیام افضل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمدؒ امام شافعیؒ کی ایک روایت کے مطابق کثرت سجدہ افضل ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دن میں تکثیر رکعات افضل ہے اور رات میں تطویل قیام افضل ہے۔ (۱)

اور روایت بالا بھی امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تائید کرتی ہے، دوسری روایت میں آتا ہے سُئِلَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقِیَامِ: کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں سب سے افضل عمل کونسا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا لمبا قیام کرنا۔ (۲)

هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَ اَدَعَهُ: ''بیٹھ جاؤں اور آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دوں۔''

اس عمل کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ برا عمل کہہ رہے ہیں، اگرچہ یہ بات جائز ہے کہ اگر مقتدی عاجز ہو

جائے تو وہ بیٹھ سکتا ہے، یہاں پر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو برا عمل اس لئے فرما رہے ہیں کیونکہ یہ بات بری ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تو کھڑے رہیں اور میں بیٹھ جاؤں۔ (۳)

تخریج حدیث: بخاری کتاب التهجد (باب طول القيام فی صلاة الليل) مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب استحباب تطويل القرأة فی صلوٰة الليل) واحمد فی مسنده ۲/۳٦٤٦، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف السنن ۳/ ۴۸۰، شرح المہذب ۳/ ۲۶۷

(۲) معارف السنن ۳/ ۴۷۹

(۳) روضۃ المتقین ۳/ ۱۵۰

عالم برزخ میں عمل ہی کام آئے گا

(۱۰٤) ﴿العاشر: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلاثَةٌ: اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ؛ فَيَرْجِعُ إِثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَ مَالُهُ، وَيَبْقٰى عَمَلُهُ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں اہل خانہ، مال، اور عمل، چنانچہ اہل خانہ اور مال تو واپس آ جاتے ہیں البتہ عمل باقی رہتا ہے۔“

تشریح: **میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں**

يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ: ”میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔“ مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ جس طرح آدمی ایک مقام سے دوسرے مقام پر سفر کرتا ہے تو سفر کے اعتبار سے توشہ تیار کرتا ہے، جیسا اہم سفر ہوتا ہے اسی اعتبار سے وہ سامان تیار کرتا ہے، تو اس حدیث میں بھی اس امر کی ترغیب ہے کہ آدمی کو آخرت کی طرف سفر کرنا ہے پھر وہاں پر ہمیشہ ہی رہنا ہے۔ تو عقلمند آدمی کو چاہئے کہ وہاں کے لئے توشہ تیار رکھے جو اس کے ساتھ رہے وہ نیک اعمال کا توشہ ہے۔

دو چیزیں واپس ہو جاتی ہیں

يَرْجِعُ اَهْلُهُ وَ مَالُهُ: ”اہل خانہ اور مال تو واپس آ جاتے ہیں۔“

سوال: رشتے دار تو قبر سے واپس ہو جاتے ہیں مال تو گھر میں رہتا ہے اس کے واپس آنے کا کیا مطلب؟

یہ عرب کے دستور کے اعتبار سے ہے کہ عرب میں یہ دستور تھا کہ وہ میت کے مال کو بھی قبرستان تک لے جاتے تھے پھر واپس لے آتے تھے اسی دستور کی وجہ سے یہ فرمایا گیا۔ (۱)

دبا کے قبر میں سب چل دیئے دعا نہ سلام ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو

وَيَبْقَى عَمَلُهُ: ''عمل باقی رہتا ہے۔'' اس میں اشارہ ہے کہ آدمی ہر وقت میں اعمال کو مقدم رکھے کیونکہ یہی قبر کی تنہائیوں میں ساتھ دیگا اور میدان حشر اور جہنم سے بچانے کے لئے ذریعہ بنے گا۔ اس لئے آدمی اعمال کا ہمیشہ لحاظ رکھے۔ گویا رشتہ دار قبرستان سے واپسی پر بزبان حال یہ کہتے ہیں ؎

لحد تک تیری تعظیم کردی اب آگے آپ کے اعمال جائیں

تخریج حدیث: بخاری، کتاب الرقاق (باب سکرات الموت) مسلم کتاب الزهد والرقائق، فی أوله وآخرجه الامام احمد فی مسنده ۱۲۰۸۱/٤، و الترمذی، و الحمیدی ۱۱۸٦، وابن ماحبان ۳۱۰۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۵۰/۱

جنت اور جہنم کا قریب ہونا

(۱۰۵) ﴿الحادی عشر: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلٰى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذَالِكَ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت تم میں سے ہر ایک کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ کی کیفیت بھی ایسی ہی ہے۔''

لغات: ❖ شراک: بمعنی پشت قدم پر رہنے والا جوتے کا تسمہ، گھاس کی ایک پٹی'' جمع اشرک۔
❖ نعله: النعل مصدر بمعنی جوتا تصغیر نعیلۃٌ ہے جمع نعالٌ۔

تشریح:

جہنم اور جنت بہت قریب ہیں

الجنة اقرب الى احد كم من شراک نعله: جنت تم میں سے ہر ایک کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

ابن حجرؒ اس حدیث کے مطلب میں فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت آدمی کو جنت یاد دلاتی ہے اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی نیکی ہے جس کو اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اس کے لئے جنت کا فیصلہ فرمادیں اور اسی طرح کون سی برائی ایسی ہے جس سے ناراض ہو کر اللہ اس کے لئے جہنم کا فیصلہ فرمادیں۔ (۱)

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے آسانی سے جنت کا حصول بہت آسان ہے کہ آدمی نیک اعمال کو صحیح نیت کے ساتھ کرلے، اسی طرح جہنم کا حصول بھی آسان ہے کہ آدمی اپنی خواہشات نفسانی کی اتباع اور

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ (۲)

علامہ سعدؒ فرماتے ہیں کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ ایک کافر آدمی ہو اور وہ مسلمان ہوجائے تو اس کی جنت بالکل قریب آگئی، اسی طرح کوئی مسلمان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے تو اب اس کی جہنم بھی بالکل قریب آگئی۔ یا مطلب یہ ہے کہ جنت اور جہنم دونوں چیزیں انسان کے قریب ہیں کہ نیکی کرے گا تو جنت میں اور گناہ کرے گا تو جہنم میں، صرف درمیان میں موت کا پردہ حائل ہے، موت کے فوری بعد اس کے لئے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوجائے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: بخاری، کتاب الرقاق (باب الجنة اقرب الی احدکم) واخرجه امام احمد فی مسنده ۳۶۶۷/۲، و ابن حبان ٦٦١، والبیهقی ۳٦٨/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات حدیث (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری شرح بخاری

(۲) دلیل الفالحین ۳۱٦/۱

(۳) شرح المشارق بحوالہ دلیل الفالحین ۳۱٦/۱

کثرت سجود قرب نبی ﷺ ہے

(۱۰٦) ﴿الثانی عشر: وَعَنْ أَبِیْ فِرَاسٍ رَبِیْعَةَ بْنَ کَعْبِ الاَسْلَمِیّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنه قَالَ: "کُنْتُ أَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَآتِیْهِ بِوُضُوْئِهِ، وَحَاجَتِهِ فَقَالَ: "سَلْنِی"، فَقُلْتُ أَسْأَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ. فَقَالَ: "أَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ؟" قُلْتُ هُوَ ذَاکَ، قَالَ: "فَأَعِنِّی عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت فراس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں رات بھر رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا، آپ ﷺ کے وضوء کے لئے پانی لاتا اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتا، آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو، میں نے عرض کیا میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا خواستگار ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کوئی اور خواہش بھی ہے؟ میں نے عرض کیا وہ بھی یہی ہے، فرمایا کثرت نوافل کے ساتھ میری مدد کرو۔''

لغات: ❖ أبیتُ: بات بیتاً ضرب اور سمع سے بمعنی رات گذارنا، شب باشی کرنا۔

❖ الوضؤ: بضم الواو بمعنی وضو کا پانی۔ بفتح الواو وضو کا فعل۔

❖ **مرافقتک**: رفق رفاقۃً کرم سے بمعنی رفیق وساتھی بنانا، مفاعلہ ایک دوسرے کا ساتھی بننا۔

تشریح: **من اھل الصفۃ**: مسجد نبوی ﷺ میں ایک چبوترہ تھا اسے عربی میں صفہ کہا جاتا ہے، اس پر اسلام کی ابتداء درسگاہ تھی جس کے استاد، معلم انسانیت جناب رسول اللہ ﷺ خود بنفس نفیس تھے، وہاں پڑھنے والے فقراء مساکین جن لوگوں نے علم کے حصول کو دنیا کی کمائی پر ترجیح دی ہوتی تھی۔ اس چبوترے پر اپنا وقت گذارتے تھے ان لوگوں کو ''اصحاب الصفہ'' کہا جاتا ہے۔

ان اصحاب الصفہ میں سے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو شب روز آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔

حضرت ربیعہ بن کعب نے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگ لی

مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ: جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں۔

ایک وفادار خادم، جان قربان کرنے والے غلام کی اس سے بڑی اور کیا تمنا ہوگی کہ وہ آقا جس کی خدمت کے بدولت دنیا اور آخرت مل رہی ہے تو جنت میں بھی اسی کی رفاقت کی سعادت حاصل ہو جائے۔

کثرت سجود جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا ذریعہ ہے

فاعنی علٰی نفسک بکثرۃ السجود: تم کثرت سجود کے ذریعہ اپنی ذات سے میری مدد کرو مطلب یہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا دعا میں بھی تمہارے لئے کرونگا مگر تم بھی نماز کے ذریعہ بارگاہ خداوندی میں کثرت سے سجدہ کر کے اپنی عجز و بے چارگی کا اظہار کرتے رہو۔ بقول شاعر ؎

فتح قفل ارچہ کلید است اے عزیز جنبش از دست تومی خواہند نیز

ترجمہ: ''عزیز من تالا اگرچہ چابی ہی سے کھلتا ہے لیکن تمہارے ہاتھ کی حرکت بھی اس کے لئے ضروری ہے۔''

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی بزرگ وغیرہ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے تو مقصود صرف آخرت کو بنا کر خدمت کرنی چاہئے، دنیا کی کسی چیز کو سامنے رکھ کر خدمت نہیں کرنی چاہئے، نیز صرف ان بزرگ کی خدمت یا دعا کو سب کچھ سمجھ نہیں لینا چاہئے بلکہ اپنی طرف سے بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے ؎

کارکن کار بگذار از گفتار کاندریں راہ کار دارد کار

یعنی عمل کرو عمل، زبانی جمع خرچ سے بچو، کیونکہ اس راستہ میں تو صرف عمل ہی عمل ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ (باب فضل السجود و الحث علیہ) ابوداؤد، و الترمذی، و النسائی ۱۱۳۷. و ابن ماجہ ۳۸۷۹۔

راوی حدیث حضرت ربیعہ بن کعب کے مختصر حالات:

نام: ربیعہ، ابوفراس کنیت۔ ربیعہ بن کعب بن یعمر اسلمیؓ۔

اسلام: ربیعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مسلمان ہوگئے اور اصحاب صفہ میں سے بن گئے، اہل مدینہ میں سے نہیں تھے مگر رہنے کی وجہ سے ان کا شمار بھی مدینہ والوں میں ہونے لگا تھا۔ (اسد الغابہ ۲/۱۷۰)

شادی بھی نہیں کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب خدمت کرتے وضو کا پانی رکھنا مخصوص خدمت تھی، غزوات میں بھی ہمرکاب رہتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۴/۴۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک مدینہ میں ہی رہے، پھر اپنے قبیلہ واپس چلے گئے (مستدرک حاکم ۳/۵۲۱)

وفات: واقعۂ حرہ کے بعد ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔ (مستدرک حاکم ۳/۵۲۱)

مرویات: بقول ابن جوزیؒ کے ان سے ۱۱ روایات منقول ہیں بعض نے کہا ان سے چار روایات منقول ہیں۔ مسلم میں یہ ایک ہی روایت ہے باقی اصحاب السنن نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۱/۵۹۸

کثرت سجود گناہوں کا کفارہ ہے

(۱۰۷) ﴿الثالث عشر: وَعَنْ أَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ وَ یُقَالُ: اَبُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ. ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "عَلَیْکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ؛ فَإِنَّکَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰہِ سَجْدَۃً إِلَّا رَفَعَکَ اللّٰہُ بِھَا دَرَجَۃً، وَحَطَّ عَنْکَ بِھَا خَطِیْئَۃً"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے نوافل کثرت کے ساتھ پڑھا کرو اس لئے کہ تم اللہ کے لئے کوئی سجدہ نہیں کروگے مگر اس کے بدلہ میں اللہ تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور ایک غلطی دور فرمائے گا۔“

لغات: ❖ درجۃ: بمعنی مرتبہ، رتبہ، درجہ جمع درجات۔

تشریح: سجدہ کی فضیلت

فانک لن تسجد للّٰہ سجدۃً الاّ رفعک اللہ بھا درجۃً وحط عنک بھا خطیئۃً: اللہ کے لئے کوئی سجدہ نہیں کروگے مگر اس کے بدلہ میں اللہ تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور ایک غلطی معاف فرمادے گا۔ نماز ایک ایسی اہم عبادت ہے اس کا ہر ہر رکن مستقل عبادت کا درجہ رکھتا ہے یہاں پر سجدے کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے۔ اسی دوسری روایت میں سجدہ کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجدٌ [1] بندہ کا خدا سے قریب ترین ہونا اپنے رب سے جب کہ وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔

سجدہ سے مراد پوری نماز ہے

تسجد لله: سجدہ کرو (اللہ کے لئے) اس سے مراد نماز ہی ہے الگ سجدہ مراد نہیں ہے کیونکہ احناف کے نزدیک مستقل الگ سجدہ کوئی عبادت نہیں۔ سجدہ ایک اہم رکن ہے نماز کا، اس لئے اس رکن کو بول کر پوری نماز مراد لے لی جاتی ہے۔ ایسا کئی مقامات پر ہوتا ہے کہ کوئی اہم چیز بول کر پوری چیز مراد لے لی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: مسلم کتاب الصلوٰۃ (باب فضل السجود والحث علیه) واخرجه احمد ۸/۲۲۴۳۳، و الترمذی والنسائی ۱۱۸۳. و ابن حبان ۱۷۳۵. و ابن خزیمة ۳۱۶، و الطیالسی ۹۸۶، والبیهقی ۲/۴۸۵۔

راوی حدیث حضرت ثوبانؓ کے مختصر حالات:

نام: ثوبانؓ، ابوعبداللہ کنیت، یمن کے مشہور خاندان حمیر سے تعلق تھا، یہ غلام تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہو تو اپنے خاندان میں چلے جاؤ یا چاہو ہمارے پاس رہو، تمہارا شمار اہل بیت میں ہوگا، انہوں نے اہل بیت میں ہونے کے شرف کو اپنے خاندان پر ترجیح دی (اسد الغابہ ۱/۲۴۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمیشہ رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو اپنی جان سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ اس کے بعد اگر سواری سے کوڑا اگر بھی جاتا تو خود اتر کر اٹھاتے تھے اور کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔ (مسند احمد ۵/۲۷۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب استفادہ کیا، اسی وجہ سے ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ثوبانؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے حدیثیں محفوظ کیں اور اس کی اشاعت بھی کی (استیعاب ۱/۸)۔

وفات: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک تو یہ مدینہ منورہ میں ہی رہے پھر شام چلے گئے وہاں سے رملہ اور حمص تشریف لے گئے اور پھر حمص میں ہی ۵۴ھ میں انتقال ہوا۔ (استعاب ۱/۸۱، ومستدرک ۳/۴۸۱)

مرویات: ان سے ۱۲۷ روایات منقول ہیں۔

عمر عمل کے ساتھ ہی بہتر ہے

(۱۰۸) ﴿الرابع عشر: وَعَنْ أَبِیْ صفوان عبداللّٰه بن بُسْر الاسلمی رضی اللّٰه عنه قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ﴾ (رواه الترمذی)

"بُسْر" بضم الباء و السین المهملةِ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہتر انسان وہ ہے جس کو لمبی عمر عطاء ہوئی اور اعمال اچھے سرزد ہوئے۔“

لغات: ❖ طال: طال طولاً نصر سے بمعنی لمبا، یا دراز ہونا۔
❖ عمرہ: العُمْرُ وَ العُمُرُ بمعنی زندگی، اہل عرب کے نزدیک عمر کا اندازہ چالیس سال تھا۔

تشریح: **لمبی عمر کا ہونا نعمت ہے بشرطیکہ اعمال بھی اچھے ہوں**

خیر الناس من طال عمرہ و حسن عملہ: بہتر انسان وہ ہے جس کو لمبی عمر عطاء ہو اور اعمال بھی اچھے ہوں۔

دراز عمر ایک نعمت ہے کہ اس میں اعمال کرنے کا زیادہ موقع ملتا ہے مگر اس دراز عمر میں شرط یہ ہے کہ اس میں اس کو ایمان اور اعمال صالح کی توفیق مل جائے اگر اس کی عمر تو لمبی ہوئی ساتھ ساتھ اس نے گناہوں میں اس زندگی کو لگایا تو اب یہی زندگی اس کے لئے تباہی اور بربادی کا ذریعہ بن جائے گی۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کی خاطر دین کی خدمت کے لئے درازی عمر کی تمنا بھی کرسکتا ہے اور دعا بھی مانگ سکتا ہے۔

تخریج حدیث: ترمذی ابواب الزھد (باب ماجاء فی طویل العمر للمؤمن) احمد فی مسندہ ۱۷٦۹٦/٦، مسند دارمی ۳۰۸/۲ الحاکم ۱۲۵۵/۱، والبیھقی ۳۷۱/۳، وابن ابی شیبہ ۲۵٤/۱٤۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن بسرؓ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، والد کا نام بسر، قبیلہ مازن سے تعلق رکھتے تھے، ان کو اور ان کے والد اور والدہ اور ان کے بھائی علی اور ان کی بہن صحماء ان سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دراز عمر کی دعا دی تھی۔ ان سے ۵۰ روایات منقول ہے بخاری اور مسلم نے ایک ایک روایت نقل کی ہے۔

اصحاب سیر فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال اچانک وضو کرتے ہوئے ہوگیا ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراز عمر کے لئے دعا دی تھی اس لئے ان کی عمر لمبی ہوئی شام میں یا حمص میں انتقال ہوا ۸۸ھ میں، اس وقت ان کی عمر ۹۴ رسال کی تھی بعض کے نزدیک سو (۱۰۰) سال کی تھی۔ مزید حالات (تہذیب التہذیب ۱۵/۵، البدایہ والنہایہ ۷۵/۹، شذرات الذہب ۱۱۱/۱، اسد الغابہ ۱۸۳/۳، مرأۃ الجنان ۱۷۸/۱، وغیرہ میں ملاحظہ فرمایں۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں اسّی زخم، غزوۂ احد میں

(۱۰۹) ﴿اَلْخَامِسُ عَشَرَ: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِکِیْنَ، لَئِنِ اللّٰہُ أَشْھَدَنِیْ قِتَالَ الْمُشْرِکِیْنَ لَیُرِیَنَّ اللّٰہُ مَا أَصْنَعُ. فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ اِنْکَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ أَعْتَذِرُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ ھٰؤُلَاءِ. یَعْنِیْ أَصْحَابَہٗ. وَأَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ ھٰؤُلَاءِ. یَعْنِی الْمُشْرِکِیْنَ. ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَہٗ

سَعْدُ بْنِ مَعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ: يَا سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَلْجَنَّةُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، إِنِّيْ أَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ أُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ! قَالَ أَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعاً وَّ ثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، أَوْطَعْنَةً بِرُمْحٍ، أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَاعَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ. قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: كُنَّا نَرٰى أَوْنَظُنُّ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ أَشْبَاهِهِ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الأحزاب: ٢٣) إِلٰى آخرها،﴾ (متفق عليه)

قوله: "لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ، رُوِىَ بِضَمِّ الْيَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ؛ أَىْ: لَيُظْهِرَنَّ اللّٰهُ ذَالِكَ لِلنَّاسِ، وَرُوِىَ بِفَتْحِهِمَا، وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ، واللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ پہلی جنگ جو آپ نے مشرکوں کے ساتھ لڑی ہے میں اس میں حاضر نہ ہو سکا اگر اللہ نے مجھے مشرکوں کے ساتھ جنگ کرنے کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا میں کیا کارنامہ سرانجام دیتا ہوں، چنانچہ غزوہ احد میں جب مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو اس نے کہا اے اللہ میں ان کے فعل سے تیری خدمت میں معذرت پیش کرتا ہوں پھر وہ آگے بڑھا، سامنے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی، ان سے کہا کہ اے سعد! رب کعبہ کی قسم! احد کے قریب جنت کی خوشبو آرہی ہے، سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ میں طاقت نہیں کہ اس کے کارنامے کو بیان کروں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے اس کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار، نیزے کے زخم اور تیروں کے نشانات پائے، ہم نے دیکھا کہ وہ شہید ہوگیا ہے اور مشرکوں نے اس کا مثلہ کردیا، صرف اس کی بہن اس کی انگلیوں کے پوروں کی شناخت کرسکی اور کوئی اس کی شناخت نہ کرسکا، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ ''مؤمنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ سے عہد کرلیتے ہیں اس میں سچے اترتے ہیں'' یہ آیت ان کے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

لیرین اللّٰہ: یا پر پیش اور راء کے زیر کے ساتھ بھی مروی ہے جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دیگا اور پہلی قرأت یعنی دونوں پر زبر کے معنی واضح ہے (کہ اللہ دیکھ لے گا) واللہ اعلم۔

لغات: ❖ غاب: غَیباً و غیاباً ضرب سے بمعنی غائب ہونا، دور ہونا، جدا ہونا۔

❖ انکشف: کشف، کشفاً ضرب سے بمعنی ظاہر کرنا، کھولنا، "انکشف الشئی" ظاہر ہونا۔

❖ طعنة: طعن، طعناً نصر اور فتح سے بمعنی نیزہ مارنا، نیزہ چبھونا، اور جب مصدر طعناناً ہو تو معنی ہے کسی میں عیب نکالنا، طعنہ مارنا۔

❖ ببنانہ: البنان۔ انگلیوں کے اطراف، پورے۔ جمع بنانات۔

تشریح: عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ: بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا، اور یہ شام سے مدینہ جانے کے راستہ میں پڑتا ہے اور یہ مدینہ منورہ سے تقریباً اسی (۸۰) میل کے فاصلہ پر ہے، اس کے اندر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ: یہ احد ایک پہاڑ کا نام ہے، یہ مدینہ منورہ سے شمالی جانب قریباً ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر ہے، ابتداءً مسلمانوں کو ناکامی ہوئی مگر پھر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

اَللّٰهُمَّ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ الخ اے اللہ جو کچھ (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے کیا اس سے تیری بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں۔

وہ یہ تھا کہ جن تیر اندازوں کو آپ ﷺ نے پہاڑ کے درّہ میں کھڑا کیا تھا وہاں سے اٹھ کر وہ لشکر کی طرف مال غنیمت کے لوٹنے کے لئے چلے گئے جس کی وجہ سے کفار مکہ نے پلٹ کر دوبارہ حملہ کیا اور مسلمانوں کو اس سے کافی نقصان ہوا۔

جنت کی خوشبو کا آنا

اِنِّي اَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ: میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ سے بھی قریب سے محسوس کر رہا ہوں۔

بعض محدثینؒ نے اس جملہ کے حقیقی معنی بیان فرمائے ہیں کہ حقیقتاً ان کو جنت کی خوشبو احد پہاڑ کی طرف سے محسوس ہو رہی تھی۔ (۱)

بعض محدثینؒ نے اس جملہ سے ان کے شوق شہادت اور اشتیاق جنت کا اظہار مراد لیا ہے۔ (۲)

"قَالَ سَعْدٌ فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا صَنَعَ": دوسری روایت میں "فَقَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ" (۳) کے الفاظ ہیں کہ انہوں نے قتال کیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

بِضْعاً وَّ ثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ: اسی سے کچھ اوپر نشان تھے، "بضع" تین سے نو تک کے عدد کو کہتے ہیں اس میں ۸۱ سے ۸۹ تک کا احتمال ہے۔

اِلَّا اُخْتُهُ بِبَنَانِهِ: ان کی بہن نے ان کو پوروں سے پہچانا۔ ان کی بہن کا نام محدثینؒ رُبَیِّع لکھتے ہیں۔

"رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ"

كُنَّا نَرٰى اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الاٰية ...... الخ کہ یہ آیت ان کے یا ان جیسے دیگر حضرات کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس آیت کا نزول کس کے بارے میں ہوا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے یہی حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے بارے میں میں فرمایا (۴) بعض نے احد کے ستر شہداء کے بارے میں فرمایا۔ بعض نے عقبۂ ثانیہ کے موقع پر جن ستر لوگوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کے بارے میں کہا ہے۔ (۵)

یہ مرتبہ بلند جس کو مل گیا ہر مدعی واسطے دار و رسن کہاں

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب الجهاد (باب من المؤ منین رجال صدقوا) و مسلم کتاب الامارة (باب ثبوت الجنة للشهید واخرجه مسند احمد ۱۴/۳۹۵ و ترمذی، نسائی فی الکبریٰ ۶/۱۱۴۰۳، مصنف ابن ابی شیبه و ابن حبان و الطبری ۲۱/۱۴۷، و البیهقی ۹/۴۳، ۴۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزھۃ المتقین ۱/۱۱۳، روضۃ المتقین ۱/۱۵۳
(۲) مسلم شریف
(۳) تفسیر ابن کثیر ۳/۴۸۴
(۴) دلیل الفالحین ۱/۳۲۲

آیت صدقہ کے نزول کے بعد صحابہ کا حال

(۱۱۰) ﴿اَلسَّادِسُ عَشَرَ: عَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْن عَمْرٍو اَلْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ عَلٰى ظُهُوْرِنَا. فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ كَثِيْرٍ فَقَالُوْا: مُرَاءٍ، وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوا: اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا! فَنَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَايَجِدُوْنَ اِلاَّ جُهْدَهُمْ﴾ (التوبة: ۷۹).﴾ (متفق علیه) (هذا لفظ البخاری).

"نُحَامِلُ" بضم النون، و بالحاء المهملة: أیْ یَحْمِلُ أَحَدُنَا عَلٰى ظَهْرِهٖ بالاُجْرَةِ، و یَتَصَدَّقُ بِهَا.

ترجمہ: "حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ہم اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھاتے (صدقہ کرتے)، چنانچہ ایک آدمی آیا اس نے کثیر مال کا صدقہ کیا، منافقین بول اٹھے یہ تو ریاکار ہے، دوسرا آدمی آیا اس نے ایک صاع کا صدقہ کیا، ان پر منافقین نے کہا اللہ اس کے صاع سے غنی ہے، پس یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ: جو (ذی استطاعت) مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے اور جو (بے چارے غریب) صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے ہیں (اور تھوڑی سی کمائی سے بھی خرچ

کرتے ہیں) ان پر جو منافق طعن کرتے ہیں اور ہنستے ہیں اللہ ان پر ہنستا ہے اور ان کے لئے تکلیف دینے والا عذاب تیار ہے۔''

نحامل: نون پر پیش اور حائے مہملہ کے ساتھ یعنی ہمارا ایک آدمی اپنی پشت پر بوجھ اٹھاتا اور اس سے جو اجرت حاصل ہوتی اسے وہ صدقہ کرتا۔

لغات: ❖ نحامل: حمل حملاً، حملاناً ضرب سے بمعنی کسی شیٔ کو اپنی پیٹھ پر اٹھانا۔

❖ صاع: ایک پیمانہ ہے جو دو سیر چودہ (۱۴) چھٹانک چار تولہ کے مساوی ہوتا ہے، جمع اصواع، اصوع

❖ یلمزون: لمز، لمزاً نصر اور ضرب سے بمعنی آنکھ سے اشارہ کرنا، عیب لگانا۔

تشریح: لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ: جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی اس سے مراد ''خُذْمِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً'' والی آیت ہے۔ (۱)

''کُنَّا نُحَامِلُ عَلٰی ظُهُوْرِنَا'': ہم اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھاتے بخاری شریف کی دوسری روایت میں ''اِنْطَلَقَ اَحَدُنَا اِلَی السُّوْقِ.'' (۲) کے الفاظ آئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس کچھ نہ ہوتا صدقہ کرنے کے لئے تو وہ مزدوری کرتے اور مزدوری میں جو ملتا اس کو صدقہ کرتے تھے۔ (۳)

فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ كَثِيْرٍ: ایک آدمی آیا اور بہت سا صدقہ کیا، اس آدمی سے مراد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کتنا صدقہ کیا۔ اس بارے میں محدثینؒ کا اختلاف ہوا، بعض نے کہا کہ آٹھ ہزار درہم، بعض نے کہا چار ہزار درہم بعض نے کہا کہ چالیس اوقیہ۔ (۴)

فَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ: ایک دوسرے آدمی نے ایک صاع صدقہ کیا۔

یہ کون صحابی تھے، بعض لوگوں نے ابوعقیل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لکھا ہے، بعض نے دوسرے بھی بتائے ہیں۔ انہوں نے رات بھر پانی کھینچ کر دو صاع کی مزدوری کی جس میں سے ایک صاع آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ نے ان کی کھجور کو تمام صدقات کے مال پر بکھیر دیا۔ (۵)

فَقَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ ......الخ منافقوں نے کہا کہ اللہ تمہارے اس صدقہ سے غنی ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے زیادہ صدقہ کرنے والے کو ریاکار بتانا اور تھوڑے صدقہ دینے والوں کا مذاق اڑانا یہ منافقوں کا شیوہ ہے، اہل ایمان کو منافقین کی ان باتوں کو نظر انداز کرنا چاہیئے اور صدقہ دینے سے رکنا نہیں چاہیئے اپنی طاقت کے مطابق صدقہ دیتے رہنا چاہیئے۔ (۶)

''اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ الخ: اس آیت میں ''اَلْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' سے مراد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور "لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جهدَهُمْ" سے مراد حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔(۷)

تخریج حدیث: اخرجه بخاری کتاب الزکٰوة (باب اتقوا النار ولوبشق تمرةٍ) وصحيح مسلم كتاب الزكٰوة (باب الحمل أُجرة يتصدق بها والنهي الشديد عن تنقيص المتصدق بقليل)، والنسائی و ابن ماجة و ابن حبان والطبرانی ۵۳۳/۷ و ابن خزیمة ۲۴۵۳۔

راوی حدیث عقبہ بن عمرو الانصاریؓ کے حالات:

عقبہ نام، ابومسعود کنیت، عقبۂ ثانیہ میں اسلام قبول کیا۔ یہ بدری تھے یعنی غزوہ بدر میں شرکت کی، یہی بات امام بخاری مسلم امام شعبہؒ وغیرہ نے فرمائی ہے، بعض نے کہا کہ ان کی سکونت مقام بدر پر تھی اس لئے بدری مشہور ہوئے۔

عہد نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں مدینہ منورہ ہی میں قیام رہا، حضرت علیؓ کے زمانے میں یہ کوفہ منتقل ہوگئے تھے (بخاری ۵۷۱/۲)

جب حضرت علیؓ جنگ صفین کے لئے روانہ ہوئے تو ان کو ہی اپنا جانشین بنا کر گئے تھے۔

وفات: ۴۰ھ میں انتقال ہوا، بعض نے کہا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے تک زندہ رہے مگر پہلا قول صحیح ہے۔

مرویات: ان سے ۱۰۲ روایات منقول ہیں۔

---

(۱) فتح الباری شرح البخاری

(۲) بخاری شریف......

(۳) نسائی شریف......

(۴) فتح الباری: اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے

(۵) تفسیر مظہری......

(۶) نزہۃ المتقین ۱۴۱/۱

(۷) تفسیر مظہری

اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ برتاؤ

(۱۱۱) ﴿اَلسَّابِعُ عَشَرَ: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بنِ جُنَادَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِى عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ: "يَاعِبَادِيْ إِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً فَلَا تَظَالَمُوْا، يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ ؛ فَاسْتَهْدُوْنِيْ أَهْدِكُمْ، يَاعِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ؛ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُوْنِيْ أَكْسُكُمْ، يَاعِبَادِيْ إِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ، بِاللَّيْلِ، وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ أَغْفِرْلَكُمْ، يَاعِبَادِیْ إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا

ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ، وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ، یَاعِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ، وَاِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ، کَانُوا عَلٰی أَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَازَادَ ذَالِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ إِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَانَقَصَ ذَالِکَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئاً، یَاعِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلُوْنِیْ فَأَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ، مَانَقَصَ ذَالِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ، یَاعِبَادِیْ اِنَّمَاهِیَ أَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْهَالَکُمْ، ثُمَّ اُوَفِّیْکُمْ اِیَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَیْراً فَلْیَحْمَدِاللّٰہَ، وَمَنْ وَجَدَغَیْرَذَالِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ'' ﷺ.

قَالَ سَعِیْدٌ: کَانَ اَبُوْ اِدْرِیْسَ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ جَثَا عَلٰی رُکْبَتَیْهِ. (رواہ مسلم)

وروینا عن الامام احمد بن حنبل رحمه الله تعالٰی قال: لیسَ لِاَهْل الشام حدیث اَشْرف من هذا الحدیث.

ترجمہ: ''حضرت سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے، وہ ابوادریس خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، وہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے، آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام کرلیا لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو مگر میں جس کو ہدایت عطا کروں پس تم مجھ سے ہدایت کا سوال کرو، میں تم کو ہدایت عطا کرونگا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھانا دوں، پس مجھ سے کھانا طلب کرو میں تم کو کھانا دونگا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو مگر جس کو میں لباس پہنا دوں، پس مجھ سے لباس مانگو میں تم کو لباس دونگا۔ اے میرے بندو! تم رات دن غلطیاں کرتے ہو اور میں تمام گناہ معاف کرنے پر قادر ہوں پس مجھ سے مغفرت مانگو میں تم کو معاف کردونگا۔ اے میرے بندو! تم مجھے نقصان پہنچانے کی قوت نہیں رکھتے ہو اور نہ ہی تم مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے تمام انسان اور جن کسی انتہائی پرہیزگار انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور جن اور انسان سب سے زیادہ بدکار کے دل جیسے ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ کمی نہیں آ سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور جن وانس ایک چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کے سوال کو پورا کردوں یہ چیز بھی میرے خزانے

میں کچھ کمی نہیں کرسکتی البتہ جس قدر سمندر میں سوئی ڈالنے سے (سمندر کا پانی) کم ہوتا ہے۔ اے میرے بندو! تمہارے اپنے اعمال ہیں میں تمہارے لئے ان کا احاطہ کرتا ہوں پھر تمہیں ان کے مطابق پورا پورا بدلہ دونگا۔ پس جوشخص بھلائی کو نہ پائے اسے صرف اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیئے۔

سعید نے بیان کیا کہ ابوادریس خولانی جب اس حدیث کو بیان کرتے تو گھٹنوں کے بل گر جاتے۔ (مسلم)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ہمیں روایت پہنچی ہے انہوں نے کہا کہ شامیوں کے پاس اس حدیث سے زیادہ کوئی عمدہ نہیں۔

لغات: ❖ جائع: جاع، جوعاً نصر سے بمعنی بھوکا ہونا، صفت جائع، جوعان۔

❖ عار: عار عورۃً سمع سے بمعنی ہر وہ امر جس سے شرم کی جائے، انسان کے وہ عضو جن کو شرم کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے جمع عوْرات، عوَرات۔

❖ کسوتہ: کسا کسواً نصر سے بمعنی کسی کو کپڑے پہنانا۔

❖ المخیط: خاط خیطاً ضرب سے بمعنی کپڑے سینا، اسم آلہ مخیط کپڑے سینے کا آلہ یعنی سوئی۔

❖ جثا: جثا جثواً و جثیٰ جثیاً نصر اور ضرب سے بمعنی دوزانوں ہو کر بیٹھنا۔

تشریح: اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ: میں نے اپنی نفس پر ظلم حرام کیا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حلال وحرام تو بندے کے اعتبار سے ہوتا ہے، یہاں پر اللہ نے اپنی طرف جو اس کی نسبت کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایسا نہیں کرتے کہ کسی پر ظلم کریں۔ (۱)

"فَلَا تَظَالَمُوْا" کہ آپس میں تم بھی ظلم نہ کرو یہ ماقبل جملہ "جَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً": کی تاکید ہے کہ ظلم کرنا بہت ہی زیادہ سخت گناہ ہے اس کو بالکل بھی نہ کیا جائے۔

"كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلاَّ مَنْ هَدَيْتُهٗ" تم سب گمراہ تھے شریعت کے آنے سے پہلے، یا رسول کے آنے سے پہلے، اللہ نے ایمان کی توفیق عطاء فرمائی اور رسولوں کو مبعوث کیا گیا کہ وہ لوگوں کو گمراہی سے نکالیں۔ (۲)

سوال: اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آدمی پہلے حق سے دور ہوتا ہے، اللہ رسولوں کے ذریعہ سے اس کو حق پر آنے کی توفیق عطاء فرماتے ہیں، جب کہ دوسری روایت كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ. "کہ ہر پیدا ہونے والا حق پر ہوتا ہے" دونوں روایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟ (۳)

جواب: "كُلُّ مَوْلُوْدٍ" والی روایت کا مطلب یہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والے کی فطرت یہ ہوتی ہے کہ وہ حق کو قبول کرے۔ اسی وجہ سے اسی روایت میں آتا ہے کہ کبھی اس کے والدین اس کو یہودی بنا دیتے ہیں کبھی نصرانی یا مجوسی، استعداد حق پر پیدا ہونے والے میں ہوتی ہے اس لئے وہ دونوں طرف جاسکتا ہے، انبیاء کے ذریعہ سے اللہ جل شانہ اس کی روح کو حق کی طرف موڑ

دیتے ہیں یہی مطلب ہے "اِلاَّ مَنْ هَدَيْتُهُ" کہ جس کو میں ہدایت عطاء کروں۔ (۴)

یَاعِبَادِیْ کُلُّکُمْ جَائِعٌ: "میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جن کو میں کھانا عطاء کروں" کیونکہ رزق کے خزائن اللہ کے پاس ہیں۔

وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ: "آسمانوں میں رزق ہے" اسی طرح سے "وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلاَّ عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" فرمایا گیا۔ (۵)

"ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمہ ہے۔"

یَاعِبَادِیْ اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ: اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو میں تمہارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں، اسی طرح قرآن کی آیت میں آتا ہے "وَاسْتَغْفِرْلَنَا ذُنُوبَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ." (۶)

اَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوبَ: "کہ میں ہی گناہوں کو معاف کرتا ہوں" مگر اس میں قانون یہ ہے کہ کفر و شرک نہ کرے اس کو اللہ معاف نہیں فرمائیں گے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا "اِنَّ اللّٰهَ لاَ یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ." (۷)

یَاعِبَادِیْ اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ: میرے بندو! تم مجھ کو نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہو۔

اس بات پر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ جل شانہ کو کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا، اللہ جل شانہ پر کسی کا جبر نہیں چلتا۔ انسان جو کچھ اچھائی یا برائی کرتا ہے اس کا نفع اور نقصان اللہ کو نہیں بلکہ اسی کرنے والے کو پہنچتا ہے۔ (۸)

"مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا." (۹)

"کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبٍ" تمام دنیا والے اس شخص کی طرح ہو جائیں جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

"اَتْقٰی قَلْبٍ": سے مراد بعض محدثینؒ نے نبی کریم ﷺ کو لیا ہے، اسی طرح "اَفْجَرَ قَلْبٍ" سے ابلیس مراد لیا ہے کہ تمام دنیا والے نبی کریم ﷺ کی طرح یا تمام دنیا والے شیطان ابلیس کی طرح ہو جائیں تب بھی اللہ کی بادشاہت میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں ہوگی۔ (۱۰)

مَا نَقَصَ ذَالِکَ مِمَّا عِنْدِیْ: ہر ایک مانگنے والے کو اس کی مراد کے مطابق اللہ جل شانہ عطاء فرمادیں تب بھی اللہ کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں ہوتی جتنی کمی سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔

اکثر محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر حقیقتاً سوئی ڈالنا بھی نہیں ہے اس میں بھی کچھ نہ کچھ کمی سمندر میں ہوسکتی ہے مگر اللہ کے خزانوں میں تو اتنی بھی کمی نہیں ہوتی۔ (۱۱)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم کتاب البر (باب تحریم الظلم)، واحمد فی مسنده ۸/۲۱۴۲۵، و ترمذی شریف وابن ماجة.

راوی حدیث حضرت سعید بن عبدالعزیزؒ کے مختصر حالات:

یہ تابعی ہیں، یہ قبیلہ تنوخی سے تعلق رکھتے تھے، دمشق کے بہت بڑے عالم اور مفتی تھے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ سعید اور امام اوزاعی میرے نزدیک برابر ہیں۔ یہ بہت روتے تھے اللہ کے خوف سے، حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ سعید ثقہ راوی ہیں۔

وفات: ۱۶۷ھ میں اسی سال کی عمر میں انتقال ہوا، سنن اربعہ اور مسلم شریف نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔

راوی حدیث حضرت ربیعہ بن یزیدؒ کے مختصر حالات:

ان کی کنیت ابوشعیب تھی۔ یہ دمشق کے مفتی تھے، لوگوں نے کہا ہے کہ یہ اپنے زمانے کے مکحولؒ سے بڑے مفتی تھے۔

وفات: ۱۲۱ھ میں ان کا انتقال ہوا، ان سے صحاح ستہ میں روایات موجود ہیں۔

راوی حدیث حضرت ادریس الخولانیؒ کے مختصر حالات:

ان کے بارے میں اسماء رجال والے فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ حنین کے دن پیدا ہوئے تھے ان کا نام عائذ اللہ تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کو دمشق کا گورنر بنایا تھا، یہ شام کے بہت بڑے عالم تھے۔

وفات: ۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا، ان سے صحاح ستہ نے روایات نقل کی ہیں (کاشف للذہبیؒ)

---

(۱) دلیل الفالحین ۱/ ۳۲۶، روضۃ المتقین ۱/ ۱۵۵

(۲) دلیل الفالحین ۱/ ۳۲۶

(۳) دلیل الفالحین ۱/ ۳۲۶

(۴) دلیل الفالحین ۱/ ۳۲۶ روضۃ المتقین ۱/ ۱۵۵

(۵) سورۃ ہود: ۲

(۶) سورۃ یوسف: ۹۷

(۷) سورۃ النساء: ۴۸

(۸) روضۃ المتقین ۱/ ۱۱۵

(۹) سورۃ الجاثیہ: ۱۵

(۱۰) فتح الباری

(۱۱) دلیل الفالحین ۱/ ۳۳۰

(۱۲) بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاِزْدِيَادِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ اَوَاخِرِ الْعُمُرِ

آخری عمر میں نیک کاموں کے زیادہ کرنے کی ترغیب

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيْرُ ﴾ (فاطر: ۳۷)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور

تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔''

قَالَ ابن عبّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنہُ، وَالْمُحَقِّقُوْنَ: مَعْنَاہُ: أَوَلَمْ نُعَمِّرْ کُمْ سِتِّیْنَ سَنَةً؟ وَیُؤَیِّدُہُ الْحَدِیْثُ الَّذِیْ سَنَذْکُرُہُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی، وَقِیْلَ: مَعْنَاہُ: ثَمَانِیَ عَشَرَةَ سَنَةً، وَقِیْلَ: أَرْبَعِیْنَ سَنَةً. قَالَہُ الْحَسَنُ وَالْکَلْبِی وَمَسْرُوْقٌ، وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَیْضاً. وَنَقَلُوْا: أَنَّ أَھْلَ الْمَدِیْنَةِ کَانُوْا اِذَا بَلَغَ أَحَدُھُمْ أَرْبَعِیْنَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ. وَقِیْلَ: ھُوَ الْبُلُوْغُ. وَقَوْلُہُ تَعَالٰی: ﴿وَجَاءَ کُمُ النَّذِیْرُ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْجُمْھُوْرُ: ھُوَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَقِیْلَ الشَّیْبُ. قَالَہُ عِکْرِمَةُ، وَابْنُ عُیَیْنَةَ وَغَیْرُھُمَا. وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور محققین علماء اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہیں ''کیا ہم نے تمہیں ۶۰ سال کی عمر نہیں عطاء کی تھی؟'' اس کی تائید آنے والی حدیث سے بھی ہو رہی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ۸۰ سال کی عمر ہے اور بعض نے ۴۰ سال کہا ہے۔ چنانچہ حسن، کلبی، مسروق اور عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ایک روایت یونہی مروی ہے اور مدینہ والوں کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان میں سے کسی کی عمر ۴۰ سال تک پہنچ جاتی تو وہ عبادت کے لئے فارغ رہتا، بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد بلوغت کی عمر ہے اور ''جَاءَ کُمُ النَّذِیْرُ'' کا معنی عبداللہ بن عباسؓ اور جمہور علماء بیان کرتے ہیں اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں لیکن عکرمہ، ابن عیینہؒ وغیرہ کہتے ہیں اس سے مراد بڑھاپا ہے۔ واللہ اعلم

تشریح: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْمُحَقِّقُوْنَ مَعْنَاہُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ سِتِّیْنَ سَنَةً: سے مراد ابن عباسؓ اور محققینؒ علماء کے نزدیک ساٹھ سال کی عمر مراد ہے یہی بات ابن جریر اور طبرانی سے بھی معلوم ہوتی ہے اور اس کے بعد والی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

حسن بصری، کلبی اور مسروق سے مروی ہے کہ چالیس سال کی عمر مراد ہے، ایک روایت ابن عباسؓ کی بھی چالیس کی ہے اسی طرح مجاہدؒ سے بھی یہی منقول ہے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے شہر کے علماء کو دیکھا ہے کہ وہ علم اور دنیا میں لگے رہتے تھے مگر جب ان کی عمر چالیس سال کی ہوتی تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی یاد میں ہمہ تن مشغول ہو جاتے تھے۔

قِیْلَ ھُوَ الْبُلُوْغُ: بعض نے بلوغ کی عمر کو بتایا، بلوغ کی عمر امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک پندرہ سال ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اٹھارہ سال ہے جب کہ کوئی علامت بلوغ نہ پائی جائے۔

نذیر: سے مراد ابن عباسؓ اور جمہور علماء کے نزدیک آپ ﷺ کی ذات مبارک ہیں اور حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عیینہ کے نزدیک بڑھاپا ہے یہ بھی انسان کو ڈرانے کے لئے کافی ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات:

حسن بصریؒ ان کا پورا نام ابوسعید الحسن بن ابی الحسن یسار بصری ہے، آپ زید بن ثابتؓ کے یا جمیل بن قطبیہ کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کی والدہ

خیرہ ام سلمہؓ کی آزاد کردہ کنیز تھیں، حسن بصریؒ نے بہت سے صحابہؓ کی زیارت کی۔ (تہذیب الاسماء۱/۱۶۱)

امام ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ حسن بصریؒ کی مرسلات اگر ثقہ راویوں سے مروی ہوں تو وہ صحیح ہیں، اسی طرح ابوذرعہؒ فرماتے ہیں (تہذیب التہذیب۲/۲۷۰)

وفات: ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

حضرت کلبیؒ کے مختصر حالات:۔

ان کا پورا نام ابوالنضر محمد بن سائب بن بشر بن عمرو بن عبدالحارث ہے، کوفہ کے رہنے والے تھے، تاریخ، انساب اور تفسیر میں مشہور ہوئے، ان پر اہل علم نے شدید جرح کی ہے، امام احمدؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کیا کلبی کی تفسیر دیکھنا چاہیئے فرمایا نہیں۔ اسی طرح حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "لاَ یصح ذِکْرُہٗ فِی الْکِتٰبِ فَکَیْفَ الاحتجاج بہ" کتابوں میں ان کا ذکر کرنا ہی درست نہیں تو ان سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ۱۷۸/۱۸۱)

وفات: ان کا انتقال ۱۴۶ھ میں ہوا۔

حضرت مسروقؒ کے مختصر حالات:

ان کی کنیت ابوعائشہ اور والد کا نام اجدع بعد میں عبدالرحمٰن ہوا۔ انہوں نے ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں اسلام قبول کیا یا عہد فاروقی میں، یمن کے رہنے والے تھے، مشہور جنگ قادسیہ میں شریک تھے، انہوں نے حضرت عائشہؓ ابن مسعودؓ، عثمانؓ، علیؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ وغیرہ سے علم حاصل کیا (تہذیب التہذیب۱۰/۱۱۰)

ابن مسعود کے ان اصحاب میں سے تھے جس کا شغل درس وافتاء تھا۔ (تہذیب التہذیب۱۰/۱۱۰)

وفات: ان کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا۔

راوی حدیث حضرت عکرمہؒ کے مختصر حالات:

ابن عباسؓ کے غلام تھے، حصین بن ابی الحر العنبر ی نے ان کو حضرت ابن عباسؓ کو بطور ہدیہ کے دیا تھا۔ ابن عباسؓ نے ان کو انتہائی محنت سے تعلیم دی انہوں نے حضرت علیؓ، ابوہریرہ، ابن عمر، ابوسعید الخدریؓ سے بھی علم حاصل کیا۔ (تہذیب التہذیب ۷/۲۶۴)

انہوں نے چالیس سال حصول علم میں گزارے (تذکرۃ الحفاظ للذہبی رحمۃ اللہ علیہ، ۱/۹۰)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ عکرمہؒ سے بڑا عالم ہمارے زمانے میں کوئی نہیں۔ (تہذیب التہذیب ۷/۲۶۶)

جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے کہا: "مَاتَ اَفْقَہُ النَّاسِ وَاَشْعَرُ النَّاسِ" آج سب سے بڑے فقیہ اور سب سے بڑے شاعر کا انتقال ہوگیا۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ کے مختصر حالات:

سفیان بن عیینہ غلام خاندان کے ہیں، والد کا نام عیینہ اور دادا کا نام ابوعمران میمون تھا۔ (ابن خلکان)

کوفہ میں پیدا ہوئے ۱۰۷ھ میں ۷ سال میں قرآن حفظ کرلیا اور علم دین کے حصول میں مشغول ہوئے (تہذیب الاسماء۱/۲۴۵)

ان کے بارے میں خطیب بغدادیؒ نے ان کا قول لکھا ہے "مَاکَتَبْتُ شَیْئاً قَطُّ اِلاَّ حَفِظْتُہٗ" میں جس چیز کو بھی لکھا مجھے وہ یاد ہوجاتی (تاریخ بغداد ۹/۱۸۲)

ان کے بارے میں فرمایا گیا "مَا فِیْ اَصْحَابِ الزُّھْرِیِّ اَتْقَنُ مِنِ ابْنِ عُیَیْنَۃَ" زہری کے تلامذہ اور اصحاب میں سے سب سے زیادہ قابل اعتماد ابن عیینہ تھے۔ (تہذیب التہذیب۴/۱۱۹)

امام احمدؒ فرماتے ہیں قرآن کو جاننے والا میں نے ان سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب ۴/۱۲۰)

وفات: ان کا انتقال (۱۹۸ھ) میں حرم پاک میں ہوا اور قبرستان جیحون میں مدفون ہوئے (ابن خلکان)

ساٹھ سال کے بعد کوئی عذر باقی نہیں رہتا

(۱۱۲) ﴿وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَالْاَوَّلُ: عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَی امْرِیءٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتّٰی بَلَغَ سِتِّیْنَ سَنَةً" (رواه البخاری) قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنَاهُ: لَمْ یَتْرُکْ لَهُ عُذْرًا إِذْ أَمْهَلَهُ هٰذِهِ الْمُدَّةَ. یُقَالُ: أَعْذَرَ الرَّجُلُ إِذَا بَلَغَ الْغَایَةَ فِی الْعُذْرِ.﴾

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی کو معذور جانتے ہیں جس کی عمر کو مؤخر کیا یہاں تک کہ ساٹھ (۶۰) برس کو پہنچ گیا۔ علماءؒ نے اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہا ہے جب اللہ پاک اتنی مدت اس کو مہلت دیتے ہیں تو پھر کوئی عذر باقی نہیں رہتا ہے۔ عربی کا محاورہ ہے "اعذر الرجل" یہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص عذر کے آخری مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے۔''

لغات: ❖ اعذر: اعذر اعذاراً افعال سے بمعنی کسی کو معذور اور مجبور سمجھنا۔

❖ اجل: بمعنی مدت، وقت، موت جمع آجال۔

تشریح: اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰی امْرِیءٍ: اللہ تعالیٰ آدمی کو معذور جانتے ہیں کہ جب آدمی کی عمر ساٹھ سال کی ہوگئی تو اب آدمی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ کاش! کہ میری عمر زائد ہوتی تو میں یہ نیک اعمال کر لیتا۔ (۱)

نیز اس سے محدثینؒ یہ بھی استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے بغیر کسی شخص کو سزا نہیں دیتے ساٹھ سال کی عمر میں بھی اتمام حجت ہو جاتی ہے۔ (۲)

نیز اس حدیث میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر کے بعد آدمی کو تو غفلت اور گناہوں سے باز آ جانا چاہئے کیونکہ بظاہر اس کے بعد موت کا زمانہ قریب ہو جاتا ہے، اس عمر میں بھی فسق و فجور اور اللہ کی نافرمانی کے ارتکاب پر اس حدیث میں تنبیہ فرمائی جا رہی ہے۔ (۳)

ساٹھ سال کی عمر کو آدمی جب پہنچ گیا

اور ساٹھ سال کی عمر کو آدمی جب پہنچ گیا گویا کہ اس نے اپنی عمر پوری کر لی جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے "اِعْمَارُ اُمَّتِیْ مَابَیْنَ سِتِّیْنَ اِلٰی سَبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یَجُوْزُ ذَالِکَ" (۴) میری امت کی عمر ساٹھ سال سے ستر سال ہوگی

بہت کم ہوں گے جو اس سے تجاوز کریں گے۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الرقاق (باب من بلغ ستین سنة فقد اعذر اللہ الیه فی العمر)، واخرجه احمد فی مسندہ ۳/۳/۹٤۰۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۱/۳۳۴

(۲) فتح الباری

(۳) دلیل الفالحین ۱/۱۴۲،

(۴) اخرجہ ترمذی بسند حسن

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت

(۱۱۳) ﴿الثَّانِیُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: کَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یُدخِلُنِیُ مَعَ اَشیَاخِ بَدْرٍ، فَکَأَ نَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَفِیُ نَفْسِهٖ فَقَالَ: لِمَ یَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَاوَلَنَا اَبنَاءٌ مِثْلُهٗ؟! فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّهٗ مِنْ حَیثُ عَلِمْتُمْ! فَدَعَانِیُ ذَاتَ یَوْمٍ فَاَدْخَلَنِیُ مَعَهُمْ، فَمَارَأَیْتُ اَنَّهٗ دَعَانِیُ یَوْمَئِذٍاِلاَّ لِیُرِیَهُمْ قَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِیُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالیٰ: ﴿إِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ؟﴾ (الفتح: ۱)، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اُمِرْنَانَحْمَدُ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرُهٗ اِذَا نَصَرَنَاوَ فَتَحَ عَلَیْنَا. وَسَکَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ یَقُلْ شَیْئاً. فَقَالَ لِیُ: أَکَذَالِکَ تَقُوْلُ یَا ابْنَ عَبَّاسٍؓ؟ فَقُلْتُ: لاَ، قَالَ: فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ لَهٗ قَالَ: ﴿اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ﴾ وَذَالِکَ عَلاَمَةُ اَجَلِکَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْ هُ اِنَّهٗ کَا نَ تَوَّاباً﴾ (الفتح: ۳)، فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا اِلاَّ مَا تَقُوْلُ.﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بدر کے شیوخ کے ساتھ مقام دیتے تو بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کو محسوس کرتے اور کہتے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کم سن بچے کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں جب کہ اس جیسے ہمارے بھی بچے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عبداللہ بن عباسؓ ان لوگوں میں سے ہے جہاں سے تم نے علم پڑھا، عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلایا اور ان کے ساتھ بٹھایا، میرا خیال ہے کہ اس دن مجھ کو بلانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ انہیں بتانا چاہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "اذا جاء

نَصرُ اللّٰہِ وَ الفَتحُ" کا کیا مطلب ہے؟ بعض نے کہا کہ جب ہمیں کامیابی حاصل ہوچکی اور اللہ نے ہمیں فتح عطا کردی ہے تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اب ہم حمد وثنا میں مصروف رہیں اور استغفار کرتے رہیں، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالکل خاموش رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے اے عبداللہ بن عباسؓ، تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کا رحلت فرمانا ہے، اللہ نے نبی کریم ﷺ کو اس آیت سے معلوم کرا دیا کہ جب اللہ کی مدد اور کامیابی حاصل ہوجائے گی تو یہ آپ کی وفات کی علامت ہے، پس آپ کو چاہئے کہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں بھی اس آیت کا یہی مطلب سمجھتا ہوں۔"

لغات: ❖ اشیاخ: شاخ شیخاً، شیخوخۃً ضرب سے بمعنی بوڑھا ہونا، بڑی عمر والا ہونا جمع شیوخ، اشیاخ۔

❖ ابناء: جمع ہے ابن کی بمعنی لڑکا، بیٹا۔ اور اس کی جمع بنون بھی آتی ہے۔

❖ ذات یومٍ: ذات مؤنث ہے ذو کا۔ تثنیہ ذواتان۔ اور اس کی جمع ذوات۔ اس کا اور اس کے تثنیہ اور جمع کا اعراب انہیں کے مشابہ مفرد تثنیہ وجمع اسماء کا سا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں "لقیته ذات یومٍ او ذات لیلة او ذات مرةٍ."

تشریح: یُدخِلُنِی مَعَ اَشیَاخِ بَدرٍ: مجھے بدر میں شریک ہونے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک کرتے تھے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباسؓ کو اہل شوریٰ اور بڑے عمر والے اور ایسے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کے زمانہ اسلام میں بڑے بڑے کارنامے تھے ان کے ساتھ بٹھاتے تھے۔ (۱)

"فَکَاَنَّ بَعضَهُم وَجَدَ فِی نَفسِهٖ" ان میں سے بعض نے یہ ناگوار سمجھا، ابن نحویؒ کے بقول مراد اس سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسے کہ بخاری کی روایت میں اس کی تصریح بھی موجود ہے۔ (۲)

"اِنَّهٗ مِن حَیثُ عَلِمتُم" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ کے مرتبہ کو تم لوگ نہیں جانتے۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ "قَالَ الْمُهَاجِرُوْنَ لِعُمَرَ اَلَا تَدْعُوْ اَبْنَائَنَا کَمَا تَدْعُوْ اِبْنَ عَبَّاسٍ؟ قَالَ ذَاکُمْ فَتَی الْکُهُوْلِ اِنَّ لَهٗ لِسَاناً سَؤُوْلاً وَقَلْباً عَقُوْلاً." (۳)

فَمَارَأَیتُ اَنَّهٗ دَعَانِی یَومَئِذٍ اِلَّا لِیُرِیَهُم: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو بلایا تا کہ ان کو میری (حیثیت وعلمیت) دکھلائیں،

ابن سعدؒ کی روایت میں ہے: "اَمَا اِنِّی سَاُرِیکُمُ الیَومَ مِنهُ مَا تَعرِفُونَ بِهٖ فَضلَهٗ" (۴)

ذَالِکَ عَلَامَۃُ اَجَلِکَ: اس سے آپ ﷺ کی موت کی اطلاع دینی ہے۔

اسی وجہ سے اس سورت کا نام بعض مفسرینؒ نے سورت التودیع کہا کہ رخصت کرنے والی، اس سورت کے نزول کے تقریباً ۸۰ دن کے بعد آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔(۵)

اس سورت میں بتا دیا گیا کہ جس مقصد کے لئے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا وہ مقصد پورا ہو گیا۔

مَا اَعْلَمُ مِنهَا اِلاّ مَاتقُوْلُ: میرا علم بھی یہی ہے جو تم بیان کررہے ہو، مسند احمد کی ایک روایت میں اس جگہ یہ الفاظ ہیں "کَیفَ تلُوْ مُوْنِیْ عَلَی مَاتَرَوْنَ"(٦)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی عزت ومرتبت عمر سے نہیں بلکہ اس کی عقل وفہم سے ہوتی ہے۔(۷)

فکم من صغیرٍ لا حظته عنایة من الله فا حتا جت الیه الا کابر

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی التفسیر (باب تفسیر سورة اذا جاء نصرالله) و باب الأنبیاء باب علامات النبوة فی الاسلام، ترمذی فی التفسیر (باب تفسیر سورة الفتح) وفی المغازی (باب نزل النبی ﷺ یوم الفتح) رواہ مسلم فی الصلٰوة (باب مایقال فی الرکوع و السجود) اخرجه احمد فی مسنده ۱/۳۱۳۷، وترمذی و الطبرانی ۱۰٦۱۷، والبیهقی فی الدلائل ٤٤٦/٥ والنسائی فی الکبریٰ بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۱/ ۳۳۵

(۲) بخاری باب علامات النبوۃ......

(۳) مصنف عبدالرزاق......

(۴) طبقات ابن سعد......

(۵) تفسیر قرطبی......

(٦) مسند امام احمدؒ......

(۷) روضۃ المتقین ۱/ ۱۵۸

انتقال سے قبل آپ ﷺ کا معمول

(۱۱٤) ﴿الثالث: عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: مَا صَلّی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ صلوةً بَعْدَ اَنْ نَزَلَتْ عَلَیهِ﴿اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ﴾ اِلَّا یَقُوْ لُ فِیهَا: "سُبْحا نک رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِی"(متفق علیه)

وفی روایة فی الصحیحین عنها: کان رسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ اَنْ یَقُوْلَ فی رُکُوعِهِ وَ سُجُودِهِ: "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرلِیْ" یَتَاَوَّلُ القُرْآنَ. معنی: "یَتَاَوَّلُ القُرْآنَ" أیْ: یَعْمَل مَا

اُمِرَ بِهٖ فِی الْقُرْآنِ فی قولِهٖ تعالٰی: ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْهُ﴾

وفی روایة لِمُسْلِمٍ: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ اَنْ یَقُوْلَ قَبْلَ اَنْ یَمُوْتَ: "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ." قَالَتْ عائشةُ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ھٰذِہِ الْکَلِمَاتُ الَّتِیْ اَرَاکَ اَحْدَثْتَھَا تَقُوْلُھَا؟ قَالَ: "جُعِلَتْ لِیْ عَلَامَةٌ فِیْ اُمَّتِیْ اِذَا رَاَیْتُھَا قُلْتُھَا: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ﴾ اِلٰی آخِرِ السُّوْرَةِ"

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَہٗ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ مِنْ قَوْلِ: "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ،، قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَرَاکَ تُکْثِرُمِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ؟ فقال: "اَخْبَرَنِیْ رَبِّیْ اَنِّیْ سَاَرٰی عَلَامَةً فِیْ اُمَّتِیْ فَاِذَا رَاَیْتُھَا اَکْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ؛فَقَدْ رَاَیْتُھَا: ﴿اِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ﴾"فَتْحُ مَکَّةَ،، ﴿وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّاباً﴾

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ "اذا جاء نصر اللہ و الفتح" کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ ہر نماز میں "سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" پڑھتے تھے۔ صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں اکثر بار "سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ" کہا کرتے تھے۔ قرآن پاک کی تاویل فرماتے یعنی قرآن پاک میں "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ" کے ضمن میں حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عمل فرماتے۔

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ اپنی وفات سے قبل اکثر یہ کلمات فرماتے "سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ" "تو پاک ہے تیری ہی تعریف کرتا ہوں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں" اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کلمات کیا ہیں میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ یہ کلمات اب کہنے لگے ہیں۔ فرمایا میرے لئے میری امت میں ایک علامت قائم کی گئی ہے کہ جب میں اس علامت کو دیکھوں تو یہ کلمات کہوں پھر آپ نے یہ سورت تلاوت فرمائی "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ"

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ اکثر "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" کہتے تھے، عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ اکثر "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" کہتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے بتایا ہے کہ میں

عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا پس جب میں وہ علامت دیکھوں تو کثرت کے ساتھ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" کہوں پس میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے۔"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ" یعنی مکہ فتح ہو چکا ہے اور "آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ اللہ پاک کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں پس آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہیں اور اس سے مغفرت مانگیں وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

لغات: ❖یکثر: کثر، کثرۃً باب کرم سے بمعنی بہت ہونا اور ضرب سے کثر کثراً بمعنی کثرت میں غالب ہونا۔

❖یتاول: تاوّلَ تأوُّلاً تفعل سے بمعنی کلام کی تفسیر کرنا۔

❖علامۃٌ: العلامۃُ بمعنی نشان، راہ کا نشان۔ جمع علامٌ و علامات۔

❖اخبرنی: خبّرہ واخبرہ بمعنی کسی کو کسی شئی سے آگاہ کرنا، خبردار کرنا۔

❖افواجاً: الفوج بمعنی جماعت، گروہ، عرف میں مسلح عسکری جمع افواج و فووج، جمع الجمع افاوج وافاویج۔

تشریح: سورت نصر کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ کا معمول

ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی کو اپنی موت قریب محسوس ہو تو تسبیح اور استغفار یعنی اللہ جل شانہ کی طرف توجہ میں اضافہ کر دینا چاہیئے، جیسے کہ آپ ﷺ نے سورت نصر کے نازل ہونے کے بعد "سُبْحَانَکَ رَبَّنَاوَ بِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" اور "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ" اور "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" وغیرہ پڑھنے کا اہتمام فرمانے لگے۔

اور بقول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سورت نصر کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے عبادت میں اتنا مجاہدہ فرمانا شروع کر دیا تھا کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ (۱)

یہ استغفار کا کرنا کوئی گناہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ رفع درجات کے لئے تھا، یا امت کی تعلیم کے لئے تھا، کہ میں معصوم ہوں تب بھی استغفار کرتا ہوں، اُمت تو خطاوار ہے تو امت کو اور زیادہ استغفار کرنا چاہیئے۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی التفسیر (باب تفسیر سورۃ اذاجآء نصر اللہ) (و باب التسبیح و الدعاء فی السجود) وفی المغازی (باب نزل النبی ﷺ یوم الفتح)، رواہ مسلم فی الصلوٰۃ. (باب مایقال فی الرکوع والسجود) واخرجہ احمد فی مسندہ، ۲۴۲۱۸/۹، وابوداؤد و النسائی و ابن ماجۃ و ابن حبان وا بن خزیمۃ ص ۶۰۵، و ابوعوانۃ ۱۸۶/۲، ۱۸۷، و مصنف عبدالرزاق ۲۸۷۸، والبیھقی ۱۰۹/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تفسیر قرطبی......

آپ ﷺ پر وفات سے قبل وحی کی کثرت

(۱۱۵) ﴿اَلرَّابِعُ: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبَيْلَ وَفَاتِهٖ، حَتّٰى تُوُفِّيَ اَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ پر آپ کی وفات سے پہلے مسلسل وحی نازل فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ کا انتقال ایسی حالت میں ہوا کہ پہلے کی نسبت وحی زیادہ نازل ہوتی تھی۔''

لغات: ❖ تابع: تبع تبعاً سمع سے بمعنی پیچھے چلنا، ساتھ چلنا، تابع بين الاعمال، کام مسلسل لگا تار کرنا۔

❖ الوحي: وحى وحياً ضرب سے بمعنی پیغام بر بھیجنا، اشارہ کرنا۔ ''الله في قلبه كذا'' خدا تعالیٰ کا کسی کے دل میں کچھ ڈالنا، لکھا ہوا، پیغام، انبیاء کی وحی۔

تشریح: اَكْثَرُ مَا كَانَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ: آخری ایام میں پہلے کی بنسبت زیادہ وحی آپ ﷺ پر نازل ہوتی تھی۔ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آخری ایام میں وفود کی کثرت ہوئی اور کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو ان لوگوں کے کثرت سوال کی وجہ سے اللہ جل شانہ کی طرف سے زیادہ احکامات نازل ہوئے۔ (۱)

یا آخری ایام میں اللہ جل شانہ کا قرب زیادہ حاصل ہوا اس کی وجہ سے وحی میں کثرت ہوئی۔ (۲)

یا اس کی وجہ یہ تھی کہ دنیا اور آخرت کے تمام امور نازل کردیئے گئے تاکہ بعد والوں کے لئے رہنمائی ملتی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح البخارى كتاب فضائل القرآن (باب كيفية النزول، واوّل ما نزل)، صحيح مسلم اوائل كتاب التفسير، واخرجه احمد ١٣٤٧٩/٤، وابن حبان ٤٤ مع اختلاف يسير.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ......

(۲) روضۃ المتقین ۱/۱۱۹

(۳) دلیل الفالحین ۱/۳۴۱

آدمی جس حالت میں مرتا ہے اسی حالت میں اٹھایا جائے گا

(۱۱۶) ﴿اَلْخَامِسُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ''﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس حالت پر کوئی آدمی فوت ہوا اسی حالت پر اُٹھایا جائے گا۔''

لغات: ❖ یبعثُ: بعث بعثاً فتح سے بمعنی تنہا بھیجنا۔ المیت، اُٹھانا۔ دوبارہ زندہ کرنا، چنانچہ یوم البعث اسی سے ہے یعنی دوبارہ اُٹھنے کا دن۔

❖ مات: مات موتاً نصر سے بمعنی مرنا، آگ کا بجھنا۔

تشریح: اسی کے ہم معنی یہ حدیث ''اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ'' بھی ہے مفہوم یہ ہے کہ ان احادیث میں ترغیب دی جارہی ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ نیک کاموں میں لگا رہے، اگر اسی میں موت آئی تو نیک لوگوں کے ساتھ ہی ان کا حشر ہوگا، اس کے برعکس اگر وہ برے کاموں میں مشغول رہے تو اسی میں موت آئے گی اور ان ہی لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ خاص کر کے بڑھاپے اور مرض میں نافرمانی سے زیادہ بچنا چاہئے کہ موت کا پتہ نہیں کہ کس وقت موت آجائے

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم   چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم

مصنفؒ نے اس باب کو یعنی باب ''الحثُّ علی الازدیاد من الخیر فی آواخر العمر'' کو ''یبعث کل عبدٍ علی ما مات علیه'' والی حدیث پر ختم فرمایا۔ اس سے یہ ترغیب دینی مقصود ہے کہ اگر یہ آخری حدیث کو سامنے رکھا جائے تو آدمی کا حسن خاتمہ ہونا آسان ہوجائے گا۔ ''نسئال اللّٰہ تعالٰی ان یرزقنا حسن الخاتمة''

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الجنة، (باب اثبات الحساب)، و ابن ماجة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابرؓ کے حالات حدیث نمبر۴ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۱۱۹

(۲) دلیل الفالحین ۱/۳۴۰

(۱۳) بَابٌ فِی بَیَانِ کَثْرَةِ طُرُقِ الْخَیْرِ

نیک اعمال کے راستوں کے زیادہ ہونے میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾ (بقرة: ۲۱۵)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور جو بھلائی تم کروگے خدا اس کو جانتا ہے۔''

پھر اس کا بدلہ پورا پورا دے گا کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ سے مخفی ہو۔

وَقَالَ، تَعَالٰی: ﴿وَمَاتَفْعَلُوْامِنْ خَيْرٍيَعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ (البقرة: ۱۹۷)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے، ”تم جو بھلائی بھی کرتے ہو اللہ جل شانہ اسے جانتا ہے۔“

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ﴾ (الزلزلة: ۷)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ: کہ کوئی معمولی سی بھی نیکی کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کو جانتے ہیں اور قیامت کے دن انسان اس کے اجر کو دیکھ لے گا۔

خَيْرًا: اس سے مراد وہ خیر ہے جو شرعاً معتبر ہو، نیکی ایمان کے بغیر معتبر نہیں کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل نیک نہیں یعنی آخرت میں اس کا بدلہ نہیں ہوگا، کافر کو اللہ جل شانہ اس کی نیکی کا دنیا میں ہی بدلہ عطاء فرما دیتے ہیں، اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ بالآخر جنت میں ضرور داخل ہوگا کیونکہ صرف ایمان یہ صرف نیکی نہیں بلکہ بہت بڑی نیکی ہے اس لئے وہ اگر ہمیشہ جہنم میں رہے تو اس نیکی کا بدلہ کہاں دیکھے گا اس لئے اس کو جہنم سے نکالا جائے گا اور جب ایک مرتبہ جنت میں داخل ہوگا تو پھر وہاں سے نہیں نکالا جائے گا۔ [1]

یہی مضمون متعدد احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

(۱) معارف القرآن ۸/۸۰۱، تفسیر مظہری ۱۲/۵۰۳

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ﴾ (الجاثية: ۱۵)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے، ”جو کوئی نیک عمل کرے گا تو وہ اپنے لئے کریگا۔“

تشریح: اس آیت میں ایمان والوں کو ترغیب دی جارہی ہے، کہ جتنے نیک اعمال بھی تم کرو گے اس کا پورا بدلہ تم کو ہی ملے گا، تمہارے نیک اعمال سے اللہ جل شانہ کی ملکیت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اگر تم کوئی گناہ کرو تو اس سے بھی اللہ جل شانہ کی ملکیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو کچھ بھی تم کرو گے تم اپنے ہی فائدہ اور نقصان کے لئے کرو گے اس لئے سمجھ داری یہ ہے کہ خوب نیک اعمال کئے جائیں تاکہ اس کا بدلہ خوب ملے، بدلہ دینے میں اللہ کوئی کمی بھی نہیں فرماتے۔ ایک کا بدلہ دس کے ساتھ اور پھر ”وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ“ [1] جس کے لئے اللہ جتنا چاہئے بڑھا دیتے ہیں۔

”وَالآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ“ اس باب میں بہت سی آیات ہیں۔

”وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَهِيَ غَيْرُ مُنْحَصِرَةٍ فَنَذْكُرُ طَرَفًا مِّنْهَا“

اور جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو وہ بھی بہت سی ہیں جس کا شمار ہی نہیں، ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے۔

(۳) سورۃ بقرۃ: ۲۶۱

افضل اعمال کی ترتیب

(۱۱۷) ﴿الاوّلُ: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدَبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَیُّ الاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "الایْمَانُ بِاللّٰهِ، وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِهٖ" قُلْتُ اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا، وَ اَ کْثَرُ هَا ثَمَنًا"، قُلْتُ: فَاِنْ لَمْ اَفْعَل؟ قَالَ: تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لأَخْرَق"، قُلْتُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَیْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ العَمَلِ؟ قَالَ: تَكُفُّ شَرَّکَ عَنِ النَّاسِ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْکَ عَلٰی نَفْسِکَ"﴾ (متفق علیه)

"الصَّانِعُ" بِالصَّادِ المهملة هذا هو المشهور، وَرُوِیَ "ضَائِعًا" بالمعجمة: أَیْ ذَا ضَیَاعٍ مِنْ فَقْرٍأَوْ عِیَالٍ، وَنَحْوِ ذٰلِکَ، "وَالْاَخْرَقُ": الّذِی لا یُتْقِنُ مَا یُحَاوِلُ فِعْلَهٗ.

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا خدا پر ایمان رکھنا۔ اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ میں نے عرض کیا کونسا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو گھر والوں کو زیادہ پیارا ہو اور جس کی قیمت بھی زیادہ ہو، میں نے عرض کیا اگر میں یہ نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کام کرنے والے (فقیر عیالدار) کی مدد کرے۔ یا جو دوست کام نہ کر سکے اس کا کام کرنا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ آپ بتائیں اگر میں ان سے بعض عمل کرنے سے کمزور رہوں آپ ﷺ نے فرمایا تو لوگوں سے اپنی شرارت روک لے یہ کام بھی تیرے نفس پر تیری طرف سے صدقہ ہے۔''

"الصانع" یہ صاد مہملہ کے ساتھ مشہور ہے اور یہ ضاد معجمہ کے ساتھ بھی مروی ہے یعنی ضائعًا۔ جو غربت یا عیال داری اور اسی قسم کی دیگر کسی وجہ سے پریشان حال ہو اور "اخرق" بے ہنر جو اپنے مطلوبہ فعل کو اچھی طرح نہ کر سکے۔

لغات: ❖ الرقاب: جمع ہے الرقبۃ کی بمعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصہ (گدی) غلام کو اس لئے بولتے ہیں کہ جز اشرف بول کر کل مراد ہوتی ہے۔

❖ الثمنُ: بمعنی بیچی ہوئی چیز کا عوض جمع اثمان و اثمنة۔

❖ صانعًا: صنع صنعًا فتح سے بمعنی بنانا۔ الیه معروفاً کسی کے ساتھ بھلائی واحسان کرنا۔

❖ تکفُّ: کفّ، کفًّا نصر سے عن الامر کسی کو کسی کام سے روکنا، باز رکھنا۔

تشریح: اَیُّ الاَعْمَالِ اَفْضَلُ: یعنی جس کا ثواب سب سے زیادہ ہو۔ "اَلایْمَانُ بِاللّٰهِ" اللہ پر ایمان رکھنا ہی تمام اعمال کی

جڑ اور بنیاد ہے، اس کے بغیر تو کوئی بھی خیر معتبر نہیں ہوتی۔ (۱)

وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهِ: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ "**اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا**" گھر والوں کو زیادہ محبوب ہو، جیسے کہ قرآن میں آتا ہے "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" (۲) کہ تم نیکی کے کامل درجہ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم ایسی چیز خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہے۔ "**وَاَكْثَرُهَا ثَمَناً**" اس کی قیمت زیادہ ہو، یعنی وہ ایسا غلام ہو جو بہت زیادہ سمجھ دار اور زیادہ نفع والا ہو۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غلام آزاد کرنے میں اور قربانی کے جانور میں فرق ہوگا کہ اگر ایک ہزار روپے کے ایک طرف دو غلام ملتے ہوں تو دوسری طرف ایک ہی قیمتی غلام ملتا ہے تو اب یہاں پر دو غلام کو آزاد کرنا افضل ہوگا بنسبت ایک قیمتی غلام کے۔ اور قربانی کے جانور میں ایک ہزار کے دو جانور کے بنسبت ایک موٹا تازہ جانور جو ایک ہزار کا ایک ہی ہو وہ زیادہ افضل ہوگا۔ کیونکہ قربانی میں جانور کا موٹا تازہ ہونا زیادہ افضل ہے۔ (۳)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیادہ نفع والا عدد کے زیادہ ہونے سے زیادہ افضل ہے۔ (۴)

اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ: بے ہنر کا کام کردو۔ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر ہنرمند کا کام میں مدد کرنا یہ ہنر والے کے کام میں مدد کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ جس کو وہ ہنر آتا ہی نہیں اور وہ کام بھی اس کے ذمہ ہے تو وہ کام کیسے ہوگا اور جس کو وہ ہنر آتا ہے تو آج نہیں کل وہ اپنا کام مکمل کرلے گا۔ (۵)

تخریج حدیث: **صحیح بخاری کتاب العتق، (باب ایُّ الرقاب افضل؟) و صحیح مسلم کتاب الایمان، (باب بیان کون الایمان باللہ افضل الاعمال)، اخرجه احمد ۸/۲۱۳۸۹، نسائی ۳۱۲۹، ابن ماجة، سنن دارمی ۲/۳۰۷، ابن حبان ۱۵۲، مصنف عبدالرزاق ۲۰۲۸۹، والبیهقی ۲/۲۷۳۔**

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر جندب بن جنادہؓ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۱۲۰

(۲) سورۃ آل عمران، آیت ۹۲

(۳) شرح مسلم

(۴) فتح الباری......

(۵) روضۃ المتقین ۱/۱۶۲

آدمی کے ہر عضو پر صدقہ ہے

(۱۱۸) الثانی: **عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَیْضاً رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذَالِكَ**

رَکْعَتَانِ یَرْکَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی"﴾ (رواہ مسلم)

"السُّلَامٰی" بضم السین المهملة وتخفیف اللام وفتح المیم: اَلْمَفْصِلُ.

ترجمہ:"حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر ایک عضو پر صدقہ ہے، چنانچہ "سبحان اللّٰہ" کہنا صدقہ ہے۔ "الحمدللّٰہ" کہنا "لا الٰہ الّا اللّٰہُ" کہنا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنا تمام صدقات ہیں۔ "اَمْرٌبِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ" صدقات ہیں اور ان تمام کے بدلے دو رکعات نماز چاشت کی کفایت کر جاتی ہے۔

سُلَامٰی: سین مہملہ کے پیش اور تخفیف لام اور میم کے فتحہ کے ساتھ بمعنی جوڑ۔

لغات: ❖ سُلَامٰی: السُّلَامٰی بمعنی ہر کھوکھلی، چھوٹی ہڈی جس طرح انگلیوں کی ہڈیاں۔ جسم کے عضو کو بھی کہتے ہیں جمع سلا میات۔

تشریح:

چاشت کی نماز کی برکت

یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ: کہ آدمی کے ہر ایک عضو پر صدقہ واجب ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے، "فِی الاِنْسَانِ ثَلاثُمِائَةٍ وَسِتُّوْنَ مَفْصِلاً"۔(۱)

کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، تو روزانہ تین سو ساٹھ صدقہ کرنا چاہیئے۔ کہ ان جوڑوں ہی کی برکت سے آدمی اٹھتا، بیٹھتا اور حرکت کرتا ہے، تو ہر ایک جوڑ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی شکر گذاری ہر ایک پر لازم ہے، اس کا شکر ادا کرنے کا آسان طریقہ بتایا گیا جو غریب سے غریب فرد بھی کر سکتا ہے وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" وغیرہ پڑھنا ہے۔(۲)

چاشت کی نماز کی فضیلت

وَیُجْزِئُ مِنْ ذَالِکَ رَکْعَتَانِ: ان تمام کے بدلے دو رکعت نماز چاشت کفایت کر جاتی ہے کیونکہ نماز میں جسم کے تمام ہی اعضاء مصروف ہو کر شکریہ ادا کرتے ہیں۔(۳)

نماز چاشت دو سے بارہ رکعت تک پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر اس میں آپ ﷺ کی عموماً عادت چار رکعت پڑھنے کی تھی، محمد ابن جریر رحمہ اللہ، طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں چاشت کی نماز کے بارے میں جتنی روایات منقول ہیں وہ درجہ تواتر معنوی کو پہنچی ہوئی ہیں۔(۴)

قاضی ابوبکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز پچھلے انبیاء اور رسولوں کی نماز ہے۔(۵)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ چاشت کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام کثرت سے پڑھتے تھے۔(۶)

ابن نجار رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ چاشت کی نماز حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ (۷)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جو چاشت کی دو رکعت پر اہتمام کرے تو اس کے تمام گناہ خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہو معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (۸)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ، (باب بیان انّ اسم الصدقۃ یقع علی نوع من المعروف)، ابو داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذرؓ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ابوداؤد۔ ومسند احمد

(۲) دلیل الفالحین ۱/ ۳۴۵

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۳/ ۱۹۹

(۴) مظاہر حق جدید ۱/ ۸۵۲

(۵) مظاہر حق جدید ۱/ ۸۵۲

(۶) مظاہر حق جدید ۱/ ۸۵۲

(۷) مظاہر حق جدید ۱/ ۸۵۲

(۸) مسند احمد۔ جامع ترمذی۔، وسنن ابن ماجہ

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت

(۱۱۹) ﴿الثَّالِثُ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِيْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا، فَوَجَدْتُّ فِيْ مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الأَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ، وَوَجَدْتُّ فِيْ مَسَاوِىءِ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةُ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَاتُدْفَنُ“﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری امت کے نیک اور برے اعمال پیش کئے گئے، تو میں نے نیک اعمال میں پایا وہ ایذا دینے والی چیزیں جن کو راستہ سے ہٹایا جائے، اور برے اعمال میں پایا کہ مسجد میں ناک وغیرہ کا فضلہ پھینکا جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے۔“

لغات: ❖ عُرِضَتْ: عَرَضَ عَرَضًا ضرب سے بمعنی پیش کرنا، دکھلانا۔

❖ الأذٰی: اذی اذیً سمع سے بمعنی تکلیف واذیت پانا۔

❖ يُمَاطُ: ماط میطاً و اماطۃً ضرب سے بمعنی دور ہو جانا، علیحدہ ہونا۔

❖ اَلنُّخَاعَةُ: نخع نخعًا فتح سے بمعنی سینہ یا ناک سے کوئی چیز دور کرنا۔

❖ لا تُدْفَنُ: دفن دفناً ضرب سے بمعنی مردہ کو دفن کرنا۔ الحدیث بات کو چھپانا۔

تشریح: مسجد میں تھوکنا ناجائز ہے احادیث کی روشنی میں

وَوَجَدتُّ مَسَاوِئَ اَعْمَالِهَا اَلنُّخَاعَةُ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لاتُدْفَنُ: اس کے ساتھ ساتھ کوئی گناہ نہیں کہ مسجد میں ناک وغیرہ کا فضلہ نکالا جائے مگر اس کو دفن نہ کیا جائے۔

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اگر کسی سے یہ غلطی ہوجائے تو اس کو صاف کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ سے معافی بھی مانگے۔

ایک دوسری روایت میں ہے آتا ہے "اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَ كَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا"(۱)

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اسکا کفارہ دفن کرنا ہے، ایک دوسری روایت میں ہے "اَلتَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ سَيِّئَةٌ وَدَفْنُهُ حَسَنَةٌ"(۲) کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا دفن کرنا نیکی ہے۔

مسجد میں تھوکنا ناجائز ہے محدثین کے اقوال کی روشنی میں

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "قَالَ النَّوَوِيُّ فِي التَّحْقِيْقِ اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ سَوَاءٌ فِيْهِ دَاخِلُهُ وَ خَارِجُهُ"(۳) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں محقق بات یہی ہے کہ مسجد میں تھوکنا حرام ہے خواہ تھوکنے والا مسجد میں ہو یا باہر ہو۔

علماء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں تھوکنا مکروہ تحریمی ہے، اگر کسی نے تھوکا تو اس کا صاف کرنا واجب ہے۔(۴)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے ابن عماد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ۔

قَالَ ابْنُ عِمَادٍ لاَ خِلاَفَ اَنَّ مَنْ بَصَقَ بِالْمَسْجِدِ اِسْتِهَانَةً بِهِ كَفَرَ.(۵)

ابن عماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ مسجد میں اِسْتِخْفَافاً وَ اِسْتِهَانَةً تھوکنا موجب کفر ہے۔ امام ابن ابی جمرۃ اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مفتی کو دیکھا جو فتویٰ میں مقتداء تھے، کہ مسجد کے کنارے بیٹھے تھے اور مسجد کے باہر ایک باغیچہ تھا پھر بھی مسجد میں بیٹھ کر باغیچہ میں تھوکنا پسند نہیں کیا کرتے تھے۔(۶)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب المساجد (باب النھی عن البصاق فی المسجد فی الصلوٰۃ) والبخاری فی الادب المفرد۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذرؓ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سنن دارمی

(۲) مسند احمد، الطبرانی، مجمع الزوائد

(۳) نزہۃ الناظرین ص۵۷، وسبل السلام ۱/۱۵۰
(۴) کتاب الفقہ علی مذہب الاربعۃ ۱/۲۸۹
(۵) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲/۲۰۰
(۶) رحمت القدوس ترجمہ بہجۃ النفوس

تسبیح وتحمید بھی صدقہ ہے

(۱۲۰) ﴿الرّابعُ عَنهُ: أَنَّ نَاساًقَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، ذَهَبَ أهلُ الدُّثُور بالأجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ امْوَالِهِمْ قَالَ: "اوَلَيسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَاتَصَدَّقُونَ بِهِ: اِنّ بِكُلِّ تَسبِيحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً، وَامْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنكَرِ صَدَقَةٌ، وَفِي بُضعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ"، قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ أيَأتِي اَحَدُنَا شَهْوَتَهُ، وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا اَجرٌ؟! قَالَ: "اَرَأَيتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيهِ وِزْرٌ؟ فَكَذَالِکَ إذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلالِ كَانَ لَهُ اَجرٌ"﴾ (رواہ مسلم)

"الدثور" بالثاء المثلثة: الاموال، واحدها دَثْرٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مالدار لوگ اجر وثواب کو لے گئے، وہ ہماری طرح نمازیں قائم کرتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے زائد اموال کو خیرات کرتے رہتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے خیرات کے مقابلہ میں اس نعمت سے نہیں سرفراز کیا کہ تمہارا "سبحان اللّٰہ" کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا، "الحمدللّٰہ" کہنا اور "لا الٰہ الا اللّٰہ" کہنا صدقہ ہے اور امر بالمعروف کرنا اور نہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے۔ اور تمہارا اپنی بیوی کی شرمگاہ کو آنا بھی صدقہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اپنی شہوت کی تکمیل کرتے ہیں اس پر بھی ہمیں ثواب ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا آپ ذرا بتائیں اگر کوئی شخص حرام شرمگاہ کو آتا ہے تو کیا اسے گناہ نہیں ہوگا! اسی بناء پر جب کوئی شخص حلال شرمگاہ کو آئے تو اس کو اجر وثواب بھی ہوگا۔

"الدثور:" ثاء مثلثہ کے ساتھ اس کے معنی اموال کے ہیں اس کا واحد دَثْرٌ ہے۔

لغات: ❖ الدثر: بمعنی بہت مال، دثر واحد، تثنیہ، جمع ایک ہی طرح استعمال ہوتا ہے۔ کبھی اس کی جمع دثور بھی لاتے ہیں۔

❖ بِضْعٌ: البِضْعَۃُ و البَضْعَۃُ بمعنی گوشت کا ٹکڑا جمع بِضع، و بَضعٌ و بضاعٌ۔

❖ وِزْرٌ: وزر، وزراً ضرب اور سمع سے بمعنی گنہگار ہونا۔

تشریح: ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُورِ: مالدار لوگ ہم فقراء سے آگے بڑھ گئے۔

اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ تھا، اس لئے فقراء صحابہ نے یہ شکایت کی کہ مالدار باقی اعمال میں تو ہم سے برابر ہیں مگر اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر کے ہم سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ (۱)

صدقہ صرف مالی نہیں، بدنی بھی ہوسکتا ہے

اِنّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً: "ہر تسبیح صدقہ ہے" قاضی عیاض رحمہ للہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ "سبحان اللہ، الحمد للہ" وغیرہ پر وہ ثواب ملتا ہے جو مال کے صدقہ کرنے میں ملتا ہے، اسی طرح سے اس حدیث میں "سبحان اللہ، الحمد للہ" وغیرہ کو صدقہ کرنے والے کی مثال دی گئی ہے۔ (۲)

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ صرف مال کے خرچ کرنے کا نام نہیں کہ آدمی یہ کہے کہ میں صدقہ کیسے کروں میرے پاس تو مال ہی نہیں اس حدیث میں فرمایا گیا کہ "تسبیح وتحمید" بھی صدقہ ہے (۳) اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں آتا ہے "کل معروفٍ صدقۃ" (۴) ہر نیکی صدقہ ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مباحات میں بھی نیت کرنے سے وہ بھی نیکی بن جاتی ہے۔

أَیَاتِیْ اَحَدُنَا شَھْوَتَہٗ؟: شرم گاہ سے اپنی ضرورت پوری کرے یہ بھی صدقہ ہے، اس سے معلوم ہوا جو کام بھی شریعت کے مطابق کیا جائے وہی نیکی بن جاتا ہے اگرچہ آدمی اپنی فطری ضرورت ہی کو پورا کرے یہ عمل بھی نیکی بن جاتا ہے جب کہ نیک صالح اولاد کی نیت ہو، پاک دامنی کی نیت ہو، ساتھ ساتھ اپنی نظری تفکرات کو حرام جگہ سے بچانے کی نیت ہو۔ (۵)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دین کی ایسی باتیں جس کو عموماً چھپایا جاتا ہے مگر ایسی بات کا بھی کسی عالم ومفتی سے ضرورت کے وقت میں سوال کرنا نہ مکروہ ہے اور نہ ادب کے خلاف ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الزکاۃ، (باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف) واخرجہ احمد ۲۱۵۲۹/۸، البخاری فی الادب المفرد۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذرؓ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۱۲۲ (۲) روضۃ المتقین ۱/۱۶۴

(۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۴) مسلم شریف

(۵) روضۃ المتقین ۱/۱۶۴ (۶) دلیل الفالحین ۱/۳۴۹

خندہ پیشانی سے اپنے بھائی سے ملنا بھی نیکی ہے

(۱۲۱) ﴿عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ نیکی میں سے کسی کو حقیر نہ سمجھ، اگرچہ تو اپنے بھائی سے ملاقات کرتے وقت شگفتگی اختیار کرے۔''

لغات: ❖ لاتحقرن: حقر، حقرًا و حقارۃً ضرب سے بمعنی حقیر سمجھنا، چھوٹا جاننا۔

❖ طلیق: طلق، طُلُوقًا و طُلُو قۃً باب کرم سے بمعنی ہنس مکھ ہونا، خندہ پیشانی ہونا۔

تشریح:

کسی نیکی کو معمولی نہ سمجھا جائے

لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا: نیکی میں سے کسی کو حقیر نہ سمجھنا اس حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ آدمی کسی بھی نیکی کو خواہ وہ دیکھنے کے اعتبار سے چھوٹی کیوں نہ ہو (۱) اس کو کر لینا چاہئے ہوسکتا ہے اللہ کے دربار میں یہی چھوٹی نیکی قبول ہوجائے۔

اپنے دشمن سے بھی خندہ پیشانی سے ملنا چاہئے

وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ: اگرچہ اپنے بھائی سے ملاقات کرتے وقت خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خندہ پیشانی سے ملنا نیکی ہے، کیونکہ اس سے مخاطب کو خوشی و فرحت حاصل ہوتی ہے اور مسلمانوں کے دل کو خوش کرنا بھی نیکی ہے (۲) اس سے محبت پیدا ہوتی ہے جو مطلوب ومحبوب عمل ہے، بعض محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دشمن بھی ملاقات کے لئے آئے تب بھی اس سے خوشی سے ملاقات کی جائے (۳) جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھے ایک شخص کی برائی بیان فرما رہے تھے کچھ دیر کے بعد وہی آدمی حاضر ہوگیا تو آپ ﷺ اس سے بھی بہت ہی بشاشت کے ساتھ ملے۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البر، (باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء)، واخرجه الترمذی مطولاً، والبغوی فی المشكوة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذرؓ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۶۵ (۲) التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۴) مشکوٰۃ شریف

آدمی پر ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ واجب ہے

(۱۲۲) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ كُلِّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَآبَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَیْهَا اَوْتَرْفَعُ لَهٗ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَتُمِیْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ﴾ (متفق علیه)

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَیْضًا مِنْ رِّوَایَةِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ بَنِیْ آدَمَ عَلٰى سِتِّیْنَ وَثَلَاثِمِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَ هَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَ عَزَلَ حَجَراً عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْكَةً اَوْعَظْمًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْاَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ، عَدَ دَالسِّتِّیْنَ وَ الثَّلَاثِ مِائَةٍ فَاِنَّهٗ یُمْسِیْ یَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ۔"

ترجمہ: "حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے تمام جوڑوں پر صدقہ واجب ہے جب سورج نکلتا ہے۔ دو انسانوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے، کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے یا سواری پر سامان رکھوانے میں مدد دینا بھی صدقہ ہے۔ عمدہ بات کہنا صدقہ ہے، جو قدم نماز کی طرف اٹھتا ہے صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کا اٹھانا صدقہ ہے۔ امام مسلمؒ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، انہوں نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام بنی آدم کے تین سو ساٹھ اعضا پیدا کئے گئے ہیں پس جو شخص اللہ اکبر کہے، اللہ کی حمد کرے، تہلیل و تسبیح بیان کرے، استغفار کہے، راستے سے پتھر (کی رکاوٹ) کو دور کرے یا کانٹا اور ہڈی کو راستہ سے ہٹادے یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ کرے (ان کاموں کی گنتی) تین سو ساٹھ ہوجائے تو وہ اس حال میں شام کرے گا کہ اس نے اپنے آپ کو جہنم سے دور کرلیا۔"

لغات: ❖ تعدل: عدل، عدلاً ضرب سے بمعنی برابری کرنا، انصاف کرنا، سمع سے بمعنی ظلم کرنا۔

❖ تعین: عوّن تعویناً تفعیل سے اعان، اعانۃً افعال سے بمعنی مدد کرنا۔

❖ خطوۃ: الخطوۃ بمعنی چلنے کے وقت دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ۔

❖ مفصل: المَفصِل بمعنی بدن کے اعضاء کا جوڑ، جمع مفاصل۔

❖ شوکۃٌ: شاک، شوکاً نصر سے بمعنی کانٹا چبھونا۔ الشوکۃ بمعنی کانٹا۔

❖زحزح: زحزح، زحزحة رباعی مجرد سے بمعنی دور کرنا، ہٹانا۔

تشریح: كُلُّ سُلامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ: ہر جوڑ کے بدلہ میں ایک صدقہ ہے۔ جوڑ اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے اسی کی برکت سے انسان کے اعضاء کام کرتے ہیں، لہٰذا اس نعمت کے شکرانہ کے طور پر روزانہ انسان کو اتنا ہی صدقہ کرنا چاہئے کہ اللہ ان جوڑوں کو صحیح وسالم رکھے۔ (۱)

تَعدِلُ بَيْنَ الْأَ ثْنَيْنِ صَدَقَةٌ: ''دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا بھی صدقہ ہے'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ صرف مال دولت دینے کا نام نہیں بلکہ صلح کروا دینا یہ بھی مال خرچ کرنے کی طرح ہے۔ (۲)

وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَآبَّتِهِ فَتَحمِلُهُ عَلَيْهَا: کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھا دینا یا اس کا سامان اٹھا کر رکھوانے میں مدد کرنا بھی صدقہ ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں یہ تو دوسرے کے جانور میں مدد کرنے کا اجر ہے، اگر وہ اپنی ہی سواری پر سوار لے لے تو اس کا اجر تو اس سے بھی زیادہ ہوگا۔

وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ: ''اچھی بات کرنا صدقہ ہے'' یہی معنی میں قرآن کی یہ آیت بھی ہے ''قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا اَذًى.'' (۳)

وَكُلُّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلاةِ صَدَقَةٌ: ہر وہ قدم جس سے چل کر آدمی نماز کی طرف جائے یہ بھی صدقہ ہے۔

دوسری روایت میں یہ وضاحت بھی آئی ہے۔

''مَنْ تَطَهَّرَ فِيْ بَيْتِهِ ثُمَّ مَشٰى إِلٰى بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خَطْوَتُهُ اِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً وَالْاُخْرٰى تَرْفَعُ دَرْجَةً.'' (۴)

وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ: اپنے نفس کو جہنم سے دور کرلیا یا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ اعمال کرنا اپنے جوڑوں کے بقدر اپنے جسم کو جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ (۵)

یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ آدمی کچھ بھی نہ کر سکے تو صرف چاشت کی نماز ۳۶۰ جوڑوں کے بدلہ میں ہوجاتی ہے۔

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الصلح. (باب فضل الاصلاح بين الناس و العدل بينهم) و كتاب الجهاد (باب فضل من حمل متاع صاحبه فى السفر) و صحيح مسلم كتاب الزكاة (باب بيان انّ اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف) واخرجه احمد ۸۱۸۹/۳، و سنن ابن حبان ۳۳۸۱، و البيهقى ۱۸۷/٤ تا ۱۸۸ و مشكوٰة ايضًا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۲/۲۶۴ (۲) روضۃ المتقین ۱/ ۱۶۵ (۳) سورت بقرہ آیت ۲۶۲

(۴) مسلم شریف۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ (باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ الخ) (۵) دلیل الفالحین

مسجد میں صبح وشام جانے والے اللہ کے مہمان ہیں

(۱۲۳) ﴿عَنهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلاً كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ"﴾ (متفق عليه)

"اَلنُزُلُ" القُوتُ وَ الرِّزْقُ وَمَا يُهَيَّأُ لِلضَّيفِ:

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ جوشخص صبح وشام کو مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس صبح وشام کو جنت میں اس کی مہمانی تیار کرتے ہیں۔''

"النزل" کے معنی ہیں خوراک، روزی اور وہ چیز جو مہمان کے لئے تیار کی جائے۔

لغات: ❖غدا: الغدْوَةُ بمعنی وقت صبح، طلوع فجر اور طلوع آفتاب کا درمیان وقت، دن کا شروع حصہ جمع غُدیً و غُدُوٌ۔

❖راح: راح، روحاً نصر سے بمعنی شام کے وقت آنا یا جانا یا کام کرنا۔ وقت کی قید کے بغیر مطلق جانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

❖نزلاً: نزل، نزولاً ضرب سے۔ القوم بالقوم کسی کے یہاں مہمان اترنا، التنزیل بمعنی مہمان۔

تشریح: وَمَنْ غَدَا فِي الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ: جو صبح یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے۔ محدثینؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مطلق ہے مسجد میں جائے، خواہ اعتکاف کی نیت سے یا قرأت قرآن کے لئے یا نماز کے لئے۔ (۱)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں مسجد کی طرف جانے کی اور نماز باجماعت پڑھنے کی ترغیب ہے۔ (۲)

اس حدیث کے بارے میں صاحب معارف الحدیثؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بندہ صبح یا شام جس وقت بھی اور دن میں جتنی دفعہ بھی خدا تعالیٰ کے گھر میں حاضر ہوتا ہے رب کریم اس کو اپنے عزیز مہمان کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر دفعہ کی حاضری پر جنت میں اس کے لئے مہمانی کا خاص سامان تیار کراتا ہے جو وہاں پہنچنے کے بعد بندہ کے سامنے آنے والا ہے، اور ظاہر ہے کہ رب کریم کے جنت والے سامان مہمانی کا یہاں کون تصور کرسکتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاذان (باب فضل من غدا الٰی المسجد ومن راح)، وصحیح مسلم کتاب المساجد (باب المشی إلٰی الصلوٰۃ تمحی به الخطایا الخ) واخرجه احمد ۵/ ۲۰۳۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۱/۳۵۲۔۳۵۳

(۲) نزھۃ المتقین ۱/۱۲۴

(۳) معارف الحدیث ۳/۱۷۳

کوئی کسی کے ہدیے کو معمولی نہ سمجھے

(۱۲۴) ﴿وَ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ﴾ (متفق عليه)

قَالَ الْجَوْهَرِیُ اَلْفِرْسَنُ مِنَ الْبَعِيْرِ كَالْحَافِرِ مِنَ الدَّابَةِ قَالَ: وَرُبَّمَا اُسْتُعِيْرَ فِي الشَّاةِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی عورت اپنی ہمسایہ عورت کو بکری کی کھر کا (ہدیہ بھجوانے) کو معمولی نہ سمجھے۔''

لغات: ❖ جارة: جاور، مجاورة، مفاعلہ سے بمعنی پڑوس میں رہنا۔ الجار بمعنی پڑوسی۔

❖ فرسن: الفرسن بمعنی اونٹ کے کھر کا کنارہ، جمع فراسن، استعارۃً بکری کے کھر پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

تشریح: عورتوں کو کیوں مخاطب کیا گیا؟

یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ: ''اے مسلمان عورتوں!'' ایک دوسری روایت میں ''یَا نِسَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کے الفاظ بھی منقول ہیں [۱] اس سے معلوم ہوا کہ اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ کہ وہ کسی کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے۔ جو حدیث بالا میں عورتوں کو صرف مخاطب بنایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عادت عورتوں میں کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ [۲]

لا تحقرن جارة لجارتها کے دو مطلب

لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا: کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے۔

اس حدیث کے محدثینؒ نے دو مطلب بیان فرمائے ہیں:

❶ ہدیہ کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی بھی کسی کے ہدیہ کو معمولی نہ سمجھے، ہوسکتا ہے کہ وہ ہدیہ دیکھنے میں تو معمولی سا ہو مگر اخلاص کی وجہ سے اللہ کے نزدیک اس کی قیمت بہت زیادہ ہو۔

❷ دینے والے کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے یہ ہدیہ تمہارے پاس بھیجا ہے اس بھیجنے والے کو معمولی اور حقیر نہ سمجھا جائے۔ [۳]

اس جز سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ہدیہ دیتے رہنا چاہئے اگر زیادہ نہ پائے تو معمولی ہی دے دیا کریں یہ بھی نہ دینے سے بہتر ہے۔ [۴]

وَ لَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ: اگرچہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ بکری کا کھر تو کوئی کسی کو ہدیہ نہیں دیتا یہ تو تحفہ دینے کے قابل ہی نہیں؟ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں مبالغۃً کہا جارہا ہے کہ ہدیہ میں بھیجی جانے والی

چیز کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے بکری کا کھر ہی ہدیہ میں بھیج دیا تو اس کو قبول کرلو۔ (۵)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، اوائل کتاب الھبة، کتاب الادب، (باب لا تحقرن جارہ لجارتھا). صحیح مسلم، کتاب الزکٰوۃ (باب الحث علی الصدقة و لو بالقلیل. و لا تمنعوا من العلیل لاحتقارہ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) طبرانی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ

(۳) دلیل الفالحین ۱/۳۵۴

(۴) ورضۃ المتقین ۱/۱۶۷

(۵) مرقاۃ، مظاہر حق جدید ۲/۲۶۲

ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں

(۱۲۵) ﴿اَلتَّاسِعُ: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُوْنَ، أَوْ بِضْعٌ وَ سِتُّوْنَ شُعْبَةً: فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ"﴾ (متفق علیہ)

"البضع" من ثلاثة الی تسعةٍ، بکسر الباء و قد تفتح "و الشعبة" القطعة.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ ایمان کی ستر سے کچھ اوپر یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، سب سے افضل شاخ "لا الٰہ الا اللہ" کہنا ہے سب سے کم درجہ میں یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

"بضعٌ" کا لفظ تین سے نو تک کے عدد کے لئے بولا جاتا ہے اور یہ باء کے زیر کے ساتھ ہے اور کبھی زبر سے بھی پڑھ لیا جاتا ہے۔ "شُعْبَةٌ" بمعنی حصہ اور ٹکڑا ہے۔

لغات: ❖ بضعٌ: البضع بمعنی تین سے نو تک کا عدد۔

❖ شعبةٌ: الشعبة بمعنی درخت کی شاخ، فرقہ، گروہ۔

❖ الحیاء: حیی، حیاۃ سمع سے بمعنی زندہ رہنا، حیَّی یحیّی ادغام یاء کے ساتھ بھی آتا ہے، شرمندہ ہونا، شرمانا، الحیاء بمعنی شرم و حیاء۔

تشریح: لفظ "بِضْعٌ" کی تحقیق

بِضْعٌ وَ سِتُّوْنَ: ساٹھ سے کچھ اوپر، بضع کے مصداق میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چند اقوال نقل کئے ہیں مشہور یہ ہے کہ تین سے لیکر نو تک کو کہتے ہیں اسی پر قزازؒ نے جزم کیا ہے۔ ابن مندہؒ فرماتے ہیں کہ بضع کا اطلاق تین سے دس تک پر کیا جاتا ہے، ایک قول ایک سے نو تک کا بھی ہے۔ اور ایک قول دو سے دس تک کا بھی ہے۔ (۱)

"شُعْبَةٌ": اس پر تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی حیاء ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے اجمالاً ستر ایمانی شاخوں کا ذکر فرمایا مگر اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی کیونکہ اگر ان سب کی تفصیل بیان کی جاتی تو وہ تطویل کا باعث بن جاتا مگر ساتھ ساتھ نہایت بلاغت کے ساتھ ان سب شعبوں کے طرف اشارہ بھی فرما دیا۔

حدیث کی جامعیت

بعض محدثین فرماتے ہیں کہ تمام ایمانی شعبوں کی دو قسمیں ہیں:

1. جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔
2. جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

پہلی بات کو قول "لا الہ الا اللّٰہ" سے ذکر کر دیا۔ کہ کلمہ طیبہ ہی سب سے اہم حقوق اللہ میں سے ہے دوسری بات کو "اماطة الاذیٰ عن الطريق" سے ذکر کر دیا کہ جب یہ دوسرے کی رکھی ہوئی تکلیف دہ چیز کو دور کر رہا ہے تو وہ خود کیسے دوسروں کو تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ بعض محدثینؒ فرماتے ہیں کہ ایمانی شعبہ دو قسم پر ہے (۱) قولی (۲) فعلی۔

قولی میں "لا الہ الا اللّٰہ" کو ذکر فرمایا اور فعلی میں "اِمَاطَةُ الاذیٰ عَنِ الطَّرِيْقِ" کو بیان فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ایمان کی سرسبزی کے لئے اقوال اور افعال کا صحیح ہو جانا ضروری ہے۔

بعض نے اس طرح سمجھایا ہے کہ ایمانی شعبہ میں سے بعض کا تعلق کرنے سے ہے اور بعض کا تعلق نہ کرنے سے ہے تو "لا الہ الا اللّٰہ" میں کرنے کا ذکر فرما کر تمام کرنے والی چیزوں کو جمع فرما دیا۔ اور "اماطة الاذیٰ عن الطريق" میں نہ کرنے والے شعبہ کو جمع فرما دیا۔

شعبہ ایمانی پر لکھی جانے والی چند کتب

علامہ عینی رحمہ اللہ نے ایمان کے شعبہ جات پر لکھی ہوئی کتابوں کا تذکرہ فرمایا ہے (۲) مثلاً:

1. امام ابوعبداللہ حلیمی رحمہ اللہ کی کتاب جس کا نام "المنہاج" ہے۔
2. امام ابوبکر البیہقی کی کتاب شعب ایمان کے نام سے ہے۔
3. شیخ عبدالجلیل کی کتاب، کتاب کا نام ہی شعب ایمان ہے۔

۴ علامہ اسحاق بن القرطبی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "کتاب النصائح" ہے۔

۵ امام ابوحاتم ابن حبان بستی نے بھی ایک کتاب لکھی جس کا نام۔ "وصف الایمان و شعبه" ہے۔

اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِنَ الْاِیْمَانِ:

حیاء بھی بضع وستون میں داخل تھا مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو مستقل بیان فرما دیا کہ جب آدمی میں حیاء ہے تو وہ تمام اوامر کا خیال رکھے گا اور تمام نواہی سے بچے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الایمان، (باب امور الایمان.) و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب شعب الایمان) و ابوداؤد و ترمذی و النسائی و ابن ماجه و ابن حبا ن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری ۱/۵۱

(۲) عمدۃ القاری ۱/ ۱۲۸

(۳) المفردات فی غریب القرآن ۱۴

اس موضوع پر اردو میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب "فروع الایمان"، کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔

ایک کتے کو پانی پلانے سے جنت

(۱۲۶) ﴿العَاشِرُعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِىْ بِطَرِيْقٍ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْراً فَنَزَلَ فِيْهَافَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِىْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّىْ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلاَءَ خُفَّهُ مَاءً ثُمَّ اَمْسَكَهُ بِفِيْهِ، حَتّٰى رَقِىَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَنَا فِى الْبَهَائِمِ اَجراً؟ فَقَالَ: "فِىْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ"﴾ (متفق علیه)

و فی روایة للبخاری "فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ، فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ." وَ فِىْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: "بَيْنَمَا كَلْبٌ يَطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْ رَأَتْهُ بَغِىٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ بِهٖ، فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ."

"الْمُوْقُ": الخُفُّ "و يُطِيْفُ": يَدُوْرُ حَوْلَ "رَكِيَّةٍ" وَ هِىَ الْبِئْرُ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی راستہ پر چل رہا تھا کہ وہ شدید پیاسا ہوگیا، اس نے کنواں پایا، اس میں اترا، پانی پیا، باہر آگیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا سخت پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہوئے ہے اور کیچڑ کھا رہا ہے، آدمی نے محسوس کیا کہ اس کتے کو شدید پیاس لگی

ہوئی ہے جیسا کہ مجھے شدید پیاس لگی تھی۔ چنانچہ وہ کنویں میں اترا اور اپنے موزہ کو پانی سے بھرا، پھر اس کو منہ کے ساتھ پکڑا اور اوپر چڑھ آیا، کتے کو پانی پلایا، اللہ نے اس کے عمل کی قدر فرماتے ہوئے اس کو معاف کردیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ جانوروں کے ساتھ ہمدردی کرنے میں ثواب ملتا ہے؟ فرمایا ہر جاندار میں ثواب ملتا ہے۔''

بخاری کی روایت میں ہے اللہ نے اس کے عمل کی قدر دانی کرتے ہوئے اس کی مغفرت فرما دی اور اس کو جنت میں داخلہ دے دیا۔

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ ایک کتا کنویں کے اردگرد گھوم رہا تھا قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جاتا، اچانک بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی اس پر نظر پڑی اس نے اپنا موزہ اتارا اس کے ساتھ پانی کھینچا اور اس کو پلا دیا چنانچہ اس کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا گیا۔

الموق: موزہ۔ یطیف: کنویں کے اردگرد چکر لگا رہا تھا۔

لغات: ❖ العطش: عطش، عطشًا سمع سے بمعنی پیاسا ہونا۔

❖ یلھث: لھث، لھثاً سمع سے بمعنی پیاس یا تھکن کی وجہ سے کتے وغیرہ کا ہانپ کر زبان ڈالنا۔

❖ الثریٰ: ثری ثریً سمع سے بمعنی مٹی کا خشک ہونے کے بعد تر و نرم ہو جانا، نمناک ہونا۔

❖ برکیۃ: الرکیۃ بمعنی پانی والا کنواں جمع رکایا، ورکیٌّ۔

❖ موقھا: الموق بمعنی باریک موزہ پر اس کی حفاظت کے لئے موٹا موزہ پہنا جاتا ہے، جمع امواق۔

تشریح: رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ اِشْتَدَّ عَلَیْهِ الْعَطَشُ: ایک آدمی چل رہا تھا وہ شدید پیاسا ہو گیا۔

کتے کو پانی پلانے کے دو واقعات ہیں: ایک یہ آدمی ہے دوسرا اسرائیل کی بدکار عورت کا ہے۔ [1]

منہ سے اس نے موزہ کو کیوں پکڑا؟

فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ مَاءً: وہ کنویں میں اترا، اور موزے کو بھرا، اور منہ سے پکڑ کر باہر نکلا، عرب میں عموماً چمڑے کے موزے استعمال کئے جاتے تھے کہ اس میں پانی بھر لیا جائے تو گرتا نہیں ہے۔ اس موزے کو منہ سے پکڑنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جنگل کے کنویں میں عام طور سے اترنے کے لئے کچھ اینٹیں وغیرہ اس طرح باہر کو نکال دیتے ہیں کہ جن کی مدد سے آدمی نیچے اتر سکتا ہے اور اوپر بھی چڑھ سکتا ہے مگر اترنے اور چڑھنے میں ہاتھ سے مدد لینا ہوتی ہے اس لئے اس نے موزے کو منہ سے پکڑا۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کو مارنے کا حکم ہے مثلاً سانپ، بچھو

وغیرہ لیکن دوسرے بعض اہل علم کی رائے یہاں پر بھی یہی ہے کہ شریعت نے اگرچہ ان کو مارنے کا حکم دیا ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ وہ پیاسا ہو تو پانی نہ پلایا جائے۔ شریعت نے قتل کرنے میں بھی بہتری کی رعایت کا حکم دیا ہے۔

فَقَالَ فِیْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ: ہر جاندار میں ثواب ملتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ہر گرم جگر والے (یعنی جاندار) میں اجر ہے۔(۲)

اس سے یہ لطیف امر بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو جب کسی شخص کا کوئی عمل بھی پسند آجائے تو اس کی برکت سے اس کے عمر بھر کے تمام گناہ کو بخش دیتے ہیں، اس لئے ہر عمل میں اخلاص کی خوب کوشش کرنا چاہیئے تاکہ وہ عمل اللہ کو پسند آجائے اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الشرب (باب فضل سقى الماء). و كتاب المظالم (باب الأبار على الطريق) و صحيح مسلم كتاب السلام (باب فضل ساقى البهائم. و اطعامها) و أخرج امام مالك فى مؤطاه و أحمد و أبوداؤد و ابن حبان و البيهقى أيضاً.

نوٹ: راوی حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کنز العمال

(۲) فتح الباری شرح البخاری

(۳) کنز العمال

درخت کاٹنے پر آدمی کو جنت مل گئی

(۱۲۷) ﴿اَلْحَادِیْ عَشَرَ: عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلاً يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِی الْمُسْلِمِيْنَ.﴾ (رواہ مسلم)

وفی روایۃٍ: "مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ: وَ اللّٰهِ لَأُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ، فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ"

وَ فِیْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا: "بَيْنَمَا يَمْشِیْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ، فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ"

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے ایک آدمی کو جنت میں پھرتے ہوئے دیکھا اس لئے کہ اس نے راستہ سے ایک درخت کو کاٹ ڈالا تھا جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی راستہ پر سے ایک درخت کی شاخ لیکر گزرا اس نے کہا اللہ کی قسم!

میں اس کو مسلمانوں سے دور رکھونگا تا کہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے پس وہ جنت میں داخل کیا گیا۔

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک بار ایک آدمی راستہ سے گزر رہا تھا اس نے راستہ پر کانٹوں والی شاخ کو پایا اس نے اس کو راستہ سے ہٹا دیا اللہ نے اس کی قدردانی فرماتے ہوئے اس کو معاف کر دیا۔"

لغات: ❖ بغصن: الغصن، بمعنی شاخ، ٹہنی جمع غصون و اغصان۔

❖ لانحین: نحی نحیاً فتح سے بمعنی زائل کرنا، دور کرنا، دودھ بلونا۔

تشریح: یَتَقَلَّبُ فِی الْجَنَّةِ: جنت میں چلتے پھرتے دیکھا۔ یعنی جنت کی نعمتوں سے مستفید ہو رہا تھا۔ (۱)

قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ: اس درخت کو اس نے کاٹ دیا جو راستے میں تھا۔ لوگوں کو تکلیف اور نقصان سے بچانا یہ اللہ کو بہت پسند ہے، اس کی یہ مثال دی جارہی ہے کہ ایک آدمی نے اس درخت کو کاٹ دیا جس سے لوگوں کو تکلیف ہو رہی تھی، یہ عمل اللہ کو اتنا پسند آیا کہ اسی عمل پر اس کی مغفرت ہوگئی۔ بعض علماء فرماتے ہیں مراد صرف درخت نہیں ہے ہر وہ چیز جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو مثلاً گندگی ہو یا کانٹا ہو یا کوئی مردار ہو، غرض کوئی بھی ایسی چیز ہو جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو اس کو ہٹانے پر یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (۲) اس کے برعکس لوگوں کو تکلیف دینا یہ اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب فضل تهجير الى الظهر). و صحيح مسلم كتاب البر. (باب فضل ازالة الاذى عن الطريق) و ابن حبان و أحمد، و البيهقى ۸/۱۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۷۱، نزہۃ المتقین ۱/۱۲۶

(۲) روضۃ المتقین ۱/۱۷۰

ایک جمعہ کی نماز دوسرے جمعہ کی نماز تک گناہوں کے لئے کفارہ ہے

(۱۲۸) ﴿الثَّانِیْ عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ، فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ، غُفِرَلَهٗ مَابَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجُمُعَةِ وَ زِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا.﴾ (رواه المسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کیلئے مسجد میں آیا، خاموشی کے ساتھ خطبہ سنا تو اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں بلکہ تین دن اور زائد کے، اور جس شخص نے کنکر کو ہاتھ لگایا اس نے لغو کام کیا۔"

لغات: ❖ مسّ: مس، مساً نصر اور ضرب سے بمعنی چھونا۔
❖ الحصی: حصی حصیا ضرب سے بمعنی کنکری سے مارنا، حصاۃٌ کنکری جمع حصیات۔

تشریح: فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ: اچھی طرح وضوء کرے۔ اس جملے میں وضوء کو اس کے سنن و آداب کے ساتھ کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔

اَتَی الْجُمُعَۃَ: جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں آیا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی جماعت کی اہمیت دوسری نمازوں سے زیادہ ہے کہ دوسری نمازیں انفرادی طور سے ادا ہو جاتی ہیں مگر جمعہ بغیر جماعت کے ادا نہیں ہوتا۔

امام خطبہ کے دوران بقدرِ ضرورت بات کرسکتا ہے

فَاسْتَمَعَ وَ اَنْصَتَ: خاموشی کے ساتھ خطبہ سنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خطبہ کا سننا ضروری ہے دینی ضرورت کے تحت امام بقدرِ ضرورت بات کرسکتا ہے مگر سامعین کو اس کی اجازت نہیں جیسا کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے ”مَنْ قَالَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَ الاِمَامُ یَخْطُبُ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا.“ کہ امام جمعہ کے دن خطبہ دے رہا ہو اور کسی نے دوسرے کو کہا کہ خاموش ہو جاؤ تب بھی اس نے لغو کیا۔

غُفِرَلَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْجُمُعَۃِ وَ زِیَادَۃُ ثَلاَثَۃِ اَیَّامٍ:
”تو اس کے گزشتہ جمعہ اور اس جمعہ کے دوران گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور مزید تین دن کے۔“ کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے ”مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا.“ (۲) ”کہ جو ایک نیکی لائے گا اس کو (کم از کم) دس گنا اجر ملے گا“ تو اس اصول کی بناء پر ایک جمعہ پڑھنے سے آدمی کے دس دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

وَ مَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا: جس نے کنکر کو ہاتھ لگایا اس نے لغو کام کیا“ آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد میں کنکریاں ڈال دی گئی تھیں تو اس حدیث میں فرمایا کہ جس نے ان کنکریوں کو بھی خطبہ کے دوران الٹ پلٹ کیا اس نے لغو کام کیا اس سے معلوم ہوتا ہے خطبہ نہایت ہی خشوع وخضوع سے سننا چاہیئے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجمعة (باب فضل من استمع و أنصت فی الخطبة) و إمام مالك ۲۹۵، و أحمد ۱۰۹۹۸/۱۰ و ترمذی و ابن ماجه و ابن حبان ۵۳۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرۃؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) ترمذی ابواب الجمعہ، (باب ماجاء فی کراھیۃ الکلام والامام یخطب)
(۲) سورۃ الأنعام، آیت
(۳) روضۃ المتقین ۱۷۲/۲/۱۔ دلیل الفالحین ۳۶۳/۱

نمازی کے اعضاء سے وضو کرنے کے ساتھ ہی صغیرہ گناہ نکل جاتے ہیں

(۱۲۹) ﴿اَلثَّالِثُ عَشَرَ: عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَاتَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، أَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ اٰخِرِقَطْرِ الْمَاءِ، فَاِذَاغَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَايَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَاغَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَارِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان یا مؤمن انسان وضو کرتا ہے اپنا منہ دھوتا ہے تو اس کے منہ سے وہ تمام گناہ جو اس کی بری نظر سے سرزد ہوئے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، اور وہ جب اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے وہ گناہ جو ہاتھ کے ساتھ پکڑنے سے سرزد ہوئے، پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو تمام وہ گناہ جو اس کے پاؤں کے چلنے کے ساتھ ہوئے، پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل صاف نکل جاتا ہے۔''

لغات: ❖ بطشتها: بَطَشَ بَطْشاً نصر اور ضرب سے بمعنی پکڑنا، گرفت کرنا۔

❖ نقياً: نقي، نقاء سمع سے بمعنی صاف ہونا، خالص ہونا۔

تشریح: اَلْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ: جب مسلمان یا مؤمن وضوء کرتا ہے "أو" یہ راوی کے شک کو ظاہر کرتا ہے کہ یہاں راوی کو شک ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے ''مسلم'' فرمایا تھا یا ''مؤمن'' فرمایا۔

وضوء کرنے سے گناہوں کا اثر ختم ہو جاتا ہے

خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ: قاضی ابوبکر ابن عربی فرماتے ہیں کہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تقدیری عبارت یوں ہے "خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ اَثَرُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ" کہ گناہ کا جو اثر تھا وہ ختم ہو جاتا ہے۔(۱) جیسے ایک روایت میں آتا ہے جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے جتنے گناہ کرتا ہے اتنے سیاہ نقطے دل میں لگتے رہتے ہیں(۲) تو وضو کی برکت سے انسان نے جو گناہ کیا ہے اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ ابوالمواہب عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ بات نقل کی گئی ہے کہ ایک آدمی کو غسل کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: کہ زنا نہ کیا کرو کہ اس

کے غسل کے پانی میں زنا کا اثر نظر آرہا تھا۔ (۳)

نَظَرَ اِلَيهَا بِعَيْنَيهِ: جو گناہ آنکھوں سے سرزد ہوئے ہیں، اس روایت میں صرف آنکھ کا ذکر ہے۔ جب کہ دوسری روایت میں ناک اور منہ کا بھی ذکر ہے۔ (۴)

حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ: یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

کیا وضو سے صغائر اور کبائر دونوں قسم کے گناہوں سے متوضی کو صاف کر دیا جاتا ہے؟

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وضو وغیرہ سے صغائر گناہ معاف ہوتے ہیں نہ کہ کبائر کیونکہ اس کے لئے توبہ شرط ہے (۵) بعض علماء نے اس کے کئی جوابات اور بھی دیئے ہیں۔ "مرتب الكوكب الدری" فرماتے ہیں مراد یہاں پر صغائر گناہ ہیں (کیونکہ کبائر بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے) اور جو حدیث میں "حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ" فرمایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے یہ بات بعید ہے کہ وہ مرتکب کبائر ہو۔ اگر اس سے کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے تو جب تک وہ توبہ نہ کرے اس کو چین نہیں آتا یہی جواب شیخ الہند رحمہ اللہ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ (۶)

اس حدیث میں بھی لفظ عبد کا ذکر ممکن ہے اسی وجہ سے کیا گیا ہو، اور بعض علماء نے یہاں پر سکوت اختیار کیا ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر صغیرہ گناہ معاف ہوں گے کیونکہ دوسری روایت میں "ما لم تؤتی كبيرة" (کہ جب تک وہ کبیرہ گناہ نہ کرے) کی قید موجود ہے۔ (۷)

تخريج حديث: صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء). و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی ۱/۱۲۵

(۲) فتح الملہم ۱/۴۰۹

(۳) ترمذی ۲/۱۶۹۔ رواہ النسائی وابن ماجہ ایضاً

(۴) نسائی ۱/۱۴۔ مؤطا مالک ۱۰۔ مستدرک حاکم ۱/۱۲۹۔ مسلم ۱/۱۲۵

(۵) شرح مسلم ۱/۱۲۱

(۶) الورد الشذی

(۷) فتح الباری ۱/۲۰۹

ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کے لئے کفارہ ہے

(۱۳۰) ﴿الرَّابِعُ عَشَرَ: عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَ الْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَ رَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَابَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: پانچوں نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک، رمضان المبارک سے رمضان المبارک تک کے درمیان کے گناہ (ان اعمال سے) معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ کبائر گناہوں سے بچا جائے۔''

تشریح: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ: پانچوں نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک، جتنے گناہ صغائر ہوتے ہیں ان سب کو اللہ ان اعمال کی برکت سے معاف فرما دیتے ہیں۔

اعمال سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں

اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ: جب تک کبائر گناہوں سے اپنے آپ کو بچاتا رہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ گناہ کے لئے توبہ ضروری ہے یہی جمہور علماء کا مذہب ہے اسی پر اجماع المسلمین ہے۔ (۱)

۱ مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اتفاق است علماء را کہ مراد گناہ ہائے صغیرہ است بدلیل: قولہ علیہ السلام'' ''اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَ الْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ.'' (۲)

نیز یہ کہ اگر اعمال سے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ معاف ہو جائیں تو اب کوئی آدمی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ کچھ نہ کچھ عمل تو آدمی کرتا ہی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الطهارة (باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعةورمضان الى رمضان مكفرات). والترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) التمہید لابن اثیر (۲) الاشعۃ اللمعات (۳) فتح الملہم

درجات کو بلند کرنے والے اعمال

(۱۳۱) ﴿الْخَامِسُ عَشَرَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَلاَ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُواللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ"؟ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

"اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ وَکَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ وَ اِنْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلَاۃِ فَذَالِکُمُ الرِّبَاطُ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ گناہوں کو مٹا دے اور درجات کو بلند فرمائے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا مشقت کے وقت میں مبالغہ کے ساتھ وضوء کرنا۔ اور مسجدوں کی طرف زیادہ آمد و رفت رکھنا اور نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اسی کا نام رباط ہے۔"

لغات: ❖ادلکم: دلّ دلالۃً و دلولۃً نصر سے بمعنی راہنمائی کرنا، راستہ دکھانا۔

❖یمحو: محا محیاً فتح سے بمعنی مٹانا۔

❖الرباط: بمعنی جس سے کوئی چیز باندھی جائے وہ جگہ جہاں لشکر حفاظت سرحد کے لئے پڑاؤ ڈالے، اس کی جمع ربوط آتی ہے۔

تشریح: یَمْحُو اللّٰہُ بِہِ الْخَطَایَا: اللہ گناہوں کو مٹا دے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے مغفرت سے (۱) نیز مراد یہ ہے کہ اللہ ان اعمال کی برکت سے گناہوں کو زائل کر دیتے ہیں۔ (۲)

وضوء میں مبالغہ کرنا

اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ: وضوء کو مبالغہ کے ساتھ کرنا، اعضاء کو ایک بار دھونا تو فرض ہے اور تین بار دھونا سنت اور مستحب ہے تین بار سے زائد دھونا اس روایت سے جائز معلوم ہوتا ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں ائمہ احناف سے دھونے کی تعداد کے بارے میں کوئی روایت منقول نہیں ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں "لَوْزَادَ عَلَی الثَّلَاثِ لِطَمَانِیَۃِ الْقَلْبِ لَا بَأْسَ بِہٖ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ: "دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ."" (۳)

عَلَی الْمَکَارِہِ: "مشقت کے وقت" میں اس سے مراد یہ ہے کہ پانی کو قیمت سے زائد پر خریدنا پڑتا ہے یا سخت سردی ہو رہی ہو۔ یا جسمانی درد وغیرہ کے وقت میں پانی کا استعمال ناگوار ہو تب بھی وہ کرے۔ (۴)

اِنْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ: ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھ کر اپنی جگہ بیٹھا رہے دوسری نماز کے ادا کرنے کے لئے یا مطلب یہ ہے کہ مسجد سے اگرچہ وہ باہر چلا جاتا ہے مگر "قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِھَا" مگر نماز ہی میں اس کا دل اٹکا ہوا ہے۔

"رِبَاط" کی تحقیق

فَذَالِکُمُ الرِّبَاطُ: اسی کا نام رباط ہے۔ "رباط" کہتے ہیں سرحد کی حفاظت کو کہ دشمنوں سے اس کی حفاظت کرنا، تو ان

اعمال کو رباط اس لئے کہا گیا کہ ان اعمال سے بھی شیطان سے انسان کی حفاظت ہوتی ہے۔ جیسے کہ دوسری روایت میں آتا ہے۔ "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الاَكْبَرِ" "دشمنوں کے جہاد سے نفس کی جہاد کی طرف لوٹے ہیں" نفس کی بھی مسلسل نگرانی کرنی ہے کہ کسی وقت بھی شیطان حملہ کرسکتا ہے۔ مؤطا مالک میں یہ دو مرتبہ ہے، نیز ترمذی میں یہی جملہ تین مرتبہ نقل کیا گیا ہے، اہتمام کی وجہ سے اس کا تکرار کیا گیا ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الطهارة باب فضل اسباغ الوضوء علی المکاره. رواه مالک فی المؤطاء ۳۸٦ و أحمد ۷۲۱۳/۳ ترمذی و النسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۷۳

(۲) روضۃ المتقین ۱/۱۷۳

(۳) ردالمحتار ۱/۹۶

(۴) فتح الملہم۔ فیض الباری

(۵) فتح الملہم۔ التعلیق الصبیح۔ شرح الطیبی

فجر اور عصر کی نماز پڑھنے سے جنت

(۱۳۲) ﴿اَلسَّادِسُ عَشَر: عَنْ اَبِی مُوْسَى الاَشْعَرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ"﴾ (متفق علیه)

"اَلْبَرْدَانُ" اَلصُّبْحُ وَ الْعَصْرُ.

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے جنت میں داخل ہوگا۔"

لغات: ❖ اَلْبَرْدَيْن: برد، برداً نصر سے برُد برودةً کرم سے بمعنی ٹھنڈا ہونا، البردان و الابردان بمعنی صبح وشام بھی مستعمل ہے۔

تشریح: فجر اور عصر کی نماز کی فضیلت

مَنْ صَلَّى الْبُرْدَيْنِ: "بردین" کی خود وضاحت حدیث شریف میں فرمائی گئی ہے۔ کہ اس سے مراد صبح اور عصر کی نماز ہے، ایک دوسری روایت میں یہ مضمون آتا ہے۔ "لا يَلِجُ النَّارَ اَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِى الْفَجْرَ وَ الْعَصْرَ." (۱) یعنی جس نے سورج نکلتے وقت اور غروب کے وقت کی نمازیں ادا کیں وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ یعنی

فجر اور عصر کی نماز۔

کیا جنت کے دخول کے لئے عصر اور فجر کی نماز کافی ہے؟

سوال: صرف فجر اور عصر کی نماز پڑھنا کافی ہے جس کی وجہ سے جہنم میں داخل نہیں ہوگا اگرچہ وہ باقی نمازیں یا دوسرے گناہ بھی کرتا رہے؟

پہلا جواب: علامہ علقمی اور علامہ قزاز فرماتے ہیں یہ ابتداء اسلام کی بات تھی جب کہ صرف فجر اور عصر کی نماز ہی فرض تھی، پانچ وقتوں کی نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ (۲)

دوسرا جواب: علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جو شخص فجر اور عصر کے وقتوں کا اہتمام کریگا وہ باقی وقتوں کا بدرجہ اولیٰ کریگا کیونکہ فجر میں نیند کی غفلت کا وقت ہوتا ہے اسی طرح عصر میں کام کی مشغولیت ہوتی ہے۔ اور جب یہ نمازوں کا اہتمام کریگا تو ارشاد خداوندی ہے "اِنَّ الصَّلاۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ" ''بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے'' تو نماز کی برکت سے وہ اور گناہوں سے بچتا رہیگا۔ اس بناء پر وہ جنت میں داخل ہو جائیگا۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب مواقيت الصلوٰة (باب فضل صلاة الفجر) و صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل صلاتى الصبح و العصر و المحافظة عليهما). أحمد ٥/١٦٧٣٠. و الدارمى ١/٣٣١ و ابن حبان و البيهقى ١/٤٦٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسلم شریف

(۲) دلیل الفالحین ۱/۳۹۷

(۳) طیبی شرح مشکوٰۃ

بیماری اور سفر میں آدمی کو پورا ثواب ملتا ہے

(۱۳۳) ﴿اَلسَّابِعُ عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَامَرِضَ الْعَبْدُ اَوسَافَرَ كُتِبَ لَهٗ مِثْلَ مَاكَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًاصَحِيْحًا"﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کا ثواب اسی طرح لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ تندرستی کی حالت یا وطن میں عمل کرتا تھا۔''

تشریح: اس حدیث کا مضمون متعدد روایات میں ملتا ہے (۱) کہ جب آدمی مرض یا سفر کی وجہ سے وہ اعمال نہیں کرسکتا جو حالت صحت یا حالت قیام میں جس کی اس کو عادت تھی تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے وہ اجر و ثواب عطاء فرماتے ہیں جس کو

وہ حالت صحت اور حالت قیام میں کرتا تھا۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں مراد اس حدیث شریف میں استحباب اور نفل کے اعمال ہیں کہ اس کو نہ کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے، مگر فرائض و واجبات تو ہر حالت میں ضروری ہیں۔ اس کو حالت سفر اور حالت مرض میں بھی کرنے کا اجر ملے گا اگرچہ وہ مرض وغیرہ کی وجہ سے کامل ادا نہ بھی کر سکے تب بھی پورا ثواب ملے گا۔ مثلاً مرض کی وجہ سے وہ نماز میں قیام نہ کر سکے بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس ناقص ادا پر بھی کامل کا ثواب ملے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجهاد، (باب يكتب للمسافر) وأحمد ١٩٦٩٩/٧۔ وابوداؤد وابن ماجه و البيهقى ٣٧٤/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۷۵۔ نزہۃ المتقین ۱/۱۳۰

ہر اچھا کام صدقہ ہے

(١٣٤) ﴿اَلثَّامِنُ عَشَرَ: "عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ"﴾ (رواه البخارى)

ورواه مسلم من رواية حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر اچھا کام صدقہ ہے۔"

امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: معروف: امام راغب فرماتے ہیں کہ "معروف" کہتے ہیں کہ جس کو شرعاً اور عقلاً اچھا سمجھا جائے۔ اس حدیث پاک میں اس امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ صدقہ میں مال کا دینا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ ہر وہ نیکی جو کسی کے ساتھ کی جائے وہ ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ کوئی بھی عمل یا قول جو بھلائی کا ہو ان سب پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (۱)

نیز صدقہ اصل میں اس کو کہتے ہیں جو واجب نہ ہو مگر کبھی کبھار صدقہ کا اطلاق واجب پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فقہ کی کتابوں میں باب صدقۃ الفطر کا عنوان ہوتا ہے، حالانکہ صدقۃ الفطر واجب ہے نہ کہ نفل۔ (۲)

من رواية حذيفة: یہاں مصنف نے متفق علیہ کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ متفق علیہ کا لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں پر بخاری و مسلم سنداً و متناً متفق ہوں یہاں پر متن میں تو دونوں متفق ہیں مگر سند میں نہیں کیونکہ بخاری میں یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مسلم میں یہ روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الادب (باب کل معروف صدقة)، و صحیح مسلم کتاب الزکوٰة (باب ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف)، و أبوداؤد و أحمد ۲۳۴۳۰/۹ و مصنف ابن شیبة ۵۴۸/۸۔ و ابن حبان و الطبرانی فی الصغیر ٦۷۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابرؓ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۷٦/۱
(۲) روضۃ المتقین ۱۷٦/۱
(۳) دلیل الفالحین ۳٦۹/۱

کھیتی باڑی کرنا بھی صدقہ ہے

(۱۳۵) ﴿اَلتَّاسِعُ عَشَرَ: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا كَانَ مَا اُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَاسُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَلَا يَرْزَؤُهُ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ"﴾ (رواه مسلم)

وفی روایة له: "فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا طَيْرٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ." وَفِيْ روایة له: "لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا، وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا شَيْءٌ اِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ" ورویاه جمیعاً من روایة انسٍ رضی الله عنه.

قوله: "یرزؤه" أی ینقصه.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان درخت نہیں لگاتا مگر جو کچھ اس سے کھایا جاتا ہے صدقہ ہے۔ اور جو چیز اس سے چوری ہو جاتی ہے وہ اس کے لئے صدقہ و خیرات ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان جو درخت لگاتا ہے اس سے انسان، چوپائے، پرندے کھا جائیں قیامت تک اس کے لئے صدقہ ہے۔

اور ایک روایت میں ہے مسلمان جو درخت لگاتا ہے یا جو چیز کاشت کرتا ہے اس سے انسان، چوپائے یا کوئی اور چیز کھا جائے تو اس کے لئے صدقہ ہے۔ بخاری مسلم میں اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

لغات: ❖ یغرس: غرس غرساً ضرب سے بمعنی درخت لگانا۔
❖ یرزؤه: رزأ، رزأً فتح سے بمعنی کم کرنا، کم دینا، کچھ حاصل کرنا۔
❖ یزرع: زرع، زرعاً فتح سے بمعنی زمین میں بیج بونا۔ زمین جوتنا۔

تشریح: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کسی مسلمان نے کوئی کھیتی یا درخت لگایا اس سے کوئی آدمی یا جانور چرند و پرند فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس کا ثواب مالک کو ملتا ہے گویا اس حدیث شریف میں کھیتی کے مالک کو تسلی دی جارہی ہے کہ جو نقصان ہوا اس پر صبر کرو اس کے بدلہ میں تم کو ثواب ملے گا۔ (۱)

نیت کے بغیر ثواب کیوں؟

سوال: اعمال کا ثواب تو نیت پر موقوف ہے اور یہاں پر کھیتی کے مالک کی نیت تو نہیں ہوتی؟

جواب: اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ کھیتی کرنے کا اصل مقصود نوع انسانی اور حیوانی کی خدمت ہے، حصول ثواب کے لئے اجمالی نیت کافی ہے مالک کو ثواب ملے گا اس کی اجمالی نیت سے (یعنی اس نے انسانی وحیوانی زندگی کی بقاء کی نیت کی ہے) اب اس کھیتی سے کوئی مسلمان فائدہ اٹھائے یا حیوان یا چرند و پرند یا جائز طریقہ سے فائدہ اٹھایا جائے یا ناجائز طریقہ سے یعنی چوری وغیرہ کے ذریعہ سے مگر اس کو اس کی اجمالی نیت کی وجہ سے ہر حال میں ثواب ملے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الحرث و المزارعة (باب فضل الزرع و الغرس). و صحیح مسلم کتاب المساقاة، (باب فضل الغرس و الزرع)، رواه ترمذی أیضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابرؓ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۱/ ۲۶۶

(۲) مظاہر حق جدید ۱/ ۲۶۶

مسجد کی طرف جانے میں ہر قدم پر نیکی ہے

(۱۳۶) ﴿اَلْعِشْرُوْنَ: عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ بَنُوْسَلِمَةَاَنْ یَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ، فَبَلَغَ ذَالِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ: "اِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِیْ أَنَّکُمْ تُرِیْدُوْنَ أَنْ تَنْتَقِلُوْاقُرْبَ الْمَسْجِدِ؟"، فَقَالُوْا: نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْاَرَدْنَا ذَالِکَ، فَقَالَ: "بَنِیْ سَلِمَةَ دِیَارَکُمْ، تُکْتَبُ آثَارُکُمْ، دِیَارَکُمْ، تُکْتَبُ آثَارُکُمْ"﴾ (رواه مسلم)

وَفِی رِوَایَةٍ "إِنَّ بِکُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً" (رواه مسلم) ورواه البخاری أیضًا بمعناه من روایة انسٍ رضی الله عنه.

و "بنوسلمةَ" بکسر اللام: قبیلة معروفة من الانصار رضی الله عنهم، و "آثارُهُم" خُطَاهُم.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ قبیلہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا، چنانچہ یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی، آپ ﷺ نے ان کو فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مسجد کے نزدیک انتقال آبادی کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ! ہم نے اس کا ارادہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو سلمہ! تم اپنے گھروں میں سکونت پذیر رہو، تمہارے قدموں کو لکھا جائے گا۔''

ایک روایت میں ہے کہ ہر قدم کے بدلہ میں درجہ ہے۔ بخاری نے اس کا مضمون حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔

بنو سلمه: لام کے زیر کے ساتھ انصار کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ آثارهم: ان کے قدم اور قدموں کے نشانات۔

لغات: ❖ ینتقلوا: انتقل انتقالاً، نقل مکانی کرنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

❖ خطوةٌ: بمعنی چلنے کے وقت دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ۔ عوام اس کو اپنی اصطلاح میں فشخہ بولتے ہیں بمعنی مسافت۔

تشریح: فَقَالَ بَنُو سَلِمَةَ دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ: بنوسلمہ تم اپنے گھروں میں رہو تمہارے قدموں کو لکھا جائیگا۔

علماء فرماتے ہیں فضیلت تو زیادہ اسی گھر کی ہوگی جو مسجد سے زیادہ قریب ہو کیونکہ جب مسجد پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو مسجد کے پڑوس والے بھی اس سے محروم نہیں ہوتے۔ جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے:

''فَضْلُ الدَّارِ الْقَرِيْبَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ عَلَى التَّاسِعَةِ كَفَضْلِ الْغَازِيْ عَلَى الْقَاعِدِ'' (۱)

ترجمہ: مسجد سے جو گھر قریب ہیں اس کی فضیلت دور والے گھر پہ ایسی ہے جیسی غازی کو گھر بیٹھنے والے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

مسجد سے قریب تو چند ہی گھر آباد ہو سکتے ہیں باقی گھر مسجد سے دور ہی ہوں گے اس لئے ان کی بھی تسکین خاطر کے لئے ان کی بھی فضیلت حدیث بالا میں ارشاد فرمائی جارہی ہے۔ کہ جتنے قدم بھی رکھے گا اتنی نیکیاں ان کو ملیں گی۔ بعض روایات میں آتا ہے صحابہ مسجد کی طرف جاتے وقت چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے تاکہ ثواب زیادہ ملے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاذان (باب احتساب الآثار). صحیح مسلم کتاب المساجد (باب فضل كثرة الخطا الى المساجد).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابرؓ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کنز العمال

نیکی کی حرص کرنے کے بارے میں

(۱۳۷) ﴿اَلْحَادِیْ وَالعِشْرُوْنَ: عَنْ أَبِی الْمُنْذِرِ اُبَیِّ بنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَجُلٌ لاَ اَعْلَمُ رَجُلاً اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْہُ، وَکَانَ لاَ تُخْطِئُہُ صَلاۃٌ فَقِیْلَ لَہُ، اَوْ فَقُلْتُ لَہُ: لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُہُ فِی الظَّلْمَاءِ، وَ فِی الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ: مَایَسُرُّنِیْ أَنَّ مَنْزِلِیْ إِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ، إِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ یُکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ إِلَی الْمَسْجِدِ، وَرُجُوْعِیْ إِذَا رَجَعْتُ إِلٰی أَھْلِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "قَدْ جَمَعَ اللّٰہُ لَکَ ذَالِکَ کُلَّہُ"﴾ (رواہ مسلم)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: "إِنَّ لَکَ مَا احْتَسَبْتَ "اَلرَّمْضَاءُ" اَلاَرْضُ الَّتِیْ أَصَابَھَا الْحَرُّ الشَّدِیْدُ.

ترجمہ: "حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کا گھر مسجد سے اتنا دور تھا کہ میرے علم میں کسی دوسرے انسان کا گھر اتنا دور نہیں تھا اور اس کی کوئی نماز (مسجد سے) خطا نہ ہوتی، چنانچہ اس سے کہا گیا یا میں نے اس کو کہا کہ تو ایک گدھا خرید لے کہ اندھیرے اور گرمی میں اس پر سوار ہو کر آیا کرے، اس نے کہا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو، میں چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر جانا اور واپس گھر آنا (میرے نامۂ اعمال میں) لکھا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے لئے اللہ نے ان تمام چیزوں کو جمع کر دیا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ تجھے تیری نیت کے مطابق ثواب ملے گا۔

الرمضاء: تپتی ہوئی زمین:

لغات: ❖ الظلماء: بمعنی تاریکی، رات کا پہلا حصہ۔

❖ الرمضاء: بمعنی گرمی کی تیزی، دھوپ کی تیزی کی وجہ سے گرم زمین۔

تشریح: جتنا گھر مسجد سے دور ہوگا اتنا زیادہ ثواب ہوگا

اس حدیث شریف میں ترغیب ہے کہ آدمی کا گھر جہاں ہو وہیں رہے مسجد کی دوری سے نہ گھبرائے یہ دوری بھی باعث ثواب بنتی ہے کہ گھر سے مسجد کی طرف جانا اور مسجد سے واپس گھر کی طرف آنا ان سب میں اس کو اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا ہے، ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: "اَلأَبْعَدُ فَالأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ اَعْظَمُ" (۱) مسجد میں جو جس قدر دور سے آتا ہے اس کو اتنا ہی اجر ملتا ہے۔

فِی الظَّلْمَاءِ: اس سے رات والی نمازیں یعنی فجر، عشاء اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں۔

اَلرَّمْضَاءُ: ''زمین کا گرم ہونا'' اس سے ظہر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ (۲)

قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَکَ ذَالِکَ کُلَّهُ: ''تیرے لئے اللہ نے تمام چیزوں کو جمع کر دیا'' یعنی تمہاری نیت بھی اچھی ہے اور ارادہ بھی صحیح ہے اسی لئے اس پر اللہ کی طرف سے ثواب کامل ہوگا۔

کُلَّهُ: یہ کلمہ ''ذٰلِکَ'' کے لئے تاکید ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب المساجد (باب فضل کثرۃ الخطاء الی المساجد) و أبو داؤد و ابن ماجۃ أ۱.

راوی حضرت ابوالمنذر ابی بن کعبؓ کے حالات:

نام: ابوالمنذر، وابوالطفیل کنیت، سیّد القراء، سیّد الانصار اور سیّد المسلمین القاب تھے۔ والدہ کا نام صہیلہ تھا۔ عقبہ ثانیہ میں یہ مسلمان ہوئے۔ بدر سے طائف تک کے تمام معرکوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کی ترتیب و تدوین میں چند صحابہ کو مقرر کیا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے صرف فتویٰ کا کام ان کے ذمہ کیا، جب انہوں نے درخواست کی مجھے بھی کسی جگہ کا عامل بنا دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارے دین کو دنیا میں ملوث دیکھنا نہیں چاہتا۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ والتروایح)

قرآن کے ساتھ ساتھ توراۃ اور انجیل کے بھی عالم تھے، ان کے حلقہ درس میں عرب و عجم، روم اور شام و دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ علم حاصل کرتے تھے۔

حُبِّ رسول اللہ کا یہ عالم تھا کہ استوانہ حنانہ کو اپنے گھر میں بطور تبرک کے رکھا ہوا تھا، اور جب دیمک نے اس کو چاٹ لیا اس کے بعد اس کو اپنے گھر سے علیحدہ کیا (بخاری ۲/۶۲۲)

وفات: ۳۹ھ میں حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا حضرت عثمان غنیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔

روایات: احادیث کے بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے اسی وجہ سے ان سے صرف ۱۴۶، احادیث منقول ہیں جن میں سے تین بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں بخاری میں ایک اور مسلم میں سات منفرد ہیں۔

---

(۱) بخاری شریف، وابوداؤد شریف باب ماجاء فی فضل المشی إلی الصلوٰۃ

(۲) روضۃ المتقین ۱/۱۷۸

(۳) دلیل الفالحین ۱/۲۷۲

دودھ دینے والی بکری کو ہدیہ میں دینے کی فضیلت

(۱۳۸) ﴿اَلثَّانِیْ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ أَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً أَعْلَاهَا مَنِیْحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ یَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ''﴾ (رواہ البخاری)

اَلْمَنِیْحَةُ اَنْ یُعْطِیَهُ اِیَّاهَا لِیَاْکُلَ لَبَنَهَا ثُمَّ یَرُدَّهَا اِلَیْهِ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چالیس خصلتیں ہیں، ان میں سے اعلیٰ خصلت کسی کو عاریۃً دودھ دینے والی بکری دے دینا ہے۔ جو شخص بھی انہیں میں سے کسی خصلت پر ثواب کی امید کرتے ہوئے اور اس کے وعدہ کو سچا جانتے ہوئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔“

منیحۃ: اس جانور کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو بطور عطیہ دودھ کے لئے دے دے اور پھر وہ واپس کر دے۔

لغات: ❖ خصلۃ: بمعنی عادت، اچھی ہو یا بری، زیادہ استعمال اچھی عادت کے لئے ہے، جمع خصالٌ۔

❖ منیحۃٌ: بمعنی دودھ والا جانور کسی کو دینا تا کہ وہ دودھ پینے کے بعد اس کو واپس کر دے۔

❖ العنزُ: مصدر بمعنی بکری، مادہ، چکور، ہرن، جمع عِناز و اعنُزٌ و عُنُوزٌ۔

تشریح: چالیس خصلتیں

اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً: چالیس خصلتیں ہیں، مسند احمد کی روایت میں خصلۃ کی جگہ یہ حسنۃٌ کا لفظ آیا ہے۔

اَرْبَعُوْنَ: چالیس خصلتیں یا نیکیاں کون کون سی ہیں اس کو علماء نے احادیث سے جمع کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

1. کام کرنے والے کی مدد کرنا۔
2. جوتے کا تسمہ دینا۔
3. مسلمانوں کے عیوب کو چھپانا۔
4. مسلمانوں کے خوشی میں شامل ہونا۔
5. مجلس میں آنے والے کے لئے جگہ کشادہ کر دینا۔
6. بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا۔
7. درخت لگانا۔
8. کھیتی باڑی کرنا۔
9. نصیحت کرنا۔
10. رحم کرنا۔
11. سلام کا جواب دینا۔
12. چھینک کا جواب دینا۔
13. راستہ سے تکلیف دینے والی چیزوں کا ہٹا دینا وغیرہ [1]

اَعْلاهَا مَنِيحَةُ الْعَنْزَةِ: ان خصلتوں میں سے سب سے اعلیٰ خصلت یہ ہے کہ کسی کو دودھ والی بکری دے دے۔

لفظ "منیحۃ" کی تحقیق

علامہ ابوعبیدؒ فرماتے ہیں کہ مَنِیحَۃٌ یہ عَظِیمَۃٌ کے وزن پر ہے اور اس کے دو معنی آتے ہیں:

❶ کسی کو اس کی ضرورت کے وقت میں دودھ دینے والا جانور دے دے اور جب اس کی ضرورت پوری ہو جائے تو وہ اس کے مالک کو لوٹا دے۔

❷ دوسرا یہ کہ دودھ دینے والا جانور مستقل ہدیہ کر دے مگر زیادہ استعمال اول والے معنی میں ہوتا ہے۔

تَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا: اللہ کے وعدہ کو سچا جانتے ہوئے کہ اللہ اپنے وعدے میں سچے ہیں۔

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا: اور دوسری جگہ پر ارشاد خداوندی ہے "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا" اللہ سے زیادہ کون سچا ہوگا "اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ" تو اللہ نے اس شخص کے لئے جو جنت کا وعدہ کیا تو اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائیں گے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب الهبة (باب فضل المنیحة)، واحمد ٦٨٤٦/٢، وابو داؤد، وابن حبان ٥٠٩٥ والبیهقی ١٨٤/٤۔

راوی حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے حالات:

نام: عبداللہ، ابومحمد اور ابوعبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام عمرو بن العاص اور والدہ ماجدہ کا نام ریطہ بنت مبنہ تھا۔ اپنے والد عمرو سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے (اسد الغابۃ ۲۳۳/۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر حاضر رہتے تھے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے فوراً اس کو قلمبند کر لیتے تھے (مسند احمد ۱۹۲/۲)

حضرت ابوہریرۃؓ خود فرماتے ہیں ان کو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۳۶)

آپ ﷺ کے ساتھ بعض غزوات میں بھی شریک ہوئے اور جنگ یرموک میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنا علم قیادت ان ہی کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ (اسد الغابۃ ۲۳۴/۳)

ان کا حلقہ درس بہت وسیع تھا اور یہ اپنے تلامذہ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھتے، رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذارتے اور ہر تیسرے دن قرآن ختم کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

وفات: آپ ۶۵ھ میں مقام ضعاط میں اس دنیا سے رخصت ہوئے، اس زمانے میں مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر کی جنگ ہورہی تھی، اس لئے لوگوں نے ان کے ہی گھر میں دفن کر دیا کیونکہ جنازہ کو عام قبرستان تک پہنچانا بھی مشکل تھا۔

مرویات: ان سے سات سو روایات کتب احادیث میں ملتی ہیں جن میں ۱۷ میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں اور ۸ بخاری میں اور ۲۰ مسلم میں الگ الگ ہیں۔ (تہذیب الکمال ۲۰۸)

---

(۱) روضۃ المتقین ۱۷۹/۱، ودلیل الفالحین ۳۷۴/۱

(۲) روضۃ المتقین ۱۷۹/۱ (۳) روضۃ المتقین ۱۷۹/۱

جہنم سے اپنے آپ کو بچاؤ اگر چہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ کرنے سے ہی کیوں نہ ہو

(۱۳۹) ﴿اَلثَّالِثُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ"﴾ (متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى إِلاَّ مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى إِلاَّ مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلاَ يَرٰى إِلاَّ النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ"

ترجمہ: ''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے دوزخ سے بچ جاؤ اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرنے سے۔

دونوں کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوں گے درمیان میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا ہر شخص دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو اپنے اعمال نظر آئیں گے اور بائیں جانب دیکھے گا تو اپنے اعمال دکھائی دیں گے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو اس کو دوزخ دکھائی دیگی پس دوزخ سے بچ جاؤ اگر چہ کھجور کے آدھے حصہ سے ہی ہو، اور اگر یہ میسر نہ آسکے تو وہ بہتر بات کا صدقہ کرے۔

لغات: ❖ بشق: الشِقُ بمعنی آدھا۔ جانب، کنارہ۔

❖ ترجمان: ترجمہ بمعنی کلام، ترجمہ کرنا، صفت ترجُمان و تُرجَمان، جمع تراجم، تراجمہ۔

❖ أشأم: الشامةُ و المشأمةُ بمعنی بایاں پہلو، نحوست، بے برکتی۔

تشریح: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ: ''دوزخ سے بچو اگر چہ کھجور کا ٹکڑا کے صدقہ کرنے سے'' اس حدیث میں ترغیب ہے کہ آدمی اپنے اور جہنم کے درمیان رکاوٹ قائم کرے صدقہ کے ذریعہ سے، اگر وہ زیادہ صدقہ نہیں دے سکتا تو ایک کھجور ہی دے، اگر یہ بھی ممکن نہیں تو مبالغۃً کہا گیا کہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر جہنم سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ: ''اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا'' اس میں انسانوں کو ڈرایا جارہا ہے کہ گناہوں سے رک جاؤ کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا اور اللہ کو جواب دینا ہوگا۔ (۱)

قیامت کے دن اعمال نظر آئیں گے

فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى اِلاَّ مَا قَدَّمَ: ہر شخص دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو اپنے اعمال نظر آئیں گے اسی طرح بائیں جانب دیکھے گا تب بھی اس کو اپنے اعمال ہی نظر آئیں گے۔ یہی مضمون قرآن کی اس آیت "وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا

حَاضِراً. "(۲) میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن آدمی اپنے سامنے اپنے اعمال کو حاضر پائے گا۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ اگر کھجور کا ٹکڑا بھی نہ پائے تو اچھی بات کرے اچھی اور بھلائی کی بات کرے اس سے بھی آدمی جہنم سے بچے گا، یہ مضمون قرآن مجید کی ایک آیت میں بھی ملتا ہے۔"قَوْلٌ مَعْرُوْفٌ وَ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا اَذًى." (۳)

(اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا لِاَطْيَبِ الْكَلَامِ وَوَفِّقْنَا لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ)

تخريج حديث: اخرجه صحيح بخارى كتاب التوحيد، و صحيح مسلم كتاب الزكاة (باب الحثِّ على الصدقةِ ولوبشق تمرةٍ أوْ بكلمةٍ طيبةٍ وانها حجاب من النار) واحمد ۱۸۲۷۶/۶، وترمذى وابن حبّان ۳۳۱۱، والطبرانى ۲۰۸/۱۷، والبيهقى ۱۷۶/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عدی بن حاتمؓ کے حالات حدیث نمبر (۷۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۱۳۳

(۲) سورۃ الکہف آیت ۴۹

(۳) سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۳

کھانے کے بعد اللہ کی حمد کرنا چاہئے

(۱۴۰) ﴿اَلرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا"﴾

(رواه مسلم)

و "الاكلةُ" بفتح الهمزة: وهى الغدوة أوِ العشوة.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے پر راضی ہوتے ہیں جو کھانا کھا کر الحمد للہ کہے یا پانی پینے کے بعد الحمد للہ کہے۔"

تشریح: کھانے کے بعد حمد کرنے کا ثواب روزہ رکھنے والے کے برابر ہے

کھانا پینا یہ انسان کی فطری ضرورت ہے، انسان کا اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، اللہ کے احکام پر قربان ہوجایئے کہ اس کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنے پر ایک طرف تو پیٹ کو بھرتا ہے دوسری طرف اللہ کے مطیع بندوں میں اس کا شمار ہوجاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں مزید وضاحت اس طرح آئی ہے فرمایا "الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ" (۱) کہ کھانا کھا کر شکرادا کرنے والا روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کے مثل ہے۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں پر فضل فرمایا، کھانا کھا کر صرف شکرادا کرنے پر روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کے برابر ثواب عطاء فرمایا۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم کتاب الذکر (باب استحباب حمد اللّٰہ تعالیٰ بعد الاکل والشرب)، رواہ ترمذی ایضاً۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالکؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) حاکم فی المستدرک

ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے

(۱۴۱) ﴿اَلْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی الاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ"، قَالَ: أَرَأَیْتَ اِنْ لَمْ یَجِدْ؟ قَالَ: یَعْمَلُ بِیَدَیْهِ فَیَنْفَعُ نَفْسَهُ وَیَتَصَدَّقُ" قَالَ: أَرَأَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ: "یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ"، قَالَ: أَرَأَیْتَ إِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ: "یَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ أَوِ الْخَیْرِ"، قَالَ أَرَأَیْتَ اِنْ لَمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ: "یُمْسِکُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ اس نے عرض کیا فرمایئے اگر اس کو کچھ دستیاب نہ ہو؟ فرمایا اپنے ہاتھوں سے کام کرے خود کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، اس نے عرض کیا، فرمایئے اگر اس میں اس کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا محتاج مصیبت زدہ کی مدد کرے، عرض کیا فرمایئے اگر اس میں اس کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا امر بالمعروف کرے، عرض کیا اگر نہ کرسکے فرمایا برائی سے باز رہے پس تحقیق یہ صدقہ ہے۔''

لغات: ❖ الملھوف: بمعنی غمگین جو مال کھو بیٹھا ہو یا اس کا کوئی قریب داغِ فراق دے گیا ہو، مظلوم، ملھوف القلب دل جلا۔

تشریح: اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے مال سے صدقہ کرنا افضل ہے

یَعْمَلُ بِیَدَیْهِ فَیَنْفَعُ نَفْسَهُ وَیَتَصَدَّقُ: کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرے جس سے خود بھی نفع اٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ایک طرف اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کی ترغیب ہے تو دوسری طرف صدقہ کی بھی ترغیب معلوم ہوتی ہے۔ (۱)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے کے لوگ اس بات کو برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن صدقہ سے خالی جائے خواہ کھجور بھی صدقہ میں دی جائے یا روٹی کا ٹکڑا دیا جائے، کیونکہ آدمی قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔ (۲)

يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ: ''محتاج مصیبت زدہ کی مدد کرے'' علماء فرماتے ہیں حدیث میں عام محتاج مصیبت زدہ کا ذکر ہے خواہ وہ مصیبت زدہ مظلوم ہو یا عاجز ہو اس کی مدد کی جائے خواہ عمل کے ذریعہ سے کی جائے یا زبان سے تسلی دی جائے (۳)

يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِالْخَيْرِ: لفظ ''أو'' یہاں پر شک کے لئے ہے راوی کو شک ہوا کہ آپ ﷺ نے ''يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ'' فرمایا ہے یا ''يَأْمُرُالْخَيْرَ'' فرمایا ہے۔ بہر حال ''اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ'' بغیر شک وشبہ اہم عمل ہے ام حسنات ہے نیز تمام انبیاء علیہم السلام کا کام ہے۔ (۴)

يُمْسِکُ عَنِ الشَّرِ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ: صدقہ کا مفہوم بہت عام ہے نیکی کرنا بھی صدقہ ہے تو برائی پہنچانے سے رکے یہ بھی صدقہ ہے نہ زبان سے تکلیف دے نہ باقی اعضاء سے اسی کو فارسی میں کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

''مرا بخیر تو امید نیست، بدمرساں''(۵)

تخريج حديث: اخرجه صحيح بخارى كتاب الزكاة (باب على كل مسلم صدقة) و كتاب الادب و صحيح مسلم كتاب الزكاة (باب بيان انّ اسم الصدقة الخ) والنسائى.

---

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۸۱ (۲) احیاء العلوم
(۳) روضۃ المتقین ۱/۱۸۲ (۴) مفہوم روضۃ المتقین ۱/۱۸۱
(۵) مظاہر حق جدید ۲/۲۶۳

(١٤) باب فى الاقتصاد فى الطاعة(۱)

اطاعت میں میانہ روی اختیار کرنے کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿طٰـهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى﴾ (طه: ٢،١)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''طٰہٰ! اے محمد ﷺ ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔''

تشریح: "طٰہٰ" اس لفظ کی تفسیر میں علماء مفسرینؒ کے متعدد اقوال ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یا رجل، بقول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حبیبی، مگر اکثر مفسرینؒ کے نزدیک یہ متشابہات میں سے ہے جس کا ترجمہ اللہ ہی جانتے ہیں۔ (۲)

اور مجاہدؒ، عکرمہؒ سعید بن جبیرؒ وغیرہ فرماتے ہیں اس کا ترجمہ ہے یا رجل۔

مَا اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى: علامہ ضحاکؒ فرماتے ہیں ابتداء نزول قرآن کے وقت صحابہ اور خود جناب رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد میں کھڑے رہتے جس سے آپ ﷺ کے قدمین مبارک پر ورم آجاتا تھا اور دوسری طرف دن میں لوگوں کی منتیں کرتے کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ اس آیت میں دونوں مشقتوں سے بچانے کے لئے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ قرآن کے نزول کا مقصد یہ نہیں کہ آپ مشقت میں پڑجائیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد آپ کا معمول یہ بن گیا تھا کہ شروع رات میں آرام فرماتے اور پھر آخر شب میں بیدار ہوکر تہجد ادا فرماتے تھے۔ (۳)

---

(۱) بعض نسخوں کے اندر "الطاعة" کے بجائے "العبادة" ہے دیکھئے بیروت والانسخہ۔

(۲) تفسیر ابن کثیر ۳/۱۴۹

(۳) معارف القرآن ۶/۶۴۔ زادالمسیر ۵/۱۸۷

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ﴾ (البقرة: ۱۸۵)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔"

تشریح: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے پہلے سے روزہ کا ذکر چل رہا ہے تو فرمایا گیا کہ روزے میں کوئی مریض ہوجائے یا مسافر ہوجائے تو اب بعد میں اس کی قضاء کرسکتا ہے یا فدیہ دے دے۔ شریعت نے آسانی کردی، یہ نہیں کہ ہر حال میں ہی روزہ رکھو جب کہ شریعت نے آسانیاں کردیں کہ اگر مجبوری ہو تو اس وقت نہ رکھو۔ (۱) جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ رمضان میں جنگ پر گئے، پہلی مرتبہ جنگ بدر اور آخری مرتبہ فتح مکہ، ان دونوں موقعوں پر ہم نے روزے چھوڑے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا: **اِنَّهٗ يَوۡمُ قِتَالٍ فَافۡطِرُوۡا:** "آج جنگ کا دن ہے روزہ افطار کرلو۔"

دوسری روایت میں آتا ہے **اِنَّكُمۡ قَدۡ دَنَوۡتُمۡ مِنۡ عَدُوِّكُمۡ فَافۡطِرُوۡا هُوَ اَقۡوٰى لَكُمۡ:** "یعنی تمہیں دشمن سے مقابلہ درپیش ہے روزے چھوڑ دو تاکہ تمہیں لڑنے کی قوت حاصل ہو۔"

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۱/۳۲۳، تفسیر مظہری ۱/۳۳۸

بساط سے باہر عبادت نہیں کرنی چاہئے

(۱۴۲) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَ عِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ: مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ: هٰذِهٖ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ: مَهْ! عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ، فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَ كَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

"وَمَهْ" كَلِمَةُ نَهْيٍ وَ زَجْرٍ۔ وَ مَعْنٰى "لَايَمَلُّ اللّٰهُ اَیْ لَا يَقْطَعُ ثَوَابَهُ عَنْكُمْ وَ جَزَآءَ اَعْمَالِكُمْ وَ يُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِّ حَتّٰى تَمَلُّوْا فَتَتْرُكُوْا فَيَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مَا تُطِيْقُوْنَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُوْمَ ثَوَابُهُ لَكُمْ وَ فَضْلُهُ عَلَيْكُمْ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے (اس وقت) ان کے پاس ایک عورت تھی، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ عائشہؓ نے کہا یہ فلاں عورت ہے اس کی نماز کا عام چرچا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا رک جاؤ طاقت کے مطابق (عبادت) کرو، اللہ کی قسم! اللہ کو تھکاوٹ نہیں ہوتی لیکن تم تھک جاؤ گے۔ آپ ﷺ کو وہ عبادت زیادہ پسند تھی جس پر عبادت کرنے والا ہمیشگی اختیار کرے۔

"مَهْ" یہ نہی اور زجر کا کلمہ ہے "لا یمل اللہ" اس کا ثواب اور اجر ختم نہیں ہوگا اور تم سے اُکتا جانے والے کا سا معاملہ نہیں فرمائے گا کہ تم اکتا جاؤ اور عمل چھوڑ دو، اس لئے تمہارے شایان یہی بات ہے کہ تم وہ عمل اختیار کرو جس پر تم ہمیشگی کرسکو تا کہ اس کا ثواب اور اس کا فضل تم پر ہمیشہ رہے۔

لغات: ❖ مَهْ: اسم فعل مبنی علی السکون بمعنی رک جانا۔

❖ یملّ: ملّ ملالاً و ملا لا اکتاجانا، زچ ہونا۔

❖ داوم: دام، دوْمًا و دواماً نصر سے بمعنی ثابت رہنا، دراز مدت رہنا، جاری رہنا۔

تشریح: عِنْدَهَا اِمْرَأَةٌ: بخاری کی دوسری روایت میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَتْ عِنْدِيْ اِمْرَأَةٌ مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ. (۱)

طاقت کے مطابق عمل کرو

عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ: طاقت کے مطابق عبادت کرو یعنی اتنی عبادت کی جائے جس کو آسانی کے ساتھ موت تک آدمی کرسکتا ہو۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے جو تنبیہ فرمائی یہ صرف تہجد کے لئے تھی، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تمام ہی اعمال کے لئے ہو، یہی دوسرا مفہوم زیادہ واضح ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بھی علیکم سے مخاطب صرف اس عورت کو نہیں کیا بلکہ قاعدہ کلیہ کے طور سے سب کو مخاطب کیا، اگرچہ صیغہ مذکر کا ہے مگر عورتیں اس میں داخل ہوتی ہیں۔ (۲)

لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا: اللہ کو تھکاوٹ نہیں ہوتی لیکن تم تھک جاؤ گے مطلب یہ ہے عبادت میں زیادتی کے سبب تم

تھک کر عبادت چھوڑ بیٹھو گے اللہ ثواب دینے سے نہیں تھکتا، لہٰذا عبادت کے معاملہ میں اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے تا کہ ہمیشہ عبادت جاری رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب کا سلسلہ بھی جاری رہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب مایکره من التشدد فی العبادة)، و صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب امر من نعس فی صلاته) و النسائی.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری

(۲) روضۃ المتقین ۱/۱۸۴

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا واقعہ

(۱۴۳) ﴿وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ ثَلَا ثَةُ رَهْطٍ اِلٰی بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا وَ قَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَا تَاَخَّرَ. قَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَ قَالَ الْاٰخَرُ: وَ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَ لَا اُفْطِرُ وَ قَالَ الْاٰخَرُ: وَ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِلَیْهِمْ فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ كَذَا؟ وَ كَذَا اَمَا وَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّیْ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ وَ اُصَلِّیْ وَ اَرْقُدُ وَ اَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آئے وہ نبی کریم ﷺ کی عبادت کے بارے میں سوال کر رہے تھے، جب اُن کو آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اس کو تھوڑا سمجھا اور دل میں خیال کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ سے کیا مناسبت رکھتے ہیں آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں؟ خبردار اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور

تقویٰ اختیار کرتا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ میری اُمت سے نہیں۔"

لغات: ❖ رھط: الرھط بمعنی آدمی کی قوم وقبیلہ۔ تین سے دس تک کا گروہ جس میں عورت نہ ہو۔ اس کا واحد نہیں۔ جمع
❖ ارھط، وارھاط جمع الجمع اراھط، اراھیط.

❖ اعتزل: عزل، عزلاً ضرب سے بمعنی جدا کردینا اور افتعال سے جدا ہونا۔

❖ ارقد: رقد، رقدًا اور رقودًا نصر سے بمعنی سونا۔

تشریح: ان تینوں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام

جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ: تین آدمی آئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1. حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہماری نبی سے کیا مناسبت؟

اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ؟ ہم کو آپ ﷺ سے کیا مناسبت ہے؟

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے آپ ﷺ کی مغفرت یقینی ہے ہماری مغفرت یقینی نہیں اس لئے ہم عبادت میں خوب مشقت برداشت کریں گے تا کہ اللہ راضی ہو کر ہماری مغفرت فرمادے۔ (۲)

اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَ كَذَا: "تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں۔" ایک دوسری روایت میں "مَا بَالُ اَقْوَامٍ قَالُوْا كَذَا وَ كَذَا" کے الفاظ آئے ہیں۔ (۳)

میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں

اَمَا وَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقَاكُمْ لَهٗ: میں تم سب میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تقویٰ والا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ عبادت میں مبالغہ اللہ ہی کے خوف سے ہوسکتا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ڈرنے والا سب سے زیادہ ہوں تو مجھ کو بہت زیادہ عبادت کرنا چاہئے مگر دوسری بات یہ ہے میانہ روی اللہ کو پسند ہے جیسے پہلے آیا کہ زیادہ مبالغہ سے عبادت کرنے والے بہت جلدی تھک جاتے ہیں اور عبادت کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ (۴)

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ: "اور جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے" کیونکہ آپ ﷺ کے مذہب میں رہبانیت نہیں ہے "لَارَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ." (۵) اسلام میں رہبانیت نہیں ہے کہ آدمی سب کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں عبادت

میں لگ جائے، نہ کھانا کھائے، نہ نکاح کرے، سنت نبوی میں تو یہ سب کام کرنا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخارى كتاب النكاح (باب الترغيب فى النكاح) و صحيح مسلم كتاب النكاح (باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه) واحمد ٤/١٣٥٣٤ و ابن حبان والبيهقى ٧/٧٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری (۲) روضۃ المتقین ۱/۱۸۵
(۳) بخاری (۴) بخاری ومسلم (۵) مشکوٰۃ

تکلف کرنے والے تباہ ہوگئے

(١٤٤) ﴿وَعَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ: اَلْمُتَعَمِّقُوْنَ الْمُشَدِّدُوْنَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِيْدِ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تکلف کرنے والے تباہ و برباد ہوگئے آپ ﷺ نے یہ کلمہ تین بار فرمایا۔''

اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ: کا مطلب یہ ہے جہاں شریعت میں سختی نہیں ہے وہاں سختی کرنے والے اور کھود کرید کرنے والے۔

لغات: ❖ هلك: هلك، هلاكاً وهلوكا۔ضرب۔ فتح، سمع سے بمعنی فنا ہونا، ہلاک ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں بہت زیادہ مشقتیں کرنے کی مخالفت فرمائی جارہی ہے، میانہ روی کے ساتھ کام کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ ''هلك'' کے معنی تباہ ہوجانے اور برباد ہوجانے کے ہیں۔ یہ بددعا آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں متنطعون کہتے ہیں بات کرنے میں بہت زیادہ مبالغہ کرنے والوں کو خواہ عمل میں مبالغہ کریں یا قول میں کریں۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے مسائل میں بہت زیادہ بال کی کھال نکالنا بھی صحیح نہیں ہے۔ یہ عموماً ایسے لوگوں کی عادت ہوتی ہے جن کو عمل سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب العلم (باب هلك المتنطعون)، ابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن مسعودؓ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۸۶

دین کو اپنے عمل کے ذریعہ ہیبت ناک نہ بناؤ

(۱۴۵) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَ لَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنُ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَ اَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَ شَیْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ"﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ: سَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَ رُوْحُوْا وَ شَیْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ: اَلْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا.

قَوْلُهٗ "اَلدِّیْنُ" هُوَ مَرْفُوْعٌ عَلٰی مَا لَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ. وَ رُوِیَ مَنْصُوْبًا وَ رُوِیَ: "لَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ" وَ قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "اِلَّا غَلَبَهٗ" اَیْ غَلَبَهُ الدِّیْنُ وَعَجَزَ ذٰلِکَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّیْنِ لِکَثْرَةِ طُرُقِهٖ، وَالْغَدْوَةُ" سَیْرُ اَوَّلِ النَّهَارِ "وَ الرَّوْحَةُ" اٰخِرُ النَّهَارِ "وَالدُّلْجَةُ" اٰخِرُ اللَّیْلِ. وَ هٰذَا اسْتِعَارَةٌ وَ تَمْثِیْلٌ وَ مَعْنَاهُ: اِسْتَعِیْنُوْا عَلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْاَعْمَالِ فِیْ وَقْتِ نَشَاطِکُمْ وَ فَرَاغِ قُلُوْبِکُمْ بِحَیْثُ تَسْتَلِذُّوْنَ الْعِبَادَةَ وَ لَا تَسْأَمُوْنَ وَ تَبْلُغُوْنَ مَقْصُوْدَکُمْ، کَمَا اَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ یَسِیْرُ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ وَ یَسْتَرِیْحُ هُوَ وَ دَآبَّتُهٗ فِیْ غَیْرِهَا فَیَصِلُ الْمَقْصُوْدَ بِغَیْرِ تَعَبٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین آسان ہے اور جو شخص دین میں تشدد اختیار کرتا ہے مغلوب ہوجاتا ہے، پس سیدھا راستہ اختیار کرو اور میانہ روی اختیار کرو، اور خوش ہوجاؤ صبح اور شام کے وقت اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت کرنے پر مدد مانگو۔''

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سیدھے راہ پر چلو، میانہ روی اختیار کرو، صبح وشام اور رات کے وقتوں میں مدد طلب کرو، میان روی اختیار کرو تم اپنا مقصد حاصل کرلوگے۔

"اَلدِّیْنُ" یہاں پر مرفوع ہے مفعول مالم یسم فاعله کی وجہ سے اور "الدین" منصوب بھی مروی ہے، "الاغلبه" کا مطلب یہ ہے دین ان پر غالب آجائے گا اور دین میں بے جاسختی کرنے والا دین میں زیادہ شاخیں اور راستے ہونے کی وجہ سے دین کے تقاضوں پر عمل کرنے سے عاجز رہے گا۔ ''غدوة" کے معنی ہیں صبح صبح چلنا اور ''روحة" کے معنی ہیں دن کے آخری پہر میں چلنا اور "دُلْجَةٌ" رات کے آخری حصہ میں چلنا۔ یہ استعارہ اور تمثیل ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی طاعت میں اعمال کے ذریعے سے اس وقت مدد حاصل کرو جب تم تازہ دم ہو اور تمہارے دل فارغ ہوں اس طرح تم عبادت میں لذت حاصل کرسکوگے، جیسے تجربہ کار مسافر انہی اوقات میں اپنا سفر طے کرتا ہے اور خود بھی ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں آرام کرتا ہے اور اپنے جانور کو بھی آرام کراتا ہے۔ پس وہ بغیر تھکان کے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ واللہ اعلم

لغات: ❖ یشاد: شد، شدة ضرب سے بمعنی قوی ہونا۔ علیہ کسی پر تنگی ڈالنا، سختی کرنا۔

❖ فسددوا: سدّ، سَدًّا و سدادًا سمع اور ضرب سے بمعنی سیدھا ہونا۔

❖ قاربوا: قارب، مقاربة مفاعلة سے باہم قریب ہونا، میانہ روی کرنا۔

❖ الدُلجَةُ: بمعنی رات کا آخری حصہ۔

تشریح: دین سراسر آسان ہے

اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ: دوسری روایت میں اِنَّ هٰذَا الدِّیْنَ یُسْرٌ: بھی آتا ہے۔(۱) جیسے کہ قرآن مجید میں بھی آتا ہے "یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ" اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ(۲) تمہارے دین میں حرج نہیں ہے۔

دین محمد یہ ﷺ میں بنسبت دوسرے مذاہب کے بہت آسانی ہے جس کا قرآن و حدیث میں بارہا بار ذکر ہے۔ دین اسلام ایک فطری مذہب ہے۔

دین غالب آجاتا ہے

"لن یشاد الدین الا غلبه" جو دین میں تشدد اختیار کرتا ہے وہ مغلوب ہوجاتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں "لن یشادالدین احدالا غلبه"(۳) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

علامہ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں جس نے دین میں شدت اختیار کی آخرکار وہ دین کو چھوڑ بیٹھا اور یہ مطلب نہیں کہ عبارت میں کمی کی جائے یہ تو محمود ہے، شریعت میں منع یہ ہے کہ تطوع میں اتنے مبالغہ سے کام لیا جائے کہ آدمی تھک کر بیٹھ جائے۔(۴) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے اوپر غیر واجب چیزوں کو واجب کرلیتا ہے تو چند دنوں کے بعد وہ زائد واجب کی ادائیگی سے عاجز ہوجاتا ہے اور دین غالب ہوجاتا ہے۔(۵)

فَسَدِّدُوْا: میانہ روی اختیار کرو یعنی نہ افراط کرو اور نہ تفریط کرو۔

وَقَارِبُوْا: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ قَارِبُوْا کا ترجمہ یہ سَدِّدُوْا کے معنی میں ہی ہے مگر بعض دوسرے محدثینؒ نے قاربوا کا ترجمہ کیا کہ اللہ جل شانہ کا قرب حاصل کرو۔

وَاَبْشِرُوْا: خوش ہوجاؤ یعنی ہمیشگی کے ساتھ میانہ روی کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے اگرچہ وہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔

عبادت اس وقت تک کی جائے جب تک دل لگے

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ: مدد طلب کرو صبح وشام کے وقتوں میں۔ اس میں ترغیب ہے کہ آدمی عبادت کے لئے ایسے اوقات مقرر کرے جس سے آدمی تازہ دم رہے اور عبادت میں لذت وحلاوت محسوس ہوتی رہے۔ یہ نفلی عبادت میں ہوگا فرض عبادات میں تو شریعت نے اوقات مقرر کئے ہیں، اس کی رعایت تو ہر حال میں ضروری ہے۔(۷)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب المرضٰی (باب تعنی المریض الموت) و کتاب الرقاق، (باب القصد والمذاومة علی العمل)، والنسائی و ابن حبان ۳۵۱، والبیهقی ۱۸/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نسائی شریف

(۲) سورۃ الحج آیت ۷۸

(۳) نسائی شریف

(۴) روضۃ المتقین ۱/۱۸۷

(۵) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۶) مظاہر حق جدید ۱/۸۱۱

(۷) دلیل الفالحین ۱/۱۶۵

عبادت کرتے ہوئے تھکاوٹ ہو تو آرام کریں

(۱۴۶) ﴿وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَیْنَ السَّارِیَتَیْنِ فَقَالَ: مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا: هٰذَا حَبْلٌ لِزَیْنَبَ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: حُلُّوْهُ لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَهٗ فَإِذَا فَتَرَ فَلْیَرْقُدْ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو وہاں دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا یہ رسی کیسی ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یہ رسی حضرت زینبؓ نے باندھ رکھی ہے، جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک جاتی ہیں تو رسی کے ساتھ چمٹ جاتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے کھول دو تم نشاط کے وقت نماز پڑھو جب تھکاوٹ ہو جائے تو آرام کرو۔“

لغات: ❖ حبل: حبل، حبلاً نصر سے بمعنی رسی باندھنا۔ الحبل: رسی، باندھنے کی چیز۔

❖ الساریتین: تثنیہ ساریۃ کا یعنی ستون، سور چہار دیواری۔

❖ فترت: فتر، فتورا نصر اور ضرب سے بمعنی تیزی کے بعد ساکن ہونا سختی کے بعد نرم پڑنا۔

تشریح: ”بَیْنَ السَّارِیَتَیْنِ“: دوستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ”سَوَارِیَ الْمَسْجِدِ“ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔[1] کہ مسجد کے ستون کے درمیان۔

حَبْلٌ لِزَيْنَبَ: پورا نام زینب بنت جحش ہے بعض نے دوسرا نام بھی ذکر کیا ہے۔ (۲)

عبادت کرتے ہوئے تھک جائے تو عبادت کو چھوڑ دے

لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ: تم نشاط کے ساتھ نماز پڑھو جب تھکاوٹ ہو جائے تو آرام کرو۔

مطلب یہ ہے کہ ہر مؤمن کو چاہئے کہ اپنی بساط اور طاقت کے مطابق عبادت میں کوشش کر تا رہے، تنگ دلی اور انقباض کے ساتھ عبادت کرنے سے اجتناب کرے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عبادت کرتے کرتے تھک جائے پھر وہ کسی دوسرے امر مباح میں لگ جائے نیت یہ ہو کہ جب سستی دور ہو جائے گی پھر میں عبادت میں مشغول ہو جاؤں گا تو یہ درمیان میں دوسرے کام میں لگنا بھی شریعت کی نگاہ میں عبادت میں ہی شمار ہو جائے گا۔ (۳)

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی مجاہدہ اختیار نہ کرے اگر مجاہدہ والی عادت ڈال دی تو اب زیادہ عبادت کے وقت بھی طبیعت میں گرانی نہیں ہوگی، اگر طبیعت میں مجاہدہ نہیں ہے تو دو رکعت کے بعد طبیعت میں گرانی آجاتی ہے طبیعت میں مجاہدہ ہے تو اب سو رکعت پڑھنا بھی آسان معلوم ہوتا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب مایکره من التشدید فی العبادة)، و صحیح مسلم کتاب صلٰوة المسافرین (باب امر من نعس فی صلاته) اخرجه احمد ١١٩٨٦/٤ والنسائی و ابن ماجه و ابن حبان و ابن خزیمة ١١٨٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم شریف

(۲) فتح الباری

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۴) مظاہر حق جدید ۱/ ۸۰۹

حالت اونگھ میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے

(١٤٧) ﴿وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَ هُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّهُ اِذَا صَلّٰى وَ هُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ" ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کو نماز پڑھتے ہوئے

اونگھ آنے لگے تو سو جاؤ تا کہ نیند ختم ہو جائے اس لئے جو شخص اونگھتا ہوا نماز پڑھتا ہے نہیں جانتا کہ شاید استغفار کرنے کے بجائے اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔"

لغات: ❖ نَعَسَ: نعس نعساً فتح اور نصر سے بمعنی اونگھنا۔

❖ فَیَسُبُّ: سبب سبًّا نصر سے بمعنی گالی دینا۔

تشریح: اِذَا نَعَسَ اَحَدُکُمْ وَ ھُوَ یُصَلِّیْ فَلْیَرْقُدْ: جب نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آنے لگے تو سو جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ جب دل و دماغ حاضر نہیں ہے اور زبان بھی ساتھ نہیں دے رہی تو اب یہ کہنا کچھ چاہے گا زبان سے کچھ اور نکلے گا۔

اونگھ میں دعا کے بجائے بددعا نہ بن جائے

لَا یَدْرِیْ لَعَلَّہٗ یَذْھَبُ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبُّ نَفْسَہٗ: وہ نہیں جانتا کہ شاید استغفار کرنا چاہتا ہے مگر اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔

مثلاً وہ کہنا چاہتا ہے اللّٰھم اغفرلی اے اللہ میری مغفرت فرما مگر نیند کی غفلت میں زبان سے نکل رہا ہے اللّٰھم اعفرلی اے اللہ مجھے تباہ و برباد فرما۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب الوضوء (باب الوضوء من النوم) و صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب امر من نعس فی صلاته) و ما لک فی موطأه ۲۵۹. و احمد ۲۵۷۱۹/۱۰، و ابوداؤد، ترمذی، نسائی ۱۶۲، ابن ماجه والبیهقی ۱۶/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید

آپ ﷺ کا خطبہ اور نماز معتدل ہوتا تھا

(۱۴۸) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الصَّلَوَاتِ فَکَانَتْ صَلَاتُہٗ قَصْدًا وَ خُطْبَتُہٗ قَصْدًا﴾ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

قَوْلُہٗ: "قَصْدًا": اَیْ بَیْنَ الطُّوْلِ وَالْقِصَرِ.

ترجمہ: "حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا چنانچہ آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ درمیانہ ہوتا۔"

"قَصْدً" کا مطلب ہے کہ نہ لمبا ہو نہ مختصر۔

لغات: ❖ قصد: قصد، قصداً ضرب سے بمعنی۔ اعتدال، میانہ روی اختیار کرنا۔

تشریح: خطبہ کے لئے سنت یہ ہے کہ مختصر کیا جائے اور اس کی حد علامہ شامی وغیرہ نے طوال مفصل کی سورتوں کی مقدار لکھی ہے اس سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ ہے۔ (۱)

سوال: حدیث بالا میں ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں برابر ہو اور ایک روایت جو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَ قَصَرَ خُطْبَتِهِ سُنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ فَأَطِيْلُوْا الصَّلٰوةَ وَاقْصِرُوا الْخُطْبَةَ. (۲)

لمبی نماز پڑھنا اور مختصر خطبہ پڑھنا آدمی کے فقیہ ہونے کی علامت ہے لہٰذا تم نماز کو طویل کرو اور خطبہ کو مختصر کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز طویل ہو اور خطبہ مختصر ہو۔

جواب: اس کا جواب علامہ نوویؒ شرح مسلم میں یہ فرماتے ہیں:

وَ لَيْسَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُخَالِفًا لِلْاَحَادِيْثِ الْمَشْهُوْرَةِ فِى الْاَمْرِ بِتَخْفِيْفِ الصَّلٰوةِ لِقَوْلِهٖ فِى الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰى كَانَتْ صَلٰوته قَصْدًا وَ خُطْبَتُهُ قَصْداً لِاَنَّ الْمُرَادَ بِالْحَدِيْثِ الَّذِىْ نَحْنُ فِيْهِ اَىْ حَدِيْثِ عَمَّارٍ اَنَّ الصَّلَاةَ تَكُوْنُ طَوِيْلَةً بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْخُطْبَةِ لَا تَطْوِيْلاً يَشُقُّ عَلَى الْمَامُوْمِيْنَ وَ هِىَ حِيْنَئِذٍ قَصْدٌ اَىْ مُعْتَدِلَةٌ وَالْخُطْبَةُ قَصْدٌ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى وَضْعِهَا. (۳)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب تخفیف الصلوٰۃ و الخطبة).

راوی حدیث حضرت جابر بن سمرۃؓ کے مختصر حالات:

نام: جابر، کنیت: ابوعبداللہ یا ابوخالد ہے، والد کا نام سمرۃ ابن جنادۃ ابن جندب بن حجیر بن رباب ہے یہ بھی مسلمان ہوئے اور ان کے والد بھی مسلمان ہوئے، باپ بیٹے دونوں صحابہ رسول ہیں، یہ مشہور صحابی سعد بن ابی وقاصؓ کے بھانجے ہیں۔

آخری وقت میں یہ کوفہ منتقل ہوگئے تھے۔ ان کے تلامذہ کی تعداد کافی ہے۔

وفات: کوفہ میں ۷۴ھ میں انتقال ہوا۔

روایات: روایات کی تعداد ۱۴۶ روایات منقول ہیں ان میں سے دو احادیث پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے، صرف مسلم میں ۲۳ احادیث منفرد ہیں۔

(۱) شامی، بحرالرائق، فتاویٰ عالمگیری (۲) مسلم شریف ۱/۲۸۶ کتاب الجمعة فصل فی ایجاز الخطبة و اطالة الصلوٰة
(۳) شرح مسلم للنووی ۱/۲۸۶

ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے

(۱۴۹) ﴿وَ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اٰخَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَ اَبِى الدَّرْدَآءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَآءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ: مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ: اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَآءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِى الدُّنْيَا فَجَآءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ لَهٗ: كُلْ

فَاِنِّیْ صَآئِمٌ قَالَ: مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَھَبَ اَبُو الدَّرْدَآءِ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ: نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَھَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ نَمْ فَلَمَّا کَانَ اٰخِرُ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیَا جَمِیْعًا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ: اِنَّ لِرَبِّکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَاِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَ لِاَھْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، فَاَعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ، فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ "صَدَقَ سَلْمَانُ"﴾ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: ''حضرت وھب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا، چنانچہ سلمان نے ابوالدرداء سے ملاقات کی اس نے دیکھا کہ اُم الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متبذل لباس پہن رکھا ہے، سلمان نے پوچھا کیا بات ہے، اس نے جواب دیا تیرے بھائی ابوالدرداء کو دنیا کی کچھ حاجت نہیں ہے، پس ابوالدرداء آئے انہوں نے سلمان کے لئے کھانا تیار کیا اور کہا آپ کھالیجئے میں روزے سے ہوں، سلمان نے کہا جب تک تو نہ کھائے میں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے کھالیا جب رات ہوئی ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیام کے لئے کھڑے ہوئے، سلمان نے ان سے کہا سوجاؤ، سوگیا (کچھ دیر ٹھہر کر) پھر قیام کے لئے کھڑے ہوئے سلمان نے کہا سوجاؤ (وہ سوگئے) جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اب اٹھو دونوں نے نماز پڑھی، سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا بے شک تیرے پروردگار کا تجھ پر حق ہے، تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے، تیرے گھر والوں کا تجھ پر حق ہے، ہر حق والے کو اس کا حق دو۔ پس وہ نبی ﷺ کے پاس آئے، اس کا آپ ﷺ سے ذکر کیا نبی ﷺ نے فرمایا سلمان نے سچ کہا۔''

لغات: ❖ اخی: اخی مواخاۃ مفاعلہ سے بمعنی بھائی چارہ کرنا۔

❖ متبذلۃ: تبذل تبذلاً تفعل سے بمعنی روزانہ پہننے کے کپڑے استعمال کرنا۔

تشریح: آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مواخات کرائی تھی

اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَ اَبِی الدَّرْدَآءِ: کہ آپ ﷺ نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تھا یعنی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے ایک مہاجر اور دوسرا انصار ان

دونوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کردیا تھا کہ یہ انصار مہاجر بھائی کا خیال رکھیں۔

اُمّ الدَّرْدَآءِ مُتبَذِّلَةً: ''ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ام درداء کے کپڑے میلے کچیلے تھے۔'' مطلب یہ ہے کہ اُم الدرداءؓ نے زینت کے کپڑے پہننے کے بجائے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

مَا شَأنُکِ؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ایک دوسری روایت میں مَا شَأنُکِ مُتبَذِّلَةً [1] کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ تمہارے میلے کچیلے کپڑے پہننے کی کیا وجہ ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بقدر ضرورت غیر محرم سے بات کی جاسکتی ہے۔ [2]

لَیْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْیَا دوسری روایت میں لَیْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي نِسَاءِ الدُّنْیَا [3] کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

اس کے ساتھ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے یعنی ان کی بیوی نے کہا ''یَصُوْمُ النَّهَارَ وَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ'' [4] یعنی دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کرتے ہیں۔

نفلی روزہ مہمان کی خاطر سے توڑنا جائز ہے

فَأَکَلَ پس ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزہ توڑ دیا، نفلی روزہ مہمان کے لئے توڑا جاسکتا ہے مگر پھر بعد میں اس کی قضاء ضروری ہے۔

قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیَا: ''سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اب اٹھ کر نماز پڑھو'' دوسری روایت میں ''فَقَامَا فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَکَعَا ثُمَّ خَرَجَا إِلَی الصَّلٰوةِ''۔ [5]

لِاَهْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ اس کے بعد ایک روایت میں آتا ہے وَلِضَیْفِکَ عَلَیْکَ حَقًّا [6] بعض روایت میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے ''فَصُمْ وَ أَفْطِرْ وَصَلِّ وَنَمْ وَآتِ اَهْلَکَ [7] کہ روزہ بھی رکھو اور نہ بھی رکھو نماز بھی پڑھو اور سو بھی جاؤ اور اپنے گھر والوں کے پاس بھی جاؤ۔

سلمان نے سچ کہا

صَدَقَ سَلْمَانُ ''سلمان نے سچ کہا'' دوسری روایت میں سَلْمَانُ اَفْقَهُ مِنْکَ [8] کے الفاظ آئے ہیں کہ سلمان تم سے زیادہ فقہ میں تیز ہے، ایک روایت میں فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا قَالَ سَلْمَانُ [9] کے الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہی فرمایا جو سلمان نے فرمایا۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب الصوم (باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع) و کتاب الادب (باب منع الطعام والتکلف للضیف)، والترمذی، و ابن حبان ۳۲۰ والبیهقی ۲۷۶/٤۔

راوی حدیث حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ کے مختصر حالات:

نام: وھب ہے، کنیت ابوجحیفہ ہے، والد کا نام عبداللہ ہے، بعض کہتے ہیں یہ اصل وھب السوائی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے

اس وقت یہ چھوٹے تھے۔ اسماء الرجال والے فرماتے ہیں بالغ نہیں ہوئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سے بڑی محبت فرماتے تھے اور پھر ان کو کوفہ بھیج دیا گیا کوفہ میں اس وقت دین کا مرکز تھا۔

وفات: ۶۷ھ میں کوفہ میں انتقال ہوا۔

روایات: ان سے ۴۵ روایات منقول ہیں، اس میں سے دو پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے بخاری میں دو اور مسلم تین احادیث میں منفرد ہیں۔

---

(۱) ترمذی شریف
(۲) دلیل الفالحین ۱/۳۹۰
(۳) دارقطنی
(۴) ترمذی ابن خزیمہ
(۵) دارقطنی
(۶) ابن خزیمہ
(۷) دارقطنی
(۸) طبرانی
(۹) ابن حبان

تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا واقعہ

(۱۵۰) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَنِّیْ اَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَاَ صُوْمَنَّ النَّهَارَ، وَ لَاَ قُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ذٰلِکَ؟ فَقُلْتُ لَهٗ: قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: فَاِنَّکَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِکَ فَصُمْ وَ اَفْطِرْ، وَ نَمْ وَ قُمْ، وَ صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَا ثَةَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَ ذٰلِکَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ: قُلْتُ فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ: فَصُمْ یَوْمًا وَّ اَفْطِرْ یَوْمَیْنِ، قُلْتُ فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَّ اَفْطِرْ یَوْمًا فَذٰلِکَ صِیَامُ دَاوٗدَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ هُوَ اَعْدَلُ الصِّیَامِ" وَ فِیْ رِوَایَةٍ: هُوَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ فَقُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ، وَ لَاَنْ اَکُوْنَ قَبِلْتُ الثَّلَا ثَةَ الْاَیَّامَ الَّتِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَهْلِیْ وَ مَالِیْ"

وَفِیْ رِوَایَةٍ "اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ؟" قُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ: صُمْ وَ اَفْطِرْ، وَ نَمْ وَ قُمْ فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَ اِنَّ لِعَیْنَیْکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَ اِنَّ

لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَ اِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَ اِنَّ بِحَسْبِکَ اَنْ تَصُوْمَ فِیْ کُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَاِنَّ لَکَ بِکُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ اَمْثَالِهَا فَاِنَّ ذٰلِکَ صِیَامُ الدَّهْرِ" فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَیَّ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَجِدُ قُوَّةً قَالَ: صُمْ صِیَامَ نَبِیِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ وَ لَاتَزِدْ عَلَیْهِ" قُلْتُ: وَ مَا کَانَ صِیَامُ دَاوٗدَ؟ قَالَ "نِصْفُ الدَّهْرِ" فَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ یَقُوْلُ بَعْدَ مَا کَبِرَ یَا لَیْتَنِیْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ الدَّهْرَ، وَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کُلَّ لَیْلَةٍ؟" فَقُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَمْ اُرِدْ بِذٰلِکَ اِلَّا الْخَیْرَ قَالَ: "فَصُمْ صَوْمَ نَبِیِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ، فَاِنَّهٗ کَانَ اَعْبَدَ النَّاسِ، وَ اقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ شَهْرٍ" قُلْتُ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ قَالَ: "فَاقْرَاْهُ فِیْ کُلِّ عِشْرِیْنَ" قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ قَالَ: "فَاقْرَاْهُ فِیْ کُلِّ عَشْرٍ" قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ قَالَ: "فَاقْرَاْهُ فِیْ کُلِّ سَبْعٍ وَ لَا تَزِدْ عَلٰی ذٰلِکَ" فَشَدَدْتُ فَشُدِّدِ عَلَیَّ وَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّکَ یَطُوْلُ بِکَ عُمْرٌ" قَالَ: فَصِرْتُ اِلَی الَّذِیْ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا کَبِرْتُ وَدِدْتُّ اَنِّیْ کُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ "وَاِنَّ لِوَلَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا" وَ فِیْ رِوَایَةٍ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ" ثَلَاثًا. وَفِیْ رِوَایَةٍ "اَحَبُّ الصِّیَامِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی صِیَامُ دَاوٗدَ وَ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی صَلٰوةُ دَاوٗدَ، کَانَ یَنَامُ نِصْفَ اللَّیْلِ وَ یَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَ یَنَامُ سُدُسَهٗ وَ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا وَّیُفْطِرُ یَوْمًا، وَ لَایَفِرُّ اِذَا لَاقٰی."

وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ: اَنْکَحَنِیْ اَبِیْ امْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَ کَانَ یَتَعَاهَدُ کَنَّتَهٗ "اَیِ امْرَاَةَ وَلَدِهٖ" فَیَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُوْلُ لَهٗ: نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَّجُلٍ. لَمْ یَطَاْلَنَا فِرَاشًا وَ لَمْ یُفَتِّشْ لَنَا کَنَفًا مُنْذُ اَتَیْنَاهُ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِکَ عَلَیْهِ ذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "اِلْقَنِیْ بِهٖ" فَلَقِیْتُهٗ بَعْدُ فَقَالَ: "کَیْفَ تَصُوْمُ؟" قُلْتُ: کُلَّ یَوْمٍ قَالَ: "کَیْفَ تَخْتِمُ؟" قُلْتُ: کُلَّ لَیْلَةٍ وَ ذَکَرَ نَحْوَ مَا سَبَقَ. وَ کَانَ یَقْرَاُ عَلٰی بَعْضِ اَهْلِهِ السُّبُعَ الَّذِیْ یَقْرَؤُهٗ یَعْرِضُهٗ مِنَ النَّهَارِ لِیَکُوْنَ اَخَفَّ عَلَیْهِ بِاللَّیْلِ وَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّتَقَوّٰی اَفْطَرَ اَیَّامًا وَّ اَحْصٰی وَ صَامَ مِثْلَهُنَّ کَرَاهِیَةَ اَنْ یَّتْرُکَ شَیْئًا فَارَقَ عَلَیْهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيحَةٌ مُعْظَمُهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ وَ قَلِيلٌ مِّنْهَا فِي اَحَدِهِمَا۔

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عاص سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی ﷺ کو بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ میں جب تک زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو یہ بات کہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے پس تو روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر اور سویا بھی کر اور قیام بھی کر اور مہینہ میں تین روزے رکھ اس لئے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے اور اس طرح جیسا کہ زمانہ بھر کے روزے رکھے گئے ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے، فرمایا: پھر تو ایک دن روزہ رکھ اور دو دن افطار کر، میں نے عرض کیا مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا: ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن افطار کر یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اس سے بہتر کوئی صورت نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تین دنوں کے روزوں کو قبول کر لیتا جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا تھا مجھے اپنے مال اور اپنے اہل خانہ سے بھی زیادہ محبوب تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا مجھے بتایا نہیں گیا کہ تو دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کر روزہ رکھ، افطار کر اور سو بھی جایا کر اور قیام بھی کر، اس لئے کہ تیرے بدن کا تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا تجھ پر حق ہے، اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ تجھے صرف اتنا کافی ہے تو ہر ماہ تین دن روزہ رکھا کرے، پس تجھے ہر نیکی کے بدلہ دس گنا ثواب ملے گا، اس صورت میں یہ زمانہ بھر کے روزے ہو گئے۔ لیکن میں نے تشدد کو اختیار کیا اور مجھ پر تشدد کیا گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کی قوت پاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھ اور اس پر زیادتی نہ کر۔ میں نے عرض کیا داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نصف زمانہ یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار، پس عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوڑھا ہونے کے بعد کہا کرتے تھے اے کاش! کہ میں نبی کریم ﷺ کی رخصت قبول کر لیتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ کیا مجھے نہیں بتایا گیا کہ تو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور رات بھر قرآن پڑھتا ہے؟ میں

نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! لیکن میرا ارادہ اس سے نیک ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں تو پھر داؤد علیہ السلام نبی کے مثل روزہ رکھ اس لئے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گذار تھے اور ہر ماہ میں ایک بار قرآن پڑھ اور ختم کیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر بیس دن میں قرآن مجید ختم کیا کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ﷺ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا دس دن میں ختم کیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہر ہفتہ میں ختم کیا کرو اور اس سے زیادہ مت کرو لیکن میں نے تشدد اختیار کیا پس مجھ پر تشدد کیا گیا اور مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو نہیں جانتا شاید تیری عمر دراز ہو جائے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا میں اسی طرح ہو گیا ہوں جیسا کہ میرے لئے نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ پس جب میں بوڑھا ہو گیا تو مجھے پسند لگنے لگا کہ میں نبی کی رخصت کو قبول کر لیتا اور ایک روایت میں ہے کہ تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تین دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا اس آدمی کا روزہ نہیں جو ہمیشہ روزہ رکھے اور ایک روایت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام کے روزے اللہ کے ہاں تمام روزوں سے زیادہ محبوب ہیں اور داؤد علیہ السلام کی نماز اللہ پاک کو تمام نمازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ داؤد علیہ السلام نصف رات سویا کرتے تھے اور رات کے تیسرے حصہ کا قیام فرماتے اور چھٹا حصہ سو جاتے، ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میرے باپ نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کروا دیا، میرے باپ اپنی بہو کا خیال رکھتے اور اس سے اس کے خاوند کا حال پوچھتے، وہ عورت اس کو جواب دیتی کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت اچھا آدمی ہے لیکن اس نے ہمارے بچھونے پر کبھی پاؤں نہیں رکھا اور جب سے ہم اس کے پاس آئے ہیں ہماری ضرورت کا پتہ نہیں کیا، جب اس حالت پر کچھ عرصہ گذر گیا تو اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس کی میرے ساتھ ملاقات کرواؤ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ میں اس کے بعد آپ ﷺ کو ملا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو روزہ کس طرح رکھتا ہے؟ میں نے کہا روزانہ، آپ ﷺ نے فرمایا تو قرآن پاک کیسے ختم کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہر رات اور تمام حالات کا تذکرہ کیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اور وہ اپنے

اہل خانہ کے کسی فرد کو وہ منزل سناتا تھا جس کو اس نے رات کو پڑھنا ہوتا تھا تاکہ رات کو پڑھنا آسان ہو جائے اور جب قوت حاصل کرنے کا ارادہ کرتا تو کئی دن روزہ نہ رکھتا لیکن افطار کے دنوں کو گنتا رہتا اور اسی قدر روزے رکھتا اس بات کو پسند نہ کرتا کہ وہ ایسی چیز کو ترک کرے جس پر وہ نبی کریم ﷺ سے جدا ہوا۔

یہ تمام روایات صحیح ہیں ان میں سے اکثر روایات بخاری و مسلم میں ہیں اور کچھ روایات صرف بخاری شریف یا صرف مسلم میں ہیں۔

لغات: ❖ ما عشت: عاش یعیش سمع سے بمعنی زندگی گزارنا۔

❖ جسدک: جسد سمع سے بمعنی خون کا چمٹنا چپکنا۔ الجسد جسم انسانی، زعفران، خشک خون جمع اجساد.

❖ لزورک: زار، زیارۃ نصر سے بمعنی ملاقات کے لئے جانا۔

❖ بحسبک: مصدر، بمعنی کافی ہونا۔ کفایت کرنا۔

❖ فَشدّدت: شد، شدۃ ضرب سے بمعنی سختی کرنا، کسی پر سختی ڈالنا۔

❖ یفتش: فتش، فتشاً ضرب سے اور فتّش تفتیشاً بمعنی ڈھونڈنا، سوال کرنا، بحث کرنا۔

تشریح: اس حدیث شریف میں ایک طرف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شوق عبادت اور شوق آخرت کا پتہ بتایا ہے تو دوسری طرف آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو میانہ روی کی تعلیمات کو بھی بتانا ہے۔ میانہ روی اس طرح سے کی جائے کہ دنیا اور آخرت دونوں کے تقاضے پورے ہو جائیں اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اتنی عبادت کرے جس سے اس کی جسمانی طاقت وقوت بالکل مردہ نہ ہو جائے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی اس طرح عبادت کرے کہ موت تک اس کی عبادت میں کمی نہ آنے پائے۔ طاقت کے زمانے میں اس طرح میانہ روی اختیار کی جائے کہ بڑھاپے میں بھی کرنا آسان ہو جیسے کہ دوسری روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَ اِنْ قَلَّ: اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ اعمال میں سے وہ عمل ہے جو ہمیشگی کے ساتھ ہو اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

عورتوں میں شرم وحیا مردوں سے زیادہ ہونی چاہئے

نیز اس حدیث پاک سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ عورتوں میں شرم وحیاء اس قدر ہونی چاہئے کہ دوسروں کے سامنے ایسی باتیں کھل کر نہ کریں، جیسے کہ اس صحابیہؓ نے شوہر کی بے رغبتی کو چھپا کر رکھا اور جب سسر نے معلوم کیا تو نہایت کنائے کے انداز میں اظہار کیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم و صحیح مسلم کتاب الصیام (باب النھی عن صوم الدھر)

رواه امام احمد فی مسنده ۲ /۱/ ٦٥٠ و مقام متعدده و ابوداؤد، و مصنف عبدالرزاق ۷۸٦۲، و الترمذی والنسائی و ابن حبان ۳۵۲ رو اہ البیهقی ١٦/٤۔

نوٹ: راوی حدیث ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے آپ کو منافق کہنا

(۱۵۱) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ رِبْعِیٍّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیِّدِیِّ الْکَاتِبِ اَحَدِکُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَقِیَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: کَیْفَ اَنْتَ یَا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُذَکِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ کَاَنَّا رَاْیَ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَ الضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا، قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهِ عَنْهُ: فَوَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: وَ مَا ذَاکَ؟ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَ الْجَنَّةِ کَاَنَّا رَأیَ الْعَیْنِ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِکَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَ الضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَ فِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَآئِکَةُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَ فِیْ طُرُقِکُمْ وَ لٰکِنْ یَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَ سَاعَةً" ثَلَاثَ مَرَّاتٍ﴾

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قَوْلُهٗ "رِبْعِیٌّ" بِکَسْرِ الرَّآءِ "وَ الْاُسَیِّدِیُّ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَ فَتْحِ السِّیْنِ وَ بَعْدَ هَا یَاءٌ مُشَدَّدَةٌ مَکْسُوْرَةٌ وَ قَوْلُهٗ: عَافَسْنَا" هُوَ بِالْعَیْنِ وَالسِّیْنِ الْمُهْمَلَتَیْنِ: اَیْ عَالَجْنَا وَ لَا عَبْنَا "وَالضَّیْعَاتُ" الْمَعَایِشُ.

ترجمہ: ''حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب سے روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے کاتبوں میں سے تھے۔ انہوں نے کہا مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور پوچھا کہ اے حنظلہ تیرا کیا حال ہے؟ میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! تعجب ہے تو کیسی بات کہہ رہا ہے؟ میں نے کہا کہ جب ہم حضور پاک ﷺ کے پاس رہتے ہیں، آپ ﷺ ہمیں جنت اور دوزخ کا ذکر سناتے ہیں تو گویا ہم آنکھوں سے تمام حال کو دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس

سے نکلتے ہیں، بیویوں اور اولاد اور جاگیروں میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہم بھی تو یہی کیفیت پاتے ہیں۔ پس میں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حنظلہ منافق ہوگیا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کس لئے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت اور جہنم کا ذکر سناتے ہیں گویا کہ ہم تمام حال آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن جب آپ کی مجلس سے باہر نکلتے ہیں بیوی بچوں اور اپنے مال میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جو حالت تمہاری میرے پاس تھی اور اللہ کے ذکر میں مصروف رہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں مصافحہ کریں لیکن حنظلہ کوئی وقت کیسا ہوتا ہے کوئی وقت کیسا، اس بات کو آپ ﷺ نے تین بار دہرایا۔“

”ربعی“ راء کے زیر کے ساتھ۔ ”اسیدی“ ہمزہ کے پیش اور سین کے زبر کے ساتھ اور اس کے بعد یاء پر تشدید اور زیر۔ ”عافسنا“ ہم کاموں میں مشغول ہوجاتے ہیں اور کھیل کود میں، ”ضیعات“ گزر اوقات کے ذرائع مثلاً دست کاری، کھیتی باڑی، تجارت وصنعت اور مال و دولت وغیرہ۔

لغات: ❖ نَافَقَ: نافق منافقة، و نفاقاً مفاعلہ سے بمعنی دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان ظاہر کرنا۔

❖ اَلضَّیعَات: جمع ہے ضَیعَۃٌ کی بمعنی جائیداد، زمین۔

❖ یَدُوْمُوْنَ: دام دوماً و دواماً نصر سے بمعنی ثابت رہنا، دراز مدت رہنا۔

❖ لَصَافَحَتکُمْ: صَافَحَ، صفاحاً، و مصافحة مصافحہ کرنا، ہاتھ ملانا۔

تشریح: نَافَقَ حَنْظَلَۃُ: حنظلہ تو منافق ہوگیا جس طرح منافق کے دل میں کچھ ہوتا ہے اور ظاہر کچھ وہ اور کرتا ہے اس طرح حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری یہ کیفیت ہوگئی کہ نبی ﷺ کے ساتھ دل کی کیفیت اور، اور گھر والوں کے سامنے کچھ اور ہوجاتی ہے۔ (۱)

لَصَافَحَتکُمُ الْمَلَآئِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ: فرشتے تمہارے بستروں پر مصافحہ کرنے لگیں گے۔ فرشتے تو ویسے مصافحہ کرتے ہیں مگر تمہاری کیفیت ہر وقت ایسی ہوجائے جیسے میرے سامنے ہوتی ہے تو پھر فرشتے علانیہ تم سے مصافحہ کرنے لگیں گے۔ (۲)

سَاعَۃٌ وَسَاعَۃٌ کبھی ایسا اور کبھی ویسا، کہ کبھی عبادت کا وقت ہوتا ہے اس میں اور کیفیت ہوتی ہے اور کبھی معاش کی تلاش، بال بچوں کے پاس کا وقت ہوتا ہے اس میں کیفیت الگ ہوجاتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب التوبة (باب فضل دوام الذکر) و الترمذی و ابن ماجه ایضاً.

حضرت ابوربعی حنظلہ بن ربیع کے مختصر حالات:

نام حنظلہ، کنیت ابوربعی، پورا نام حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن رباح بن حارث ہے۔

قیاس یہ ہے کہ آغاز دعوت اسلام میں ہی وہ مشرف بالاسلام ہوگئے ہوں گے۔ اسلام لانے کے بعد مراسلات نبوی کی کتابت کا عہدہ ان کے ہی سپرد ہوا۔ (اسد الغابہ ۲/۶۶)

غزوہ طائف سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنوثقیف کے پاس سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ لوگ صلح پر آمادہ ہیں یا نہیں۔ (اصابہ ۲/۴۳)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قادسیہ کی جنگ میں بھی شرکت فرمائی۔ (اصابہ ۲/۴۳)

ان کا ایمانی واقعہ حدیث بالا میں موجود ہے اپنے دل کی کیفیت کو گھر جا کر متغیر پا کر اپنے آپ کو منافق سمجھنے لگے۔

وفات: کوفہ کے آباد ہونے کے بعد کوفہ تشریف لے آئے اور جب جنگ جمل کے بعد قرقیبا میں منتقل ہوگئے اور پھر حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ امارت میں وہاں ہی انتقال ہوا۔ (اصابہ ۲/۴۳)

روایات: ان سے کی آٹھ (۸) روایات منقول ہیں۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۱/۱۹۳

(۲) مظاہر حق جدید ۲/۴۹۰

(۳) مظاہر حق جدید ۲/۴۹۰

جو نذر ممکن نہیں وہ جائز نہیں

(۱۵۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا: اَبُوْ اِسْرَائِیْلَ نَذَرَ اَنْ یَقُوْمَ فِی الشَّمْسِ وَ لَا یَقْعُدَ وَ لَا یَسْتَظِلَّ وَ لَا یَتَکَلَّمَ وَ یَصُوْمَ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: مُرُوْهُ فَلْیَتَکَلَّمْ وَ لْیَسْتَظِلَّ وَ لْیَقْعُدْ وَلْیُتِمَّ صَوْمَهٗ﴾

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو ایک آدمی کھڑا تھا، آپ نے اس کے متعلق سوال کیا لوگوں نے عرض کیا کہ اس کو ابواسرائیل کہتے ہیں، اس نے نذر مان رکھی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا نہ سایہ میں آئے گا نہ کسی سے بات کرے گا اور ہمیشہ روزہ رکھے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اسے کہو کلام بھی کرے، سائے میں بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔“

لغات: ❖ نذر: نذر، نذراً و نذوراً ضرب اور نصر سے بمعنی نذر ماننا۔

❖ **یقعد**: قعد قعودا و مقعدا نصر سے کھڑے ہونے کی حالت میں بیٹھنا۔

❖ **یتکلم**: تکلم، تکلماً بمعنی بات کرنا، بولنا۔

تشریح: ابواسرائیل یہ کنیت ہے ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے ان کا نام قتیر اور بعض نے قیصر کہا ہے۔(۱) بعض نے بسر کہا ہے۔

آپ ﷺ نے بات کرنے کا اور بیٹھنے کا حکم دیا

مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَ لْيَسْتَظِلَّ وَ لْيَقْعُد فرمایا کہ اس کو کہو کہ بات بھی کرے سایہ میں بھی بیٹھے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نذر کو پورا کرنا ممکن ہے تو اس کو پورا کرنا چاہئے اور جس کو پورا کرنا ممکن نہ ہو تو اس کو پورا نہیں کیا جائے گا جیسے کہ یہاں پر بعض جگہ پر بولنا ضروری ہو جاتا ہے مثلاً سلام کا جواب دینا، نماز میں قرآت کرنا وغیرہ اسی طرح آدمی بالکل نہ بیٹھے یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ نماز میں قعدہ میں بیٹھنا ضروری ہے۔(۲)

آپ ﷺ نے روزہ کو پورا کرنے کا حکم دیا

وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ: روزہ کو پورا کرنا ممکن تھا اس لئے آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ پورا کرو مگر اس میں پانچ دن کے روزے (عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، ایام تشریق) جن کو شریعت نے منع کیا ہے وہ داخل نہیں ہوں گے۔(۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور (باب النذر فیما لا یملک و فی معصیة) رواہ مالک و احمد ۱۷۵۴۰/۶ ابوداؤد و ابن ماجه و دارقطنی ۱۶۱/۴ و ابن حبان والطبرانی ۱۱۸۷۱، مصنف عبدالرزاق ۱۵۸۱۷ و البیهقی ۷۵/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱۹۶/۱ دلیل الفالحین ۴۰۴/۱ نزہۃ المتقین ۱۴۳/۱

(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۳) مظاہر حق جدید ۵۰۰/۳

(۱۵) بَابٌ فِي الْمُحَافِظَةِ عَلَى الْأَعْمَالِ

اعمال کی محافظت کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَ لَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (حدید: ۱۶)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''کیا ابھی تک مؤمنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو خدائے (برحق کی) طرف سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہوجائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کو ان سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں پھر ان پر زمانہ طویل ہوگیا تو ان کے دل سخت ہوگئے۔''

تشریح:

شانِ نزول

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے دلوں میں اللہ جل شانہ نے کچھ سستی محسوس کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی [۱] علامہ آلوسیؒ نے امام اعمشؒ کا قول نقل کیا ہے کہ صحابہ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو معاشی سہولتیں اور کچھ آرام ملا تو اعمال میں کچھ سستی آئی اس میں یہ آیت نازل ہوئی [۲] یہ آیت نزول قرآن سے ۱۳ سال بعد نازل ہوئی ہے۔ [۳]

اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ خشوع قلب سے مراد دل کا نرم ہونا ہے۔ [۴] قرآن کے لئے خشوع یہ ہے کہ اس کے احکام اور اوامر ونواہی کی مکمل اطاعت کے لئے تیار ہوجائے اور اس پر عمل کرنے میں کسی سستی اور کمزوری کو راہ نہ دے۔ [۵]

سب سے پہلی چیز جو لوگوں کے دل سے اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے۔ [۶]

وَمَا نَزَ لَ مِنَ الْحَقّ "ما نزل" سے مراد قرآن مجید ہے۔ [۷]

کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ [۸]

فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ اس سے مراد وہ طویل مدت جو انبیاء اور ان کی اُمتوں کے درمیان گذری، یا کفر ومعاصی میں گذری ہوئی طویل عمر۔ کہا جارہا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے اللہ کے حکم کو پورا نہیں کیا اسی طرح کہیں مسلمان بھی نہ ہوجائیں۔ [۹]

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۴/۳۳۲
(۲) تفسیر روح المعانی
(۳) تفسیر ابن کثیر ۴/۳۳۲
(۴) تفسیر ابن کثیر ۴/۳۳۲
(۵) روح المعانی
(۶) تفسیر ابن کثیر
(۷) تفسیر مظہری ۱۱/۳۱۱
(۸) تفسیر مظہری ۱۱/۳۱۱، زاد المسیر ۷/۳۰۵
(۹) تفسیر مظہری ۱۱/۳۱۱

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَ قَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اٰتَیْنَاہُ الْاِنْجِیْلَ وَ جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ رَاْفَۃً

وَّ رَحْمَةً وَ رَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَا هَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا" (حدید: ۲۷)

ترجمہ: نیز فرمایا: "اور ان کے پیچھے مریم علیہ السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور ان کو انجیل عنایت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دل میں شفقت اور مہربانی ڈال دی اور لذت سے کنارہ کشی کی تو انہوں نے خود ایک نئی بات نکال لی، ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر (انہوں نے اپنے خیال میں) خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ ہی ایسا کرلیا تھا، پھر جیسا اس کو نباہنا چاہئے تھا نباہ بھی نہ سکے۔"

تشریح: "وَاٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کا ذکر فرمایا: رَافَةً وَّ رَحْمَةً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین کی صفت یہ تھی ان کے دل میں شفقت ومہربانی تھی ایک دوسرے کے لئے۔

رَافَةً وَّ رَحْمَةً دونوں کا ترجمہ ایک ہی ہے شفقت۔ بعض نے فرمایا کہ رحمت کے معنی شفقت اور رافة شدت شفقت ہے اس میں شفقت میں مبالغہ ہے۔ نیز بعض کی رائے یہ ہے مصیبت کو دور کردیا تو اس کو رافة کہیں گے اور اگر فائدہ پہنچا تو اس کو رحمت کہیں گے۔ (۱)

امت محمدیہ ﷺ کی صفت میں بھی یہ ہے رحماء بینھم آپس میں مہربانی ہے مگر اس کے ساتھ یہ صفت بھی ہے کہ اشداء علی الکفار کہ کفار پر سخت ہیں، مگر عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین میں یہ دوسری صفت نہیں تھی کیونکہ ان پر جہاد نہیں تھا۔ (۲)

وَرَهْبَانِيَّةَ بعض حوارین نے رہبانیت اختیار کی کہ جب دین کے اعتبار سے ان پر حالات آئے تو یہ جنگلوں میں چلے گئے اور وہاں عبادت میں مشغول ہوگئے۔ یہ رہبانیت ان پر ابتداء میں لازم نہیں تھی مگر جب انہوں نے اس کو اپنے اوپر لازم کیا تو اللہ کی طرف سے ان پر یہ لازم ہوگئی مگر پھر ان کے اکثر لوگوں نے اس کو نبھایا نہیں۔

مگر شریعت محمدیہ ﷺ میں فرمایا گیا لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ (۳) اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں۔

---

(۱) تفسیر معارف القرآن ۸/۳۳۶ (۲) تفسیر معارف القرآن
(۳) تفسیر ابن کثیر ۴/۳۳۸

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا﴾ (نحل: ۹۲)

ترجمہ: نیز فرمایا: "اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے سوت کاتا پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔"

شان نزول

مکہ میں ایک عورت جس کا نام سعیدہ اسدیہ تھا وہ پاگل سی تھی یا اس کا نام ربطہ بنت عمر بن سعد بن کعب اور بقول ابن کثیر خرقاء نام تھا۔ وہ دن بھر سوت کاتتی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی تھی، صبح سے دوپہر تک یہ کام کرتی! جب دوپہر ہوتی تو وہ ریزہ ریزہ کر کے نوچ ڈالتی، یہی اس کا روزانہ کا معمول تھا اس پر یہ آیت بالا نازل ہوئی۔ (۱)

اس آیت شریفہ میں ترغیب ہے کہ تم بھی اس پاگل عورت کی طرح مت ہوجانا کہ وہ محنت کر کے اپنے عمل کو خود ہی ضائع کرتی تھی تم اپنے اعمال کی حفاظت کرنا ضائع مت کرنا۔ (۲)

(۱) تفسیر مظہری ۶/۴۲۸۔ زاد المسیر ۴/۳۵۴
(۲) روضۃ المتقین ۱/۱۹۵ تفسیر ابن کثیر ۲/۱۰۵

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ﴾ (الحجر: ۹۹)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔''

تشریح: آیت شریفہ میں اگرچہ خطاب آپ ﷺ کو ہے مگر پوری اُمت کو ترغیب ہے! مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ مرتے دم تک ذکر وعبادت میں مشغول رہو کیونکہ ذکر وعبادت میں آخرت کے اجر وثواب کے علاوہ یہ خاصیت بھی ہے کہ دنیا میں جب انسان اس میں لگ جاتا ہے تو دنیا کے رنج وغم اور تکلیف بھی اس کی ہلکی ہوجاتی ہے۔ (۱)

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر ۔۔۔ تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیمان تھا

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

''اَوۡصَانِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا'' (۲)

اسی طرح ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے مال جمع کرنے اور تاجر بن جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ مجھ پر یہ وحی بھیجی کہ:

''فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ کُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ'' (۳)

ترجمہ: اللہ کی تسبیح اور حمد کرتے رہو اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہوجاؤ اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔

(۱) معارف القرآن ۵/۳۰۱ (۲) سورۃ: الحجر آیت ۹۹ (۳) مشکوۃ شریف

اللہ کو محبوب ترین عمل ہیشگی والا ہے

﴿وَ اَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ عَآئِشَةَ "وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ" وَقَدْ سَبَقَ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ﴾

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے وہ کام جس پر مداومت ہو۔''

یہ ماقبل کے باب (۱۴) میں گذر چکی ہے۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب بھی کسی نیک کام کو شروع کرے تو موت تک اس کو کرتے رہنا چاہئے، درمیان میں چھوڑے نہیں اگر چہ عمل مقدار میں تھوڑا ہی سا کیوں نہ ہو مگر وہ ہیشگی کی صفت کے ساتھ مزین ہو تو وہ بہت زیادہ عمل سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے کہ چند دن کرنے کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ (۱)

اسی وجہ سے علماء عارفین کا مقولہ ہے

"اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ"

ترجمہ: ''استقامت ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔''

تخریج حدیث: اس کی تخریج حدیث نمبر (۱۴۲) کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۳/۱۵۴

اعمال کو بعد میں قضاء کرنے سے بھی پورا ثواب مل جاتا ہے

(۱۵۳) ﴿وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ مِنَ اللَّيْلِ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَأَهُ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنا رات کا وظیفہ چھوڑ کر سو گیا یا اس کا کچھ حصہ رہ جائے اگر وہ اسے فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان ادا کرے تو اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے گویا کہ اس نے رات کو ہی پڑھا۔''

لغات: ❖ حِزْبُهٗ: حزب، حزباً نصر سے بمعنی غم و مصیبت کا پہنچنا، حزب القران قرآن کا ایک حصہ مقرر کرکے پڑھنا الحزب گروہ، پارٹی، حصہ، ورد وظیفہ جمع احزاب۔

تشریح:

لفظ ''حزبہ'' کی تحقیق

''حِزْبِهٖ مِنَ اللَّيْلِ'' حزب اصل میں گھاٹ پر پانی لینے کی باری کو کہتے ہیں پھر بعد میں یہ اس وظیفے کے لئے استعمال ہونے لگا جو انسان اپنے اوپر مقرر کرلیتا ہے۔ (۱)

بعض نے کہا یہاں مراد یہ ہے کہ جس نے رات کو اپنے اوپر قرآن کا کچھ پڑھنا مقرر کرلیا ہو یا نوافل مقرر کر لئے ہوں تو اب رات کو اس کے پڑھنے سے پہلے وہ سو گیا تو اب وہ صبح پڑھ لے تو اس کو اس کے وظیفہ کا پورا ثواب ملے گا۔ (۲)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں یہ اللہ کا احسان اور فضل ہے کہ وقت میں نہ پڑھنے کے باوجود اس کو ثواب عطا فرمادیتے ہیں۔ (۳)

جلدی قضاء کرے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کا کوئی وظیفہ چھوٹ جائے تو وہ جلدی ہی اس کو پورا کرلے۔ اسی مفہوم میں یہ حدیث بھی ہے۔

''مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ اَوْ نَسِيَهٗ فَلْيُوْتِرْ اِذَا ذَكَرَهٗ اَوِ اسْتَيْقَظَ.'' (۴)

ترجمہ: ''جب کوئی وتر پڑھنے سے پہلے سو گیا یا بھول گیا تو اس کو جب یاد آئے یا وہ جب نیند سے بیدار ہو تو فوراً اس کو پڑھ لے۔''

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الايمان والنذر (باب النذر فيمالا يملك و فى معصية) مالك فى موطأه و احمد ٦/ ١٧٥٤٠، و ابوداؤد و ابن ماجه، دارقطنى ٤/٦١، و ابن حبان ٤٣٨٥، والطبرانى ١١٨٧١، مصنف عبدالرزاق ١٥٨١٧، والبيهقى ٧٥/١٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطابؓ کے حالات حدیث نمبر(۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۱۴۴

(۲) روضۃ المتقین ۱/۱۹۷

(۳) دلیل الفالحین ۱/۴۰۸

(۴) رواہ احمد

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو آپ ﷺ کی نصیحت

(۱۵٤) ﴿وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قال: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ فلاں انسان کی مثل نہ بن جانا جو رات کو قیام کیا کرتا تھا پھر اس نے قیام کرنا چھوڑ دیا۔''

تشریح: محدثین نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ہیں:

پہلا مطلب: آپ ﷺ نے عمل، مجاہدہ، اور ریاضت کرنے میں میانہ روی کی تعلیم و ترغیب دی ہے کہ اے عبداللہ تم اس طرح نہ بن جانا کہ جو پہلے تو پوری رات جاگتا تھا بعد میں تہجد کو بالکل ترک کر دیا۔ ایک دوسری روایت میں فرمایا گیا:

"اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَ اِنْ قَلَّ"

ترجمہ: ''اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشگی کے ساتھ ہو اگرچہ تھوڑا ہی سا کیوں نہ ہو۔''

دوسرا مطلب: یہ ہے کہ نیک عمل کے اختیار کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ تارک الورد ملعون خود آپ ﷺ نے اس سے پناہ مانگی ہے۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ کا نماز تہجد کی قضاء کرنا

(۱۵۵) ﴿وَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ اَوْ غَيْرِهٖ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بیماری وغیرہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے رات کی نماز فوت ہوجاتی تو دن کو بارہ رکعات پڑھتے۔''

لغات: ❖ فَاتَتْ: فات، فوتاً نصر سے بمعنی گذرنا، کام کا وقت جاتا رہنا۔

❖ وَجَعٍ: وجع، وجعاً نصر سے بمعنی بیمار ہونا، دردمند ہونا۔

تشریح: "فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ" رات کو بیماری وغیرہ کی وجہ سے آپ ﷺ کی نماز تہجد فوت ہوجاتی تو آپ ﷺ دن میں اس کی قضاء فرمالیتے۔

کیا تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی؟

بعض علماء کے نزدیک تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی جیسے کہ قرآن میں فرمایا گیا نَافِلَةً لَّكَ کہ پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد کی نماز آپ ﷺ پر زائد فرض ہے۔ اگرچہ اس قول کو علامہ قرطبیؒ اور دوسرے محققین مفسرین ومحدثین نے مرجوح قرار دیا ہے بہرحال اس قول کے اعتبار سے آپ ﷺ کے نماز تہجد کے فوت ہونے سے قضاء کرنے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر راجح قول کو لیا جائے کہ آپ ﷺ اور امت سب کے لئے تہجد نفل ہے تو تہجد کی قضاء کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ نوافل کی قضاء اگرچہ ضروری نہیں تاہم اگر اس کا اہتمام کرلیا جائے تو مستحب ہے۔ (۱)

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/ ۱۹۸

(۱۶) بَابٌ فِي الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَاٰدَابِهَا

سنت اور آداب سنت پر محافظت کے حکم کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (حشر: ۷)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔“

آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت بھی قرآن کی طرح واجب ہے

اس آیت کو عام مفسرین نے عام رکھا ہے اور فرمایا ہے جب آپ ﷺ کی طرف سے کوئی امر آئے تو اس کو فوراً قبول کرلینا چاہئے اور جب بھی وہ روکے تو رک جانا چاہئے اور آپ کے حکم کا ماننا ایسا ہی ضروری ہے جیسے کہ قرآن کے حکم کو ماننا۔ (۱)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں یہاں پر اتی کے مقابل میں نہی کے الفاظ ہیں تو نہی کے مقابل آنے کی وجہ سے اتی کے معنی امر کے ہوں گے یعنی جس چیز کا حکم دیں نبی ﷺ تو فوراً قبول کرلو اور جس سے منع کریں تو رک جاؤ۔ (۲)

ہر بات کا جواب قرآن سے

آپ ﷺ کے حکم کو بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعد والے مثل قرآن کے رکھتے تھے۔ علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ ایک

مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے میں دیکھا تو اس کو فرمایا کہ یہ کپڑے اتاردو، اس نے کہا اس کے فتویٰ کو قرآن سے بتائیں، تو انہوں نے آیت بالا پڑھ دی۔ اسی طرح ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے لوگوں کو کہا کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب قرآن سے دوں گا، لوگوں نے مسائل معلوم کئے تو یہ آیت پڑھی اور اس کو حدیث سے بیان کیا۔ (۳)

(۱) معارف القرآن ۸/۳۷۰۔ (۲) تفسیر قرطبی۔ اسی طرح دوسرا واقعہ ابن کثیرؒ نے نقل کیا دیکھیں ۴/۳۶۰، تفسیر مظہری ۱۱/۴۰۰
(۳) تفسیر قرطبی

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (نجم: ٣، ٤)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”اور نہ آپ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔“

تشریح: اس آیت شریفہ میں فرمایا جارہا ہے کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بھی وحی ہی ہوتا ہے پس جس کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہوں تو اس کو قرآن کہا جاتا ہے اور اگر معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور الفاظ آپ ﷺ کی طرف سے ہوں تو اس کا نام حدیث وسنت ہے۔ یہ الگ بات ہے کبھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے وہ معاملہ صاف اور واضح طور پر ہوتا ہے تو نبی اس کو اپنے الفاظ میں بیان فرمادیتے ہیں، کبھی وہ معاملہ اللہ کی طرف سے بطور قاعدہ کلیہ کے ہوتا ہے پھر اس سے آپ ﷺ اپنے اجتہاد سے حکم بیان فرماتے ہیں پھر اس اجتہاد میں اگر کوئی غلطی ہوجائے تو اللہ جل شانہ کی طرف سے بذریعہ وحی اس کی اصلاح کردی جاتی تھی۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۸/۱۹۴

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (آل عمران: ٣١)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔“

تشریح:

شان نزول

ابن جریرؒ اور ابن المنذرؒ نے حسن بصریؒ سے مرسل روایت نقل کی ہے کہ چند لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا خدا کی قسم ہم

اپنے رب سے محبت رکھتے ہیں اس پر یہ آیت بالا نازل ہوئی۔(۱)

محبت ایک مخفی چیز ہے، کوئی پیمانہ ایسا نہیں ہے جس سے اندازہ لگایا جائے کہ اس کو فلاں سے کتنی محبت ہے صرف آثار اور اتباع سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اس آیت میں کہا جارہا ہے کہ اگر تم کو اللہ جل شانہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو اس کو اتباع محمد ﷺ کی کسوٹی پر آزماؤ، جتنا دعویٰ میں سچا ہوگا اتنا ہی آپ ﷺ کی اتباع میں اہتمام ہوگا، جتنا اپنے دعوے میں کمزور ہوگا اسی قدر ہی اطاعت رسول ﷺ میں کمزوری اور سستی ہوگی، اسی وجہ سے ایک روایت میں فرمایا جس نے آپ ﷺ کی اتباع کی اس نے درحقیقت اللہ جل شانہ کی اتباع کی اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

(۱) تفسیر مظہری ۲/ ۲۱۸، زاد المسیر ۱/ ۳۱۹
(۲) معارف القرآن ۲/ ۵۳۔۵۴

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾

(الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: ارشاد فرمایا: ”تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے یعنی اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو۔“

تشریح: ”اُسْوَةٌ“ بمعنی قدوۃ یعنی وہ طریقہ جس کی اقتداء کی جائے۔ اس جگہ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں تمہارے لئے ہر پہلو کے لئے خصائل حمیدہ ہیں جو تمہارے لئے واجب العمل ہیں۔

یا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ تمہارے مقتداء ہیں تمہارے لئے ان کی اقتداء ہی مناسب ہے۔(۱)

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آیت کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اقتداء اس کے لئے جو روز آخرت کی امید رکھتا ہے یعنی اللہ جل شانہ سے ثواب اور اس کی ملاقات اور نعمت آخرت کا امیدوار ہے۔

حضرت مقاتلؒ نے ”یرجو“ کو خوف کے معنی میں لیا اور مطلب اس طرح بیان فرمایا جو اللہ سے ڈرتا ہے اور روز حشر سے جب کہ اعمال کا بدلہ ملے گا۔(۲)

سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں آپ ﷺ کی اقتداء کون کرے گا جو اللہ کی ملاقات اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے اور اعمال کے بدلہ کو سچا سمجھتا ہوگا۔(۳)

(۱) تفسیر مظہری ۹/ ۳۲۸ (۲) تفسیر مظہری ۹/ ۳۲۹، زاد المسیر ۶/ ۱۹۰ (۳) روضۃ المتقین

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَلاَ وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (مؤمن: ٦٥)

ترجمہ: ارشاد فرمایا: ''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مؤمن نہیں ہوں گے۔''

تشریح: متعدد آیات قرآنیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے۔ اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ جل شانہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک آپ ﷺ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرے کہ اس کے دل میں اس فیصلہ سے کوئی تنگی نہ پائی جائے، آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کر کے عمل کرے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف آپ کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں، آپ ﷺ کی حیات میں تو خود بلا واسطہ آپ سے رجوع کیا جائے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی شریعت کی طرف رجوع کرنا مراد ہے۔ (۱)

شانِ نزول

ایک منافق اور ایک یہودی کا جھگڑا ہوگیا، آپ ﷺ نے اس یہودی کے لئے فیصلہ کردیا، اس پر اس منافق نے کہا کہ فیصلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کروایا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مقدمہ لے گئے، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ فیصلہ آپ ﷺ کرچکے ہیں اور اس منافق نے آپ ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار سے اس منافق کا سر قلم کردیا، پھر مقتول کے اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف دعویٰ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے تو اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (۲)

---

(۱) معارف القرآن ۲/۴۶۱

(۲) تفسیر مظہری، تفسیر ابن کثیر، عام کتب تفاسیر

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (نساء: ٥٩)

قَالَ الْعُلَمَآءُ: مَعْنَاهُ اِلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

ترجمہ: نیز فرمایا: ''تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس

کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔"

علماء نے بیان کیا اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مختلف فیہ امر کو کتاب وسنت سے معلوم کرو۔

تشریح: اگر کسی چیز میں اختلاف ہو تو تم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ (۱)

"قَالَ الْعُلَمَآءُ: مَعْنَاهُ اِلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ"

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ (قرآن) اور سنت رسول ﷺ یعنی احادیث کی طرف رجوع کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت کی طرف رجوع کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ حکم قرآن یا احادیث میں صاف طور سے موجود ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ حکم صاف طور پر موجود نہیں تو پھر اجتہاد اور قیاس کرنا ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اجتہاد اور قیاس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ (۲)

"فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" یہ جملہ عام ہے یہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

---

(۱) تفسیر مظہری ۳/۱۵۱
(۲) تفسیر معارف القرآن ۲/۴۵۳

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (نساء: ۸۰)

ترجمہ: اور فرمایا: "جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اس نے خدا کی فرمانبرداری کی۔"

تشریح: آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ جل شانہ کی اطاعت کرتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو صرف حکم پہنچانے والے ہیں حکم دینے والا تو اللہ ہی ہے۔ (۱)

اسی وجہ سے ایک روایت میں آتا ہے۔

"مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ يَّعْصِنِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ" (۲)

ترجمہ: "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔"

---

(۱) تفسیر مظہری ۳/۱۷۶۔ زاد المسیر ۲/۱۵۸
(۲) مسلم شریف

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَ اِنَّکَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ﴾ (شوریٰ: ۵۲)

ترجمہ: اور فرمایا: ''اور بے شک (اے محمد) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو یعنی خدا کا راستہ۔''

تشریح: ''صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ'' سے مراد دین اسلام ہے۔ (۱)

اس آیت میں آپ ﷺ کو خطاب فرما کر کہا جارہا ہے کہ آپ لوگوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں اور ان کو دین اسلام پر چلنے کی ترغیب دیں جو جنت تک پہنچانے والا ہے۔ (۲)

یہ ایسا دین ہے جس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔ (۳)

(۱) تفسیر زاد المسیر ۸۸/۷
(۲) تفسیر مظہری ۳۳۹/۱۰
(۳) روضۃ المتقین ۱۹۹/۱

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

(نور: ۶۳)

ترجمہ: ''نیز فرمایا جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔''

تشریح: فِتْنَةٌ: سے مراد بقول مجاہد دنیوی مصیبت اور ''عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔

اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی دنیوی عذاب نہ آجائے یا پھر قیامت کے دن عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اس آیت میں ڈرایا جارہا ہے کہ جو لوگ بھی آپ ﷺ کے اقوال واعمال سے اعراض اور مخالفت کرتے ہیں تو ان کے لئے دنیا وآخرت میں مصیبت ہے اور وہ شخص مردود ہوگا جیسا کہ ایک روایت میں فرمایا:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.''

جس نے کوئی عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ عمل مردود ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر مظہری ۴۲۱/۸
(۲) تفسیر ابن کثیر ۳۱۹/۳

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ (احزاب: ۳۴)

(والآیات فی الباب کثیرة)

ترجمہ: نیز فرمایا: ”اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد کرتی رہو۔“

تشریح: ”اٰیَاتِ اللّٰهِ“ سے مراد قرآن ”اَلْحِکْمَةِ“ سے مراد سنت رسول ہے۔ (۱)

”وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی“ اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں:

❶ قرآن واحادیث کو خوب یاد رکھنا جس کا نتیجہ ان پر عمل کرنا ہے۔

❷ جو کچھ قرآن ان کے گھروں میں ان کے سامنے نازل ہوا یا آپ ﷺ کی سنت کو دیکھا تو اس کا ذکر اُمت کے دوسرے لوگوں سے کریں۔

ابن عربی نے کہا اس آیت سے معلوم ہوا جو شخص آپ ﷺ سے کوئی آیت یا حدیث سنے اس پر لازم ہے کہ وہ امت کو پہنچائے یہاں تک کہ ازواج مطہرات پر بھی لازم کیا گیا کہ اس کا ذکر امت کے دوسرے افراد کے سامنے کریں یہ امانت ہے۔ (۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن واحادیث دونوں کی تعلیم وتبلیغ اس امت پر لازم ہے اس میں تساہل بڑا خسران مبین ہے۔

(۱) تفسیر مظہری ۹/۳۷۴، معارف القرآن ۷/۱۴۱
(۲) تفسیر مظہری ۹/۳۷۴، معارف القرآن ۷/۱۴۰
(۳) معارف القرآن بحوالہ احکام القرآن

نبی ﷺ سے بے جا سوالات کی ممانعت

(۱۵۶) ﴿فَالْاَوَّلُ: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: دَعُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ، اِنَّمَا اَهْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَ اخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِیَآئِهِمْ. فَاِذَا نَهَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَ اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں (اور کوئی بات نہ کہوں) تم بھی مجھے چھوڑ رکھو، اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ بوجہ زیادہ سوالات کرنے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (کی تعلیم) سے اختلاف رکھنے کی بنا پر تباہ و برباد ہوگئے، پس جب میں تمہیں کسی کام

سے روکوں تو اس سے احتراز کرو اور جب کسی کام کرنے کا حکم دوں تو طاقت کے مطابق اس پر عمل کرو۔"

لغات: ❖ دَعُوْنِیْ: دعا، دعاء و دعویٰ نصر سے بمعنی پکارنا، مدد چاہنا، چھوڑنا۔

❖ نَهَيْتُكُمْ: نها، نهواً، نهيا نصر سے بمعنی، روکنا، منع کرنا۔

تشریح: ## شان نزول

ایک مرتبہ جب آپ ﷺ نے خطبہ دیا کہ اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کرو۔ اس بات کو سن کر ایک صحابی جن کا نام اقرع بن حابسؓ تھا پوچھ بیٹھے یا رسول اللہ کیا ہر سال حج کیا جائے؟ اس پر آپ ﷺ خاموش ہوگئے یہاں تک کہ سائل نے اپنے سوال کو تین بار دہرایا، بعد میں پھر آپ ﷺ نے ارشاد بالا فرمایا کہ اگر میں اس وقت ہاں کر دیتا تو ہر ایک مسلمان پر ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ (۱)

"دَعُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ" مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں۔

ایک دوسری روایت میں "دعونی" کے بجائے "ذرونی" (۲) کا لفظ ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔

آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے وضاحت کر دیتا ہوں تم کو سوال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی جیسا کہ بنی اسرائیل نے گائے کے بارے میں سوال کر کے اپنے اوپر مشقت کو ڈال لیا تھا ابتداءً جو گائے بھی وہ ذبح کرتے صحیح تھا۔ (۳)

قرآن مجید میں بھی آتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ"

"فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ" جتنی طاقت رکھتے ہو اتنا کر لیا کرو۔ مثلاً نماز کے شرائط پورے ادا نہیں کر سکتے ہو جتنا کر سکتے ہو اتنا کر لو کہ اگر قیام نہیں کر سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹے لیٹے پڑھ لو جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ (۴)

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" کہ اللہ سے ڈرو جتنی تم میں طاقت ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه بخاری كتاب الاعتصام (باب الاقتداء بسنن رسول الله) ﷺ وصحيح مسلم كتاب الفضائل (باب توقيره صلى الله عليه وسلم و ترك اكثار سؤاله عمالا ضرورة اليه) احمد ۳/۷۳۷۱، و مصنف عبدالرزاق ۲۰۳۷۴، والنسائى ۲۶۱۸ و ابن حبان ۱۸، و ابن خزيمة ۲۵۰۸، والبيهقى ۴/۳۲۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم شریف (۲) مسلم شریف

(۳) اخرجہ البزار (۴) مظاہر حق جدید ۲/۶۴۶۔ روضۃ المتقین ۱/۲۰۱

آپ ﷺ کا ایک پراثر خطبہ

(۱۵۷) ﴿الثانی: عَنْ اَبِیْ نَجِیْحِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَوْعِظَةً بَلِیْغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَ ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُیُوْنُ فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا قَالَ: "اُوْصِیْكُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ وَ اِنْ تَاَمَّرَ عَلَیْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ، وَ اِنَّهٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا كَثِیْرًا فَعَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَ اِیَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ﴾

"اَلنَّوَاجِذُ" بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ الْاَنْیَابُ وَ قِیْلَ الْاَضْرَاسُ.

ترجمہ: ''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پراثر وعظ فرمایا جس سے ہمارے دل خوف زدہ ہوگئے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو گویا الوداعی وعظ معلوم ہورہا ہے ہمیں وصیت فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کے خوف اور سمع و اطاعت کی تاکید کرتا ہوں اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر بنا دیا جائے اور جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہا وہ بہت بڑے اختلاف سے دوچار ہوگا پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت (کو اختیار کرو) اس کو دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو اور دین میں نئی باتیں داخل کرنے سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

امام ترمذیؒ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

لغات: ❖ وجلت: وجل، وجلاً و موجلاً سمع سے اور نصر سے بمعنی ڈرنا یا ڈر میں بڑھ جانا۔

❖ ذرفت: ذرف، ذرفاً و ذریفاً ضرب سے بمعنی آنسو بہنا۔

❖ عضوا: عض، عضاً و عضیضاً سمع سے دانت سے پکڑنا، لازم ہونا، پکڑنا۔

❖ النواجذ: نجذ، نجذاً فتح سے بمعنی داڑھوں سے کاٹنا، اصرار کرنا۔ کہتے ہیں ضحک حتی بدت نواجذه. نواجذ جمع ہے الناجذ کی۔

تشریح: مَوْعِظَةٌ بَلِیْغَةٌ: پراثر وعظ فرمایا، علامہ توریشتیؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انذار اور خوف دلانے میں بہت زیادہ اہتمام فرمایا۔ (۱)

كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ: جس طرح ایک رخصت ہونے والا رخصت ہوتے وقت کتنا زور لگاتا ہے کہ اب میں ان سے جدا ہونے والا ہوں تو اس طرح آپ ﷺ نے بھی اس موقع پر سمجھانے کی کوشش فرمائی۔

امیر کی اطاعت واجب ہے

تَأَمَّرَ عَلَيْكُم عَبْدٌ حَبَشِيٌّ: تمہارے اوپر کوئی حبشی غلام امیر بنا دیا جائے، جب امیر کی امارت شرعی طریقے سے نافذ ہوجائے تو اب اس کی جائز باتوں میں اطاعت لازم ہوجاتی ہے، اس پر اجماع ہے۔ (۱)

غلام کو تو خلیفہ بنانا جائز نہیں ہے

سوال: غلام کو حاکم بنانا جائز نہیں ہے۔

جواب: خلیفہ بنانا جائز نہیں لیکن کسی علاقہ کا گورنر بنانا جائز ہے۔ مراد اس حدیث میں یہی ہے، یا یہ حدیث بطور مبالغہ فرمائی جارہی ہے کہ اگر تم پر بالفرض والتقدیر غلام حاکم ہو اور وہ بھی ایسا کہ حبشی ہو تب بھی اس کی اطاعت واجب ہے۔ (۳)

"فَعَلَيْكُم بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ" جس طرح آپ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے تو اسی طرح اس حدیث میں کہا جارہا ہے کہ خلفاء راشدین کی اطاعت کی جائے اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔

بدعت گمراہی ہے

"اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْر" بدعت اس کو کہتے ہیں جو آپ ﷺ کے زمانہ میں یا خلفاء راشدین کے زمانے میں نہ رہی ہو اور دین کا حصہ سمجھ کر اس کو کیا جائے اور نہ کرنے والے کو برا بھلا کہا جائے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں جو نئی بات دین میں پیدا کی جائے اگر وہ کتاب اللہ کے مخالف، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال کے منافی اور اجماع امت کے خلاف ہو تو ضلالت اور گمراہی ہے، اور جو ایسی نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه سنن ابوداؤد كتاب السنة (باب لزوم السنة) وجامع ترمذی کتاب العلم (باب الاخذ بالسنة و اجتناب البدعة) واحمد فی مسنده ۶/۱۷۱۴۵ و ابن ماجه والدارمی ۱/۴۴۔

ابونجیح عرباض بن ساریہؓ کے مختصر حالات:

نام: عرباض، کنیت: ابونجیح ہے، والد کا نام: ساریہ تھا۔ اصحاب الصفہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ یہ خود فرماتے ہیں کہ میں چوتھے نمبر کا مسلمان ہوں کہ مجھ سے پہلے تین آدمی اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ (واللہ اعلم)

وفات: شام میں تشریف لے گئے اور پھر حمص شہر میں اپنی زندگی کے آخری ایام تک رہے۔ ان کے شاگردوں کی بھی ایک بڑی تعداد تھی۔

روایات: ان سے ۷۵ روایات منقول ہیں، ابن حزم نے ۳۱ کہا ہے۔

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱/۱۴۱ (۲) شرح مسلم للنووی ۲/۱۲۴
(۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ والتعلیق الصبیح (۴) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱/۲۰۳

میری اطاعت کرنے والے جنت میں داخل ہوں گے

(۱۵۸) ﴿الثالث: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّم قَالَ: "کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ: وَمَنْ یَابٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر جس نے انکار کیا، پوچھا گیا یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے جو انکار کرتا ہے؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

لغات: ❖ اَبٰی: ابی، اباءً، واباءةً فتح اور ضرب سے بمعنی ناپسند کرنا مکروہ جاننا، کسی چیز سے ناخوش ہونا۔

❖ عصانی: عصٰی عصیاً و معصیة ضرب سے بمعنی نافرمانی کرنا، مخالفت کرنا۔

تشریح: "کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ" میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

سوال: آپ ﷺ کی امت میں تو کفار بھی داخل ہیں ان پر تو جنت حرام ہے۔

جواب: مراد یہاں پر امت اجابت (یعنی مسلمان) ہیں رہے، کفار تو نصوص قرآن اور اجماع سے ان پر جنت حرام ہے۔

"مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ" جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ آپ ﷺ کی اطاعت میں اللہ جل شانہ کی بھی اطاعت ہے ؎

جان تم پر نثار کرتا ہوں　　　میں نہیں جانتا وفا کیا ہے

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (۱)

ترجمہ: ''جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ جل شانہ کی اطاعت کی۔''

"وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی" "ابٰی" سے مراد کافر ہے۔ ایک دوسری روایت میں مزید وضاحت آئی ہے۔ "لتدخلن الجنة الامن ابی و شَرَدَ عَلَی اللّٰهِ شَرَادَ الْبَعِیْرِ" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب الاعتصام (باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ).

نوٹ: راوی حدیث ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ نساء آیت ۸۰　　(۲) رواہ احمد و حاکم علیٰ شرط الشیخین

دائیں ہاتھ سے کھانے کی مخالفت کرنے والے کی سزا

(۱۵۹) ﴿الرابع: عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ وَ قِیْلَ اَبِی اِیَاسٍ سَلَمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ: "کُلْ بِیَمِیْنِکَ"، قَالَ: لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ: لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْکِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا، آپ ﷺ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھایئے۔ اس نے کہا مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (خدا کرے) تجھے اس کی توفیق نہ ملے، اس کام کی تعمیل میں اس کو صرف تکبر مانع ہوا، چنانچہ وہ (اس کے بعد) اپنا دایاں ہاتھ منہ کی طرف نہ اٹھا سکا۔''

لغات: ❖ اکل: اکل، اکلاً و ماکلاً، نصر سے بمعنی کھانا۔

❖ بشماله: شمل، شملاً نصر سے بمعنی شمالی ہوا کے سامنے۔ بائیں جانب لینا۔

❖ الکبر: بمعنی تکبر۔ بڑا گناہ۔

تشریح: "اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِشِمَالِهٖ" آپ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا اس آدمی کا نام بسر الاشجعی تھا۔ (۱)

"کُلْ بِیَمِیْنِکَ" دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے اور بائیں ہاتھ سے کھانے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ (۲)

اور حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے شیطان اس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور کھاتا ہے۔ (۳)

"لَا اَسْتَطِیْعُ" مجھ میں طاقت نہیں، اس نے بطور کبر کے کہا تھا۔ اس کے اس جملہ کے بعد سے اس کا ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا۔ اسے دنیا میں یہ سزا اعراض سنت کی مل گئی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو نبی ﷺ کی مخالفت سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

راوی حدیث حضرت سلمہ بن اکوع کے مختصر حالات:

سنان نام، ابومسلم ابوایاس کنیت، پورا نام اس طرح ہے سنان بن عبداللہ بن عبداللہ بن قشیر بن خزیمہ" (مستدرک حاکم ۵۶۲/۳)

غزوہ حدیبیہ کے بعد تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں بیعت رضوان میں بھی موجود تھے اور انہوں نے اس موقع پر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر تین مرتبہ بیعت کی، وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا کہ سلمہ بیعت نہیں کرو گے؟ عرض کیا کہ کی ہے فرمایا پھر کرلو تو کیا حرج ہے۔

تقریباً ۱۴ غزوات میں شرکت فرمائی، سات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور سات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر۔ (استیعاب ۲/۵۸۴)

ان میں چار صفات کامل درجہ میں موجود تھیں:

(۱) اللہ کے راستہ میں خوب خرچ کرتے تھے۔

(۲) صدقات کو اپنے لئے بالکل حرام سمجھتے تھے۔

(۳) تمام اوامر ونواہی کا بہت زیادہ احتیاط رکھنے والے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۴/۴۰)

(۴) شجاعت، ان کے بارے میں اصابہ میں ہے کان من الشجعان و یسبق الفرس عدواً (اصابہ ۳/۱۱۸)

وہ بہادروں میں سے ایک تھے جو دوڑ میں گھوڑوں سے مقابلہ کرتے تھے اور اس سے بھی آگے بڑھ جاتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر سواروں میں ابوقتادہ اور بہتر پیادوں میں سلمہ بن اکوع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو حصے دیئے ایک سوار کا اور ایک پیدل کا۔ (طبقات ابن سعد ۴/۳۹)

وفات: حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ربذہ میں سکونت اختیار کرلی اور وہاں ہی شادی کی، پھر ایک مرتبہ مدینہ منورہ آئے تو چار دن کے بعد مدینہ میں ۷۴ھ انتقال ہوا۔ (اصابہ ۳/۱۱۸)

مرویات: روایات: ان کی روایات کی تعداد ۷۷ کے قریب ہے جن میں ۱۶ بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں۔ ۵ میں بخاری اور ۹ میں مسلم منفرد ہیں (تہذیب الکمال ۱۴۸)

---

(۱) شرح مسلم للنووی

(۲) ترغیب ۳/۱۲۸

(۳) مسند احمد، عمدۃ القاری ۲۱/۲۹

صف سیدھی کرنے کا حکم

(۱۶۰) ﴿الخامس: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ" (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.)

وَ فِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّیْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى اِذَا رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُّكَبِّرَ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ"﴾

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے تم اپنی صفوں کو (نماز میں) برابر کرو یا (پھر) اللہ پاک تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہماری صفوں کو ایسا برابر فرماتے گویا ان کے ساتھ تیروں کو برابر کررہے ہیں حتیٰ کہ آپ کو یقین ہوگیا کہ ہم نے آپ ﷺ سے اس بات کو سمجھ لیا ہے، پھر ایک روز آپ ﷺ نکلے، کھڑے ہوئے، قریب تھا کہ آپ تکبیر کہہ دیتے کہ آپ ﷺ نے ایک دیہاتی آدمی کو دیکھا اس کی چھاتی آگے کو نکلی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا کرو وگرنہ اللہ پاک تمہارے دلوں کے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔"

لغات: ❖ لَتُسَوُّنَّ: سوّی، تسویۃ تفعیل سے بمعنی برابر کرنا، سیدھا کرنا، ہموار کرنا۔

❖ لَيُخَالِفَنَّ: خالف، خلافا، و مخالفۃ مفاعلہ سے بمعنی مخالفت کرنا۔

❖ القداح: القدح بمعنی نوک اور پر کے بغیر تیر، جوئے کا تیر جمع قداح.

تشریح: صفوں کو برابر کرنا سنت ہے یا واجب؟

لَتُسَوُّنَ صُفُوْفَكُمْ: تم اپنی صفوں کو برابر کرو۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ جملہ خبر بھی ہے انشاء بھی ہے، اس بات پر اتفاق ہے کہ سنن صلوٰۃ میں صفوں کو برابر کرنے کی سب سے زیادہ تاکید ہے۔ بعض نے اس کو واجب بھی کہا ہے مگر اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ شرائط صلوٰۃ میں سے نہیں ہے۔ صرف علامہ ابن حزم ظاہری سے منقول ہے کہ وہ عدم تسویہ کی صورت میں نماز کو فاسد کہتے ہیں مگر جمہور اس کے خلاف ہیں۔ (۱)

صفیں سیدھی نہ ہوں تو چہرے مسخ بھی ہوسکتے ہیں

"اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ" اللہ تمہارے دلوں میں مخالفت کو ڈال دے گا۔

محدثین اس جملہ کے عموماً دو مطلب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان عداوت اور بغض کو پیدا کردے گا جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے "اَوْ يُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ" (۲) کہ اللہ تمہارے دلوں کے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہارے چہروں کو مسخ کردے گا۔ اس کی تائید بھی ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے "لَتُسَوُّنَّ الصُّفُوْفَ اَوْ لَتَطْمِسُ الْوُجُوْهُ." (۳) اللہ تمہارے چہرے مسخ کردے گا۔

"كَاَنَّمَا يُسَوِّىْ بِهَا الْقِدَاح" گویا کہ اس سے تیروں کو سیدھا کرتے تھے۔

تیر جب تک سیدھا نہ ہو تو آگے نہیں جاسکتا تو مبالغۃً یہ کہا جارہا ہے صف اتنی سیدھی کروائی جاتی تھی کہ اگر تیر کو بھی سیدھا کرنے کی ضرورت ہو تو اس سے کیا جاسکتا تھا۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب آذان (باب تسویۃ الصفوف عندالاقامۃ و بعدها)، و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ (باب تسویۃ الصفوف و إقامتها)، و ابو داؤد و ترمذی والنسائی ۸۰۹ و ابن ماجہ.

راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیرؓ کے حالات:

نام نعمان، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام بشیر۔ یہ بہت اونچے صحابہ میں سے تھے۔ان کی والدہ عبداللہ بن رواحہ کی ہمشیرہ تھیں۔ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے یہی پیدا ہوئے، پھر چھ ماہ بعد عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تھے۔جب کچھ سمجھ دار ہوئے تو منبر کے قریب بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سنتے تھے۔(مسند احمد۴/۱۷)

۵۹ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم بنایا پھر حمص کے بھی امیر مقرر ہوئے۔ان کے بارے میں صاحب فہری فرماتے ہیں کَانَ حَلِیْماً نَاسِکًا یُحِبُّ الْعَافِیَۃَ ''وہ بردبار، عابداور عافیت پسند تھے'' ساتھ میں شجاعت و بسالت کی بھی نظیر نہیں رکھتے تھے۔

وفات: ۶۵ھ حمص کے نواح میں بیران نامی گاؤں میں تھے، ابن زبیر کی مروان سے جنگ ہورہی تھی جس میں انہوں نے ابن زبیرؓ کا ساتھ دیا اس پر مروان کے آدمی خالد بن عدی الکلامی نے ان کو قتل کیا اور ان کے سر کو کاٹ لیا۔ان کی بیوی نے ان کا سر اپنے گود میں رکھا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔(استیعاب/۳۱۰)

روایات: ان سے ۱۲۴ روایات منقول ہیں پانچ میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔ بخاری ایک اور مسلم چار میں منفرد ہیں۔

---

(۱) فتح الباری واعلاء السنن ۴/ ۳۱۸، ۳۱۹

(۲) ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف

(۳) مسند احمد

(۴) مرقاۃ۔مظاہر حق جدید ۱/ ۸۱۹

سوتے وقت آگ بجھا کر سونا چاہئے

(۱۶۱) ﴿السادس: عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِشَاْنِھِمْ قَالَ: ''اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْھَا عَنْکُمْ''﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں رات کے وقت ایک گھر میں آگ لگ گئی اور گھر والے جل گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کا واقعہ بیان کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے سونے کے وقت اسے بجھا دیا کرو۔''

لغات: ❖ احترق: حرق، حرقا بالنار نصر سے بمعنی آگ سے جلانا۔

❖ فاطفئوھا: طفئت، طفوا سمع سے بمعنی آگ بجھنا۔

تشریح: ''اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ'' یہ آگ تمہاری دشمن ہے۔اس آگ سے احتیاط نہ کی جائے تو یہ انسان کے جسم اور مال کو جلا دیتی ہے۔

آگ کو بجھا کر سونے کا حکم اُمت پر شفقت کے لئے ہے

"فَاِذَا نِمْتُمْ فَاطْفِئُوْهَا عَنْكُمْ" جب سونے کا ارادہ ہو تو اسے بجھا دیا کرو۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد امت کے لئے شفقت کے طور سے ہے۔ ابن دقیق فرماتے ہیں یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔(۱) نیز علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جب آدمی سونے کا ارادہ کرے تو آگ بجھادے یا اس طرح کردے کہ اس کے نقصان سے امن حاصل ہو جائے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس نے سنت نبوی ﷺ کی مخالفت کی۔ اس کے بعد علامہ قرطبیؒ نے یہ دوسری حدیث نقل کی ہے۔(۲)

"جَاءَ تْ فَارَةٌ تَجُرُّ الْفَتِيْلَةَ فَاَلْقَتْهَا بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِيْ كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَاَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ: "اِذَا نِمْتُمْ فَاطْفِئُوْا سُرُجَكُمْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ تَدُلُّ مِثْلَ هٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ فَيُحْرِقُكُمْ" (۳)

ترجمہ: "ایک چوہا چراغ کی بتی کھینچ لایا اور اس کو آپ ﷺ کے سامنے اس چٹائی پر ڈال دیا جس پر آپ ﷺ بیٹھے تھے، اس سے ایک درھم کے بقدر چٹائی کو جلا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو چراغ کو گل کردو کیونکہ شیطان اس چوہے جیسے موذی کو ایسی حرکت پر آمادہ کرتا ہے اور وہ شیطان تمہیں جلا دیتا ہے۔"

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ چراغ وغیرہ کو سوتے وقت بجھادو، اگر اس کے شر سے امن ہو تو گنجائش ہے جیسے کہ آج کل بجلی کے بلب وغیرہ، اگرچہ اس کو بھی بجھا کر سونا بہتر ہوگا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاستیذان (باب لا تترک النار فی البیت عند النوم) و صحیح مسلم کتاب الاشربة باب الامر بتغطية الاناء و ایکاء السقاء واغلاق الابواب و ذکر اسم اللّٰہ و اطفاء السراج والنار عند النوم) و احمد ۷/ ۱۹۵۸۸ و ابن ماجه و ابن حبان ۵۵۲۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حالات حدیث نمبر(۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری شرح بخاری (۲) روضۃ المتقین ۱/۲۰۶ (۳) ابوداؤد

زمین کی تین قسمیں اور لوگوں کی بھی تین قسمیں

(۱۶۲) السابع: عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَ كَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَ سَقَوْا وَ

زَرَعُوا، وَ اَصَابَ طَائِفَةً مِّنهَا اُخرٰی اِنَّمَا هِیَ قِیعَانٌ لَا تُمسِکُ مَآءً وَ لَا تُنبِتُ کَلَاءً. فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ وَ نَفَعَهُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَ عَلَّمَ وَ مَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَ لَمْ یَقْبَلْ هُدَی اللّٰهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ" (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

فَقُهَ بِضَمِّ الْقَافِ عَلَی الْمَشْهُوْرِ وَ قِیْلَ بِکَسْرِهَا: اَیْ صَارَ فَقِیْهًا.

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس ہدایت اور علم کو دے کر مجھے اللہ پاک نے بھیجا ہے اس بارش کے مثل ہے جو کسی زمین میں برس پڑی، زمین کے عمدہ قسم کے ٹکڑے نے پانی کو قبول کیا اور گھاس اور بہت سے سبزے کو اگایا۔ ایک ٹکڑا اس سے سخت تھا جس نے پانی کو روک لیا۔ اللہ پاک نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا لوگوں نے اس سے پیا اور (جانوروں کو) پلایا اور زراعت میں استعمال کیا، اور زمین کے دوسرے ٹکڑے کو پانی پہنچا جو صاف میدان تھا نہ اس نے پانی کو روکا نہ ہی اس نے گھاس پیدا کی۔ پس یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور اس کو اس چیز نے فائدہ پہنچایا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا، اس نے خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھلایا، اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر نہ اٹھایا اور اللہ پاک کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔''

''فَقُهَ'' قاف پر پیش ہے بعض کے نزدیک زیر ہے، معنی یہ ہیں جو فقیہ ہو گیا۔

لغات: ❖ غَیْث: غاث، غَیْثًا ضرب سے بمعنی غاث الغیث الارض بارش کا زمین پر برسنا۔

❖ فَاَنْبَتَتْ: نبت، نبتاً و نباتًا البقل نصر سے بمعنی سبزی کا زمین سے پھوٹنا۔

❖ اَلْکَلَاءَ: کَلِأَ، کلأً. المکان سمع اور فتح سے بمعنی جگہ کا سبز زار ہونا۔

❖ اَلْعَشَب: عشب، عشبًا و عشب عشابة. المکان سمع سے اور کرم سے بمعنی سبز گھاس والا ہونا۔

تشریح: علامہ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ جس طرح زمین کی تین اقسام ہوتی ہیں اسی طرح لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: جب بارش ہوئی تو زمین نے پانی کو جذب کیا پھر اس میں سے پھل، پھول آ گئے۔ اس سے مویشیوں اور پرندوں وغیرہ کو فائدہ ہوا اسی طرح لوگوں میں سے ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو علم نبوت اور ہدایت ملی جس سے انہوں نے خود فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ فائدہ پہنچایا، جیسے ائمہ فقہاء امت، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ۔

دوسری قسم: اس زمین میں پانی جذب نہیں ہوا مگر پانی اس زمین میں ٹھہر جاتا ہے جس سے جانوروں وغیرہ کو فائدہ ہوتا ہے

اسی طرح بعض ایسے ہیں جنہوں نے قرآن و احادیث کو خوب یاد کیا مگر ان میں اجتہاد و استنباط کی صلاحیت نہیں تھی اس لئے انہوں نے تو اس علم سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا مگر جن لوگوں کے پاس ان کا علم گیا ان میں اجتہاد و استنباط کی صلاحیتیں تھیں ان سے بھی لوگوں نے خوب فائدہ اٹھایا جیسے محدثین کرام وغیرہ۔

تیسری قسم: ایسی زمین جو بالکل بنجر و سنگلاخ ہو نہ پانی اس میں جذب ہوتا ہے اور نہ ہی وہ پانی کو اپنے اندر ٹھہراتی ہے اسی طرح بعض لوگ ایسے ہیں نہ انہوں نے علم نبوت کو حاصل کیا نہ انہوں نے علم نبوت سے فائدہ اٹھایا اور نہ ہی ان سے پھر کسی کو فائدہ ہوا جیسے کفار وغیرہ۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب العلم (باب فضل من عَلِمَ و علّم) و صحیح مسلم کتاب الفضائل (باب بیان مثل ما بعث النبی ﷺ من الهدی والعلم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی۔ وعمدۃ القاری ۱/۴۶۹

لوگ پروانوں کی طرح جہنم میں گر رہے تھے

(۱۶۳) ﴿اَلثَّامِنُ: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "مَثَلِیْ وَ مَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَ الْفَرَاشُ یَقَعْنَ فِیْهَا وَ هُوَ یَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَ اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَ اَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ یَدِیْ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

"اَلْجَنَادِبُ" نَحْوُ الْجَرَادِ وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ الَّذِیْ یَقَعُ فِی النَّارِ "وَالْحُجَزُ" جَمْعُ حُجْزَةٍ وَ هِیَ مَعْقِدُ الْاِزَارِ وَ السَّرَاوِیْلِ"

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس آدمی کے مانند ہے جس نے آگ جلائی پس ٹڈیاں اور پروانے اس میں گرنے شروع ہوگئے اور وہ ان کو آگ سے روکتا تھا اور میں بھی تمہاری کمروں کو پکڑ کر آگ میں گرنے سے (بچاتا ہوں) تم میرے ہاتھ سے نکل رہے ہو۔''

"جَنَادِبُ" ٹڈی اور پروانے کے مثل اڑنے والا کیڑا (مچھر وغیرہ) یہ وہی مشہور کیڑا ہے جو آگ میں گرتا ہے۔ "حُجَزٌ" حُجْزَۃٌ کی جمع ہے۔

لغات: ❖ اَوْقَدَ: اَوْقَدَ، اِیْقَادًا افعال سے بمعنی آگ سلگانا۔

❖ اَلْجَنَادِبُ: بمعنی ایک قسم کی ٹڈی، عام لوگ اس کو قبوط کہتے ہیں، جمع جَنَادِب.

❖ اَلْفَرَاشُ: بمعنی پروانہ اور یہ جمع ہے اس کا مفرد اَلْفَرَاشَة ہے۔

❖ بِحُجَزُ: حَجزَ، حَجزًا و حِجَازَةً نصر اور ضرب سے بمعنی منع کرنا، روکنا۔

تشریح: "وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنهَا" وہ ان کو آگ سے روکتا تھا۔ اس میں آپ ﷺ کی غایت درجے کی شفقت اور حرص کا بیان ہے جو اپنی امت کے ایمان لانے کے بارے میں آپ ﷺ کے دل میں تھی۔ (۱)

آپ ﷺ کفار کے مسلمان ہونے کے لئے حریص تھے

"وَاَنْتُم تُفلِتُوْنَ مِنْ يَدِیْ" تم میرے ہاتھ سے نکل نکل کر اس میں گر رہے تھے۔ اس جملہ میں کفار کی حالت کا ذکر ہے باوجود آپ ﷺ کی شب و روز کی محنت اور حرص کہ کفار اسلام میں داخل ہو جائیں، دوسری طرف کفار اسلام سے محروم ہو رہے تھے اور جس طرح آگ میں پروانے گرتے ہیں اسی طرح یہ کفار جہنم کا ایندھن بن رہے تھے۔ (۲)

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغز و دماغ میں کھونٹے ۔۔۔ بتاؤ عشق مجازی کے مزے کیا لوٹے

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الفضائل (باب شفقته صلى الله عليه وسلم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابرؓ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/ ۲۰۸، دلیل الفالحین ۱/ ۴۲۴

(۲) روضۃ المتقین ۱/ ۲۰۸، دلیل الفالحین ۱/ ۴۲۴

لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھا لینا چاہیے

(١٦٤) ﴿اَلتَّاسِعُ: عَنهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ، وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: "اِنَّكُم لَا تَدرُوْنَ فِیْ اَيِّهَا الْبَرَكَةُ."

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهٗ: "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَاْكُلْهَا وَ لَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَ لَا يَمْسَحْ يَدَهٗ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِیْ فِیْ اَیِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ"۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهٗ: "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَیْءٍ مِنْ شَاْنِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَهٗ عِنْدَ طَعَامِهٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى فَلْيَاْكُلْهَا وَ لَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ"﴾

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں اور کھانے کے

برتنوں کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ کس حصے میں برکت ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ (ہاتھ سے) گر جائے تو اس کو اٹھالے اور جو مٹی وغیرہ اسے لگ گئی ہو اسے دور کر کے کھائے، شیطان کے لئے اس کو نہ چھوڑے اور نہ اپنے ہاتھ کو رومال سے صاف کرے جب تک کہ اپنی انگلیوں کو چاٹ نہ لے، اسے کیا معلوم کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔

اور اسی کی ایک روایت میں ہے کہ شیطان تمھارے ہر کام میں ہر چیز میں حاضر ہوتا ہے یہاں تک کہ کھانا کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس سے مٹی وغیرہ دور کر کے کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔"

لغات: ❖ یَلْعَقَ: لَعِقَ، لعقًا سمع سے بمعنی زبان سے چاٹنا۔

❖ الصحفة: بمعنی بڑا پھیلا ہوا پیالہ جو پانچ آدمیوں کو سیر کرنے کے لئے کافی ہو جمع صِحَاف.

تشریح: انگلیوں کو چاٹنے کے فوائد

"اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ" انگلیوں کو چاٹنے کا حکم دیا۔

اور دوسری روایت میں فرمایا: "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ" لقمہ گر جائے تو اس کو اٹھا کر کھالے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انگلیوں کو چاٹنے کا حکم دینا، گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھانے کا حکم یہ اس لئے ہے کہ کہیں اس میں برکت نہ ہو اور یہ شخص اس سے محروم نہ ہو جائے۔ اس طرح کرنے میں تواضع اور عاجزی کا اظہار بھی ہے۔ اس طرح کرنے میں متکبرین ومترفین کے عمل سے اجتناب بھی ہے، اللہ کی نعمت کی قدر دانی ہوتی ہے۔ اس عمل سے شیطان بہت ذلیل ہوتا ہے۔[۱]

"فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَامِنْ اَذًى" جو لقمہ گر جائے اس کو اٹھالے اور اس کی مٹی وغیرہ کو صاف کر کے کھالے کہ اس پر غبار یا مٹی وغیرہ لگ جائے تو اس کو صاف کر کے کھالے اور اگر گندگی ایسی لگ جائے کہ دھو کر بھی کھایا نہ جاسکے تو اب اس کو جانور وغیرہ کو کھلا دے۔[۲]

قصہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا تو انہوں نے فوراً اس کو اٹھایا صاف کیا کچھ لوگوں نے کہا کہ یہاں کے غیر مسلموں کے سردار بھی موجود ہیں یہ کیا خیال کریں گے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں آگئے اور ارشاد فرمایا:

أَ أَتْرُكُ سُنَّةَ حَبِيْبِيْ لِهٰؤُلَآءِ الْحُمَقَاءِ؟ کہ میں ان بے وقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی پیاری سنت کو چھوڑ دوں؟

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب استحباب لعق الاصابع والقصعه) اخرجه احمد ١٤٩٤٣/٥ و ترمذی ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبه ٢٩٧/٨ و ابن حبان ٥٢٥٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲۰۹/۱، دلیل الفالحین ۱۸۲/۱
(۲) روضۃ المتقین ۲۰۹/۱

آپ ﷺ کا وعظ

(١٦٥) ﴿اَلْعَاشِرُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْعِظَةٍ فَقَالَ: "يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا: كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ اَلَا! وَ اِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، اَلَا وَ اِنَّهٗ سَيُجَآءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ: كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ: الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ فَيُقَالُ لِيْ: اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

غُرْلًا: اَيْ غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں وعظ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم سب اللہ پاک کی طرف ننگے پاؤں ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھائے جاؤ گے جیسا کہ ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح ہم دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے بیشک ہم اسے پورا کریں گے، خبردار! تمام مخلوقات میں سے اولا قیامت کے روز ابراھیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائیگا۔ خبردار! بیشک میری امت کے کچھ آدمیوں کو لایا جائیگا اور ان کو بائیں طرف والوں میں پکڑا جائیگا، میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ تو میرے رفیق ہیں جواب دیا جائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا چیزیں (دین) میں ایجاد کیں، تو میں کہوں گا جیسا کہ اللہ کے نیک بندے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں جب

تک ان کے درمیان رہا میں ان کی نگرانی کرتا رہا، آپ ﷺ نے یہ آیت العزیز الحکیم تک تلاوت فرمائی پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ تیرے چلے جانے کے بعد مرتد ہوگئے۔"

غرلا: کے معنی ہیں غیر مختون جس کے ختنے نہ ہوئے ہوں۔

لغات: ❖ حُفَاۃ: حفی، حفًا سمع سے بمعنی ننگے پاؤں چلنا، زیادہ چلنے سے پاؤں کا گھس جانا۔

❖ عُرَاۃ: عرِی، عریۃ وعریًا من ثیابہ سمع سے بمعنی ننگا ہونا۔

❖ غرلاً: غرِل، غرلاً الصبی سمع سے بمعنی بچہ کا غیر مختون ہونا۔

تشریح: قیامت میں ہر آدمی ننگے بدن اور ننگے پاؤں ہوگا

حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا: کَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہ ننگے پاؤں ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا۔ یہ مضمون متعدد احادیث کے علاوہ قرآن کی متعدد آیات میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً "کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ"(۱)

اسی طرح فرمایا: "کَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہ"(۲)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن جب آدمی کو اٹھایا جائے گا تو وہ اس طرح ہوگا جیسے کہ وہ دنیا میں پیدا ہوا تھا۔ کوئی چیز اس سے دنیا میں کاٹ دی گئی ہو تو اس کو بھی جوڑ دیا جائے گا جیسے کہ ختنہ کی کھال۔(۳)

قیامت میں سب سے پہلے کپڑے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیئے جائیں گے

"اِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ یُکْسٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِبْرَاهِیْمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ" قیامت میں سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔

یہ فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیوں دی جائے گی؟

اس کے علماء نے متعدد جوابات دیئے ہیں:

1. دنیا میں وہ فقراء ومسکین کو بہت زیادہ کپڑا پہناتے تھے۔
2. جب نمرود نے آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو ان کے کپڑے اتارے گئے، یہ سب سے پہلے شخص ہیں جن کے اللہ کے راستے میں کپڑے اتارے گئے۔
3. دنیا میں بھی ستر چھپانے کا بہت خیال رکھتے تھے، اسی وجہ سے لوگ کہتے ہیں سب سے پہلے شلوار کا استعمال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔(۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ ﷺ سے بھی پہلے کپڑا دیا جائے گا۔ آپ ﷺ کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ. (۵) قیامت کے دن سب سے پہلے میں زمین سے پھٹ کر اٹھوں گا اور جنت کا لباس پہنوں گا اور عرش کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا۔

"فَاَقُوْلُ: كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ هُوَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ" میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا ان کی قوم کی گمراہی اور بدعقیدگی کے بارے میں تو وہ برأت کا اظہار کریں گے، اسی طرح آپ ﷺ سے سوال ہوگا تو آپ بھی برأت کا اظہار فرمائیں گے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الانبیاء (باب قول اللّٰہ تعالٰی واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلاً) و تفسیر سورة المائدة (باب و کنت علیھم شھیداً) و صحیح مسلم کتاب الجنة (باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامة) الامام احمد فی مسنده ۱/ ۱۹۵۰، والترمذی والنسائی والدارمی ۲/ ۳۲۶ و ابن حبان ۴۳۴۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ الاعراف آیت ۲۹

(۲) سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۳۔

(۳) روضۃ المتقین ۱/ ۲۱۰

(۴) مرقاۃ، دلیل الفالحین ۱/ ۴۲۷، مظاہر حق

(۵) جامع الصغیر

کنکری سے کھیلنا منع ہے

(۱۶۶) ﴿اَلْحَادِيْ عَشَرَ: عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ وَ قَالَ: "اِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ وَ لَا يَنْكَأُ الْعَدُوَّ وَ اِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ وَ يَكْسِرُ السِّنَّ" (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ قَرِيْبًا لِابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ، فَنَهَاهُ وَ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ وَ قَالَ: اِنَّهَا لَا تَصِيْدُ صَيْدًا ثُمَّ عَادَ، فَقَالَ: اُحَدِّثُكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ ثُمَّ عُدْتَّ تَخْذِفُ لَا اُكَلِّمُكَ اَبَدًا.﴾

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خذف (یعنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان کنکر رکھ کر مارنے سے) منع فرمایا اس لئے کہ یہ چیز نہ تو شکار کو قتل کرنے کا موجب ہے اور نہ دشمن کو ہلاک کرنے کا سبب ہے البتہ آنکھ کو پھوڑتا ہے اور دانت توڑتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک قریبی رشتہ دار نے کسی کو پتھر مارا، انھوں نے اس کو

روکا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے اس طرح پتھر مارنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا یہ شکار کو مار نہیں سکتا، اس نے دوبارہ یہی کام کیا، ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تجھے بتارہا ہوں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے لیکن تو اس کام کے کرنے سے رکتا نہیں ہے پس میں تجھ سے کلام نہیں کروں گا۔"

لغات: ❖ اَلْخَذَف: خذف، خذفًا بالحصاۃ ضرب سے بمعنی انگلیوں سے کنکری پھینکنا۔

❖ ینکا: نکاءً نکاءَ العدو فتح سے بمعنی دشمنی میں قتل و غارت ڈالنا، خونریزی کرنا۔

❖ یفقا: فقا، فقاءَ العین فتح سے بمعنی آنکھ پھوڑنا۔

تشریح: "اِنَّهٗ لَا یَقْتُلُ الصَّیْدَ وَ لَا یَنْکَأُ الْعَدُوَّ": اس (کنکر) سے نہ شکار کو قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ دشمن کو ہلاک کیا جاسکتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں "لا یقتل الصید" کی جگہ "لا تصید صیدًا" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں

"لَا اُکَلِّمُکَ اَبَدًا" میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدعت، فاسق و فاجر اور سنت کی مخالفت کرنے والے سے قطع تعلق کرنا جائز ہے۔ (۱)

سوال: ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ. (۲)

ترجمہ: "کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق رکھے۔"

جواب: اگر قطع تعلق کسی دنیوی غرض کے لئے ہو تب تو تین دن سے زائد قطع تعلق رکھنا جائز نہیں جیسے کہ حدیث میں معلوم ہوا، اگر یہ قطع تعلق کسی دینی مصلحت کی خاطر ہو تو اس میں دنوں کی کوئی قید نہیں جیسے کہ غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے تین صحابہ سے پچاس دن تک قطع تعلق کیا گیا۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عرصہ تک بات چیت نہیں کی، اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے بلال سے قطع تعلق کرلیا تھا۔ غرض قطع تعلق اگر کسی دینی معاملہ کے لئے ہو تو یہ تین دن سے زیادہ بھی رکھا جاسکتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الادب (باب النهی عن الخذف) و کتاب التفسیر تفسیر (سورۃ الفتح اذ یبایعونک تحت الشجرۃ) و صحیح مسلم کتاب الصید (باب اباحۃ ما یستعان به علی الاصطیاد والعدو و کراهۃ الخذف) والنسائی.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے مختصر حالات:

نام عبداللہ، ابوسعید کنیت، ٦ھ میں مسلمان ہوئے اور جس غزوہ میں شرکت کی وہ غزوہ حدیبیہ ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)
بیعت رضوان میں بھی شریک تھے (مسند احمد ۵/۵۴)
خیبر، فتح مکہ، اور غزوہ تبوک ان تمام غزوات میں شریک ہوئے اور اپنی بہادری دکھائی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو مدینہ منورہ میں رہے جب بصرہ آباد ہوا تو ان کو تعلیم و تربیت کے لئے حضرت عمرؓ نے بصرہ بھیج دیا آخر عمر تک وہیں رہے۔ (طبقات ابن سعد ۷/۷، ۸)

بدعات سے حد درجہ نفرت کرتے تھے، ان کے لڑکے نے ایک موقع پر یہ کہا کہ میں نے اپنے والد سے زیادہ بدعات کو برا سمجھنے والا نہیں دیکھا (مسند احمد ۵/۵۵)

وفات: ۵۹ھ یا ٦۰ھ میں بصرہ میں ہی مرض موت میں مبتلا ہوئے تو آخری وقت چند وصیتیں فرمائیں (۱) غسل کے پانی میں کافور ملانا۔ (۲) کفن میں دو چادریں اور ایک قمیص سے زیادہ نہ ہو۔ (۳) غسل دینے میں صرف صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں۔ (۴) جنازہ کے پیچھے آگ روشن نہ کی جائے (۵) ابن زیاد بصرہ کا گورنر نماز میں شریک نہ ہو۔ (٦) ان کی وصیت یہ بھی تھی کہ میرا جنازہ ابوبرزہ اسلمیؓ پڑھائے۔ لہٰذا وفات کے بعد ان سب وصیتوں پر عمل کیا گیا اور بصرہ میں ہی مدفون ہوئے۔ (اصابہ ۴/۱۳۲)

مرویات: ان سے ۴۳ احادیث کتب احادیث میں ملتی ہیں ۴ میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں ایک میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں (تہذیب الکمال ۲۱٦)

---

(۱) شرح مسلم للنووی
(۲) ابوداؤد کتاب الادب باب ہجر الرجل اخاہ

حجر اسود میں نفع و نقصان نہیں ہے

(۱٦۷) ﴿الثَّانِیُ عَشَرَ: وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ: رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُقَبِّلُ الْحَجَرَ، یَعْنِی الْاَسْوَدَ، وَ یَقُوْلُ: اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَ لَا تَضُرُّ، وَ لَوْ لَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ''حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرماتے: میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے تو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تیرا بوسہ لیا کرتے تھے تو میں ہرگز تیرا بوسہ نہ لیتا۔''

لغات: ❖ یُقَبِّلُ: قبل، تقبیلاً تفعیل سے بمعنی چومنا، کسی کو بوسہ لینا۔
❖ تنفع: نفع، نفعًا فتح سے بمعنی فائدہ دینا۔
❖ تضر: ضرّ، ضرًا فلاناً نصر سے بمعنی نقصان پہنچانا، تکلیف دینا۔

تشریح: "اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ مَا تَنفَعُ وَلَا تَضُر" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَ لَا تَنفَعُ وَ لَوْ لَا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ اَنْ اُقَبِّلَکَ مَا قَبَّلْتُکَ. (۱)

ترجمہ: "مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نفع و نقصان پر قادر نہیں، میرا رب تجھے بوسہ دینے کا حکم نہ کرتا تو میں بوسہ نہ دیتا۔"

یہی بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی جب کہ وہاں کچھ نومسلم دیہاتی موجود تھے، وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ اس پتھر میں کوئی اثر ہے بلکہ اس کے چومنے کا مقصد اتباع رسول ہے کہ آپ ﷺ نے بھی چوما تھا، ان کی اقتداء میں چوما اور آپ ﷺ کو رب نے چومنے کو کہا۔ (۲)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اتباع رسول ﷺ میں حکمت کو تلاش نہیں کرنا چاہئے کبھی حکمت سمجھ میں آتی ہے کبھی نہیں بھی جیسے کہ یہاں یہ حکمت سمجھ میں نہیں آتی اصل مقصد اتباع رسول ﷺ ہے۔ (۳)

علماء نے فرمایا ہے کہ حجر اسود کے سوا دوسرے کسی پتھر کو چومنا جائز نہیں ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخاری کتاب الحج (باب تقبيل الحجر الاسود فی الطواف) و صحيح مسلم کتاب الحج (باب استحباب تقبيل الحجر الاسود فی الطواف) و احمد ۲۲۶/۱ والدارمی ۱۸۶٤ و ابن خزیمه ۲۷۱۱ و ابن حبان ۳۸۲۱۔

راوی حدیث حضرت عابس بن ربیعہؒ کے مختصر حالات:

یہ تابعی ہیں جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو کبار التابعین میں شمار کیا ہے (کذا فی تقریب) یہ قبیلہ نخع کے تھے، اس وجہ سے ان کو نخعی کہا جاتا ہے کوفی ہے اور علماء نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (کذا فی تقریب)

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ (۲) دلیل الفالحین ۴۳۰/۱ (۳) دلیل الفالحین (۴) فتاویٰ عالمگیری

(۱۷) بَابٌ فِیْ وُجُوْبِ الْاِنْقِیَادِ لِحُکْمِ اللّٰهِ وَ مَا یَقُوْلُهٗ مَنْ دُعِیَ اِلٰی ذٰلِکَ وَ اُمِرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نُهِیَ عَنْ مُنْکَرٍ

اللہ کے حکم کی اطاعت کے واجب ہونے کے بیان میں اور اطاعت کی طرف بلانے والا، نیز امر بالمعروف، نہی عن المنکر کرنے والا کیا کہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ

اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ٦٥)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مؤمن نہیں ہوں گے۔“

اس آیت کی پوری وضاحت ”باب الامر بالمحافظة على السنة و آدابها“ میں گزر چکی ہے۔

وقَالَ تَعَالٰى: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَادُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (نور: ٥١)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”مؤمنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب خدا اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

تشریح: المؤمنين: سے مراد کامل مؤمن ہے۔ (۱) آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے مسلمانوں کا قول اس وقت جب کہ ان کو کسی معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے لئے بلایا جاتا ہے تو اس پر مسلمان خوشی خوشی اس بات کو سنتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور تہہ دل سے ہم اس کو مانتے بھی ہیں۔

سوال: بلایا تو آپ ﷺ کی طرف جاتا تھا اللہ کی طرف نسبت کیوں کردی گئی؟

جواب: آپ ﷺ کا فیصلہ حقیقتاً اللہ جل شانہ کا ہی حکم سے ہوتا تھا اس لئے نسبت اللہ کی طرف بھی کردی گئی۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری ۳۹۴/۸۔

(۲) معارف القرآن ۴۳۵/۶

مسلمانوں کی صفت ہے ”سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا“

وَفِيْهِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمَذْكُوْرُ فِيْ اَوَّلِ الْبَابِ قَبْلَهٗ، وَغَيْرُهٗ مِنَ الْاَحَادِيْثِ فِيْهِ.

(١٦٨) ﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِلّٰهِ

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ الْاٰیَةَ اشْتَدَّ ذٰلِکَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَکُوْا عَلَی الرُّکَبِ فَقَالُوْا: اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ کُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِیْقُ: الصَّلٰوةَ وَ الْجِهَادَ وَالصِّیَامَ وَالصَّدَقَةَ وَ قَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیْکَ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَلَا نُطِیْقُهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا کَمَا قَالَ اَهْلُ الْکِتَابَیْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا؟ بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ، فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ وَ ذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اِثْرِهَا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ" فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: "لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا کَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا" قَالَ: نَعَمْ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا" قَالَ نَعَمْ "رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ" وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ" قَالَ: نَعَمْ ﴿رَوَاهُ مُسْلِمٌ﴾

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ ''جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے، تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے تو خدا تم سے اس کا حساب لے گا'' نازل ہوئی صحابہ کرام پر یہ آیت شاق گذری وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل گر پڑے، عرض کی یا رسول اللہ ہمیں ان اعمال کے بجالانے کا مکلّف بنایا گیا ہے جن کی ہم استطاعت رکھتے ہیں مثلاً نماز، جہاد، روزہ، صدقہ اور اب تو آپ پر (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوچکی ہے جس کی ہم استطاعت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم اس طرح کا جواب دو کہ جس طرح کا جواب تم سے پہلے یہود و نصاریٰ نے دیا یعنی ''ہم نے سنا اور نافرمانی کی'' بلکہ تمہارا جواب یہ ہو کہ ہم نے سنا اور ہم نے تابعداری کی اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف ہی جانا ہے، جب اس آیت کو لوگوں نے پڑھا اور ان کی زبانیں اس سے نرم ہوگئیں، تو اللہ پاک نے اس کے پیچھے یہ آیت نازل فرمائی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الیٰ آخرہ یعنی

رسول اس کتاب پر جوان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں، اور مؤمن بھی، سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور وہ (خدا سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا، اے پروردگار! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا برے کرے گا اسے ان کا نقصان پہنچے گا، اے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجئے، اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالئے جیسا آپ نے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو اور اے پروردگار ہمارے گناہوں سے درگذر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب کر۔

لغات: ❖ كُلِّفْنَا: كَلَّفَ، تَكْلِيْفًا بمعنی مشکل کام کا حکم دینا۔

❖ نسخها: نسخ، نسخاً فتح سے بمعنی زائل کرنا، باطل کرنا۔

تشریح: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ظاہر کرو دل کی بات یا چھپاؤ اس کو، اللہ تم سے حساب لے گا۔

کیا دل میں چھپی ہوئی باتوں پر بھی مواخذہ ہوگا؟

دل کی چھپی ہوئی چیزوں کا بھی حساب ہوگا۔ اس پر کوئی سوال کرے کہ حدیث میں فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِيْ عَمَّا حَدَّثَتْ اَنْفُسُهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوْا اَوْ يَعْمَلُوْا بِهٖ. (۱)

اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کردیا ہے جو ان کے خیال میں بات آئی ہے جب تک زبان سے نہ کہا یا عمل نہ کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ وساوس اور غیر اختیاری خیالات ہیں جو انسان کے دل میں بغیر قصد اور ارادے کے آجاتے ہیں یہ معاف ہیں۔ مگر قرآن میں جس محاسبہ کا ذکر ہے اس سے وہ ارادے اور نیتیں ہیں جو انسان اپنے قصد واختیار سے اپنے دل میں جماتا ہے، عمل میں لانے کے لئے بھی تدبیریں کرتا ہے مگر پھر کسی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرسکا قیامت کے دن اس کا محاسبہ ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر اللہ معاف کرنا چاہے تو کون پوچھ سکتا ہے۔ (۲)

"اِشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰى" یہ آیت صحابہ رضی اللہ عنہم کو شاق گذری، وہ یہ سمجھے کہ ہر قسم کے خیالات پر محاسبہ ہوگا۔ پھر ان کو بتایا گیا کہ وہ خیالات جو قصداً لائے جاتے ہیں ان پر محاسبہ ہوگا جو خود ہی آتے جاتے ہیں ان پر محاسبہ نہیں ہوگا اس سے صحابہ کو

اطمینان ہوا۔

"لا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا اِلَّا وُسعَھَا" کہ غیر اختیاری وساوس اور خیالات پر اگر مواخذہ ہوتو اس سے آدمی مشقت میں پڑ جاتا ہے، اس کا مواخذہ صرف ان خیالات اور ارادوں پر ہوگا جس کو وہ قصداً لائے اور جو خیالات خود آجاتے ہیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان انهٗ الله سبحانه تعالىٰ لم يكلف الا مايطاق).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) بخاری ومسلم
(۲) معارف القرآن ۱/۶۹۱ ۶۹۰

(۱۸) بَابٌ فِي النَّهيِ عَنِ البِدَعِ وَ مُحدَثَاتِ الاُمُورِ

بدعتوں اور دین میں نئی باتوں کے ایجاد کرنے سے روکنے کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَمَا ذَا بَعدَ الحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ﴾ (یونس: ۳۲)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟"

تشریح: آیت شریفہ کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں پر سوال انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق کے بعد گمراہی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق اور گمراہی کے درمیان کوئی اور چیز نہیں، جو حق نہیں ہوگا وہ گمراہی ہوگی کوئی ایسا کام نہیں ہوسکتا جو نہ حق ہو نہ گمراہی۔ مگر یہ قاعدہ فقہاء کے اجتہادی مسائل میں نہیں چلتا۔ وہاں پر جانب خلاف کو ضلال اور گمراہ نہیں کہہ سکتے۔ (۱)

---

(۱) سورۃ: انعام آیت ۳۸

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿مَا فَرَّطنَا فِي الكِتَابِ مِن شَيءٍ﴾ (انعام: ۳۸)

ترجمہ: ارشاد ربانی ہے: "ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز کے لکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔"

تشریح: "الکتاب" سے یا تو مراد لوح محفوظ ہے اس صورت میں مطلب آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ لوح محفوظ یعنی اللہ جل

شانہ کا علم ہمہ گیر ہے، ظاہر یا پوشیدہ کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں اور کوئی حیوان اور غیر حیوان ایسا نہیں جس کا اندراج لوح محفوظ میں نہ ہو۔

دوسرا یہ کہ الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور من شیء سے مراد دینی امور، اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ قرآن میں تمام دینی امور تفصیلاً یا اجمالاً موجود ہیں۔ (۱)

سوال: اللہ جل شانہ کا علم ازلی اور محیط ہی کافی وشافی ہے تو اللہ نے کیوں لکھوائے؟

جواب: اللہ جل شانہ کا علم کافی ہی تھا مگر لکھنے کے ذریعہ منضبط کر لینا افہام عامہ کے قریب تر ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری ۴/ ۱۳۸ از زاد المسیر ۳/ ۲۶

(۲) معارف القرآن ۳/ ۳۱۵

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ اَیِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

(النساء: ۵۹)

ترجمہ: نیز فرمایا: "اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔" یعنی کتاب وسنت کے حوالہ کرو۔

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾

(انعام: ۱۵۳)

ترجمہ: نیز فرمایا: "اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) خدا کے راستہ سے الگ ہو جاؤ گے۔"

تشریح: "اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا" هٰذا، کا اشارہ دین اسلام کی طرف ہے یا قرآن یا سورت انعام کی طرف۔ پہلی دوسری صورت میں مطلب آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ دین اسلام یا قرآن میں سیدھا راستہ ہے پس اس کی ہی اتباع کرو۔ تیسری صورت میں ترجمہ ھٰذا کا اشارہ سورت انعام کی طرف ہے کیونکہ انعام میں بھی اللہ نے پورے اصول اسلام، توحید، رسالت اور اصول واحکام کو بیان فرمایا ہے کہ اس سورت میں جو مضمون بیان ہوئے ہیں یہی میرا راستہ ہے پس اس کی ہی اتباع کرو۔ (۱)

"وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ" سبل یہ سبیل کی جمع ہے بمعنی راستہ۔

یعنی اللہ تک پہنچنے کا اور اس کی رضاء حاصل کرنے کا اصل راستہ تو ایک ہی ہے مگر لوگوں نے اپنے اپنے خیالات میں

مختلف راستے بنا رکھے ہیں، ان راستوں میں سے کسی پر مت چلو ورنہ حق سے دور ہو جاؤ گے۔ ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں اور خطوط کھینچے اور فرمایا: کہ ان راستوں میں ہر ایک پر ایک شیطان مسلط ہے جو لوگوں کو سیدھے راستے سے ہٹا کر اس کی طرف بلاتا ہے پھر آپ ﷺ نے آیت بالا "اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا" تلاوت فرمائی۔ (۲)

(۱) معارف القرآن ۳/۴۹۱
(۲) تفسیر ابن کثیر بحوالہ دارمی ونسائی ومسند احمد

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ﴾ (آل عمران: ۳۱) (۱)

والأیاتُ فی البابِ کثیرۃٌ مَعْلُوْمَةٌ،

نیز ارشاد فرمایا: "اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔"

(۱) یہ آیت (باب فی الامر بالمحافظة علی السنة و ادابها) میں گذر چکی ہے

بدعت پر وعید

(۱۶۹) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہمارے دین میں ایسی چیز کو ایجاد کیا جو دین میں سے نہیں ہے پس وہ مردود ہے۔"

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے جو شخص ایسا کام کرے جس پر ہمارا فرمان نہیں وہ مردود ہے۔

لغات: ❖ اَحْدَثَ: احدث، احداثًا افعال سے بمعنی ایجاد کرنا، پیدا کرنا۔

❖ رَدّ: ردّہ، ردًّا و مردًّا و مردودًا نصر سے بمعنی قبول نہ کرنا، کوئی چیز پھیر دینا، امر رد طریقہ شریعت کے خلاف کام۔

تشریح: اس حدیث میں بدعت کی وضاحت کی جارہی ہے کہ بدعت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے حدیث بالا میں اس کو ایسا

بیان کیا ہے جو ہرایک سمجھ سکتا ہے۔

ہر چیز بدعت نہیں ہے

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ اَحْدَثَ فِي الدِّيْنِ مَالَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ فَلَيْسَ مِنَ الدِّيْنِ فِيْ شَيْءٍ. (۱)

ترجمہ: ''جس نے دین میں کوئی ایسی چیز نکالی جس کی اجازت اللہ اور اس کے رسول نے نہیں دی تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔''

یعنی ہرنئی بات بدعت نہیں ہے بدعت وہ ہے جو دین میں کوئی بات نکالی جائے، اسی وجہ سے بعض روایات میں ''امرنا'' کی جگہ پر ''دیننا'' کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ (۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ''امرنا ھٰذا'' کی شرح ''وَالْمُرَادُ اَمْرُ الدِّيْن'' کے ساتھ فرمائی ہے۔ (۳)

مطلب یہ ہے ہر بدعت اور ہرنئی چیز یہ مردود نہیں ہے بلکہ مردود وہ ہے جو دین اسلام کے اندر، دین سمجھ کر کیا جائے۔

اسی طرح سے مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''امرنا ھذا'' سے مراد، امر دین ہے۔ (۴)

اس حدیث میں بدعت کے سلسلہ میں نہایت اہم ضابطہ اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے اگر اس ضابطے کو سامنے رکھا جائے تو آدمی بدعت کو جان جائے گا اور اس کا چھوڑنا بھی اس کے لئے آسان ہوگا۔

تخریج حدیث: اخرجه بخاری کتاب الصلح (باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود) ۱/۳۷۱ و مسلم کتاب الاقضية (باب نقض الاحکام الباطلة و رد محدثات الامور ۲/۷۷)، ابو داؤد ۲/۲۷۹، مسند احمد ۶/۷۳ ابن ماجه ۳، ابن حبان ۲۶ والبیهقی ۱۰/۱۱۹ دارقطنی ۴/۲۲۴۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) جامع العلوم والحکم ۴۲

(۲) جامع العلوم والحکم ۴۲

(۳) فتح الباری ۵/۳۲۱

(۴) بذل المجہود ۵/۱۹۵ وکذا فی فتح الملہم ۲/۴۰۷

آپ ﷺ کی خطبہ کے وقت میں حالت

(۱۷۰) ﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَ عَلَا صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ: صَبَّحَكُمْ وَ مَسَّاكُمْ وَ يَقُوْلُ: بُعِثْتُ اَنَا

وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرُنُ بَيْنَ اصْبَعَيْهِ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى وَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ يَقُوْلُ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ، وَ مَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضِيَاعًا فَاِلَيَّ وَ عَلَيَّ"

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيْثُهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ"

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے آپ کی دونوں آنکھیں سرخ ہوجاتیں اور آپ کی آواز بلند ہوجاتی اور آپ سخت غصہ میں آجاتے جیسا کہ آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں کہہ رہے ہوں وہ لشکر تم پر صبح کے وقت آجائے گا، اور شام کو آجائے گا، اور فرماتے کہ میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی مانند بھیجے گئے ہیں اور اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی کو ملاتے اور فرماتے: اما بعد! بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین کام وہ ہیں جو (دین میں) ایجاد کئے گئے ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے، پھر آپ ﷺ فرماتے میں ہر مؤمن سے اس کے نفس سے بھی زیادہ نزدیک ہوں جو شخص مال چھوڑ کر مر جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو شخص قرضہ یا بچے محتاج چھوڑ جائے وہ میری طرف ہیں اور میری ذمہ داری میں ہیں۔''

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پہلے باب میں سنت کی محافظت میں گذر چکی ہے۔(۱)

لغات: ❖ احمرت: احمر، احمراراً بمعنی سرخ ہونا۔

❖ علا: علا، علواً نصر سے بمعنی بلند ہونا۔

❖ جیش: الجیش بمعنی لشکر جمع جیوش۔

تشریح: "اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَ عَلَا صَوْتُهُ" خطبہ کے وقت آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہوجاتیں اور آواز بلند ہوجاتی۔

اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ خطبہ کے لئے مستحب ہے کہ خطیب کی آواز میں بلندی ہو اور اس کا کلام مختصر ہو اور اس خطبہ میں ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ سامعین کو آخرت کا ذوق وشوق پیدا ہوجائے۔

قیامت قریب ہے

"بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" مجھے اور قیامت کو ایسا مبعوث کیا گیا ہے جیسے یہ دو انگلیاں ہیں شہادت کی انگلی اور درمیان انگلی۔

یعنی جس طرح درمیانی انگلی معمولی سی بڑی ہوتی ہے تو اسی طرح میرے کچھ ہی عرصہ کے بعد قیامت آئے گی۔(۲)

اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

قَالَ: بُعِثْتُ فِي نَفْسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هٰذِهِ هٰذِهِ وَ اَشَارَ بِاَصْبَعَيْهِ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى. (۳)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے ابتداء میں بھیجا گیا ہوں میں قیامت سے اتنا آگے ہوں جس قدر بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے آگے ہے یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنی ان دونوں انگلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں

وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

سب سے بہترین راستہ آپ ﷺ کا راستہ ہے سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو دین میں نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک بدعت حسنہ دوسری بدعت سیئہ۔

بدعت حسنہ جو منشاء اسلامی اصول وقواعد کے مطابق ہو اور وہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو مثلاً مدرسے بنانا وغیرہ۔

بدعت سیئہ اس کا عکس ہے یعنی جو منشاء اسلام کے خلاف بھی ہو اور قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہو اسی کے بارے میں اس حدیث میں فرمایا گیا کہ "كل بدعة ضلالة."(۴)

"مَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضِيَاعًا فَاِلَيَّ وَ عَلَيَّ" جو قرض یا بچے چھوڑ کر مرے تو یہ میری ذمہ داری میں ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو حکومت بیت المال سے اس کی پرورش کا انتظام کرے۔(۵)

تخریج حدیث: صحیح مسلم كتاب الجمعة (باب تخيف الصلوٰة والخطبة)، والنسائی ۱۵۷۷، و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابرؓ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) پوری حدیث مع وضاحت کے (باب المحافظة على السنة) حدیث نمبر (۱۵۸) میں گذر چکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) مظاہر حق جدید ۱۰۴/۵ (۳) ترمذی

(۴) مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیں ارشاد الساری ۲۴۴/۳۔ عمدۃ القاری ۳۵۶/۵۔ مدخل ۲۵۷/۲۔ مسلم للنووی ۲۸۷/۲

(۵) نزھۃ المتقین ۱۵۷/۱ (۱۷۲)

---

(۱۹) بَابُ فِيْمَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً اَوْ سَيِّئَةً

اس شخص کا بیان جو اچھا طریقہ ایجاد کرتا ہے یا برا طریقہ ایجاد کرتا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (فرقان: ۲٤)

ارشاد خداوندی ہے: ''اور وہ جو (خدا) سے دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

تشریح: پیچھے سے اللہ کے نیک بندوں کی صفات بیان ہورہی ہیں اس میں سے ایک یہ ہے کہ وہ یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ ہماری اولاد و ازواج کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد بقول حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہ اللہ کی عبادت میں ان کو مشغول دیکھنا، یا ظاہری صحت و عافیت اور خوشحالی کی بھی اولاد و ازواج کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگ صرف اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتے بلکہ اپنے ساتھ دوسروں کی بھی فکر میں رہتے ہیں۔ (۱)

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا حضرت مکحول شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ وہ دعا کرتے ہیں کہ اپنے لئے تقویٰ کا ایسا اعلیٰ مقام حاصل ہوجائے کہ دنیا کے متقی لوگوں کو بھی ہمارے عمل سے فائدہ پہنچے۔ (۲)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس جملہ کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں ایسا بنادیں کہ لوگ دین و عمل میں ہماری اقتداء کریں اور ہمارے علم و عمل سے ان کو نفع پہنچے تاکہ ان کا ثواب بھی ہمیں ملے۔ (۳)

تو اس مطلب سے یہ سوال ختم ہوجاتا ہے کہ اس آیت بالا میں جو دعا ہے وہ مانگنا صحیح نہیں کیونکہ اس میں اپنی بڑائی کی دعا ہے جو ناجائز ہے۔

(۱) تفسیر معارف القرآن ۶/ ۵۰۹ و تفسیر ابن کثیر ۳/ ۳۴۲
(۲) تفسیر قرطبی

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ (انبياء: ۷۳)

ترجمہ: فرمایا: ''اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔''

تشریح: انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ ہورہا ہے، ان انبیاء کی شان میں یہ جملہ ہے کہ ان سب انبیاء کو ہم نے بھلائیوں اور صحیح اعمال میں لوگوں کا مقتداء و پیشوا بنایا ہے جو ہمارے حکم کے مطابق دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت کرتے تھے اور ان سب کو ہمارے دین کا راستہ بناتے تھے۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری ۴/ ۴۸۹ و تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۹۴، زاد المسیر ۵/ ۲۵۵

صدقہ کے لئے آپ ﷺ کا خطبہ

(۱۷۱) ﴿عن ابی عمرو، جریر بن عبداللّٰہ، رضی اللہ عنہ، قَالَ: كُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَجَآءَ هُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِى النِّمَارِ اَوِ الْعَبَآءِ مُتَقَلِّدِى السُّيُوْفِ، عَامَّتُهُمْ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِمَا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَ اَقَامَ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ" اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ: "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا" وَالْاٰيَةُ الْاُخْرٰى الَّتِىْ فِىْ اٰخِرِ الْحَشْرِ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِيْنَارِهٖ مِنْ دِرْهَمِهٖ مِنْ ثَوْبِهٖ مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ حَتّٰى قَالَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهٗ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَ ثِيَابٍ حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مَنْ سَنَّ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَىْءٌ، وَ مَنْ سَنَّ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَىْءٌ" (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قَوْلُهٗ "مُجْتَابِى النِّمَارِ" هُوَ بِالْجِيْمِ وَ بَعْدَ الْاَلِفِ بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ "وَالنِّمَارُ" جَمْعُ نَمِرَةٍ وَهِىَ كِسَآءٌ مِنْ صُوْفٍ مُخَطَّطٌ وَ مَعْنٰى "مُجْتَابِيْهَا" لَابِسِيْهَا قَدْ خَرَقُوْهَا فِىْ رُءُوْسِهِمْ "وَالْجَوَابُ" الْقَطْعُ وَ مِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: "وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" اَىْ نَحَتُوْهُ وَ قَطَعُوْهُ. وَ قَوْلُهٗ "تَمَعَّرَ" هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ: اَىْ تَغَيَّرَ. وَ قَوْلُهٗ "رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَ ضَمِّهَا: اَىْ صُبْرَتَيْنِ. وَقَوْلُهٗ "كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ" هُوَ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَ فَتْحِ الْهَآءِ وَ الْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ قَالَهُ الْقَاضِىْ عِيَاضٌ وَ غَيْرُهٗ وَ صَحَّفَهٗ بَعْضُهُمْ فَقَالَ: "مُدْهُنَةٌ" بِدَالٍ مُهْمَلَةٍ وَ ضَمِّ الْهَآءِ وَ بِالنُّوْنِ وَ كَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِىُّ وَ الصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْمُرَادُ بِهٖ عَلَى الْوَجْهَيْنِ: الصَّفَآءُ وَالْاِسْتِنَارَةُ.

ترجمہ: "حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم شروع دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس کچھ ایسے لوگ آئے جن کے بدن ننگے تھے، دھاری دار اون کے کپڑے یعنی ٹاٹ بدن پر لٹکائے ہوئے تھے، تلواروں کو گردنوں میں لٹکائے ہوئے تھے، ان میں اکثریت مضر قبیلہ سے تھی بلکہ وہ تمام کے تمام مضر قبیلہ سے تھے، آپ ﷺ نے ان کی فاقہ زدہ حالت کو دیکھا تو آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا آپ ﷺ گھر

تشریف لے گئے پھر باہر نکلے، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا، اس نے اذان اور تکبیر کہی، آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا یعنی (اول) اس سے جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے مرد اور عورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلائے اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو۔ ارحام میں قطع مودت سے بچو، کچھ شک نہیں کہ خدا تمھیں دیکھ رہا ہے، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس فکر کرے کہ اس نے کل قیامت کے لئے کیا بھیجا ہے۔ لوگوں نے دینار، درھم، کپڑے، گندم اور کھجوروں کے صاع صدقہ میں دیئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرو، چنانچہ ایک انصاری آدمی اتنی بڑی تھیلی لے آیا کہ اس کا ہاتھ اس کے اٹھانے سے تقریباً عاجز تھا بلکہ عاجز آ ہی گیا پھر لوگ متواتر صدقہ لاتے رہے یہاں تک کہ میں نے غلہ اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا ہے جیسا کہ سونا چمکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا اجر ملے گا اور ان کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل پیرا رہیں لیکن ان کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی، اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے لیکن ان کے گناہ سے کچھ کمی نہ ہوگی۔

''مجتابی النمار'' جیم کے ساتھ اور الف کے بعد باء موحدہ (ایک نقطہ والی باء) اور نِمار نمر کی جمع ہے اون کی دھاری دار چادریں **مجتابیھا** کے معنی ہیں انہیں پہننے والے انہوں نے وہ چادریں یا کھالیں درمیان سے پھاڑ کر سر سے گذار کر پہن رکھی تھیں۔ یعنی اتنی چھوٹی تھیں کہ نہ قمیص بن سکتی تھی نہ لپیٹی جاسکتی تھیں۔ ''اَلْجَوْب'' کے معنی ہیں کاٹنا، ٹکڑے کرنا اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ'' وہ ثمود جنہوں نے وادی میں چٹانوں کو تراشا اور کاٹا ''تمعر'' عین مہملہ کے ساتھ متغیر ہوگیا۔ ''کومین'' کاف پر زبر اور پیش دونوں صحیح ہیں دو ڈھیر ''مذھبة'' ذال معجمہ اور باء اور ہائے ''موحدہ'' پر زبر کے ساتھ، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اسے اس طرح ضبط کیا ہے۔ بعض نے اس میں تبدیلی کی ہے انہوں نے اسے ''مدھنة'' بنایا ہے دال مہملہ اور ہاء پر پیش کے ساتھ۔ حمیدی نے بھی اسی طرح ضبط کیا ہے اور صحیح اور مشہور پہلا ہے، دونوں صورتوں میں مراد چہرہ مبارک کی صفائی اور چمک دمک ہے۔

لغات: ❖ مجتابی: اجتاب، اجتیاباً افتعال سے الصخرۃ چٹان کو تراشا، القمیص پہننا۔

❖ العباء: العباء، بمعنی چوغہ۔

❖ فتعمر: تَمَعَّرَ، تمعراً تفعل سے بمعنی چہرہ کو غصہ سے بدلنا، غریب ہونا۔

❖ کومین: کوم، تکویمًا المتاع تفعیل سے بمعنی سامان کو تہہ بہ تہہ جمانا۔

تشریح: "کُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ" دن کے شروع میں "صدر" بمعنی دن کی ابتداء "فَاَذَّنَ وَ اَقَامَ" مراد ظہر کی نماز ہے۔

"ثُمَّ خَطَبَ" پھر خطبہ دیا، علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی اہم معاملہ ہو تو خطیب کو چاہئے کہ لوگوں کو اس کے بارے میں ترغیب دے جیسے کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا۔(۱)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیتے تھے

"تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِیْنَارِهٖ" صدقہ کرے دینار و درہم وغیرہ۔

صحابہ کو جب ترغیب دی جاتی تو فوراً اس پر وہ آمادہ ہو جاتے اگرچہ ان کے پاس بھی عموماً نہیں ہوتا تھا، اپنی جان پر دوسرے کو ترجیح دیتے تھے، اس کی گواہی قرآن نے دی:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ.(۲)

یاد کرتا ہے زمانہ ان انسانوں کو روک دیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو

جو اسلام میں اچھی عادت جاری کرے اس کو ہمیشہ ثواب ہوتا رہے گا

"مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا" جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کا اپنا اجر اور ان لوگوں کا اجر ملے گا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور پھر آگے فرمایا کہ اس کی پیروی کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ علماء یہ فرماتے ہیں کہ اطاعت کرنے والوں کو جو اجر و ثواب ملے گا وہ ان کے عمل صالح کرنے کی بناء پر ملے گا اور اجر بھلائی کی طرف بلانے والے کو ہوگا وہ اس کی دعوت و تبلیغ کی بناء پر ہوگا اسی طرح گناہ بھی ہوگا ایک تو گناہ کرنے والے کو اور گناہ کی طرف دعوت دینے والے کو بھی گناہ ہوگا۔(۳)

ضروری تنبیہ

یہاں پر سنت جاری کرنے سے محقق علماء کے نزدیک اس حدیث میں حسنۃ کی قید ہے یعنی وہ طریقہ شریعت میں دلالۃً یا اشارۃً موجود ہو اور ادلہ اربعہ میں سے کسی دلیل کے تحت داخل ہو۔ یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کوئی چیز جاری کردی جائے اسی کا نام تو بدعت ہے اور شریعت میں یہ مذموم ہے۔(۴)

اور بعض علماء نے لکھا مراد طریقہ جاری کرنے سے یہ ہے کہ وہ سنت آپ ﷺ یا خلفاء راشدین کی تھی مگر لوگوں سے

اوجھل ہوگئی تو اب اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اس کی تعلیم دینا اس پر خود عمل کرنا یہ مراد ہے۔(۵)

اسی وجہ سے بعض روایات میں من سن فی الاسلام کے بجائے ایما داع دعا إلی هدی کے الفاظ آئے ہیں۔(۶)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ (باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او بکلمة طیبة) و النسائی و ابن ماجه. مسند احمد ۳۵۸/۴۔

راوی حدیث حضرت ابوعمر جریر بن عبداللہؓ کے مختصر حالات:

نام جریر۔ ابوعمر کنیت۔ جریر یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے اس وجہ سے ان کو بجلی کہتے ہیں۔ علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ رمضان ۱۰ھ میں یہ اسلام میں داخل ہوئے حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔

جب یہ اسلام قبول کرنے کے لئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھادی (اصابہ ۲۴۲/۱)

حضرت عثمانؓ نے ان کو ہمدان کا گورنر بھی بنایا۔ حضرت عمرؓ ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے تم جاہلیت میں بھی اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی اچھے سردار ہو۔ (تہذیب التہذیب ۳/۲)

وفات: یمنی تھے پھر کوفہ چلے گئے پھر قرقیبا میں اقامت اختیار کی اور پھر ۵۴ھ میں یہاں ہی انتقال ہوا۔ (اصابہ ۲۴۲/۱)

مرویات: ان سے سو احادیث مروی ہیں آٹھ بخاری و مسلم دونوں میں مشترک ہیں ایک میں امام بخاری اور سات میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۶۱)

---

(۱) روضۃ المتقین ۲۱۹/۱

(۲) سورۃ حشر آیت ۹

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۴) راہ سنت ۱۱۲

(۵) راہ سنت ۱۱۳

(۶) مسلم ۳۴۱/۲ و ابن ماجہ ۱۹

ہر قتل کا گناہ قابیل کو بھی پہنچتا ہے

(۱۷۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ کَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی شخص جو ظلماً قتل ہوجاتا ہے مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) پر اس کے خون کا حصہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو شروع کیا۔''

لغات: ❖ کفل: کفَل، کفِل، کفُل، کفلا و کفولاً نصر، ضرب، سمع، کرم سے بمعنی کسی آدمی کا یا مال کا ضامن ہونا۔

الکفل، حصہ۔

تشریح: جو قتل کیا جاتا ہے

اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِّنْ دَمِھَا مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) پر اس کے خون کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کا واقعہ قرآن کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ ابْنَیْ آدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَاناً فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِھِمَا وَ لَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّکَ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ (۱)

یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کے ضابطہ کی مثال ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو بھی کسی غلط کام کو شروع کرے گا تو اس کو اس کا گناہ بھی اور جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ بھی اس کو ملے گا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ (۲)

اس حدیث میں تنبیہ ہے کہ آدمی کوئی ایسا کام شروع نہ کرے جو خلاف شریعت اور برا کام ہو کہ بعد میں لوگ اس کی اس کام میں تقلید کرتے رہے یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ قیامت تک جو بھی وہ کام کریں گے ان سب کا گناہ اس بدعت ایجاد کرنے والے کو ہوگا۔ جیسے کہ اس سے پہلے روایت میں آیا تھا کہ کوئی اچھی سنت جاری کردے تو اس کا ثواب اس سنت کے جاری کرنے والے کو ہمیشہ ملتا رہتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب یعذّب المیت بیض بکاء اھلہ) وکتاب الاعتصام (باب اثم من دعا الی ضلالۃ) و صحیح مسلم کتاب القیامۃ (باب بیان اثم من سن القتل). احمد ۲/۳۶۲۰، ترمذی، النسائی ۳۹۹۶ و ابن ماجہ و ابن حبان ۵۹۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۹/۳۶۴، مصنف عبدالرزاق ۱۹۷۱۸۔

نوٹ: راوی حدیث کے مختصر حالات حدیث نمبر ۳۶ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ مائدہ: ۲۷

(۲) شرح مسلم للنووی

(۲۰) بَابٌ فِی الدَّلَالَۃِ عَلٰی خَیْرٍ وَالدُّعَآءِ اِلٰی ھُدًی اَوْ ضَلَالَۃٍ

بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا اور ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانا

قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ﴾ (قصص: ۸۷)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہو۔''

تشریح: اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب کی توحید اور معرفت وعبادت کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں۔ (۱)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کے اندر اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ کوئی آپ کی بات سنے یا نہ سنے آپ کے ذمہ دعوت ہے، آپ دعوت دیتے رہے جیسے کہ ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

''سَوَاءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَ اَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ.'' (۲)

ترجمہ: ''بیشک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے۔''

اس آیت میں ازلی کافروں کے بارے میں آپ ﷺ کا وعظ ونصیحت کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر قرار دیئے گئے ہیں۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ''علیهم'' کی قید کفار کے ساتھ لگا کر یہ بتایا کہ کفار کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کو تبلیغ کریں یا نہ کریں۔ آپ کو تبلیغ اور اصلاح کی کوشش کا ثواب ہر حال میں ملے گا وہ مانیں یا نہ مانیں۔

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/۴۱۴

(۲) سورۃ بقرہ: ٦

وَ قَالَ تَعَالٰى: ﴿اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَ الۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ﴾ (النحل: ۱۲۵)

ترجمہ: اور فرمایا: ''(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ۔''

تشریح: ''اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ'' اُدۡعُ کے معنی بلانے کے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کا پہلا فرض منصبی ہوتا تھا پھر ختم نبوت کی وجہ سے پوری امت محمدیہ پر دعوت الی اللہ کو فرض کر دیا گیا۔ (۱)

بالحکمة: حکمت کے لغت میں متعدد معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر علامہ آلوسی نے حکمت کی تفسیر یہ کی ہے:

اِنَّهَا الۡكَلَامُ الصَّوَابُ الۡوَاقِعُ مِنَ النَّفۡسِ اَجۡمَلَ مَوۡقِعٍ. (۲)

ترجمہ: ''یعنی حکمت اس درست کلام کا نام ہے جو انسان کے دل میں اتر جائے۔''

بعض مفسرین نے حکمۃ سے قرآن، بعض نے فقہ اور بعض نے نبوت مراد لی ہے۔ (۳)

اَلۡمَوۡعِظَةُ: وعظ کے لغوی معنی یہ ہیں کہ کسی خیر خواہی کی بات کو اس طرح کہا جائے کہ اس سے مخاطب کا دل قبولیت کے لئے نرم ہو جائے، اس کے ساتھ قبول کرنے کے ثواب وفوائد اور نہ کرنے کے عذاب ومفاسد ذکر کئے جائیں۔ (۴)

اَلۡحَسَنَةُ: نصیحت میں ایسا انداز اختیار کیا جائے جس سے مخاطب کا دل مطمئن ہو جائے۔ مخاطب یہ سمجھے کہ اس ناصح کو مجھ سے کوئی غرض نہیں صرف اس کی خیر خواہی کے لئے کہہ رہے ہیں۔ خیر خواہی اس طرح نہ کی جائے جس سے مخاطب کی

اہانت ہو یا ان کے دل میں خراش پیدا کردے، اس کو ختم کرنے کے لئے "حسنة" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ (۵)

(۱) معارف القرآن ۵/۴۰۷
(۲) روح المعانی
(۳) زادالمسیر ۴/۳۷۰
(۴) روح المعانی
(۵) روح المعانی

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی﴾ (مائدہ: ۲)

ترجمہ: اور فرمایا: "(اور دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔"

تشریح: اَلْبِرّ اور تقویٰ کے اہل لغات نے متعدد معنی بیان کئے ہیں یہاں پر فعل الخیرات یعنی نیک عمل مراد ہے۔

تقویٰ ترک المنکرات کہ ایک دوسرے کا نیک اعمال اور برائیوں کے ترک کروانے میں تعاون کیا جائے۔ (۱) اس کو دوسری روایت میں اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ فرمایا گیا کہ نیکی کا راستہ بتانے والے کو ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسے کہ نیکی کرنے والے کو۔ (۲)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص لوگوں کو ہدایت اور نیکی کی طرف دعوت دے تو جتنے آدمی اس کی دعوت پر نیک عمل کریں گے ان سب کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کم کیا جائے۔ (۳)

بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس میں علامہ ماوروی رحمہ اللہ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کے ذریعہ سے آدمی اللہ کو راضی کرتا ہے اور بر کے ذریعہ لوگوں کو خوش کرتا ہے۔ اللہ اور بندوں کی رضامندی سے ہی انسان کی سعادت اور یہی اللہ کی اس پر نعمت عظمیٰ ہوتی ہے۔

(۱) زادالمسیر ۲/۲۳۵
(۲) تفسیر ابن کثیر ۲/۷
(۳) بخاری

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: اور فرمایا: "اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔"

تشریح: اس آیت شریفہ میں پوری اُمت پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد کیا گیا ہے اور دوسری امتوں پر اس

کی فضیلت کا سبب ہی اس خاص کام کو بتایا گیا ہے۔ اس بات کے ثبوت کے لئے آپ ﷺ کے متعدد ارشادات احادیث نبویہ میں موجود ہیں۔ (۱)

''یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ'' کہ اس جماعت کا وظیفہ حیات ہی یہ ہے کہ لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیتی ہے۔

خیر کی تفسیر خود آپ ﷺ سے ''اَلْخَیْرُ ھُوَ اتِّبَاعُ الْقُرْاٰنِ وَسُنَّتِیْ'' منقول ہے۔ اس سے زیادہ خیر کی جامع تفسیر اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ فرمایا کہ خیر سے مراد قرآن مجید اور میری سنت کا اتباع ہے۔ (۲)

''یَدْعُوْنَ'' صیغہ مضارع ہے مسلسل اور لگاتار کرنا، کہ یہ جماعت مسلسل اور لگاتار اپنے وظیفہ حیات میں لگی رہے۔ اس میں کسی قسم کی سستی نہ آنے دے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امر بالمعروف نہی عن المنکر یہ تو ہر فرد پر ضروری ہے مگر ایک جماعت پر جس کا یہی وظیفہ ہو جیسے کہ دوسری روایت سے ثابت ہے کہ جو برائی دیکھے اسے ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے ورنہ دل میں تو برا جانے، اگر یہ کیفیت نہیں ہے تو ذرہ برابر بھی ایمان نہیں۔ پھر اس دعوت الی الخیر میں بھی دو درجے ہیں۔

❶ غیر مسلموں کو خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت دینا۔ مسلمانوں کا ہر فرد عموماً اور یہ جماعت خصوصاً دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی طرف دعوت دے زبان سے بھی اور عمل سے بھی۔

❷ دوسرا درجہ خود مسلمانوں کو دعوت خیر کی تبلیغ کرے اور فریضہ دعوت الی الخیر کو انجام دے۔ (۳)

صحابہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے عظیم مقصد کو لے کر اٹھے اور قلیل عرصہ میں دنیا پر چھا گئے۔ روم و ایران کی عظیم سلطنتیں روند ڈالیں اور دنیا کو اخلاق و پاکیزگی کا درس دیا۔ (۴)

میرا وقت مجھ سے بچھڑ گیا مرا رنگ وروپ بگڑ گیا ÷ جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں

---

(۱) معارف القرآن ۲/ ۱۳۷
(۲) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۹۸
(۳) معارف القرآن ۲/ ۱۴۱۔۱۴۰
(۴) معارف القرآن ۲/ ۱۴۲

نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے

(۱۷۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی نیکی کی طرف

راہنمائی کرتا ہے اس پر عمل کرنے والے کے برابر اسے ثواب ملتا ہے۔''

لغات: ❖ دَلَّ: دَلَّ، دَلَالَةً و دَلُوْلَةً نصر سے بمعنی راہنمائی کرنا۔

تشریح: ''مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ'' جوکسی نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس پر عمل کرنے والے کے برابر اسے ثواب ملتا ہے۔

شانِ ورود

جس طرح قرآن کی آیات کا شان نزول ہوتا ہے تو اس طرح بعض احادیث کا بھی شان ورود ہوگا کہ خاص موقعہ پر ارشاد فرمایا تو اسی طرح اس حدیث کا بھی شان ورود ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جب سفر کے لئے آپ ﷺ سے سواری مانگی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس تو سواری نہیں ہے، ایک شخص نے کہا میں ایسا آدمی بتاتا ہوں جو اسے سواری مہیا کردے گا اس پر آپ ﷺ نے حدیث بالا ارشاد فرمایا۔ (۱)

اس حدیث میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے زبردست انعام اور عطاء کا بیان ہے کہ آدمی خود اتنا کام نہیں کرسکتا دوسرے کو ترغیب دے کر اس عمل کے لئے آمادہ کردے مثلاً نادار ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مال کثرت سے خرچ نہیں کرسکتا دوسروں کو ترغیب دے کر خرچ کرائے تو یہ ترغیب دینے والا خرچ کرنے والوں کے ساتھ خود بھی ثواب میں شریک ہوجائے گا۔ ایک شخص خود روزہ نہیں رکھ سکتا، حج نہیں کرسکتا، جہاد نہیں کرسکتا غرض یہ کہ کسی بھی نیک کام کے لئے دوسرے کو آمادہ اور ترغیب دے دے تو کرنے والے کی طرح ترغیب دینے والے کو بھی اجر وثواب ملے گا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللّٰہ برکوب وغیرہ) بخاری فی الادب المفرد و ابوداؤد و ترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابی مسعود عقبۃ بن عمرو انصاری البدریؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم شریف

نیکی یا برائی کی دعوت دینے والے کو بھی ثواب یا گناہ ملتا ہے

(۱۷۴) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَ مَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہدایت کی طرف

بلاتا ہے تو اس کو ان لوگوں کے ثواب کے برابر حصہ ملتا ہے جو اس کی اتباع کرتا ہے ان کے ثواب سے بھی کچھ کمی نہیں ہوگی اور جو شخص گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے اس پر ان لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ملتا ہے جو اس پر عمل کرتے ہیں لیکن ان کے گناہوں سے کچھ کمی نہیں ہوگی۔"

لغات: ❖تبعه: تبع تبعا سمع سے بمعنی پیچھے چلنا، پیروی کرنا۔

❖ضلالة: ضل، ضلا لاً وضلالة سمع، ضرب سے بمعنی دین سے پھرنا، حق راستہ سے ہٹنا۔

تشریح: "ھدیٰ" سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ ہے

"قَالَ مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًى" جو ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ ھدیٰ سے مراد آپ ﷺ کی سنت ہے اسی کی وضاحت دوسری روایات میں اس طرح آتا ہے۔

"مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِي." (۱)

ترجمہ: "کہ جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو چکی تھی۔"

اسی طرح ایک اور روایات میں آتا ہے

مَنِ اسْتَنَّ خَيْرًا (۲) کہ جو شخص کسی اچھے راستہ پر چلا۔

تو ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس خیر کی طرف دعوت دے جو آپ ﷺ سے منقول ہو تو یہ شخص کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اسی طرح قرآن میں آتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ اسی طرح کوئی کسی کے گناہ کے آنے کے لئے ذریعہ اور سبب بن جائے تو اس کو اس کے کرنے والے کا بھی گناہ ملے گا جیسے کہ ایک اثر میں آتا ہے۔

"اَلدَّالُ عَلَى الشَّرِّ كَفَاعِلِهٖ" (۳) شر کی طرف دعوت دینے والا کرنے والے کی طرح ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔ "جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا." (الشوریٰ)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی العلم (باب من سنن حسنة او سيئة و من دعا الى هدى اوضلالة) مالک فی موطه ۵۰۷، و مسند احمد ۹۱۷۱، و ابوداؤد و ترمذی.

نوٹ: روای حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) ابن ماجہ ۱۹، ترمذی ۹۲/۲، مشکوٰۃ ۳۰/۱

(۲) ابن ماجہ ۱۹

(۳) روضۃ المتقین ۲۲۱/۱

غزوۂ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرفرازی

(۱۷۵) ﴿وَ عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَھْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ: لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ فَبَاتَ النَّاسُ یَدُوْکُوْنَ لَیْلَتَھُمْ اَیُّھُمْ یُعْطَاھَا. فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّھُمْ یَرْجُوْا اَنْ یُّعْطَاھَا فَقَالَ: اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ؟ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ قَالَ: فَاَرْسِلُوْا اِلَیْہِ" فَاُتِیَ بِہٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ وَ دَعَا لَہٗ فَبَرِیءَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاہُ الرَّایَۃَ. فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُقَاتِلُھُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: اُنْفُذْ عَلٰی رِسْلِکَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِھِمْ ثُمَّ ادْعُھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَ اَخْبِرْھُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْھِمْ مِّنْ حَقِّ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْہِ فَوَ اللّٰہِ لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَکَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

قَوْلُہٗ "یَدُوْکُوْنَ" اَیْ یَخُوْضُوْنَ وَ یَتَحَدَّثُوْنَ. قَوْلُہٗ "رِسْلِکَ" بِکَسْرِ الرَّآءِ وَبِفَتْحِھَا لُغَتَانِ وَ الْکَسْرُ اَفْصَحُ.

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس کو محبوب جانتا ہوگا۔ لوگوں نے رات اس بحث ومباحثہ میں گزاری کہ جھنڈا کس کو دیا جائے گا، صبح ہوئی تو تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، ہر شخص پرامید تھا کہ جھنڈا اس کو دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ عرض کیا گیا کہ اس کی آنکھیں درد کرتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اس کی طرف پیغام بھیجو۔ پس انہیں لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھ میں لعاب مبارک ڈالا اور ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی، وہ ایسے تندرست ہوئے گویا ان کو درد ہی نہ تھا، پس آپ ﷺ نے جھنڈا ان کو دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان کے ساتھ برسرپیکار رہوں گا یہاں تک کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) بن جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے معمول کے مطابق جاؤ اور ان کی زمین پر اترو پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور بتاؤ جو اللہ کے حقوق ان پر لازم ہوتے ہیں، اللہ کی قسم! اگر اللہ تیرے سبب کسی ایک آدمی کو ہدایت بخش دے یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

يَدُوْكُوْنَ: کے معنی ہیں غور وخوص اور بحث کرتے رہے۔ رِسْلِکَ راء کے زیر اور زبر کے ساتھ دونوں لغتیں ہیں زیر کے ساتھ فصیح ہے۔

لغات: ❖ بات: بات، بیتا و بیاتاً و بیتوتة ضرب اور سمع سے بمعنی کسی جگہ شب باشی کرنا، رات گزارنا۔

❖ یدوکون: داک، دوکا و مداکاً، نصر سے بمعنی مضطرب ہونا۔

❖ یشتکی: اشتکی، اشتکاءً، افتعال سے بمعنی بیمار ہونا۔

❖ بَصَقَ: بَصَقَ، بصقاً نصر سے بمعنی تھوکنا۔

تشریح: "یَوْمَ خَیْبَرَ" خیبر کے دن سے مراد "یَوْمٌ مِنْ اَیَامِ خَیْبَرَ" خیبر کے دنوں میں سے ایک دن۔ عرب مختصر کر کے صرف یوم کہہ دیتے ہیں۔ (۱)

غزوۂ خیبر ۷ھ میں ہوا اور خیبر یہودیوں کی بستی کا نام ہے۔

"لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا" یہ جھنڈا میں کل ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ فتح دے گا۔

"رَایَةَ" جھنڈے کو کہتے ہیں یہ عموماً امیر لشکر کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ (۲)

"یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ" اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں "لَا یَرْجِعُ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰهُ لَهٗ" (۳) کے الفاظ آئے ہیں کہ وہ نہیں لوٹے گا یہاں تک کہ اللہ جل شانہ اس کے ہاتھ پر فتح نصیب فرما دیں گے۔

"اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِب" علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ اس سے علماء نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر بھی استدلال کیا ہے کہ ان کے لئے یہ فضیلت ثابت ہوئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ اور اس کا رسول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

"فَبَرَا" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کی تکلیف بالکل ختم ہوگئی۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس کے بعد موت تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس آنکھ میں تکلیف کی شکایت نہیں ہوئی۔ (۴)

"اُنْفُذْ عَلٰی رِسْلِکَ" آرام وسکون کے ساتھ چلو۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے "لَا تَلْتَفِتْ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَیْکَ."

جنگ میں سب سے پہلے دعوت دی جائے گی

"ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَام" پھر ان کو اسلام کی دعوت دو۔

اسلام کا یہ ضابطہ ہے کہ جنگ سے پہلے دعوت دی جائے پھر دعوت کے انکار پر ان کو جزیہ کے لئے آمادہ کیا جائے پھر بھی وہ نہ مانے تو جنگ کی جائے۔

ایک آدمی کا ہدایت یافتہ ہونا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے

"لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَّاحِدًا" ایک آدمی کا ہدایت یافتہ ہونا تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔
عرب میں سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ سرخ اونٹ تصور کئے جاتے تھے اس لئے فرمایا جارہا ہے کہ سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔ یہ مثال دی گئی ہے ورنہ ایک آدمی کے ہدایت یافتہ ہوجانا تمام دنیا اوراس کے اندر کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔
علامہ ابن صمام رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک کافر کا مؤمن ہوجانا ہزار کافر کو قتل کرنے سے بہتر ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابة (باب مناقب علی بن ابی طالب رضی الله تعالی عنه) و کتاب الجهاد (باب فضل من اسلم علیٰ یدیه رجل) و صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة (باب من فضائل علی رضی الله عنه) احمد ۲۲۸۸٤/۸، ابوداؤد و ابن حبان ٦٩٣٢، والطبرانی ۵۸۷۷ والبیهقی ۱۰٦/۹۔

راوی حدیث حضرت ابوالعباس سہل بن سعدؓ کے مختصر حالات:

نام: سہل، ابوالعباس، ابومالک ابویحییٰ کنیت، ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ والد نے ان کا نام حزن رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر سہل رکھ دیا۔ ان کے والد نے غزوہ بدر میں جانے کا عزم کیا مگر جانے سے پہلے انتقال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مجاہدین کی طرح ان کے والد کا بھی حصہ لگایا۔ اکابر صحابہ کے فوت ہوجانے کے بعد ان کی ذات مرجع انام بن گئی، لوگ دور دور سے ان کے حلقہ درس میں آتے تھے۔ حضرت سہلؓ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کے مشہور کنویں بیر بضاعہ سے پانی نکال کر بھی پلایا تھا۔ (مسند احمد ۳۳۷/۵)
وفات: ۹۱ھ میں جب کہ عمر مبارک ۹۶ سال تھی بزم نبوی کی یہ ٹمٹماتی شمع بھی بجھ گئی۔
مرویات: روایات کی تعداد ۱۸۸ ہے ان میں ۲۸ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔ (تہذیب الکمال)

---

(۱) نزھۃ المتقین ۱۶۳/۱ جھنڈے کے رنگ کے بارے میں جوابی تحقیق جواہر الفقہ میں۔
(۲) روضۃ المتقین ۲۲۴/۱ (۳) مسند احمد (۴) بیہقی فی دلائل النبوۃ (۵) مظاہر حق ۱۹/۷ بحوالہ فتح القدیر شرح ھدایہ

جہاد کا ارادہ کر کے بیمار ہونے والے کو بھی اجر ملتا ہے

(۱۷٦) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ فَتًی مِنْ اَسْلَمَ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیه وسلم: اِنِّیْ اُرِیْدُ الْغَزْوَ وَ لَیْسَ مَعِیَ مَا اَتَجَهَّزُ بِهٖ؟ قَالَ: ائْتِ فُلَانًا قَدْ کَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقْرِؤُکَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ: اَعْطِنِیْ الَّذِیْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ فَقَالَ یَا فُلَانَةُ اَعْطِیْهِ الَّذِیْ تَجَهَّزْتُ بِهٖ وَ لَا تَحْبِسِیْ مِنْهُ شَیْئًا، فَوَ اللّٰہِ لَا تَحْبِسِیْنَ مِنْهُ شَیْئًا فَیُبَارَکَ لَنَا فِیْهِ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)
ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اسلم قبیلہ کے ایک نوجوان نے عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد کا ارادہ

رکھتا ہوں اور میرے پاس جہاد کا سامان نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا فلاں شخص کے ہاں جاؤ اس نے جہاد کا سامان تیار کرلیا تھا مگر وہ بیمار ہوگیا، وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو نے جو سامان جہاد کے لئے تیار کررکھا ہے مجھے عنایت کردے، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ جو کچھ سامان تو نے تیار کررکھا ہے اس کو دے دیجئے اور اس سے کچھ بھی نہ روکئے، اللہ کی قسم! اس سے کچھ بھی نہ روکئے اس میں تیرے لئے برکت ہوگی۔"

لغات: ❖ اتَجَهَّزَ: تَجَهَّزَ، تَجَهُّزاً مہیا کرنا، تیار کرنا للسفر سفر کا ضروری سامان مہیا کرنا۔

تشریح: اَنَّ فَتًى مِنْ اَسْلَم: قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے کہا بعض روایات میں اس نوجوان کا نام اسلم بن قصی بن حارثہ آتا ہے۔ (۱)

"قَدْکَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ" اس نے جہاد کا سامان تیار کیا تھا مگر بیمار ہوگیا۔ اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ کسی شخص نے کسی نیکی کی تیاری پوری کرلی مگر اس نیکی کرنے سے پہلے وہ بیمار یا کسی ایسے عذر میں مبتلا ہوگیا جس بناء پر وہ نیکی نہ کرسکا تو اس نے جو تیاری اپنے لئے کررکھی ہے تو وہ کسی دوسرے کو دے دے تو انشاء اللہ اس کو اس عمل پر پورا ثواب ملے گا۔ (۲)

"لَاتَحْبِسِیْ مِنْهُ شَیْئًا" اس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھنا۔ علماء فرماتے ہیں کہ جس چیز کو آدمی نے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی نیت سے رکھا تھا تو اسی میں خرچ کرے کسی اور کام میں اس کو لگاتا ہے تو اب اس میں برکت نہیں ہوتی۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللّٰہ بمرکوب وغیرہ و خلافۃ فی اھلہ بخیر) و مسند احمد ۱۳۱۵۹/۴ و ابوداؤد و ابن حبان ۴۷۳۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک ؓ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) کتاب الانساب بحوالہ دلیل الفالحین ۴۵۱/۱ (۲) دلیل الفالحین ۴۵۱/۱ (۳) روضۃ المتقین ۲۲۶/۱

(۲۱) بَابُ فِی التَّعَاوُنِ عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی
نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی﴾ (المائدۃ: ۳)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔"

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر: ۱-۲)

ترجمہ: اور فرمایا: ''عصر کی قسم کہ انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَلَامًا مَعْنَاهُ: "اِنَّ النَّاسَ اَوْ اَكْثَرَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ."

ترجمہ: ''امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ اس سورت کے معانی میں غور وفکر کرنے سے غافل ہیں۔''

تشریح: ''عصر'' سے مراد حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک زوال سے غروب تک کا وقت ہے۔(۱) علامہ قتادہ رحمہ اللہ کے نزدیک دن کی آخری گھڑی، مقاتل رحمہ اللہ کے نزدیک نماز عصر، عام مفسرین کے نزدیک زمانہ مراد ہے کہ انسان کے تمام حالات اس کے نشو ونما اس کی حرکات وسکنات سب زمانے میں ہی ہیں۔

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ" ''خسر'' کا معنی ہے اصل پونجی ضائع ہوجانا، کہ اگر آدمی اپنی زندگی کو آخرت کے اعمال میں نہیں لگاتا تو اس کی اصل پونجی جو عمر ہے وہ ضائع ہوجاتی ہے۔ اس خسران سے بچنے کا راستہ ایک ہے کہ آدمی میں چار صفات ہوں۔

(۱) ایمان لانا (۲) اعمال صالحہ کرنا (۳) دوسرے کو بھی اس کی وصیت کرنا (۴) ہر تکلیف پر صبر کی تاکید کرنا۔

"تَوَاصِيْ بِالْحَقِّ" تواصی وصیت سے ہے ''وصیت'' کہتے ہیں کہ کسی کو تاکید اور موثر انداز میں نصیحت کرنا، اسی وجہ سے مرنے والا مرتے وقت جو کچھ کہتا ہے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں۔ پہلے دو جز کا تعلق اپنی ذات سے ہے اور آخر کے دو جز کا تعلق عام مسلمانوں کی ہدایت واصلاح سے ہے۔

"تَوَاصِيْ بِالصَّبْرِ" ''صبر'' کے معنی ہوتے ہیں اپنے نفس کو روکنا، تو تمام اعمال صالحہ کی خود بھی پابندی کرنا اور گناہوں سے بچنا بھی ہے یعنی جس کو آپ نے امر بالمعروف کہا اس نے اس پر جو تکلیف دی اس کو برداشت کرنا۔(۲) مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سورت میں مسلمانوں کو بڑی ہدایت یہ دی کہ آدمی کا اپنے عمل کو قرآن وسنت کے تابع کرلینا جتنا ضروری اور اہم ہے اتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عمل صالحہ کی طرف دعوت دینے کی کوشش کرے ''ورنہ صرف عمل نجات کے لئے کافی نہ ہوگا'' اسی لئے قرآن وحدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی قدرت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے۔(۳)

اس سورت کی اہمیت امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے ظاہر ہے جو متن میں مذکور ہے، اسی طرح سے ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔ صحابہ میں سے دو صحابی ایسے تھے جب وہ آپس میں ملتے تو اس وقت تک جدا نہیں ہوتے جب تک ایک دوسرے کو سورت عصر نہ سنا دیتے۔(۴)

---

(۱) تفسیر مظہری ۱۲/۵۲۳، تفسیر ابن کثیر ۴/۵۸۵ (۲) تفسیر ابن کثیر ۴/۵۸۵، زاد المسیر ۸/۳۰۳ (۳) معارف القرآن ۸/۸۱۴
(۴) تفسیر معارف القرآن

غازی کے مددگار کو بھی ثواب ملتا ہے

(۱۷۷) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: "مَنْ جَھَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَدْ غَزَا وَ مَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ اَھْلِہٖ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا"﴾

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ''حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیتا ہے وہ بھی غازی ہے اور جو شخص کسی غازی کا اس کے اہل و عیال میں بہتر خلیفہ بنتا ہے وہ بھی غازی ہے۔''

تشریح: "مَنْ جَھَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" ایک دوسری روایت میں ''مَنْ جَھَّزَ غَازِیًا حَتّٰی یَقْتَتِلَ کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ حَتّٰی یَمُوْتَ اَوْ یَرْجِعَ''(۱) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

اس حدیث میں جہاد کے عمل کو زیادہ سے زیادہ موثر بنانے کی ترتیب بتائی جارہی ہے اور اجر و ثواب میں سب کو شامل کیا جارہا ہے کہ معاشرے میں بہت سے ایسے جوان ہیں جن کے پاس وسائل نہیں اور بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے پاس وسائل ہیں مگر وہ عذر کی بناء پر جانہیں سکتے تو اس حدیث شریف میں یہ ترتیب بتائی گئی کہ جن کے پاس وسائل ہیں وہ خود جانہیں سکتے تو وہ ان لوگوں کی مدد کریں جو جاسکتے ہیں اگر وسائل سے محرومی ہے تو اس صورت میں سب کو ثواب مل جائے گا۔(۲)

اسی طرح جوان غازیوں کے اہل و عیال کی مدد کرتا رہے اور ان کی ضروریات کو پوری کرتا رہے تو یہ بھی ثواب سے محروم نہیں رہے گا۔(۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی الجهاد (باب من جهز غازیاً او خلفه) و مسلم فی الامارة (باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللّٰه وغیره وخلافة فی اهله بخیر) ومسند احمد ۱۷۰۵۵/۶ و ترمذی والنسائی و ابن حبان و طبرانی ۵۲۲۵ و البیهقی ۲۸/۹۔

راوی حدیث حضرت زید بن خالدؓ کے حالات:

نام زید، ابوعبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام خالد، قبیلہ جہینہ کی وجہ سے جہنی کہلاتے ہیں۔
حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ یہ مدینے میں ہی آکر آباد ہوگئے (اسد الغابہ ۱۹۴/۲)
فتح مکہ کے دن ان کے قبیلہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا (اصابہ ۲۶/۳)

وفات: سن وفات میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ہی ۷۸ھ میں انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت عمر شریف ۸۵ سال تھی (طبقات ابن سعد ۶۶/۴، تہذیب التہذیب)

مرویات: ان سے اکیاسی (۸۱) روایات منقول ہیں۔ ان میں سے پانچ پر بخاری اور مسلم دونوں کا اتفاق ہے باقی مسلم شریف میں سے تین ایسی بھی ہیں جو بخاری شریف میں نہیں ہیں۔ (تہذیب الکمال)

(۱) رواہ ابن حبان و ابن ماجہ (۲) نزھۃ المتقین ۱/۱٦۵ (۳) نزھۃ المتقین ۱/۱٦۵ و روضۃ المتقین ۱/۲۲۷

دو آدمیوں میں ایک اللہ کے راستہ میں جائے

(۱۷۸) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ڹالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ مِنْ ھُذَیْلٍ فَقَالَ: "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا وَ الْاَجْرُ بَیْنَھُمَا"﴾ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہذیل کے بنولحیان قبیلہ کی طرف ایک لشکر بھیجا اور فرمایا کہ ہر دو آدمیوں سے ایک جہاد میں جائے ثواب میں دونوں شریک ہوں گے۔''

تشریح: "بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ مِنْ ھُذَیْل" بنولحیان یہ قبیلہ ہذیل کا خاندان تھا اور ھذیل عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے، جس وقت میں آپ ﷺ نے ان کے پاس لشکر بھیجا اس وقت باتفاق یہ لوگ کافر تھے۔ (۱)

فَقَالَ: "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ" ہر دو آدمیوں میں سے ایک ضرور جائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے "بعث إلی بنی لحیان لیخرج من کُلِّ رجلین رجل." (۲)

کہ جو لوگ جہاد میں جائیں تو ان کو تو جہاد کا ثواب ملے گا ہی لیکن جو لوگ اپنے گھروں پر رہ کر ان مجاہدین کے گھربار کی نگرانی اور ان کے اہل و عیال کی پرورش و دیکھ بھال کریں گے تو ان کو بھی مجاہدین جیسا ثواب ملے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الامارۃ (باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ و خلافۃ فی اھلہ بخیر) و ابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدریؓ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۲۲۸، نزھۃ المتقین ۱/۱٦۵ (۲) مسلم شریف (۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ

کیا بچہ حج کرسکتا ہے؟

(۱۷۹) ﴿وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَقِیَ رَکْبًا بِالرَّوْحَآءِ فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا: اَلْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالُوْا: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ فَرَفَعَتْ اِلَیْہِ امْرَاَۃٌ صَبِیًّا فَقَالَتْ: اَلِھٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَکِ اَجْرٌ"﴾ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ روحا (مقام) میں رسول اللہ ﷺ کو ایک قافلہ ملا، آپ ﷺ نے پوچھا کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا مسلمان ہیں۔ انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، پھر ایک عورت نے آپ کی طرف بچہ اٹھاتے ہوئے کہا کیا اس کا حج ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں اور تجھے اس کا ثواب ملے گا۔''

تشریح: ''فَرَفَعَتْ اِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا'' ایک عورت نے بچہ اٹھایا۔

علماء کا اتفاق ہے کہ بچہ اگر حج کرے تو اس کا حج ہوجاتا ہے۔ اگر وہ محظورات احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے تو دم یا فدیہ نہ بچہ پر واجب ہوتا ہے اور نہ اس کے ولی پر۔ اگر بچہ ممیز ہے تو وہ ارکان حج خود ادا کرے گا اور اگر غیر ممیز ہے تو اس کا ولی اس کی طرف سے نیت اور اس کے افعال کی نیابت کرے گا اور احرام کی ابتداء میں اس کے سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام پہنائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ کا تسامح

علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں [1] کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بچہ کا حج درست نہیں ہے بچہ کا حج تو صرف ایک مشق ہے اس قول کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بالکل صحیح نہیں۔ [2]

بچہ کے حج کا ثواب اس کے ولی کو ہوگا

بچہ نے حج کیا تو اب اس کا ثواب اس کے ولی کو ہوگا۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ بالغ ہونے کے بعد اگر صاحب نصاب ہے تو اب اس بچہ کو دوبارہ حج کرنا ہوگا۔ صرف داؤد ظاہریؒ کے نزدیک بچپن والا حج کافی ہوجاتا ہے۔ [3]

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الحج (باب صحة حج الصبی و اجر من حج به)، و امام مالک فی موطاه و احمد ۱۸۹۸/۱ والنسائی و ابن حبان ۳۷۹۸ والحمیدی ۵۰۴ ابوداؤد، ابن خزیمه ۳۰۴۹، والبیهقی ۹۵۵/۵ والطحاوی ۲۵۶/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی ۴۳۲/۱ باب صحة حج الصبی و اجر من حج به۔ (۲) معارف السنن ۵۴۶/۶

(۳) عمدۃ القاری ۲۱۶/۱۰ باب حجۃ الصبیان، معارف السنن ۵۴۶/۶

ملازم کو بھی پورا ثواب ملتا ہے

(۱۸۰) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ:

"اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِیْنُ الَّذِیْ یُنَفِّذُ مَا اُمِرَبِہٖ فَیُعْطِیْہِ کَامِلًا مُوَفَّرًا طَیِّبَۃً بِہٖ نَفْسُہٗ فَیَدْفَعُہٗ اِلَی الَّذِیْ اُمِرَ لَہٗ بِہٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِیْنَ" (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَلَّذِیْ یُعْطِیْ مَا اُمِرَبِہٖ، وَ ضَبَطُوْا: اَلْمُتَصَدِّقَیْنِ بِفَتْحِ الْقَافِ مَعَ کَسْرِ النُّوْنِ عَلَی التَّثْنِیَۃِ وَ عَکْسُہٗ عَلَی الْجَمْعِ وَ کِلَاھُمَا صَحِیْحٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان امانت دار خزانچی جو اس چیز کو نافذ کرتا ہے جس کا وہ حکم دیا جاتا ہے اور دل کی خوشی سے اس شخص کو پوری مقدار عطا کرتا ہے جس کو دینے کے لئے اسے کہا گیا ہے اس کو صدقہ کرنے والوں کی (فہرست) میں لکھا جاتا ہے۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ دے وہ چیز جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ اور "متصدقین" کو محدثین نے قاف کے زبر اور نون کے زیر کے ساتھ تثنیہ بھی ضبط کیا ہے اور اس کے برعکس جمع بھی اور دونوں صحیح ہیں۔

لغات: ❖ الخازن: خزن، خزناً المال نصر سے بمعنی مال جمع کرنا۔ الخازن، فاعل، خزانچی۔

❖ ینفذ: نفذ، نفوذاً و نفاذاً الامر والقول نصر سے بمعنی حکم یا قول پورا کرنا۔

تشریح:

حصول ثواب کے لئے چار شرطیں ہیں

"اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِیْنُ" مسلمان امانت دار خزانچی اگر کسی کو کچھ دے تو اس کو بھی ثواب ملتا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ چار شرطیں لگائی گئی ہیں۔

1. اِذْنٌ: مالک کی اجازت کے ساتھ ہو۔
2. فَیُعْطِیْہِ کَامِلًا: جتنی چیز کے دینے کو مالک نے کہا ہے اس میں کمی نہ کرے۔
3. طیبة به نفسه: خوش دلی کے ساتھ دے۔
4. فَیَدْفَعُہٗ اِلَی الَّذِیْ اُمِرَ لَہٗ: جس کو مالک نے دینے کو کہا ہو اسی کو دے کسی دوسرے فقیر و مسکین کو نہ دے۔(۱)

صیغہ متصدقین یا متصدقون؟

"اَحَدُ الْمُتَصَدِّقَیْنِ" تثنیہ کا صیغہ ہے۔ وہ خزانچی بھی دو صدقہ کرنے والوں میں ایک شمار ہوگا۔ یعنی ایک صدقہ کرنے والا مالک ہے دوسرا وہ ملازم جس کے ذریعہ صدقہ اپنی منزل مقصود تک پہنچا۔

دوسری روایت میں متصدقون جمع کا صیغہ ہے۔ تو اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ ملازم بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔(۲)

تخریج حدیث: اخرجه بخاری کتاب الزکاة (باب اجر الخادم) و صحیح مسلم کتاب الزکاة (باب اجر

الخازن الأمين والمرأة اذا تصدّقت) والنسائي و ابن حبان ۳۳۵۹، والبیهقی ۱۹۲/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حالات حدیث نمبر(۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۲) مرقاۃ، ومظاہر حق جدید۲/۲۸۸

(۲۲) بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

خیرخواہی کے بیان میں

قَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (حجرات: ۱۰)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

تشریح: مؤمن آپس میں بھائی ہیں کہ اصل چیز جو مسلمانوں میں مشترک ہے وہ ایمان ہے اس لئے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔[۱]

اور چونکہ اصل کی پیدائش گاہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک ہے اس اعتبار سے بھی لیا جائے تو آپ ﷺ تمام مؤمنوں کے باپ اور ازواج مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں تو اس اعتبار سے بھی تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسی طرح ایک روایت میں فرمایا کہ:

''اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ وَ اِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهُ اِشْتَكٰى كُلُّهُ.[۲]

ترجمہ: ''سارے مؤمن ایک آدمی کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ میں کوئی تکلیف ہو تو اس کے تمام اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو بھی اس کے سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہے۔''

اسی کو شیخ سعدی رحمہ اللہ نے اپنے ان اشعار میں کیا خوب کہا ہے ؎

بنی آدم اعضائے یکدیگرند — چو عضوے بدرد آورد روزگار
کہ در آفرینش زیک گوہر اند — دیگر عضوھا را نماند قرار

اسی طرح سے ایک لمبی حدیث کے آخر میں فرمایا ''وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا''[۳] آپس میں اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔

(۱) تفسیر ابن کثیر۴/۲۲۶ (۲) مشکوۃ (۳) بخاری ومسلم

وَ قَالَ تَعَالٰى: ﴿اِخْبَارًا عَنْ نُوحٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ "وَ اَنْصَحُ لَكُمْ﴾ (اعراف: ٦٢)

ترجمہ: اور فرمایا: ''نوح علیہ السلام کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے'' ''اور میں تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں۔''

تشریح: "اَنْصَحُ لَكُمْ" نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت دی اور اللہ جل شانہ کی عبادت کی طرف بلایا اس پر ان کی قوم کے سرداروں نے کہا "اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ" اے نوح (معاذ اللہ) آپ تو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کے دین سے آپ ہم کو ہٹانا چاہتے ہیں۔ ان سب باتوں کے جواب میں نوح علیہ السلام نے ان پر غصہ یا ناراض ہونے کے بجائے نہایت ہی شفقت کے لہجہ میں فرمایا میں تم کو نصیحت کرتا ہوں (اور میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مبلغین کو ایک اہم تعلیم اور ہدایت ہے کہ دعوت دینے میں جب کوئی اعتراض کرے تو غضبناک ہونے کے بجائے مشفقانہ اور ہمدردانہ لہجہ اختیار کرے جیسے کہ نوح علیہ السلام نے کیا۔ (۱)

"اَنْصَحُ نَصَحَ" کا معنی یہ ہے کہ کسی کی خیرخواہی خواہ فعلی ہو یا قولی ہو کرنا۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انصح کے معنی ہوتے ہیں وہ بہتری اور خیرخواہی جو آدمی اپنے لئے پسند کرتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی پسند کرتا ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر معارف القرآن (۲) معالم التنزیل

وَعَنْ هُوْدٍ عَلَيْهِ السَّلَام ﴿وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ﴾ (الاعراف: ٦٨)

ترجمہ: اور ھود علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ''اور میں تمہارا امانت دار اور خیرخواہ ہوں۔''

تشریح: آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے جب بھی اللہ نے نبی کو بھیجا ان کی قوم نے ان کو قولی اور فعلی تکلیف پہنچائی اور طرح طرح کے اعتراضات کئے مگر نبی ان سب حالات میں بھی اپنی قوم سے محبت کرتے اور یہ جملہ ارشاد فرماتے کہ "وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ" کہ میں تمہارا امانت دار اور خیرخواہ ہوں۔

"نَاصِحٌ" صیغہ اسم فاعل ہے کہ میں تمہارے اندر آج تک تمہارا خیرخواہ رہا ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کبھی بھی اپنی قوم سے انتقامی جذبہ نہیں رکھتے، نہایت حلم سے کام لیتے ہیں۔ انبیاء اپنی امتوں کے انتہائی درجہ خیرخواہ اور ہمدرد ہوتے ہیں۔ کتنے عجیب انداز کے ذریعہ دلوں کو کھینچنے والے جملے ارشاد فرمائے ہیں کہ "وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ" کہ میں تو تمہارا ہمدرد ہوں۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری

دین خیرخواہی کا نام ہے

وَاَمَّا الاَحَادِیثُ فَالاَوَّلُ:

(۱۸۱) ﴿عَنْ اَبِی رُقَیَّةَ تَمِیمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: "لِلّٰهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لَائِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ عَامَّتِهِمْ"﴾

(رِوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا: دین خیرخواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا کس کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول، اس کی کتاب اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی کی جائے۔''

تشریح:

"النصیحہ" کا ترجمہ

"اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" دین خیرخواہی کا نام ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ ابن دقیق العید سے نقل کیا ہے کہ "النصیحةُ" کا ترجمہ ادا کرنے کے لئے تمام عرب میں بھی خود کوئی لفظ نہیں ہے یہی بات علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ (۱)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث تمام دین کا خلاصہ ہے کیونکہ "نصیحة" کے عموماً معنی ہوتے ہیں اخلاص، اور جس عمل میں اخلاص نہ ہو تو اس عمل کی اللہ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں۔ (۲)

اردو میں اس کا ترجمہ خیرخواہی کے ساتھ کیا جاتا ہے، تو تمام خیرخواہی اس میں داخل ہے مثلاً کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دے، بیماروں کی عیادت کرے، کمزوروں کی مدد کرے، چھوٹوں پر شفقت کرے، غریبوں کی مدد کرے، غیبت اور چغلی کسی کی نہ کرے نہ سنے، کسی کی عیب جوئی نہ کرے وغیرہ۔ (۳)

اللہ کے ساتھ خیرخواہی کا مطلب

"لِلّٰهِ" اللہ کے لئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات پر ایمان رکھا جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، اس کی عبادت اخلاص کے ساتھ کی جائے، تمام اوامر کو مانا جائے اور تمام نواہی سے اجتناب کیا جائے۔

کتاب کے ساتھ خیرخواہی کا مطلب

"لِكِتَابِهٖ" کتاب کے لئے۔ کتاب سے خیرخواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس پر یقین رکھے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا، اس کی تلاوت، تجوید اور معنی کے غور کرنے کے ساتھ کی جائے۔

رسول کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب

"وَ لِرَسُوْلِهٖ" رسول کے لئے۔ رسول کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ رسول کی نبوت کو دل سے مانے، ان کے حکم کی اطاعت کرے اور ان کی سنتوں کی محبت بھی اپنی جان، اولاد، والدین سے زیادہ کرے اور اس پر عمل بھی کرے۔ (۴)

حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب

"وَ لِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ" مسلمانوں کے حکمران کے لئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو خلیفہ شریعت کے مطابق ہو تو اس کی اطاعت کرے اس کے خلاف بغاوت نہ کرے۔ اور اگر وہ سیدھے راستے سے اعراض کریں تو ان کو حکمت کے ساتھ سمجھائے۔

عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب

"وَعَامَّتِهِمْ" عام مسلمانوں کے لئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کی بھی دینی و دنیاوی اصلاح کا خیال رہے۔ ان کو اچھی باتوں کی تبلیغ کرے، حسد اور برے کاموں سے روکے، غرض یہ کہ ہر مسلمان کے دنیا و آخرت کے نفع کے لئے فکر مند رہے اس کو کسی قسم کے نقصان ہونے سے بچائے۔ (۵)

یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے

علامہ قطب الدین دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔ اس میں تمام بھلائیاں وسعادتیں خواہ دنیا کی ہوں یا آخرت کی سب کو ہی جمع کر دیا گیا ہے۔ (۶)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان ان الدين النصيحة) و احمد ۳۲۸۱/۱ و ابو داؤد والنسائی.

راوی حدیث حضرت تمیم اوس الداریؓ کے حالات:

نام: تمیم، ابورقیہ کنیت، داری: نسبت، شام کے رہنے والے ہیں۔ قبیلہ تمیم سے نسبی تعلق تھا، اسلام سے پہلے عیسائی مذہب سے تعلق تھا۔ ۹ھ میں اپنے بھائی نعیم کے ساتھ مسلمان ہوئے (اصابہ)

عہد نبوی اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں مدینہ ہی میں رہے مگر جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتنہ شروع ہوا تو بادل نخواستہ اپنے وطن شام واپس چلے گئے (طبقات ابن سعد ۱۱۳/۲)

انہی صحابی نے مسجد نبوی میں چراغ جلایا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا (اسد الغابہ ۱۴۵/۵ و ابن ماجہ ۵۶)

خوش پوش، خوش وضع اور خوب صورت آدمی تھے۔ (اسد الغابہ ۲۱۵/۱)

وفات: آخر عمر تک زاہدانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی (تہذیب ۵۱۲/۱) ۴۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور بیت حبرون میں مدفون ہوئے (تہذیب التہذیب ۵۱۳۔ سمعانی ۲۱۹/۱)

مرویات: ان سے ۱۸ روایات مروی ہیں۔ ان میں سے ایک مسلم شریف میں ہے اور باقی سنن میں ہیں بخاری میں ان سے کوئی روایت نہیں ہے۔

(۱) فتح الباری ۱/۱۳۸ (۲) شرح مسلم للنووی (۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۹/۲۲۴
(۵) مرقاۃ و التعلیق الصبیح (۶) مظاہر حق جدید ۴/۵۴۲

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت

(۱۸۲) ﴿اَلثَّانِیْ: عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: "بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: "حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز ادا کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے کی بیعت کی۔"

تشریح: حدیث کے مختلف طرق

"بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ" بیعت کی رسول اللہ ﷺ سے نماز کے ادا کرنے پر اور زکوٰۃ کے ادا کرنے پر۔

ایک دوسری روایت میں "بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ" (۱) کے الفاظ آئے ہیں۔

مسلم شریف میں اسی روایت میں "فِیْمَا اسْتَطَعْتُ وَالنُّصْحَ لِکُلِّ مُسْلِمٍ" (۲) کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی جتنی طاقت ہے اتنی طاقت تو ان اعمال میں استعمال کرے اور اگر آدمی مجبور ہوگیا تو وہ قابل معافی ہے۔

محدثین نے فرمایا کہ تمام عبادات دو قسم کی ہیں: ① بدنی ② مالی۔

بدنی میں سے اہم عبادت نماز کو اور مالی میں سے اہم عبادت زکوٰۃ کو بیان کر کے تمام ہی دین کو جمع کر دیا۔

سوال: اس روایت میں روزہ اور حج کا ذکر نہیں ہے۔

جواب: اس وقت تک روزہ اور حج فرض نہیں ہوئے تھے۔

تمام مسلمانوں سے خیر خواہی کرنا

وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا۔ کہ ہر مسلمان کی بھلائی چاہنا کسی کو بھی نقصان نہ پہنچانا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہی حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑا خریدنے گئے۔ گھوڑے والے نے گھوڑے کی قیمت تین سو درہم بتائی، انہوں نے کہا کہ تین سو کم ہیں چار سو لوگے؟ اس نے کہا کہ جیسے آپ پسند فرمائیں پھر فرمایا کہ پانچ

سولوگے؟ چھ سولوگے یہاں تک کہ اس کو آٹھ سو درہم دے دیئے۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ تین سو درہم کا جب وہ دے رہا تھا تو آپ نے اتنی زیادہ رقم کیوں دی؟ فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ ہر مسلمان سے خیر خواہی کروں گا، اسی خیر خواہی کے پیش نظر میں نے اس کو اس کی صحیح قیمت ادا کی۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب الایمان (باب قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الدین النصیحة للّٰہ و لرسوله ولائمة المسلمین و عامتهم) و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان ان الدین النصیحة) احمد ۱۹۲۴۸/۷، الحمیدی ۷۹۵، و ترمذی و ابن حبان ۴۵۴۵، والطبرانی و البیهقی ۱۴۵/۸ و النسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۷۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری شریف (۲) مسلم شریف (۳) شرح مسلم للنووی، مظاہر حق جدید ۵۴۳/۴

جو چیز اپنے لئے پسند ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرو

(۱۸۳) ﴿اَلثَّالِثُ: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِهٖ"﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی انسان اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو محبوب نہ جانے جس کو اپنے نفس کے لئے محبوب جانتا ہے۔"

تشریح: دوسری حدیث سے اس حدیث کی وضاحت

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ" نسائی کی روایت میں اس روایت کی وضاحت اس طرح آئی ہے "وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ مِنَ الْخَیْرِ" (۱) کہ خیر کی چیزوں میں سے جو محبوب ہے اپنے لئے، اس کو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے اس میں دنیا اور آخرت دونوں کی خیر اور بھلائی داخل ہے۔ (۲)

دنیا کی بھلائی سے مراد

دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ عزت و آبرو اور نیک نام اور خوش حالی کی زندگی نصیب ہو، مال و دولت اور اسباب و راحت حاصل ہو، نیک صالح بیوی اور فرمانبردار اولاد کی نعمت ملے۔

آخرت کی بھلائی سے مراد

آخرت کی بھلائی یہ ہے کہ نیک اعمال کی توفیق ملے، خاتمہ بالخیر ہو، قبر کی سختیوں اور قیامت کے دن کی باز پرسی اور دوزخ کے عذاب سے نجات اور جنت فردوس اور اللہ جل شانہ کا دیدار نصیب ہوجائے۔ تو یہ سب دنیا اور آخرت کی بھلائی جو آدمی اپنے لئے چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ یہی بھلائی اپنے تمام مسلمان بھائیوں کے لئے بھی چاہے، اسی سے اس کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ (۳)

علامہ کرمانی رحمہ اللہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں جس طرح جو چیز اپنے لئے پسند ہوتو وہی چیز اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کروتو اسی طرح ایمان میں سے یہ بات بھی ہوگی کہ جن چیزوں سے آدمی خود بغض اور نفرت کرتا ہے ان چیزوں کو اپنے بھائی کے لئے بھی مبغوض سمجھے۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان (باب من الايمان ان يحب لاخيه) و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب الدليل علىٰ ان من خصال الايمان ان يحب لاخيه ما يحب لنفسهٖ من الخير) و احمد ١٢٨٠١/٤ والترمذى، والنسائى و ابن ماجه والدارمى ٣٠٧/٢ و ابن حبان ٢٣٤ وغيرهم.

نوٹ: حضرت انسؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نسائی شریف

(۲) روضۃ المتقین ۲۳۳/۱

(۳) مرقاۃ ومظاہر حق جدید ۵۴۰/۴

(۴) کرمانی بحوالہ روضۃ المتقین ۲۳۳/۱

(٢٣) بَابٌ فِي الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٠٤)

ترجمہ: ”ارشاد خداوندی ہے: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

تشریح: ”وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ“: آدھی آیت پہلے ”باب فی الدلالة علی خیر والدعاء الی ھدی

او ضلالۃ" میں گذر چکی ہے مگر اب پوری آیت علامہ نووی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اس لئے اب مختصر تفسیر دوبارہ بیان کی جاتی ہے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾

اس آیت کا مفہوم سورۃ العصر میں بھی بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی ذمہ داری ہر مسلمان پر ڈالی گئی ہے، اسی طرح ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

﴿وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ﴾ (۱)

ترجمہ: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کے ساتھ تم سب پر بھی اپنا عذاب بھیج دیں گے، اس وقت تم خدا تعالیٰ سے دعا مانگو گے تو قبول نہیں ہوگی۔"

تو یہ بات نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ اس امت مرحومہ کے ہر فرد پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر لازم ہے۔ (۲)
ایک جماعت تو مسلسل شب وروز اسی میں مشغول رہے۔

ہیں آج بہاروں پر نازاں نفرت ہے انہیں ویرانوں سے پھر ہوں گے بیاباں یہ اک دن یہ راز گلستاں بھول گئے

یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ: اس میں تمام وہ بھلائیاں داخل ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے اور ہر نبی نے ہر زمانے میں ترویج کی کوشش کی کیونکہ یہ امور خیر جانے پہچانے ہوتے ہیں اس لئے اس کو معروف کہتے ہیں۔

﴿يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: منکر وہ امور ہیں جن کا ناجائز ہونا معلوم ومعروف ہے۔

سوال: آیت میں معاصی نہیں کہا منکر کیوں کہا گیا؟

جواب: حکمت اس میں بظاہر یہ ہے کہ منع کرنا روکنے ٹوکنے کا معاملہ صرف ان مسائل میں ہوگا جو امت میں مشہور ومعروف اور متفق علیہ ہیں۔ اجتہادی مسائل میں یہ روک ٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہئے۔ افسوس آج اجتہادی مسائل کا میدان بنا کر مسلمانوں کی جماعت کو ٹکرایا جاتا ہے اور وہ بڑی نیکی سمجھی جاتی ہے اور اس کے بالمقابل متفق علیہ معاصی اور گناہوں سے روکنے کی طرف توجہ بہت کم دی جاتی ہے۔ (۳)

---

(۱) ترمذی ۳۹/۲، مشکوٰۃ ۴۳۶/۲

(۲) معارف القرآن ۱۳۷/۲

(۳) معارف القرآن ۱۴۲/۲، ۱۴۱

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: نیز فرمایا: (مؤمنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

تشریح: شانِ نزول

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ: مالک بن الضیف اور وھب بن یہود یہ دونوں یہودی تھے ان کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کی دعوت دی تو ان یہودیوں نے کہا کہ ہمارا مذہب آپ کے دین سے بہتر ہے، اس پر یہ آیت بالا نازل ہوئی۔ (۱)

مولانا سرفراز خاں صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ کا اشرف الامم ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتی ہے چونکہ آپ ﷺ کے بعد تا قیامت کسی کو نبوت اور رسالت نہیں ملے گی اور دین اسلام قیامت تک باقی رہنے والی ایک انمول اور گراں مایہ دولت ہے اس لئے کارنبوت کا گراں بوجھ امت مرحومہ کے ایک ایک فرد کے کندھے پر ڈال دیا گیا ہے اس کارنبوت کی وجہ سے امت محمدیہ تمام امتوں پر فوقیت لے جائے گی۔ (۲)

حق نے کر ڈالی ہیں دہری خدمتیں تیرے سپرد خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت ''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ'' تلاوت کی پھر ارشاد فرمایا کہ جس کو اس امت میں داخل ہونے سے خوشی ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کی گئی ہے اس پر لازم ہے ان شرطوں کا پورا کرنا جو اس آیت میں مقرر کی گئی ہیں۔ (وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ہیں) (۳)

---

(۱) تفسیر مظہری ۲/۳۳۵ (۲) تبلیغ اسلام ۱۲ (۳) تفسیر ابن کثیر ۲/۴۰۴

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ (الاعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: ''اور فرمایا: (اے محمد ﷺ) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرو۔''

تشریح: خُذِ الْعَفْوَ: عفو کے متعدد معنی اہل لغت نے لکھے ہیں۔

پہلا معنی: یہ ہے کہ ہر ایسا کام جو آسانی کے ساتھ بغیر کسی کلفت اور مشقت کے ہو سکے، تو مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کو حکم ہے کہ آپ بھی لوگوں سے اس کو قبول کرلیں جو وہ آسانی سے کرسکیں، اعلیٰ معیار کا مطالبہ نہ کریں۔ یہی تفسیر عبداللہ بن زبیر رضی

اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

آپ ﷺ نے ایک روایت میں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد خود فرمایا کہ اللہ پاک نے لوگوں کے اعمال و اخلاق میں سرسری اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا ہے، جب تک میں ان میں رہوں گا ایسا ہی کرتا رہوں گا۔ [1]

دوسرا معنیٰ: عفو کے معافی اور درگذر کے بھی آئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آیت بالا نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے جبرئیل امین سے اس آیت کا مطلب پوچھا، انہوں نے اللہ جل شانہ سے پوچھ کر بتایا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جو آپ ﷺ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کردیں، جو آپ ﷺ کو کچھ نہ دے آپ اس کو عطا فرمائیں اور جو آپ ﷺ سے قطع تعلق کرے آپ اس کو اپنے سے ملائیں۔ [2]

بالعرف: عرف بمعنی معروف، اچھا اور مستحسن کام۔ یعنی جو لوگ آپ ﷺ سے لڑائی اور ظلم کرتے ہیں آپ ان سے انتقام نہ لیں۔ ان کو معاف بھی فرمائیں ساتھ ان کو نیک کام کی ہدایت بھی کرتے رہیں کہ ظلم کا بدلہ انصاف سے نہیں بلکہ احسان سے دیں۔ [3]

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کنارہ کشی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیں اور ان کو ہدایت کرنا نہ چھوڑیں کیونکہ یہ وظیفہ رسالت و نبوت کے شایان شان نہیں۔ [4]

حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن مجید میں مکارم اخلاق کے بارے میں اس سے جامع اور کوئی آیت نہیں ہے۔ [5]

---

(۱) بخاری شریف
(۲) تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۸۹ معارف القرآن ۴/ ۱۵۵، تفسیر مظہری ۴/ ۴۴۶
(۳) تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۸۹، تفسیر مظہری ۴/ ۴۴۷، معارف القرآن ۴/ ۱۵۶
(۴) تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۸۹
(۵) تفسیر مظہری ۴/ ۴۴۸، روضۃ المتقین ۱/ ۲۳۴

وَ قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (توبہ: ۷۱)

ترجمہ: ”اور فرمایا: اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔“

تشریح: اس سے پہلے منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے:

﴿وَالْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ﴾ [1]

ترجمہ: ”اور منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے وہ سکھاتے ہیں بری بات اور روکتے ہیں اچھے کاموں سے۔“

آیت بالا جو مؤمنوں کے لئے اور جو منافقوں کے لئے ہے اس میں اللہ جل شانہ نے تقابل فرمایا ہے، مؤمنوں کے لئے فرمایا: ”بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ“ اور منافقوں کے لئے فرمایا ”بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ“ اس میں اشارہ ہے کہ منافق لوگوں کے باہمی تعلقات اور روابط محض خاندانی یا کسی نہ کسی اغراض پر مبنی ہوتے ہیں ان میں نہ دلی دوستی ہوتی ہے نہ قلبی ہمدردی ہوتی ہے، بخلاف مسلمانوں کے کہ ان میں اولیاء کے لفظ کا اضافہ ہے کہ ان کی دوستی اور ہمدردی اللہ کے لئے ہوتی ہے، خواہ دوست موجود ہو یا غائب ہو۔ ہر حال میں وہ ہمدردی کرتے ہیں اور ان کی دوستی اغراض دنیاوی پر مبنی نہیں ہوتی۔ (۲) جیسے کہ روایت میں آتا ہے۔

﴿مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَآئِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهْرِ﴾ (۳)

﴿يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

ترجمہ: ”مؤمنوں کی صفت یہ ہے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔“

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا جو ”امر بالمعروف ونھی عن المنکر“ نہیں کر رہا تو اس میں منافقوں والی صفت ہے جو برائیوں کا حکم کرتے ہیں اور اچھائیوں سے روکتے ہیں۔ (۴)

(۱) سورۃ توبہ آیۃ ۶۷ (۲) تفسیر قرطبی (۳) تفسیر ابن کثیر ۲/۳۸۳ (۴) تفسیر قرطبی

وَ قَالَ تَعَالٰى: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ، كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (مائدہ: ۷۸، ۷۹)

ترجمہ: ”اور فرمایا: جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داود اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے، اور حد سے تجاوز کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے بلاشبہ وہ برا کرتے تھے۔“

تشریح:

بنی اسرائیل

یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام اسرائیل تھا اس لئے ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ (۱)

عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ: داود علیہ السلام کے زبانی زبور میں ان کے اتباع کرنے والے اہل ایلہ تھے جن کو ہفتہ کے دن مچھلی

کے شکار سے منع کیا گیا تھا مگر انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی تھی اس پر داؤد علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! ان پر لعنت فرما اور ان کو عبرت بنادے، جس پر وہ بندروں کی طرح ہو گئے۔ (۲)

وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ: عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں بددعا فرمائی جب کہ ان کے اتباع کرنے والوں نے درخواست کی کہ آسمان سے دسترخوان نازل ہو تو ہم مسلمان ہوجائیں گے، دسترخوان نازل ہوا مگر وہ مسلمان نہیں ہوئے، اس پر عیسیٰ علیہ السلام نے بددعا فرمائی وہ سب سور کی شکل کے ہو گئے، ان کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ (۳)

کَانُوۡا لَا یَتَنَاهَوۡنَ عَنۡ مُّنۡکَرٍ فَعَلُوۡهُ کہ وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خود آپ ﷺ سے سنا فرمایا کہ ظالم کو ظلم کرتے دیکھو تو اس کا ہاتھ پکڑو ورنہ اغلب یہ ہے کہ اللہ کا عذاب سب پر آجائے۔ (۴) اسی طرح ایک اور روایت میں فرمایا کہ جس قوم میں لوگ گناہ کر رہے ہوں وہ قوم اور جماعت اس کو اس گناہ سے روک سکتی ہے تب بھی نہیں روکتے تو ان کے مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ کا عذاب نازل ہوجائے گا۔ (۵)

لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی لمبی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے جب ایک دوسرے کو برائی سے روکنا چھوڑ دیا تو اللہ نے نیک اور بدنسب کے دلوں کو ایک جیسا کردیا پھر ان کو بندر اور سور بنا ڈالا اور داؤد و عیسیٰ علیہم السلام کی زبانی ان پر لعنت کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ کی نافرمانی کرتے اور حد سے تجاوز کرتے تھے، قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ایک دوسرے کو ہدایت کرتے رہو ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو ان کو حق کی طرف کھینچ کر لاتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی خلط ملط کردیں گے اور تم پر بھی ایسی لعنت ہوگی جیسے کہ ان پر لعنت ہوئی تھی۔ (۶)

---

(۱) تفسیر مظہری (۲) تفسیر مظہری ۳/ ۵۴۸ زاد المسیر ۲/ ۳۰۸

(۳) تفسیر مظہری ۳/ ۵۴۸ (۴) سنن اربعہ

(۵) ابوداؤد (۶) اخرجہ ابوداؤد و ترمذی

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۚ﴾ (کھف: ۲۹)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”اور کہہ دو کہ (لوگو!) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے، تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔“

قُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ: قرآن یا اسلام حق ہے جو اللہ کی طرف سے آیا ہے یا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے حق قرار دیا ہے وہ حق ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چیز حق نہیں۔

فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ.

شانِ نزول

عیینہ بن حصن خزاعی جو قبیلہ مضر کا سردار تھا، اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان غریب صحابہ جن سے بدبو آتی ہے، کو اپنے مجلس سے الگ کردیں تو ہم آپ کے پاس آسکیں گے، اور ایمان لائیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی! آپ ان ہی غریب صحابہ کے ساتھ بیٹھئے ان کو اپنی مجلس سے نہ نکالیں، چاہے یہ لوگ ایمان لائیں یا نہ لائیں ان کی پرواہ نہ کریں۔

علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دھمکی ہے؛ جس کا بیان آگے آیت میں آرہا ہے کہ جو کفر اختیار کرے گا اس کے لئے جہنم تیار ہے۔

قَالَ تَعَالٰی: "فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرۡ" فرمایا: پس جو حکم تم کو (خدا کی طرف) سے ملا ہے وہ (لوگوں) کو سنادو۔

تشریح: اس آیت میں آپ کو حکم ہے کہ آپ لوگوں کو صاف صاف اللہ کا حکم سنائیں، لوگوں سے نہ ڈریں۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ: "فاصدع" دعوت کو جاری رکھو۔ ضحاک: اعلان کردو۔ اخفش: قرآن کے ذریعہ حق و باطل کو جدا کردو۔

عبداللہ بن عبید فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے آپ ﷺ اور صحابہ کرام چھپ چھپ کر اللہ کی عبادت اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ اور لوگوں کو تبلیغ بھی چھپ چھپ کرتے تھے مگر اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے استہزاء کرنے والے کفار اور ایذاء دینے والے مشرکین سے محفوظ رکھنے کی خود ذمہ داری لے لی کہ آپ بے فکری کے ساتھ تبلیغ و دعوت، عبادت اور تلاوت قرآن کرتے رہیں ہم آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہو جائیں گے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۵/۳۰۲ تفسیر مظہری ۶/ ۳۶۷

قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَاَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۢ بَئِیۡسٍۢ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ﴾ (اعراف: ۱۶۵)

ترجمہ: "ارشاد خداوندی ہے: "جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے ان کو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے ان کو برے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کرتے جاتے تھے۔"

تشریح: پہلے سے اصحاب السبت کا واقعہ چل رہا ہے۔ کہ جس قوم کو اللہ نے ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کرنے سے منع فرمایا تو ان میں تین گروہ بن گئے۔

1. اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مچھلی پکڑنے لگا۔
2. ان کو منع کرنے لگا۔
3. خاموش رہا۔

آیت بالا میں ہے کہ جو برائی سے منع کرتے تھے (یعنی ہفتہ کو مچھلی پکڑنے سے) تو ہم نے ان کو نجات دی۔ (اور جو ظلم کرتے تھے یعنی مچھلی پکڑتے تھے) تو ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔ کہ ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔ [۱] منع کرنے والے اور نافرمانی کرنے والے کا تو تذکرہ آ گیا اور جو خاموش تھا ان کا کیا ہوا؟

اس کے بارے میں ابن زید نے فرمایا: خاموش رہنے والا گروہ بھی ہلاک ہو گیا۔

مگر عکرمہ کی رائے یہ ہے کہ خاموش رہنے والے گروہ نے ظالموں کی حرکت سے اپنی نفرت اور بے زاری کا اظہار کیا ان کے عمل کو برا سمجھا تو وہ بچ گئے۔ کیونکہ ان کے بارے میں قرآن نے نہیں فرمایا کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔ [۲]

---

(۱) تفسیر مظہری ۴/۴۰۵ (۲) ایضاً

برائی کو ہاتھ سے یا زبان سے روکے یا دل میں برا سمجھے

(۱۸۴) ﴿فالأول: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ﹻالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ، فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ جو شخص برائی کو دیکھے وہ اس کو ہاتھ (کی قوت) سے روکنے کی کوشش کرے، اگر اس کی استطاعت نہیں تو زبان سے منع کرے اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل میں برا جانے، یہ ایمان کا معمولی درجہ ہے۔"

لغات: ❖ منکراً: کرم سے صیغہ اسم مفعول بمعنی وہ قول یا فعل جو اللہ تعالیٰ کے خلاف مرضی ہو، جمع: منکرات و مناکر.

❖ فلیغیره: غیّر، تغییراً، غیر الشئ، بدلنا، تبدیل کرنا۔

تشریح: امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر شخص پر لازم ہے

"من رأی منکم منکراً" میں لفظ "من" یہ عربی زبان میں عموم کے لئے آتا ہے۔ اس حکم کا مخاطب امت کا ہر فرد ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، نیک ہو یا فاسق فاجر۔ [۱]

اس حدیث پاک میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کے تین درجے بیان ہوئے ہیں کہ طاقت ہو تو ہاتھ سے روکے، اگر یہ نہ ہو تو زبان سے منع کرے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل میں برا جانے اس کے بعد بعض حضرات کے نزدیک وہ شخص مسلمان نہیں رہتا۔ [۲]

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کی جو ترتیب بتائی گئی ہے وہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اس بارے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، البتہ کچھ روافض کا اختلاف ہے جن کا اعتبار نہیں۔ (۳)

عدم قبولیت کا گمان ہو تب بھی فریضہ تبلیغ ساقط نہیں ہوتا

امام نووی یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ عدم قبولیت کا گمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب کو ساقط نہیں کرتا، لہٰذا اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ فلاں شخص اچھی بات کو قبول نہیں کرے گا تب بھی اس پر واجب ہے کہ اس کو تلقین کرے پھر اس پر جو ذمہ داری ہے وہ پوری ہے، لوگوں نے تو رسولوں کو بھی جھٹلایا ہے اور ان کی نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ تو کیا ان رسولوں اور پیغمبروں نے حق بات پہنچانے کا فریضہ ترک کر دیا تھا۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم: كتاب الايمان (باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان). ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه ۱۲۷۵.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/ ۶۴۷ (۲) مظاہر حق جدید ۴/ ۶۴۶

(۳) شرح مسلم للنووی (۴) شرح مسلم للنووی

جو برائی کو زبان سے نہ روکے اس میں بالکل ایمان نہیں

(۱۸۵) ﴿الثانی: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِیْ اُمَّةٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَهُ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَ یَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ، ثُمَّ اِنَّهَا تَخَلَّفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَالَا یُؤْمَرُوْنَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِیَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، لَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی کسی امت پر اللہ نے مبعوث فرمایا تو اس کو امت میں مخلص احباب مل گئے جو اس کی سنت پر عمل

پیرا ہوتے اور اس کے حکم کی اطاعت کرتے، پھر ان کے بعد کچھ ایسے لوگ آئے جن کا عمل ان کے قول کے مطابق نہ تھا اور نہ ہی جن کاموں کا حکم دیئے جاتے ان پر عمل کرتے، پس جو شخص ان کے خلاف ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو دل کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو زبان کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے، اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان کا درجہ باقی نہیں۔"

لغات: ❖ حواریون: الحواری بمعنی نصیحت کرنے والا، مددگار، بعض کے نزدیک خاص انبیاء کے مددگار اور اسی سے ہے "حواریون" یعنی حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ السلام کے مددگار وانصار۔

❖ خلوف: الخلف مصدر ہے بمعنی ایک گروہ کے بعد ایک گروہ۔ قائم مقام ہونا۔

❖ حبة: بمعنی دانہ جمع حبات۔

❖ خردل: الطعام بمعنی اچھا حصہ کھانا۔ اللحم: گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹنا۔ الخردل: رائی، واحد خردلة۔

تشریح: مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ: مخلص احباب۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حواری کہتے ہیں ایسے مخلص جو ہر قسم کی طلب سے پاک ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ حواری صاحب راز کو کہتے ہیں۔ (۱)

وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ: ان کے حکم کی اطاعت کرتے۔

یعنی جن اوامر کا حکم دیتے اس کو کرتے اور جن نواہی سے روکتے وہ رک جاتے تھے۔ (۲)

يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ:

ان کا قول ان کے عمل کے موافق نہیں تھا کرتے وہ کام تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو غلط طریقوں سے محبت تھی اور حق بات سے نفرت، یہی صفت یہود کی ہے جس کو قرآن نے کہا ہے (سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا) (۳) کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔

"فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ" اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر حسب طاقت ہر مسلمان کے ذمہ ہے (۴) بلکہ یہ کہا جائے کہ یہی ایمان کی کسوٹی ہے کہ اگر وہ اپنے ہاتھ سے روکتا ہے تو وہ کمال ایمان والا ہے اور اگر زبان سے منع کرتا ہے تو اس کے کمال ایمان میں نقصان ہے۔ اور اگر دل میں برا سمجھتا ہے تو ضعف ایمان ہے، اگر دل میں بھی برا نہ سمجھے تو اس میں ایمان ہی نہیں ہے۔ (۵) (اعاذنا اللہ منہ)

تخریج حدیث: رواہ صحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان)

نوٹ: راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) طیبی شرح مشکوۃ (۲) روضۃ المتقین ۱/۲۳۸ (۳) روضۃ المتقین ۱/۲۳۸ (۴) نزھۃ المتقین ۱/۱۷۱ (۵) روضۃ المتقین ۱/۲۳۸

ہر حال میں امیر کی اطاعت کرنا

(۱۸۶) ﴿الثالث. عَنْ اَبِی الْوَلِیْدِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَهِ وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لاَ نُنَازِعَ الاَمْرَ اَهْلَهُ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْراً بَوَّاحاً عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَیْسَ فِیْهِ بُرْهَانٌ، وَ عَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لاَ نَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لاَئِمٍ﴾ (متفق علیه)

"المَنْشَطُ وَالمَکْرہ" بفتح میمیهما، ای: فی السهل و الصعب، "والاثرةُ" الاختصاص بالمُشترک وقد سبق بیانها. "بَواحًا" بفتح الباء الموحدة بعدها واوٌ ثُمَّ الفٌ ثُمَّ حاءٌ مهملةٌ: أی ظاهرًا لایحتمل تأویلاً.

ترجمہ: "حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے (ہاتھ پر) تنگی، آسانی، خوشی، ناخوشی اور ہم پر ترجیح دینے اور ہم امارت کی اہلیت رکھنے والوں سے امارت پر جھگڑا نہ کرنے، ہاں اگر ظاہراً کفریہ اعمال سرزد ہوں جن پر اللہ کی طرف سے دلیل موجود نہ ہو، اور ہر جگہ حق بات کہنے اور اللہ کے احکام میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہونے پر سمع وطاعت کی بیعت کی۔"

المنشط: و المکرہ: بفتح میمیهما ای منشط و مکرہ: دونوں کی میم پر زبر ہیں، آسانی، ای فی السهل و الصعب.

"و الاثرة، الاختصاص: الاثرۃ کا مطلب ہے مشترک چیز خاص کرنا۔

"بواحاً" بفتح الباء ای موحدة بعدها و او ثم الف ثم حاء مهملة ای ظاهراً لا یحتمل تاویلا۔

لغات: ❖ بایعنا: بایعه، مبایعة: بمعنی باہم معاہدہ کرنا۔ کہتے ہیں بایعوہ بالخلافة و بویع له بالخلافة: لوگوں نے اس کی خلافت پر بیعت کی۔ لوگوں نے اس کی خلافت کو مان لیا اور تسلیم کرلیا۔

❖ المنشط: نشط، نشاطاً سمع سے بمعنی چست ہونا۔ ہشاش بشاش ہونا۔

❖ المکرہ: کرہ، کرها و کُرهاً و کراهةً سمع سے بمعنی: ناپسند کرنا۔

تشریح: امیر میں اگر کھلا کفر دیکھا جائے تو اس کو امارت سے معزول کیا جاسکتا ہے

حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی امیر میں شرائط امارت موجود ہوں اور اس کی امارت محقق ہو جائے تو اب اس کی امارت سے بغاوت یا منازعت جائز نہیں۔ ہاں اگر اس امیر کی طرف سے کفر بواح سامنے آجائے تو اب منازعت جائز ہے۔ "بواح" سے مراد یہ ہے کہ کھلم کھلا اس کی حکومت سے اسلام کا نقصان ہو رہا ہو اور کفر کو فائدہ۔ (۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے "کفر بواح" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم کو یقین ہو یہ کفر ہی ہے اس کے کفر میں شک نہ ہو۔ تو اب اس صورت میں اس کی امارت کے خلاف منازعت کی جائے گی اور اس کو امارت سے ہٹایا جائے گا۔ (۲)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے کفر بواح کا ترجمہ کیا ہے: ایسا گناہ جس پر کھلی دلیل ہو اور اس کی معصیت ہونے پر کوئی شک نہ ہو۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه بخاری کتاب الفتن (باب ترون بعدی اموراً تنکرونها). و صحیح مسلم کتاب الامارة (باب وجوب طاعة اهل الاهواء فی غیر معصیة) و تحریمها فی المعصیة. و احمد فی مسنده ۸/۲۲۷۹۵، و نسائی و هکذافی ابن ماجه ۲۸۶۶.

راوی حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

عبادہ نام، ابوالولید کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام صامت، والدہ کا نام قرۃ العین تھا۔ غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شرکت فرمائی اور بیعت رضوان میں بھی شریک تھے۔ طبقات ابن سعد ۲/۲۰ (حصہ مغازی)

خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی میں بھی جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو فلسطین کا قاضی بنایا تھا، یہ حفاظ صحابہ میں سے تھے، اصحاب صفہ کو یہ قرأت سکھاتے تھے (مسند احمد ۵/۳۱۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام میں مسلمانوں کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا، قرأت کے ساتھ فقہ میں بھی ان کا کمال مسلّم تھا۔ حضرت قتادہ حضرت عبادہ کی ملاقات کو گئے تو کہا: "وَكَانَ قَدْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، وہ دین الٰہی میں فقیہ تھے۔

وفات: ۷۲ سال کی عمر میں ۳۴ھ میں انتقال ہوا۔ وفات کے قریب بیٹے نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھلاؤ۔ اس کے بعد فرمایا: بیٹے تقدیر پر یقین رکھنا ورنہ ایمان کی خیریت نہیں۔ (مسند احمد ۵/۳۱۷)

مدفن: "مدفن کے متعلق تین قول ہیں: (۱) ابن سعد نے "رملہ" لکھا ہے۔ (۲) بعض نے بیت المقدس (۳) اور امام بخاری نے فلسطین کہا ہے۔ ان تینوں میں حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ فلسطین کا صوبہ تھا جس کو رملہ کہتے ہیں اور وہ بیت المقدس کے اضلاع میں تھا۔

روایات: ان کی روایات کی تعداد ۱۸۱ ہے، چھ میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔ بخاری دو میں منفرد ہے۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ
(۲) روضۃ المتقین ۱/۲۳۹، دلیل الصالحین ۱/۴۶۹
(۳) شرح مسلم للنووی

اگر ظالم کو اس کے ظلم سے نہ روکا جائے تو سب ہی ہلاک ہو جائیں گے

(۱۸۷) الرابع. عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِاللّٰهِ، وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَ بَعْضُهُمْ

أَسْفَلَهَا، وَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوا مِنَ المَاءِ مَرُّوا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقاً ولم نُؤْذِ مَن فَوْقَنَا، فَإِنْ تَرَكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعاً، وَإِنْ أَخَذُوا عَلٰى أَيدِيهِمْ نَجوْا وَنَجوْا جَمِيعاً﴾ (رواه البخاری)

"اَلْقَائِمُ" فِيْ حُدُودِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعْنَاهُ الْمُنْكِرُ لَهَا، اَلْقَائِمُ فِيْ دَفْعِهَا وَ إِزَالَتِهَا، وَالْمُرَادُ بِالْحُدُوْدِ: مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ. اِسْتَهَمُوْا: اِقْتَرَعُوْا.

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود کا انکار کرنے والا ہے اور جو اطاعت کرنے والا ہے ان لوگوں کی طرح ہے جو ایک کشتی پر قرعہ ڈال کر سوار ہوئے، بعض لوگ اس کے اوپر اور بعض نچلے حصے میں گئے، تو اب نچلے درجہ میں رہنے والے جب پانی لینے جاتے ہیں تو اپنے سے اوپر والے درجہ کے لوگوں پر ان کا گذر ہوتا ہے۔ پھر نچلے درجہ والے لوگوں نے محسوس کیا کہ اگر ہم اپنے درجہ میں ہی رہ کر کشتی میں سوراخ کرلیں۔ (اور پانی حاصل کرلیا کریں) اس سے ہم اوپر کے درجے والوں کو تکلیف میں نہ ڈالیں تو بہتر ہے، اگر اوپر کے درجہ والے ان کو اسی حالت پر چھوڑ دیں تو وہ تمام کے تمام ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اگر ان کے ہاتھوں کو پکڑ لینگے یعنی انہیں سوراخ کرنے سے باز رکھیں گے تو تمام نجات پا جائیں گے۔''

''اللہ کی حدود کو قائم کرنے والا'' اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کا انکار کرنے والا اور اس کے ازالہ و رفع کی کوشش کرنے والا۔ ''استھموا'': کے معنی ہیں کہ انہوں نے قرعہ اندازی کی۔

لغات: ❖ سفینة: السفینة بمعنی کشتی، جہاز۔ جمع سُفُن، سفین، و سفان۔

❖ خرقنا: تخرق، و انخرق و اخرورق، پھٹنا۔ الخرق مصدر بمعنی سوراخ، شگاف جمع خروق۔

تشریح: وَالْوَاقِعُ فِيهَا: اللہ کے حدود میں واقع ہونے والا ہو۔ یعنی اللہ نے جو حدود مقرر کی ہیں اس کو پامال کرنا یعنی جن گناہوں کی سزائیں اللہ نے مقرر کی ہے اس کو پوری نہ کرنا مثلاً: زنا، شراب وغیرہ کے مرتکبین کو (سزا نہ دے کر) ان گناہوں سے روکنے میں غفلت کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے سے باز رہنا۔ تو آپ ﷺ نے اس کی مثال دی کہ ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ کشتی کو توڑنے والا، اگر اس کو نہیں روکو گے سب کو ہی نقصان ہوگا۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً﴾ بچو اس فتنہ سے جو خاص طور پر ان ہی لوگوں کو مبتلاء نہیں کرے گا جنہوں نے ظلم کیا بلکہ وہ اللہ کا عذاب عام ہوگا۔ (۱)

"اِسْتَهَمُوْا سَفِينَةً" کشتی کے فرشی اور عرشی حصے میں جانے کے لئے قرعہ کیا، یہ قید اتفاقی ہے ورنہ عام طور سے نسبت اور درجات کی تقسیم منتظم کے صواب دید پر منحصر ہوتی ہے۔ٹکٹ کے اعتبار سے بعض کے لئے نیچے اور بعض کے لئے اوپر جگہ دی جاتی ہے۔ (۲)

ایک آدمی بھی غلط کام کرے اس کا عذاب سب کو بھگتنا پڑتا ہے

"فَكَانَ الَّذِىْ فِىْ اَسْفَلِهَا:" الذی: مفرد کا صیغہ ہے کہ نیچے والوں میں سے یہ حرکت صرف ایک آدمی کرے تب بھی سب کو نقصان ہوگا (۳)۔ بخاری کی روایت میں ﴿فَكَانَ الَّذِيْنَ فِىْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَآءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِىْ اَعْلَاهَا فَتَاَذَّوْا بِهٖ﴾ (۴) کے الفاظ ہیں۔

پانی لینے سے کیا مراد ہے؟

اِذَا اسْتَقَوْ ا مِنَ الْمَآءِ: جب وہ پانی لینے کے لئے اوپر کے حصہ میں آئیں۔

اکثر شارحین کے نزدیک پانی سے مراد عام پینے وغیرہ کا پانی ہے جو استعمال میں آتا ہے۔

بعض شارحین کہتے ہیں کہ پانی سے مراد پیشاب پاخانہ ہے جو نیچے کے حصے میں کوئی شخص کسی برتن وغیرہ میں کرے اور پھر اس کو دریا میں ڈالنے کے لئے اوپر کے حصے میں آتے ہیں تو اوپر والوں کو تکلیف اور ناگواری ہوتی ہے۔

ان صورتوں میں کوئی کشتی کے نیچے کی سطح کو توڑنے لگے اور اوپر والے منع نہ کرے تو سب کو نقصان ہوگا۔ (۵)

﴿لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِىْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا﴾: ہم اپنے نیچے کے حصے میں سوراخ کر لیں جس سے اوپر والوں کو تکلیف میں نہ ڈالیں۔ بخاری میں۔ ﴿فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَالَكَ؟ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِىْ وَ لَا بُدَّ لِىْ مِنَ الْمَآءِ﴾ کے الفاظ ہیں۔

اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ: جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا، گناہ کرنے والے کو مفرد ذکر کیا کہ گناہ ایک آدمی ہی کیوں نہ کرے مگر اس کے بدلے کی ذمہ داری تمام ہی مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے — یہی بس محبت کا انجام ہے

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخاري، كتاب الشركة (باب هل يقرع فى القسمة؟) و كتاب الشهادات (باب القرعة فى المشكلات) و أحمد فى مسنده ۱۸۳۸۹/۶. و ترمذى و ابن حبان ۲۹۷. و هكذا فى البيهقى ۲۸۸/۱۰.

نوٹ: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۶۵۰/۴ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) بخاری شریف (۵) مظاہر حق جدید ۶۵۰/۴

اُمراء جب تک نماز کو قائم کرتے رہیں ان کی اطاعت کی جاتی رہے گی

(۱۸۸) ﴿الخامس: عَنْ اُمِّ الْمُؤمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ هِنْدٍ بِنْتِ اَبِيْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّهُ قَالَ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَآءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَ مَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَ لٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَ تَابَعَ" قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلاَ نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لاَ، مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ﴾ (رواه مسلم)

معناه: من كره بقلبه و لم يستطع انكاراً بيدٍ و لا بلسان فقد برئ من الإثم، و أدّى وظيفته، و من أنكر بحسب طاقته فقد سلم من هذه المعصية، و من رضى بفعلهم و تابعهم فهو العاصي.

ترجمہ: ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر کچھ حاکم ایسے مقرر کئے جائیں گے کہ تم ان کے بعض کاموں کو پسند کروگے اور بعض کو ناپسند کروگے۔ پس جو شخص ان کے برے کاموں پر کراہت کا اظہار کرے گا وہ بری ہوگیا اور جو انکار کرے گا وہ محفوظ رہے گا۔ لیکن جو شخص ان کے کاموں سے خوش ہوا اور ان کی پیروی کی، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ تم میں نماز ادا کرتے رہیں۔''

اس کے معنی یہ ہیں جس نے دل سے بھی برا سمجھا اور اس کے پاس ہاتھ یا زبان سے انکار کی طاقت نہیں تھی پس وہ گناہ سے بری ہوگیا اور اپنا فرض ادا کردیا، اور جس نے اپنی طاقت کے مطابق انکار کیا وہ اس معصیت سے بچ گیا، اور جو ان کے فعل پر راضی ہوا اور ان کی متابعت کی پس وہ گناہ گار ہے۔

لغات: ❖ برئ: بُرُوءًا وبراءً و براءةً سمع سے بمعنیٰ خلاصی پانا، نجات پانا۔

❖ رضی: رِضیً و رُضیً و رِضْوَانًا و رُضْوَانًا سمع سے بمعنی راضی ہونا۔

❖ تابع: "تبع، تبعاً سمع سے بمعنی ساتھ چلنا، پیروی کرنا۔

تشریح: جائز امور میں امیر کی اطاعت پر اجماع ہے

علامہ نووی رحمہ اللہ حدیث شریف کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جب امیر کی امارت شرعی طریقے سے نافذ ہوجائے تو جائز امور میں اس کی اطاعت ضروری ہے البتہ ناجائز امور میں اس کی اطاعت جائز نہیں۔ جائز امور میں امیر کی اطاعت لازم ہے اس پر اجماع ہے۔[1]

نبی ﷺ کی پیشین گوئی

﴿اِنَّهٗ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَ تُنْكِرُوْنَ﴾ تم پر کچھ حاکم ایسے ہوجائیں گے کہ تم ان کے بعض کاموں کو پسند کروگے اور بعض باتوں کو ناپسند کروگے۔

مطلب یہ ہے کہ امیر کی طرف سے اگر خلاف شرع قبیح حرکات سرزد ہوں تو قلبی طور پر اس کو برا سمجھنا اور مناسب انداز میں اس کی اصلاح کی تدابیر سوچتے رہنا ضروری ہے جو شخص قلباً یا عملاً اس کی ان حرکات میں شریک ہوگا اس سے بھی عنداللہ مواخذہ ہوگا۔ (۲)

تخريج حديث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الامارة (باب وجوب الانكار على الامرآء فيما يخالف الشرع). و أحمد في مسنده ٢٦٦٣٩/١٠. و مسلم و أبو داؤد و هكذا في ترمذى.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین ام سلمۃ ہند بنت امیہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی ۱۲۴/۲

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

کیا لوگ تباہ و برباد ہوجائیں گے جب کہ ان میں نیک لوگ موجود ہوں

(۱۸۹) ﴿السادس. عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَ مَأْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَ الَّتِيْ تَلِيْهَا، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ، قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس گھبراہٹ کے عالم میں تشریف لائے، آپ فرمارہے تھے ''لا الہ الا اللہ'' عرب کے لئے ہلاکت ہے اس شر سے جو قریب آچکا ہے، آج یأجوج ومأجوج کی دیوار کو اس قدر کھول دیا گیا ہے۔ آپ نے انگوٹھے کے ساتھ متصل انگلی کے ساتھ حلقہ بناتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم تباہ و برباد ہوجائیں گے جب کہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں جب کہ خباثتیں زیادہ ہوجائیں گی۔''

لغات: ❖ ویل: الویل بمعنی شر و برائی کا نزول، ہلاکت، دوزخ کی ایک وادی۔

❖ ردم: ردم ردماً نصر سے بمعنی بہنا، گری ہوئی دیوار کا ملبہ۔

تشریح: فزعاً: بمعنی گھبراہٹ۔ ایک دوسری روایت میں زیادہ وضاحت ہے اس میں ہے:

﴿اِسْتَيْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّوْمِ مُحْمَرًّا وَجْهُهٗ يَقُوْلُ﴾۔ [1] آپ سو کر اٹھے تو آپ کا چہرہ سرخ تھا۔

وَيْلٌ لِلْعَرَبِ: عرب کے لئے ہلاکت ہے۔ عرب کو مخصوص کیا حالانکہ اس زمانے میں عرب مسلمان ہونے کی وجہ سے معظم تھے۔

مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ: اس شر سے جو قریب آچکا ہے۔ مراد اس سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے اس شہادت کی وجہ سے مسلسل فتنے آئے۔

شر سے کیا مراد ہے؟

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شر سے مراد وہ ہے جس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا:

مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ: آج کی رات کتنے فتنے نازل ہوئے اور کتنے اللہ کے خزانے نازل ہوئے۔ آپ ﷺ کے بعد فتوحات بہت زیادہ ہوئیں اور پھر لوگوں میں مقابلہ ہوگا مال کے اعتبار سے، اور امیر بننے میں بھی مقابلہ کریں گے۔ [2]

﴿فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ﴾ یہ وہ دیوار ہے جو یاجوج ماجوج کے فتنہ سے بچنے کے لئے بنائی گئی ہے اور یہ دیوار کئی ہیں۔ ایک کا تذکرہ تو قرآن میں سورت کہف میں بھی آتا ہے۔ [3]

جب خباثت غالب آجائے

نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ: ہاں جب خباثت غالب آجائے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جب خباثت زیادہ ہو جائے پھر عمومی ہلاکت کا عذاب آئے گا۔ (۴) تو نیک لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ ہاں اگر وہ حق کی بات لوگوں کو سمجھاتے رہے ہیں تو قیامت کے دن یہ لوگ فاسق و فاجر سے الگ ہو جائیں گے۔ ﴿ثُمَّ يُبْعَثُ كُلُّ اَحَدٍ عَلٰى نِيَّتِهٖ﴾ کہ قیامت کے دن ہر ایک اپنی اپنی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الانبیاء و کتاب الفتن (باب قصة یأجوج و مأجوج و غیرهما من الکتب، و صحیح مسلم کتاب الفتن (باب اقتراب الفتن و فتح ردم یأجوج مأجوج). و أحمد فی مسنده

۱۰/۲۷۴۸۳۔ حمیدی ۳۰۸۔ مصنف عبدالرزاق ۲۰۷۴۹، مصنف بن ابی شیبة ۱۹۰۶۱۔ ابن ماجه، ترمذی، و ابن حبان ۳۲۷۔ و هکذا بیهقی ۱۰/۹۳۔

راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: زینب، ام الحکم کنیت، قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے تعلق تھا۔ والد کا نام جحش بن رباب، والدہ کا نام امیمہ، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ان کے اسلام کے بارے میں صاحب اسد الغابۃ لکھتے ہیں: کانت قدیمۃ الاسلام۔ اسلام میں قدیم تھیں (اسد الغابۃ ۵/۴۶۳)

ان کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور متبنّٰی تھے، ان سے ہوا۔ ان کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح میں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ فرماتی ہیں هِیَ الَّتِی کَانَتْ تُسَاوِیْنِی مِنْهُنَّ فِی الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ازواج میں سے وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں عزت و مرتبہ میں میرا مقابلہ کرتی تھیں۔

یہ بہت زیادہ اخلاق والی اور عبادت گذار تھیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ﴿کَانَتْ زَیْنَبُ صَالِحَةً صَوَّامَةً قَوَّامَةً﴾ (زرقانی) حضرت زینب نیک، روزہ دار اور نماز گذار تھیں۔

وفات: ان کا انتقال ۲۰ھ میں ۵۳ سال کی عمر میں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت ان کی عمر ۳۸ سال تھی۔ علامہ واقدی نے ۳۵ سال لکھی ہے مگر اکثر کے نزدیک اول راجح ہے۔

مرویات: ان سے گیارہ روایات منقول ہیں۔ دو روایات میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔

(۱) ابن عیینہ (۲) روضۃ المتقین ۱/۲۴۲ (۳) سورۂ کہف ۹۳، ۹۷ (۴) شرح مسلم للنووی

راستہ کے کیا حقوق ہیں؟

(۱۹۰) ﴿السابع: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِیْهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهٗ" قَالُوْا: وَ مَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "غَضُّ الْبَصَرِ وَ كَفُّ الْاَذٰی، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَ النَّهْیُ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے مجلسوں کا لگانا ضروری ہوتا ہے جس میں ہم باتیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہیں مجالس قائم کرنا ضروری ہے تو راستہ کا حق ادا کرنا ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نگاہ نیچی کرنا اور تکلیف دینے والی چیز کو روکنا اور سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر کرنا۔"

لغات: ❖ابیتم: بات، بیتا، و بیاتا و بیتوتۃ، ضرب اور سمع سے بمعنی کسی جگہ شب باشی کرنا، رات گذارنا۔

❖غضّ: غضّ غضاضۃ سمع اور ضرب سے بمعنی نباتات کا تروتازہ ہونا۔ انغض الطرف: نگاہ کا بند ہونا۔

❖کفّ: "کفّ، کفاً و کفافۃ. نصر سے بمعنی کسی کام سے روکنا، باز رہنا۔

❖ردّ: "ردّ، رداً نصر سے بمعنی پھرنا، واپس کرنا۔

تشریح: ﴿اِیَّاکُمْ وَ الْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ﴾ راستوں میں بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ کہ اس طرح بیٹھنے سے گذرنے والے کو تکلیف ہوگی۔

راستے کے چودہ حقوق

﴿یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا﴾ کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے مجلسوں کا راستہ میں لگانا ضروری ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر راستہ کا حق ادا کیا کرو ① راستہ کا حق یہ ہے کہ نگاہوں کو پست کرو۔ ② تکلیف دہ چیزوں کو راستے سے ہٹا دینا۔ ③ سلام کا جواب دینا ④ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔ اسی وجہ سے دوسری روایت میں مزید یہ حق بتائے گئے ہیں۔ ⑤ اچھی گفتگو کرنا ⑥ کوئی زیادہ بوجھ لادے جا رہا ہو تو اس کی مدد کرنا ⑦ مظلوم و مصیبت زدہ کے ساتھ تعاون کرنا ⑧ بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرنا ⑨ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا وغیرہ۔[1]

بعض نے چودہ آداب بیان فرمائے اور ان سب کو ان اشعار میں جمع کیا ہے

جمعت آداب من رام الجلوس علی ال طریق من قول خیر الخلق انسانا
افش السلام واحسن فی الکلام واشم ت عاطسًا و سلاما رد احسانا
فی الحمل عاون و مظلوما أعن و أغث لھفان اھد سبیلا واھد حیرانا
بالعرف مرو انه عن المنکر و کف اذی وغض طرفاً واکثر ذکر مولانا

تخریج حدیث: رواہ صحیح بخاری کتاب المظالم (باب افنیة الدور والجلوس فیھا علی الصعدات) و کتاب الاستیذان و صحیح مسلم کتاب اللباس (باب النھی عن الجلوس فی الطرقات). أحمد فی مسندہ ۱۱۳۰۹/٤۔ ابوداؤد، ابن حبان ۵۹۵۔ و ھکذا فی البیھقی ۹٤/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوۃ شریف

ایک صحابی کی غیرت ایمانی

(۱۹۱) ﴿الثامن: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ رَأی خَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ فِیْ یَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَ قَالَ یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ اِلیٰ جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَیَجْعَلُهَا فِیْ یَدِهٖ فَقِیْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ: خُذْ خَاتَمَکَ؛ اِنْتَفِعْ بِهٖ قَالَ: لاَ وَاللّٰهِ لاَ اٰخُذُهُ اَبَداً وَ قَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ نے اس کے ہاتھ سے نکال کر اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ تم آگ کی چنگاری ہاتھ میں اٹھانے کا ارادہ کرتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس آدمی سے کہا گیا کہ تو اپنی انگوٹھی اٹھا لے اور اس کے ساتھ فائدہ حاصل کر، اس شخص نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! میں اس کو کبھی نہیں اٹھاؤنگا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو پھینک دیا ہے۔''

لغات: ❖ فنزعه: نزع، نزعاً، ضرب سے بمعنی نکالنا، کھینچنا، اکھیڑنا۔

❖ فطرحه: طرح، طرحاً، فتح سے بمعنی پھینکنا، دور کرنا، ڈالنا۔

❖ الجمرة: الجمر کا واحد ہے بمعنی انگارہ۔

تشریح: مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے

﴿رَأی خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِیْ یَدِ رَجُلٍ﴾ اس سے معلوم ہوا مردوں کے لئے جس طرح سونے کے دیگر حرام ہیں اسی طرح سونے کی انگوٹھی پہننا بھی باتفاق حرام ہے اور عورتوں کے لئے بالاتفاق حلال ہے، جیسے کہ روایت میں سونے اور ریشم کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ حَلٌّ لِّاِمَائِهَا﴾ کہ یہ دونوں (سونا اور ریشم) میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لئے حلال ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل منگنی کے موقع پر مرد کو سونے کی انگوٹھی پہنانے کا جو رواج ہے تو یہ بالکل حرام ہے۔

فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ: آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ برائی کو اپنے ہاتھ سے روکے تو روک دے جیسا کہ یہاں پر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس کو ختم فرمایا یہی مطلب ہے کہ ''اِذَا رَاٰی اَحَدُمِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ'' کہ جب تم میں سے کوئی برائی کو دیکھے اور اس کو ہاتھ سے بدل سکتا ہے تو اس کو بدل دے۔ (۲)

خُذْ خَاتَمَکَ اِنْتَفِعْ بِہٖ: انگوٹھی اٹھالو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس صحابی کی انتہائی درجہ غیرت ایمانی تھی ورنہ اس کو دوسرے کام میں استعمال کر سکتے تھے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم، کتاب اللباس باب تحریم خاتم الذهب علی الرجل.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۲) مظاہر حق جدید

ظلم کرنے والے حکام بدترین حکام ہیں

(۱۹۲) ﴿التاسع: عَنْ أَبِی سَعِیْدِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ اَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلٰی عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ زِیَادٍ فَقَالَ: اَیْ بُنَیَّ، اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ شَرًّا لرُّعَاءِ الحَطْمَةُ فَاِیَّاکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ" فَقَالَ لَهُ: اِجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَهَلْ کَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ إِنَّمَا کَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِیْ غَیْرِهِمْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عائذ بن عمرو عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیا اور اس کو کہا اے لڑکے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ بدترین چرواہے (حکام) وہ ہیں جو ظلم وستم کرتے ہیں۔ پس تو اپنے آپ کو اس سے بچالے۔ ابن زیاد نے اس سے کہا بیٹھ جاؤ کیوں کہ تم تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے بمنزلہ بھوسہ کے ہو۔ عائذ نے کہا کیا صحابہ کے لئے بھوسہ تھا؟ یعنی صحابہ میں کوئی بدترین انسان نہ تھا بدترین انسان تو ان کے بعد یا ان کے علاوہ میں ہے۔"

لغات: ❖ الحطمة: بمعنی ظالم و بے درد چرواہا۔

❖ النخالة: بمعنی بھوسی، چھانن۔

تشریح: کیا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھوسہ کی طرح تھے؟

اَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ: آپ تو بمنزلہ بھوسہ کے ہو۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بصرہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد جو ظالم قسم کا بادشاہ تھا اس کے سامنے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جرأت وحق گوئی کا اظہار فرمایا، اس پر جب عبید اللہ بن زیاد نے اصحاب رسول ﷺ کو بھوسہ کہا تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ بھوسہ اصحاب رسول نہیں ہو سکتے۔ بھوسہ تو اصحاب رسول کے بعد پیدا ہونگے

جب پڑا وقت گلستاں پہ تو خون ہم نے دیا　　　اب بہار آئی تو کہتے ہیں ترا کام نہیں

اصحاب رسول کوان کے نبی نے عدول فرمایا اور کبھی ستاروں کے مانند فرمایا جب کہ وہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے سردار ہیں، اس پر سب کا اتفاق ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم کتاب الامارة (باب فضیلة الامام العادل). و أحمد فی مسنده ۷/۲۰۶۶۲۔

راوی حدیث حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: حسن، کنیت ابوسعید، والد کا نام یسار، ان کے والدین غلام تھے۔

ولادت: ۲۱ھ میں جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال باقی تھے پیدا ہوئے۔

حسن بصری رحمہ اللہ کو حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت کا بھی شرف حاصل ہے اس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ ان کی والدہ اکثر گھر کے کام کاج میں لگی رہتی تھی تو جب حضرت حسن بصری رونے لگتے تو حضرت ام سلمہ ان کو بہلانے کے لئے چھاتی منہ میں دے دیتیں۔ حضرت حسن بصری حضرت ام سلمہ کے سایہ شفقت میں پلے اس کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات کے گھروں میں بھی ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ (طبقات ابن سعد ۹/۷)

اس کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت حسن بصری علمی، روحانی ہر اعتبار سے کمال سے مالا مال ہو گئے، جیسے کہ ابن سعد فرماتے ہیں:

﴿كَانَ الْحَسَنُ جَامِعاً عَالِماً عَالِياً رَفِيعاً فَقِيهاً مَامُوناً عَابِداً نَاسِكاً كَثِيرَ الْعِلْمِ فَصِيحاً جَمِيلاً الخ﴾

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جامع صفات تھے، عالم تھے، بلند مرتبت، رفیع العزت فقیہ تھے، مامون تھے، عابد زاہد تھے، وسیع العلم تھے، فصیح و بلیغ اور حسین و جمیل تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿عَلَّامَةٌ مِنْ بُحُورِ الْعِلْمِ، فَقِيهُ النَّفْسِ، كَبِيرُ الشَّانِ، عَدِيمُ النَّظِيرِ، صَلِيحُ التَّذْكِيرِ بَلِيغُ الْمَوْعِظَةِ، رَاسٌ فِي أَنْوَاعٍ﴾ (تذکرۃ الحفاظ ۶۲/۱)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ان کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء ۱۶۱/۱)

وفات: آخری وقت میں کاتب کو بلا کر لکھوایا کہ حسن اس کی شہادت دیتا ہے کہ ''لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ'' جس نے موت کے وقت صدق دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (طبقات ابن سعد ۱۲۷/۷)

وفات: ۱۱۲ھ میں شب جمعہ انتقال ہوا، محدث ایوب اور حمید الطویل نے غسل دیا (طبقات ابن سعد)

دوسرے دن جمعہ کے دن جنازہ اٹھایا گیا۔ اتنی خلقت آئی کہ شہر خالی ہو گیا، جامع مسجد بصرہ میں عصر کی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں تھا۔ (ابن خلکان ۱۲۸/۱)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ترک پر دنیا میں ہی اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے

(۱۹۳) ﴿العاشر: عَنْ حُذَيْفَةَ رضی الله عنهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ﴾ (رواه الترمذی وقال حديث حسن)

ترجمہ: ’’حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو یا ضرور عن قریب اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کرے گا پھر تم اس سے دعا کرو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔‘‘

تشریح: حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ تم "امر بالمعروف و نهی عن المنكر" کا فریضہ انجام دیتے رہو گے تو اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور تمہاری دعاؤں کو قبول کرے گا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک پر دعا قبول نہیں ہوتی

اگر تم نے ’’امر بالمعروف و نہی عن المنکر‘‘ میں سستی وغفلت کی تو اس صورت میں تم پر اللہ کی طرف سے عذاب و مصیبتیں آئیں گی اور پھر وہ تمہاری دعاؤں سے ٹلیں گی بھی نہیں۔ (۱)

اس کی تائید ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے اگر تم ’’امر بالمعروف و نہی عن المنکر‘‘ کرو گے (تو تمہاری دعائیں قبول ہوں گی) اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر برے لوگوں کو مسلط کردے گا جو تم پر رحم نہیں کریں گے اس وقت تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول نہیں کرے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه جامع ترمذی، ابواب الفتن (باب ماجاء فی الامر بالمعروف و النهی عن المنكر)

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۶۵۲

(۲) رواہ طبرانی فی الاوسط۔ و بزاز

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے

(۱۹۴) ﴿اَلْحَادِی عَشَر: عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِی رضی الله عنهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "اَفْضَلُ الْجِهَادِ کَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ﴾ (رواه ابوداؤد و الترمذی، قال حدیث حسن)

ترجمہ: ’’حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بہترین جہاد ہے۔‘‘

لغات: ❖ جائر: جار جوراً، نصر سے علیہ بمعنی کسی پر ظلم کرنا، صفت: جائر.

تشریح:

جہاد کے مراتب

جہاد کے مراتب متعدد ہیں، نیکی کا حکم کرنا بھی جہاد ہے، نفس کے خلاف چلنا بھی جہاد ہے، افضل جہاد ہونے کی وجہ سے دشمن کے سامنے لڑنا بھی جہاد ہے، مگر اس حدیث میں سب سے افضل جہاد ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کو کہا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ علامہ خطابی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ دشمن کے مقابلے کے وقت میں دو باتوں میں سے ایک بات لازم ہے، پہلی یہ کہ جان بچنے کی امید ہے، دوسری یہ کہ شہادت ہو جائے گی۔ مگر ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے والے کو اپنے سامنے صرف اور صرف موت ہی نظر آتی ہے اس کو بچنے کی کوئی امید نہیں ہوتی، وہ بزبان حال کہتا ہے۔[1]

باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم — سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو افضل جہاد اس لئے کہا گیا کہ بادشاہ کے ماتحت پوری رعایا ہوتی ہے اگر اس نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر بادشاہ کو اس ظلم سے روک دیا تو گویا اس نے پوری رعایا کے ساتھ بھلائی اور احسان کا معاملہ کیا۔[2]

تخریج حدیث: اخرجه ترمذی ابواب الفتن، (باب ماجاء فی افضل الجهاد)، سنن أبی داؤد کتاب الملاحم (باب الامر و النهی)، و ابن ماجه، وفی سنده عطية الصوفی و هو ضعيف، و أحمد فی مسنده ۱۱۱۴۳/٤۔ باسناد مختلف الخ فی حديث طويل.

نوٹ: راوی حدیث ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۲۲۲/۷، التعلیق الصبیح ۲۰۲/۴ (۲) مرقاۃ ۲۲۲/۷

ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے والا سب سے بڑا مجاہد ہے

(۱۹۵) ﴿اَلثَّانِي عَشَر: عَنْ اَبِی عَبْدِاللّٰهِ طَارِقِ بْنِ شَهَابِ الْبَجَلِی الاَحْمَسِیِّ رضی الله عَنْهُ اَنَّ رَجلاً سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَدْ وَضَعَ رِجْلَهُ فِی الغَرْزِ، اَیُّ الجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: کَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ﴾ (رواه النسائی بإسناد صحيح).

"الغرز" بغين معجمة مفتوحة ثم راء ساكنة ثم زاءٍ، و هو ركاب كَورَ الجمل إذا كان من جلد أو خشب، و قيل: لا يختص بجلدٍ و خشبٍ.

ترجمہ: ''حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا (جب کہ آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا ہوا تھا) کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ظالم

بادشاہ کے سامنے حق کی بات کہنا۔"

لغات: ❖ الغرز: غرزہ غرزاً ضرب سے بمعنی سوئی وغیرہ چبھونا، الراکب رجلہ فی الغرز، رکاب میں پاؤں رکھنا۔

تشریح: غَرْزٌ: پالان کو کہتے ہیں، یعنی اونٹ کے نیچے کی رکاب جب وہ لکڑی یا چمڑے کی ہو مگر بعض اہل لغت کے نزدیک ہر رکاب کو غرز کہہ سکتے ہیں اگرچہ وہ لکڑی یا چمڑے کے علاوہ ہو۔

جائر: ظالم کو کہتے ہیں، "ظلم" کہتے ہیں اعتدال سے ہٹ جانا، ظالم بادشاہ اس کو کہتے ہیں جو اپنی رعایا کے ساتھ انصاف نہ کرے۔ (۱)

ظالم بادشاہ کے سامنے بات وہی شخص کرے گا جس کا اللہ پر ایمان کامل ہوگا اور اس کے ایمان میں قوت ہوگی اس وجہ سے وہ اپنے نفس کی پرواہ کئے بغیر بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ رہا ہے (۲) دشمن کے مقابلے والے کو اپنے اوپر اتنی سخت سزا کی امید نہیں ہوتی جتنی بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے والے کو سخت سزا کی امید ہوتی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ النسائی کتاب البیعۃ، (باب فضل من تکلم بالحق عند إمام جائر) ورجال اسنادہ ثقات.

راوی حدیث حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب البجلی کے حالات:

نام: طارق، کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام: شہاب، قبیلہ بجلی سے تعلق تھا۔

انہوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں کو پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی اختیار کی۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے ۳۳ یا ۳۴ مرتبہ جنگ میں تشریف لے گئے، کوفہ میں رہنے لگ گئے تھے۔

روایات: چند روایات نقل کی جاتی ہیں، بخاری ومسلم نے ان کی کوئی روایت نہیں نقل کی، ان کی روایات سنن میں ابوداؤد اور نسائی میں موجود ہیں۔

وفات: ان کا انتقال کوفہ میں ۸۲ھ یا ۸۳ھ میں ہوا۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۱/۲۴۶ (۲) نزھۃ الخواطر ۱/۱۷۶۔ دلیل الفالحین ۱/۴۸۲ (۳) دلیل الفالحین ۱/۴۸۲

امر بالمعروف ونہی عن المنکر باعث نعمت ہے

(۱۹۶) ﴿الثالث عشر: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہُ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ: یَا ھٰذَا! اِتَّقِ اللّٰہَ وَ دَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّہُ لَا یَحِلُّ لَکَ، ثُمَّ یَلْقَاہُ مِنَ الْغَدِ وَ ھُوَ عَلٰی حَالِہٖ، فَلَا یَمْنَعُہٗ ذٰلِکَ اَنْ یَّکُوْنَ اَکِیْلَہٗ وَ شَرِیْبَہٗ وَ قَعِیْدَہٗ، فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ ضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ: "لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ

عَنْ مُنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ، تَرَى كَثِيراً مِنهُم يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ" اِلٰى قَوْلِهِ "فَاسِقُونَ" ثُمَّ قَالَ: كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ لَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِالظَّالِمِ وَلَتَاطِرُنَّهُ عَلَى الحَقِّ أَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الحَقِّ قَصْرًا أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ﴾ (رواه ابوداؤد و الترمذی وقال: حدیث حسن، هذا لفظ ابی داؤد، و لفظ الترمذی)

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوإِسْرَائِيلَ فِي الْمَعَاصِي نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا فَجَالَسُوهُمْ فِي مَجَالِسِهِمْ وَ اٰكَلُوهُمْ وَشَارَبُوهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَ لَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَالِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئاً فَقَالَ: لَاوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاْطِرُوهُمْ عَلَى الْحَقِّ اَطْراً.

قوله: "تأطروهم" أی تَعْطِفُوْهُمْ. ولتقصرنه: أی: لَتَحْبِسُنَّهٗ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرئیل میں اولا جو کمزوری رونما ہوئی یہ تھی کہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتا اور اسے کہتا اے انسان تو اللہ سے ڈر اور جو کام تو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے، یہ تیرے لئے حلال نہیں ہے، پھر دوسرے دن اس کو اسی حالت میں پاتا تو اس کو نہ روکتا بلکہ وہ اس کے ساتھ کھانے پینے، بیٹھنے میں شامل ہو جاتا، جب انہوں نے یہ کیا تو اللہ پاک نے ان کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا (یعنی ان کے دل زنگ آلود اور سخت ہو گئے) پھر آپ نے فرمایا: ارشاد خداوندی ہے۔''جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔ یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے (اور) برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے، بلا شبہ وہ برا کرتے تھے، تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے برا ہے (وہ یہ) کہ خدا ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے اور اگر وہ خدا پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر بدکردار ہیں'' پھر آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں خدا کی قسم تم ''امر بالمعروف کرو اور نہی عن المنکر'' کرو، اور ظالم کے ہاتھ کو روکو۔ اور اسے حق بات پر آمادہ کرو اور اس پر پابندی کرو۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کے دلوں کو

یکساں کردے گا۔ پھر تم پر لعنت اتار دے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر لعنت کی۔ بعینہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بنی اسرائیل نافرمانیوں میں مبتلاء ہو گئے تو ان کو ان کے علماء نے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے۔ پھر علماء ان کی مجلسوں میں ان کے ساتھ بیٹھنے لگے۔ اور ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ بن گئے۔ تو اللہ نے ان کے دلوں کو سیاہ کر دیا اور سب کے دلوں کو یکساں کر دیا۔ اور داؤد اور عیسی بن مریم علیہما السلام کی زبان سے ان کو ملعون قرار دیا اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حدود سے متجاوز ہو گئے (راوی کہتا ہے) کہ رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ کہ آپ اٹھ بیٹھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہیں ان کو حق پر آمادہ کرنا ہوگا۔

لغات: ❖ النقص: النقیصة بمعنی کمینہ خصلت، برائی، عیب گیری، جمع نقائص۔

❖ دع: وَدَعَ یَدَعُ وَدْعًا الشیٔ: چھوڑنا مَالًا عِنْدَهٗ: امانت رکھنا۔

❖ تصنع: صنع، صنعاً و صُنعاً فتح سے بمعنی کوئی چیز بنانا۔

❖ ولتاطرنہ: اطرہ، اطراً ضرب اور نصر سے بمعنی موڑ دینا، خم دینا۔

تشریح: نیک لوگوں کے دل بھی فاسق لوگوں کے دلوں کی طرح ہو جائیں گے

"ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ:" ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ان کے علماء اور بدعمل لوگوں کے دلوں کو خلط ملط کر دیا۔ نیز ملا علی قاری فرماتے ہیں "ببعض" میں باء سببیت کے لئے ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کی نحوست کے سبب سے ان نیک لوگوں کے دل کو بھی سیاہ کر دیا۔ ان سب کے دل سخت ہو گئے۔ پھر ان سب پر عذاب الٰہی نازل ہو گیا۔[1]

شروع میں بنی اسرائیل کے علماء نے اپنے زمانے کے عوام کو سمجھایا پھر ان کے نہ سمجھنے کے بعد ان جیسے وہ بھی اعمال کرنے لگے۔ حالانکہ ان علماء کو یہ کرنا چاہئے تھا کہ وہ ان کو ان برائیوں سے روکتے ورنہ کم از کم دینی اور ایمانی غیرت کی وجہ سے ان نافرمانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو ختم کر دیتے۔

﴿لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ خدا کی قسم تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو جیسے کہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبویہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اس امت کی ذمہ داری ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الملاحم (باب الامر و النهی). و سنن ترمذی ابواب التفسیر، (تفسیر سورة المائدة). و ابن ماجه، ذکره الهیثمی فی المجمع ۱۲۱۵۳/۷۔ و قال: و رجاله رجال الصحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ

(۲) دلیل الطالبین ۱/۲۰۹

(۳) مرقاۃ۔ مظاہر حق جدید ۴/۶۶۴

دعوت کے کام کرنے والوں کو تسلی

(۱۹۷) ﴿الرابع عشر: عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ لَتَقْرَؤُوْنَ ھٰذِہِ الآیَۃَ: ﴿یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاعَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَایَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ﴾(المائدہ: ۱۰۵) وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَأْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْشَکَ اَنْ یَعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ مِنْہُ﴾ (راوہ ابوداؤد و الترمذی" و النسائی باسانید صحیحۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ اے ایمان والو تم اپنے آپ کا خیال رکھو تمھیں وہ لوگ ضرر نہیں پہنچا سکتے جو گمراہ ہوگئے جب تم ہدایت ہیں پر رہوگے اور میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ عذاب خداوندی ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔''

لغات: ❖ تقرؤون: "قَرَأَ قَرْأً وَ قِرَاءَۃً وَ قُرْآناً نصر اور فتح سے بمعنی کتاب کو پڑھنا۔

❖ اوشک: وَشُکَ وَشْکاً وَشَاکَۃً کرم سے بمعنی جلدی ہونا، اوشک جلدی چلنا اور قریب پہنچنا، اور اس کی خبر پر اکثر (اَنْ) آتا ہے۔

تشریح: اس آیت کا دوسری آیات قرآنیہ سے تعارض اور اس کا جواب

یاآیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَؤُوْنَ ھٰذِہِ الآیَۃَ ﴿یا آیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ الخ﴾

ترجمہ: اے لوگوں تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ، اے ایمان والوں تم اپنے آپ کا خیال رکھو تمہیں وہ لوگ ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ آیت کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو صرف اپنے عمل اور اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے۔ دوسرے کچھ بھی کرتے رہیں اس پر دھیان دینے کی ضرورت نہیں مگر یہ مطلب قرآن کریم کی بے شمار تصریحات کے خلاف ہے جس میں ''امر بالمعروف نہی عن المنکر'' کو اسلام کا اہم فریضہ اور امت محمدیہ کی امتیازی خصوصیت قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے جب یہ آیت بالا نازل ہوئی تو چندلوگوں کو شبہ ہوا تو اس کا جواب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ بالا میں رفع فرمایا۔ (۱)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اس آیت کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ تم واجبات شرعیہ کو ادا کرتے رہو جن میں جہاد اور امر بالمعروف بھی داخل ہے یہ سب کرنے کے بعد بھی جو لوگ گمراہ رہیں تو تم پر کوئی نقصان نہیں، اور قرآن کے الفاظ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ: سے ہی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تم راہ چل رہے ہو، راہ پر چلنے کے لئے ''امر بالمعروف'' کا طریقہ کو ادا کرنا ضروری ہے اگر اس کو چھوڑ دیا۔ تو راہ پر ہی نہیں چل سکتے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد، كتاب الملاحم، باب الامر و النهى وترمذى ابواب الفتن، باب ماجاء فى نزول العذاب اذا لم يغير المنكر، والنسائى فى الكبرىٰ وابن ماجة اسناده صحيح،

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف القرآن ۳/۲۵۱

(۲) معارف القرآن ۳/۲۵۱

(۲٤) بَابُ تَغْلِيظِ عُقُوبَةِ مَنْ اَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ وَخَالَفَ قَوْلَهُ فِعْلَهُ

امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنے والے کا عمل قول کے مطابق نہ ہونے کی صورت میں عذاب خداوندی کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ﴾

(بقرہ: ٤٤)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ''یہ کیا (عقل کی بات ہے) کہ تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کئے دیتے ہو حالانکہ تم کتاب (خدا) بھی پڑھتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں۔''

تشریح: اس آیت شریفہ میں اس شخص کی مذمت ہے جو دوسروں کو تو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے مگر خود عمل نہ کرے۔

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں: اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو بے عمل یا فاسق ہو وہ دوسروں کو وعظ و نصیحت نہیں کرسکتا کیونکہ اچھا عمل الگ نیکی ہے اور اچھے عمل کی تبلیغ دوسری مستقل نیکی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک نیکی کو چھوڑنے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دوسری نیکی بھی چھوڑ دی جائے۔ (۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ اگر ہر ایک شخص امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دے کہ میں خود گناہگار ہوں جب گناہوں سے خود پاک ہو جاؤں گا تو پھر لوگوں کو تبلیغ کروں گا تو پھر نتیجہ یہ نکلے گا کہ تبلیغ کرنے والا کوئی بھی باقی نہیں رہے گا کیونکہ ایسا کون ہے جو گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو؟

اس کے بعد علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ لوگ اسی غلط خیال میں پڑ کر تبلیغ کا فریضہ چھوڑ بیٹھیں۔ (۲)

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب مجھے اپنی کسی عادت کا علم ہوتا ہے تو میں اس عادت کی مذمت اپنے مواعظ میں خاص طور سے بیان کرتا ہوں تاکہ وعظ کی برکت سے یہ عادت جاتی رہے۔ (۳)

---

(۱) معارف القرآن ۱/۲۱۸ بحوالہ روح المعانی
(۲) تفسیر قرطبی
(۳) معارف القرآن ۱/۲۱۹

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (صف ۲، ۳)

ترجمہ: نیز فرمایا: ”اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔“

تشریح:

شان نزول

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہم کو علم ہو جاتا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے تو ہم اسی کو کرتے، تو اس پر یہ آیت: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ: نازل ہوئی۔ مگر جب کچھ مسلمانوں پر جہاد شاق گذرا تو اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (۱)

مطلب یہ ہے کہ جس کام کے کرنے کا عزم اور ارادہ آدمی کو نہ ہو تو اس کے کرنے کا دعویٰ ہی نہ کرے کیونکہ یہ دعویٰ کر کے اپنا نام و نمود پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ شان نزول کے اعتبار سے تو صحابہ کی ذات تو ایسی نہیں تھی۔ کہ ان کے دل میں کچھ کرنے کا ارادہ نہ ہو اور وہ دعویٰ کریں۔ تو اس مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ اگرچہ دل میں عزم و ارادہ بھی کام کرنے کا ہے تب بھی اپنے نفس پر بھروسہ کر کے دعویٰ نہ کرے۔ یہ شان عبدیت کے خلاف ہے، اس کے بعد صاحب معارف القرآن فرماتے ہیں، رہا معاملہ تبلیغ و دعوت اور وعظ و نصیحت کا کہ جو آدمی خود نہیں کرتا اس کی نصیحت دوسرے کو نہ کرے وہ اس آیت کے مفہوم میں داخل نہیں۔

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جب خود نہیں کرتے تو دوسرے کو کہنا بھی چھوڑ دو بلکہ دوسرے کو تو آدمی کہتا رہے اس کہنے سننے کی برکت سے آدمی کو عمل کی توفیق مل جاتی ہے جیسا کہ بکثرت تجربہ و مشاہدہ میں آیا ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر مظہری ۱۱/ ۴۵۸
(۲) معارف القرآن ۸/ ۴۲۵

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِخْبَاراً عَنْ شُعَیْبٍ عَلَیْہِ السَّلَامِ "وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھَاکُمْ عَنْہُ﴾

(ھود: ۸۸)

ترجمہ: اور نیز ارشاد فرمایا: ''حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں خود اس کو کرنے لگوں۔''

تشریح: حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو فرمار ہے ہیں کہ میں جس چیز سے تمہیں روکتا ہوں خود بھی تو اس کے پاس نہیں جاتا۔ اگر میں تمہیں منع کرتا اور خود اس کا ارتکاب کرتا تو تمہارے لئے کہنے کی گنجائش تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ داعی اور واعظ و مبلغ کے عمل کو اس کے وعظ و نصیحت میں بڑا دخل ہوتا ہے جس چیز پر واعظ خود عامل نہ ہو اس کی بات کا دوسروں پر کوئی اچھا اثر نہیں ہوتا۔ (۱)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ بے عمل آدمی کو تبلیغ و وعظ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ واعظ اور مبلغ کو بے عمل نہیں ہونا چاہئے۔

(۱) معارف القرآن ۴/ ۶۶۳

دوسروں کو کہنا اور خود عمل نہ کرنے والے پر اللہ کا عذاب

(۱۹۸) ﴿عَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَۃَ، رضی اللہ عنہما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یَقُوْلُ: "یُوْتیٰ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُلْقیٰ فِی النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِہٖ، فَیَدُوْرُ بِھَا کَمَا یَدُوْرُا لْحِمَارُ فِی الرَّحٰی فَیَجْتَمِعُ اِلَیْہِ اَھْلُ النَّارِ فَیَقُوْلُوْنَ: یَافُلَانُ مَالَکَ؟ اَلَمْ تَکُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ؟ فَیَقُوْلُ: بَلٰی، کُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَااٰ تِیْہِ وَ اَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اٰتِیْہِ" (متفق علیہ)

قولہ: "تَنْدَلِقُ" ھو بالدال المھملۃ، ومعناہ تخرج "وَالأقتَابُ": الأمعاء واحدھا: قتبٌ.

ترجمہ: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے

قیامت کے دن ایک آدمی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی وہ آنتوں کو لے کر یوں گھومے گا جیسے کہ گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے، چنانچہ دوزخی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے اے فلاں! تیرا حال ایسا کیوں ہے کیا تو نیک کاموں کا حکم نہیں دیا کرتا تھا اور برے کاموں سے روکتا نہیں تھا؟ وہ کہے گا ہاں! میں نیک کاموں کی تلقین کرتا تھا لیکن خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور برے کاموں سے روکتا تھا لیکن خود ان کا مرتکب ہوتا تھا۔"

تندلق: دال مہملۃ کے ساتھ بمعنی نکل آئیں گی۔

اقتاب: قتب کی جمع ہے بمعنی انتڑیاں۔

لغات: ❖ فتندلق: اندلق، اندلاقاً. انفعال سے بمعنی کسی چیز کا اپنی جگہ سے نکلنا۔

❖ اقتاب: قتب قتباً نصر سے بمعنیٰ بھنی آنتیں کھلانا، القتب بمعنی آنتیں، مذکر ہے لیکن کبھی مؤنث بھی ہوتا ہے۔ جمع اقتاب۔

❖ فیدور: "دار، دوراً و دوراناً نصر سے بمعنی گھومنا۔

تشریح: حدیث بالا میں اس شخص کی مذمت ہے جو دوسروں کو تو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے مگر خود عمل نہ کرے۔ دوسروں کو تو خدا سے ڈرائے مگر خود نہ ڈرے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ بعض جنتی بعض دوزخیوں کو آگ میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کیونکر پہنچ گئے حالانکہ ہم تو بخدا انہی نیک اعمال کی بدولت جنت میں داخل ہوئے جو ہم نے تم سے سیکھے تھے۔ اہل دوزخ کہیں گے ہم زبان سے تو ضرور کہتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب بدء الخلق، (باب صفت النار وغیره) و صحیح مسلم کتاب الزهد، (باب عقوبة من یأمر بالمعروف و لا یفعله). و أحمد فی مسنده ۲۱۸۴۳/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوزید اسامۃ بن زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲۵) بَابُ الْاَمْرِ بِاَدَآءِ الْاَمَانَةِ

امانت ادا کرنے کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا" (نساء: ۵۸)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "خدا تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالہ کردیا کرو۔"

شان نزول

بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے (بیت اللہ میں) داخل ہونا چاہا تو انہوں نے روکا۔ اس پر آپ نے فرمایا: اے عثمان! شاید ایک روز یہ چابی میرے ہاتھ میں دیکھو گے، جس کو چاہوں سپرد کروں۔

بہر حال جب فتح مکہ ہوا، چابی آپ کے ہاتھوں میں آئی اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کو دوبارہ چابی حوالہ کردی۔ (۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے بہت کم ایسا کیا ہوگا کہ آپ ﷺ نے کوئی خطبہ دیا اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو: ''لاَ اِیْمَانَ لِمَنْ لاَ اَمَانَۃَ لَہٗ.'' (۲) جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں۔

الامانات: جمع کا صیغہ ہے اس میں ہر قسم کی امانت داخل ہے مثلاً خواہ مالی امانت ہو یا کوئی ذمہ داری ہو، اس کو پوری کرنا بھی امانت میں داخل ہے۔ مجلس کی باتیں بھی امانت ہیں، جس سے مشورہ لیا جارہا ہو اس کو بھی امین بنایا گیا ہے۔ کسی کے راز کو راز رکھنا بھی امانت ہے۔

---

(۱) تفسیر مظہری ۳/۱۴۲، ۱۴۳

(۲) بیہقی فی شعب الایمان

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْماً جَہُوْلاً﴾ (احزاب: ۷۲)

ترجمہ: اور نیز فرمایا: ''ہم نے (بارِ) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔''

تشریح: امانت سے کیا مراد ہے؟

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ: مفسرین رحمہم اللہ کے امانت کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ مثلاً، ۱۔ حفاظت عفت، ۲۔ فرائض شرعیہ، ۳۔ غسل جنابت، ۴۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: امانت سے مراد شریعت کے تمام تکلیفات امر و نہی کا مجموعہ ہے (۱)، بعض کے نزدیک شریعت پوری کی پوری امانت ہے۔

امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا

سوال: آسمان وزمین میں تو شعور نہیں ان کو مخاطب کیسے کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو گویائی کی طاقت عطاء فرمائی ہے، یہی قول جمہور امت کا ہے کہ یہ عرض حقیقتاً ہوگا۔ (۲)

"فَاَبَیْنَ اَنْ یَحْمِلْنَهَا" اٹھانے سے انکار کیا ان سب نے سوال کیا کہ ہم نے امانت کو پورا کیا تو پھر کیا ہوگا اور نافرمانی کی تو کیا ملے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا امانت کو پورا کیا تو بڑا اجر اور اگر کوتاہی کی تو سزا، اس پر ان سب نے کہا اگر ہم کو اختیار ہے تو ہم اپنے آپ کو اس بار کے اٹھانے سے عاجز پاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جب یہ بات کی تو انہوں نے اس امانت کو اٹھا لیا۔ (۳)

"اِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً" بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا یہ اکثر افراد کے اعتبار سے ہے، انبیاء علیہ السلام وغیرہ اس میں داخل نہیں ہیں۔ (۴)

---

(۱) مظہری ۹/۴۳۸

(۲) معارف القرآن ۷/۲۴۶

(۳) تفسیر ابن کثیر وقرطبی

(۴) تفسیر قرطبی

منافقوں کی تین نشانیاں

(۱۹۹) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾ (متفق علیه)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ (وَاِنْ صَامَ وَ صَلّٰی وَ زَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرتا ہے کذب بیانی سے کام لیتا ہے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔''

ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔

لغات: ❖ کذب: کذب، كَذِباً، و كِذْباً ضرب سے بمعنی جھوٹ بولنا، جان بوجھ کر غلط خبر دینا۔

❖ خلف: خِلف، خَلفاً سمع سے بمعنی وعدہ کا ایفاء نہ کرنا، وعدہ پورا نہ کرنا، خلاف۔

❖ خان: خان، خوناً و خِیانة نصر سے بمعنی امانت میں خیانت کرنا۔

تشریح: منافق وہ لوگ تھے جو زبان سے تو اسلام کا اظہار کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں (۱) یہ نفاق کفر سے بھی بڑھ کر ہے، اس وجہ سے قرآن نے ان کی سخت سزا بیان فرمائی ہے۔

منافق پر عذاب

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ:

کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے یہ منافقین آپ ﷺ کے زمانے میں تھے کہ آپ کو بذریعہ وحی اس کا علم دیا گیا تھا۔

نفاق کی دو قسمیں

اس لئے علماء کا اتفاق ہے کہ اعتقادی نفاق تو آپ پر ختم ہو گیا جو کفر تھا۔ ہاں نفاق عملی مسلمانوں میں بھی پایا جا سکتا ہے کہ یہ عادات جو منافقوں میں تھیں مسلمانوں میں بھی پائی جائیں مگر یہ کفر نہیں ہو گا لیکن بچنا تو اس سے بھی ہے۔ (۲)

سوال: حدیث بالا میں منافقوں کی تین علامات بتائی گئی ہیں اور بعض روایات میں "اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ" یعنی چار علامات بتائی گئی ہیں۔

جواب: تین یا چار کا ہونا یہ قید اتفاقی ہے کہ کسی حدیث میں تین اور کسی میں چار بیان کر دی گئیں۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ نے پہلے تین بیان فرمائیں پھر آپ کو وحی کے ذریعہ سے چار بتائی گئیں تو آپ ﷺ نے چار والی روایت بیان فرمائی۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان، (باب علامات المنافق)، و صحيح مسلم، كتاب الايمان (باب بيان خصال المنافق). و احمد فى مسنده ٣/٩١٦٩، ٦٠٩٥ و النسائى و ابن حبان ٢٥٧ و ابن منده فى الايمان ٥٢٧، ٥٣٠، و ابوعوانه ١/٢١ هكذا فى البيهقى ٦/٢٨٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۱۸۰ (۲) نزہۃ المتقین ۱/۱۸۰ روضۃ المتقین ۱/۲۵۱

قیامت کی نشانی امانت اٹھالی جائے گی

(٢٠٠) ﴿عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رضى الله عنه قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ اَحَدَهُمَا وَ اَنَا اَنْتَظِرُ الْآخَرَ: حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نُزِّلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْآنِ وَ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ فَقَالَ: يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ

الامَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الامَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلُ اَثَرِ المَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِراً وَ لَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهَا عَلٰى رِجْلِهِ، فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ، فَلاَ يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ: اِنَّ فِي بَنِيْ فُلاَنٍ رَجُلاً اَمِيْناً، حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَجْلَدَهُ، مَا اَظْرَفَهُ، مَا اَعْقَلَهُ وَ مَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ، وَ لَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَ مَا اُبَالِي اَيَّكُمْ بَايَعْتُ: لَئِنْ كَانَ مُسْلِماً لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ دِيْنُهُ، وَ اِنْ كَانَ نَصْرَانِيّاً أَوْ يَهُوْدِيًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيْهِ وَ اَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ اُبَايِعُ مِنْكُمْ اِلَّا فُلاَناً وَ فُلاَناً» (متفق عليه)

قَوْلُهُ: "جَذْرٌ" بِفَتْحِ الجِيمِ وَ اِسْكَانِ الذَالِ المُعْجَمَةِ: وَ هُوَ اَصْلُ الشَّيْءِ وَ "اَلوَكْتُ" بِالتَاءِ المُثَنَّاةِ مِنْ فَوقٍ: اَلأَثَرُ اليَسِيْرُ. "وَالمَجْلُ" بِفَتْحِ المِيمِ وَ إِسْكَانِ الجِيْمِ، وَهُوَ تَنَفُّطٌ فِي اليَدِ وَ نَحْوِهَا مِنْ أَثَرِ عَمَلٍ وَ غَيْرِهِ. قَوْلُهُ: "مُنْتَبِراً" مُرْتَفِعاً. قَوْلُهُ: "سَاعِيْهِ": الوَالِي عَلَيْهِ.

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں دو حدیثیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک کا میں مشاہدہ کر چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں، آپ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا کہ امانت کا لوگوں کے دلوں کے درمیان نزول ہوا تھا پھر قرآن نازل ہوا تو انھوں نے قرآن سے علم حاصل کیا اور سنت سے علم سیکھا پھر آپ نے ہمیں امانت کے اٹھائے جانے کے متعلق بتایا کہ آدمی نیند سے بیدار ہوگا تو اس کے دل سے امانت چھن جائے گی اور اسکا دھندلا سا اثر باقی رہ جائے گا، پھر سو کر نیند سے بیدار ہوگا تو اس کے دل سے باقی ماندہ حصہ بھی نکال لیا جائے گا اور آبلہ کے مانند اثر باقی رہ جائے گا، جیسا کے آگ کی چنگاری کو تو اپنے پاؤں پر لڑھکائے اس سے چھالا نمودار ہو جائے اور وہ ابھرا ہوا نظر آئے لیکن اس میں کوئی چیز نہیں (تمثیل بیان فرماتے ہوئے) آپ نے ایک کنکر اٹھایا اور اس کو اپنے پاؤں پر گرایا، اس کے بعد لوگوں کی یہ حالت ہو جائے گی کہ خرید وفروخت کریں گے لیکن کوئی انسان ایسا نہیں ہوگا جو امانت ادا کرنے والا ہو۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار آدمی موجود ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کے بارے میں عام یہ تأثر ہوگا کہ وہ بہت زیادہ مضبوط، ہوشیار، عقلمند ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے برابر ایمان نہیں ہوگا (حذیفہ بیان کرتے ہیں) مجھ پر ایسا وقت بھی آیا ہے کہ مجھے اس بات کا کچھ خیال نہیں ہوتا تھا کہ میں خرید وفروخت کس قسم کے انسان سے کر رہا ہوں اس لیے اگر وہ مسلمان ہے تو اس کی دینداری کا جذبہ میرے حق کو مجھ تک پہنچا دے گا اور اگر عیسائی یا یہودی

ہے تو اس کا حاکم اس سے میرے حق کو واپس دلوائیگا لیکن آج (اس دور میں) چند مخصوص انسانوں کے علاوہ اور کسی سے خرید وفروخت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“

جَذْر: جیم پر زبر اور ذال معجمہ پر سکون، کسی چیز کی اصل اور جڑ۔ وکت: تاء کے ساتھ، معمولی سا اثر۔ مجل: میم پر زبر اور جیم ساکن۔ کام وغیرہ کرنے سے ہاتھوں پیروں میں چھالے پڑ جانا۔ منتبراً: بمعنی بلند، ابھرا ہوا۔ ساعیه: اس کا ذمہ دار اور نگران۔

لغات: ❖ الوکت: وکت وکتاً ضرب سے بمعنی چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز چلنا، الوکت: مصدر تھوڑی چیز، تھوڑا سا نشان۔

❖ المجل: مَجَلَ مجلاً و مجولاً نصر سے بمعنی ہاتھ میں کام کرنے کی وجہ سے آبلہ نکلنا۔ المجل مصدر بمعنی آبلہ جمع، مِجال و مُجل، عام لوگ اس کو (بقوقہ) کہتے ہیں۔

❖ دحرجته: دحرجه لڑھکانا، تدحرج لڑھکنا۔

❖ فنفط: ”نفط نَفطاً سمع سے بمعنی ہاتھ کا آبلہ دار ہونا۔

تشریح: ”اَلاَمَانَۃُ نُزِّلَتْ فِی جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ“

امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتار دی گئی ہے۔ امانت کی بحث ”اِنَّا عَرَضْنَا الاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الاَرْضِ“ آیت کے تحت گذر چکی ہے، بعض محدثین نے کہا کہ اس حدیث میں امانت سے مراد ایمان ہے کیونکہ آخر حدیث میں ”وَ مَافِی قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیمَانٍ“ سے بھی یہی مفہوم آتا ہے۔[۱]

حدیث کا مفہوم

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں امانت کا نور پیدا کیا تا کہ اس کی روشنی میں فلاح وصلاح اور ہدایت کے راستہ پر چلیں اور دین وشریعت کے پیروکار بن سکیں۔ مگر جب لوگوں نے اس نعمت عظمیٰ کی ناقدری کی اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ یہ نعمت واپس لے لیگا اور ان کے دل سے امانت کا نور نکل جائے گا۔ اور جب وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں گے تو محسوس کریں گے کہ ان کے قلب کی وہ حالت اب نہیں رہی جو امانت کی موجودگی میں تھی، البتہ امانت کا نشان موجود رہے گا۔ اور پھر کبھی ”وکت“ کی طرح ہوگا اور کبھی ”مجل“ کی طرح۔ مجل اگرچہ مصدر ہے لیکن یہاں اس سے مراد نفس آبلہ ہے۔ یہ ”وکت“ سے کمتر ہے۔ وکت: کسی چیز کے دھبہ کو کہتے ہیں۔[۲]

نیند سے حقیقی نیند مراد نہیں ہے

یَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَۃَ: ”سوکر نیند سے بیدار ہوگا۔ سونے سے بعض کے نزدیک حقیقتاً سونا مراد ہے اور بعض کے نزدیک یہ

کنایہ ہے غفلت سے کیونکہ سونے سے بھی آدمی غفلت میں چلا جاتا ہے۔

"وَمَا اَعْقَلَهُ وَ مَا اَظْرَفَهُ"

وہ کس قدر عقل مند ہے اور ہوشیار ہے کہ اس کے سمجھدار ہونے کی تعریف تو کریں گے مگر ایمان کی تعریف نہیں کریں گے اور ایمان کے بغیر تو کوئی چیز بھی معتبر نہیں، تعریف و تحسین تو اس شخص کی معتبر ہوگی جو ایمان وتقویٰ کا حامل ہو۔ (۳)

وَمَافِی قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ.

حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوگا، اس کے محدثین دو مطلب بیان فرماتے ہیں:

❶ کمال ایمان کی نفی مراد ہے۔

❷ یا سرے سے ایمان کی ہی نفی مراد ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: رواه صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب رفع الامانة و الایمان). و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب رفع الامانة). و ترمذی و هکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۳) مظاہر حق جدید ۴/۹۰۱

(۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

آپ ﷺ قیامت کے دن جنت کھلوائیں گے

(۲۰۱) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله تعالٰی عنهما قَالاَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُوْنَ آدَمَ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اَبَانَا! اِسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُ وَ هَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَالِكَ، اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ: فَيَأْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَالِكَ، اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلاً مِنْ وَرَآءَ وَرَآءَ، اعْمِدُوا اِلٰى مُوْسٰى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا، فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَالِكَ، اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَ رُوْحِهِ، فَيَقُوْلُ عِيْسٰى: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَالِكَ، فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهُ وَ تُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَ شِمَالاً فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ، قُلْتُ: بِاَبِيْ وَاُمِّيْ

اَیُّ شَیْءٍ کَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ: "اَلَمْ تَرَوْا کَیْفَ یَمُرُّ وَیَرْجِعُ فِی طَرْفَةِ عَیْنٍ؟ ثُمَّ کَمَرِّ الرِّیْحِ ثُمَّ کَمَرِّ الطَّیْرِ وَ اَشَدُّ الرِّجَالِ تَجْرِیْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَ نَبِیُّکُمْ قَائِمٌ عَلَی الصِّرَاطِ یَقُوْلُ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰی تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰی یَجِیْءَ الرَّجُلُ لاَ یَسْتَطِیْعُ السَّیْرَ اِلَّا زَحْفاً، وَ فِیْ حَافَّتَیِ الصِّرَاطِ کَلاَلِیْبُ مُعَلَّقَةٌ مَامُوْرَةٌ بِاَخْذِ مَنْ اُمِرَتْ بِهٖ، فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ، وَ مُکَرْدَسٌ فِی النَّارِ، وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ بِیَدِهٖ اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُوْنَ خَرِیْفاً﴾ (رواہ مسلم)

قَوْلُهٗ: وَرَآءَ وَرَآءَ، هُوَ بِالْفَتْحِ فِیْهِمَا وَ قِیْلَ بِالضَّمِّ بِلَا تَنْوِیْنٍ، وَ مَعْنَاهُ لَسْتُ بِتِلْکَ الدَّرَجَةِ الرَّفِیْعَةِ وَ هِیَ کَلِمَةٌ تُذْکَرُ عَلٰی سَبِیْلِ التَّوَاضُعِ وَ قَدْ بَسَطْتُ، مَعْنَاهَا فِیْ شَرْحِ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ. واللہ اعلم.

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو (میدان محشر میں) اکٹھا فرمائیں گے، ایمان دار لوگ کھڑے ہوں گے تو جنت ان کے قریب کردی جائے گی، چنانچہ تمام لوگ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے ہمارے ابا! ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوایئے۔ آدم علیہ السلام جواب دیں گے۔ تمہیں جنت سے تمہارے باپ کی غلطی نے نکالا تھا، میرا مقام یہ نہیں ہے لہٰذا تم میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے، وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس کی اہلیت نہیں رکھتا، میرا خلیل اللہ ہونا تو دور دور سے تھا۔ لہٰذا تم موسیٰ پیغمبر علیہ السلام کے پاس جاؤ جس سے خدا نے کلام فرمایا، پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے، میں اس درجہ پر نہیں ہوں تم، عیسیٰ پیغمبر علیہ السلام کے پاس جاؤ جنہیں کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے میں اس قابل نہیں ہوں (بالآخر) سب لوگ محمد ﷺ کے پاس پہنچیں گے، چنانچہ آپ بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوں گے، آپ کو اجازت مرحمت ہوگی اور امانت، صلہ رحمی دونوں پل صراط کے دونوں دائیں بائیں کناروں میں کھڑی ہو جائیں گی۔ پس تمہارا پہلا گروہ بجلی کی (تیز رفتاری) مانند پل صراط پر سے گذر جائے گا۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بجلی کی مانند گذر جانے کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ بجلی آنکھ جھپکنے میں آکر واپس بھی چلی جاتی ہے۔ پھر (دوسرا گروہ) ہوا کی مانند پھر پرندوں کی طرح اور لوگوں کے تیز دوڑنے کی طرح گذریں گے، اعمال کے مطابق سب کا گذرنا ہوگا اور تمہارے پیغمبر پل صراط پر کھڑے ہوں گے۔ اور دعاء کرتے ہوں گے۔ اے پروردگار سلامتی عطاء فرما، اے پروردگار سلامتی عطاء فرما۔ تو جب لوگوں کے اعمال عاجز ہو جائیں گے یہاں تک کہ ایک

آدمی چلنے کی طاقت نہ پاکر سرین کے بل گھسٹ کر آئیگا۔ اور پل صراط کے دونوں کناروں پر آنکڑے لٹک رہے ہوں گے۔ وہ ان کو پکڑ لینگے جن کے پکڑنے کا حکم ہوگا پس کچھ خراش زدہ ہو کر نجات حاصل کریں گے اور کچھ لوگ دوزخ میں گرا دیئے جائیں گے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔''

وراء وراء: دونوں میں زبر اور بعض کے نزدیک یہ پیش کے ساتھ ہے بغیر تنوین کے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ میں اس بلند درجے کا اہل نہیں ہوں، یہ کلمہ بطور تواضع ذکر کیا جاتا ہے، میں نے اس کے معنی شرح مسلم میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم (نووی)

لغات: ❖تزلف: زلف زلفاً و زلّف نصر سے بمعنی آگے کرنا، قریب کرنا۔

❖ استفتح: استفتح استفتاحاً استفعال سے بمعنی دروازہ کھلوانا۔

❖ زحف: زحف زحفاً فتح سے بمعنی گھٹنوں یا سرین کے بل دھیرے دھیرے گھسٹنا۔

❖ کَلالِیب: معناہ، گوشت وغیرہ لٹکانے کے لئے لوہے کا کنڈا، انکڑا۔

❖ مخدوش: خدش خدشا ضرب سے بمعنی خراش لگانا۔

❖ مکردس: کردس علیہ اوندھا ہونا۔ فی الشیٔ کسی چیز میں اوندھا ہو کر داخل ہونا۔

تشریح: قیامت کے دن جنت قریب آجائے گی

حَتّٰی تُزْلَفَ بِهِمُ الجَنَّةُ: جنت کو قریب کر دیا جائے گا یہی مضمون سورت تکویر میں بھی ہے کہ:

''وَ اِذَا الجَنَّةُ اُزْلِفَتْ، عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا اَحْضَرَتْ'' (۱)

اور قیامت کے دن میدان حشر میں جنت جب قریب لائی جائے گی تب ہر شخص معلوم کرے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے:

''وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ.'' (۲)

جنت کو متقیوں کے واسطے قریب لایا جائے گا۔

''هَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ الَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ آدَمَ''

جنت سے اپنے باپ کی غلطی سے نکالے گئے تھے۔ جس کو قرآن نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے:

''يَا آدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ اَقُلْ لَكُمَا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ، الآية'' (۳)

"اِنَّمَا کُنْتُ خَلِیْلاً مِنْ وَرَآءَ وَرَآءَ" میرا خلیل ہونا اس سے پہلے پہلے تھا، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ بعض روایات میں آتا ہے اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے تین جھوٹ کا ذکر کر کے عذر کیا۔ اور بعض محدثین نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عذر اپنے تواضع وانکساری کے طور سے فرمائیں گے کہ گویا کہ مجھ کو جو اللہ کی طرف سے خلیلیت ملی وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے ملی اور موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کی سعادت بغیر حضرت جبرائیل کے واسطہ سے حاصل ہوئی ہے۔ (۴)

"فَیَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا" وہ لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے، آپ نے اپنا نام ذکر فرمایا اس کی وجہ محدثین نے یہ فرمائی ہے کہ محمد میں حمد کے معنی ہیں کہ آپ مقام حمد یعنی مقام محمود پر کھڑے ہوں گے جو مقام شفاعت ہے۔ (۵)

"کَمَرِّ الْبَرْقِ" پل صراط سے گذرنے والوں کی رفتار کو بتایا جا رہا ہے کہ بعض لوگ بجلی کی چمک کی طرح اور بعض تیز ہوا کی طرح گذر جائیں گے۔

پل صراط کے بارے میں احادیث میں آتا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، اہل ایمان اس سے اپنے ایمان کے اعتبار سے گذر جائیں گے۔

"کَلَالِیْبُ مُعَلَّقَةٌ"

پل صراط کے دونوں طرف فولادی آنکڑے ہوں گے جو گناہ گار کو زخمی کر دیں گے، زخمی حالت میں بھی پل صراط سے گذر جائیں گے۔ بعض جہنم میں گر بھی جائیں گے اور گناہوں کے بقدر سزا پانے کے ایک مدت کے بعد جہنم سے نجات پا جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن گناہ گار ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد یا کسی کی شفاعت کے بعد یا اللہ کے فضل و کرم سے ایک نہ ایک دن ضرور نکل آئے گا۔ (۶)

تخریج حدیث: رواه صحیح مسلم، کتاب الایمان، (باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها)

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورت تکویر آیت ۱۳، ۱۴

(۲) الشعرآء آیت ۹۰

(۳) اعراف ۱۹۔۲۲

(۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۵) مظاہر حق جدید ۵/۲۰۰

(۶) مظاہر حق جدید، التعلیق الصبیح

وصیت اور میراث تقسیم کرنے سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا

(۲۰۲) وَعَنْ أَبِی خُبَیْبِ (بضم الخاء المعجمة) عَبْدِ اللّٰهِ بنِ الزُّبَیْرِ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَیْرُ یَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِیْ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ، فَقَالَ: یَا بُنَیَّ اِنَّهٗ لا یُقْتَلُ الْیَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ، وَاِنِّیْ لا اُرَانِیْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الیومَ مَظْلُوماً، وَ اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ هَمِّی لِدَیْنِی، اَفتریٰ دَیْننا یُبْقِی مِنْ مَالِنا شَیْئاً؟ ثُمَّ قَالَ: یَا بُنَیَّ! بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَیْنِیْ، وَ اَوْصٰی بِالثُّلُثِ وَ ثُلُثِهٖ لِبَنِیْهِ، یَعْنِیْ لِبَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ قَالَ: فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّیْنِ شَیْئٌ فَثُلُثُهٗ لِبَنِیْکَ. قَالَ هِشَامٌ: وَکَانَ وَلَدُ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازٰی بَعْضَ بَنِی الزُّبَیْرِ خُبَیْبٍ وَعَبَّادٍ، وَلَهٗ یَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِیْنَ وَ تِسْعُ بَنَاتٍ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ، فَجَعَلَ یُوْصِیْنِیْ بِدَیْنِهٖ وَیَقُوْلُ: یَابُنَیَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَیْئٍ مِنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَیْهِ بِمَوْلَایَ. قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَادَرَیْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰی قُلْتُ: یَا أبتِ! مَنْ مَوْلَاکَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ. قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَاوَقَعْتُ فِیْ کُرْبَةٍ مِنْ دَیْنِهٖ اِلَّا قُلْتُ یَامَوْلَی الزُّبَیْرِ اِقْضِ عَنْهُ دَیْنَهٗ، فَیَقْضِیَهٗ قَالَ: فَقُتِلَ الزُّبَیْرُ وَ لَمْ یَدَعْ دِیْنَاراً وَ لَا دِرْهَمًااِلَّاۤ اَرْضِیْنَ، مِنْهَا الْغَابَةُ، وَاِحْدٰی عَشَرَةَ دَارًا بِالْمَدِیْنَةِ، وَدَارَیْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَاراً بِالْکُوْفَةِ، وَدَارًابِمِصْرَ، قَالَ: وَاِنَّمَا کَانَ دَیْنُهُ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْهِ اَنَّ الرَّجُلَ کَانَ یَأتِیْهِ بِالْمَالِ، فَیَسْتَوْدِعُهٗ اِیَّاهُ، فَیَقُوْلُ الزُّبَیْرُ لَاوَلٰکِنْ هُوَ سَلَفٌ، اِنِّی اَخْشٰی عَلَیْهِ الضَّیْعَةَ وَمَاوَلِیَ اِمَارَةً قَطُّ وَ لَا جِبَایَةً وَلَاخَرَاجًاوَلَا شَیْئاً اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ فِیْ غَزْوٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَوَعُثْمَانَ رضی اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَحَسَبْتُ مَاکَانَ عَلَیْهِ مِنَ الدَّیْنِ فَوَجَدْتُّهٗ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَ مِائَتَیْ اَلْفٍ! فَلَقِیَ حَکِیْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ فَقَالَ: یَا ابْنَ اَخِیْ! کَمْ عَلٰی اَخِیْ مِنَ الدَّیْنِ؟ فَکَتَمْتُهٗ وَ قُلْتُ مِائَةَ اَلْفٍ. فَقَالَ: حَکِیْمٌ: وَاللّٰهِ مَااُرٰی اَمْوَالَکُمْ تِسَعُ هٰذِهٖ! فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اَرَاَیْتَکَ اِنْ کَانَتْ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَ مِائَتَیْ اَلْفٍ؟ قَالَ: مَااُرَاکُمْ تُطِیْقُوْنَ هٰذَا، فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَیْئٍ مِنْهُ فَاسْتَعِیْنُوْا بِیْ. قَالَ: وَکَانَ الزُّبَیْرُ قَدِ اشْتَرَی الْغَابَةَ بِسَبْعِیْنَ وَ مِائَةَ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَ سِتِّمِائَةَ اَلْفٍ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: مَنْ کَانَ لَهٗ عَلَی الزُّبَیْرِشَیْئٌ، فَلْیُوَافِنَابِالْغَابَةِ، فَاَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، وَکَانَ لَهٗ عَلَی الزُّبَیْرِ اَرْبَعُ مِائَةِ اَلْفٍ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ: اِنْ شِئْتُمْ تَرَکْتُهَالَکُمْ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هَلَّا، قَالَ: فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْهَا فِیْمَا تُوَخِّرُوْنَ اِنْ اَخَّرْتُمْ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَا، قَالَ: فَاقْطَعُوْا لِیْ قِطْعَةً، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَکَ مِنْ هٰهُنَا اِلٰی هٰهُنَا. فَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ مِنْهَا، فَقَضٰی عَنْهُ

دَيْنَهُ، وَاَوْفَاهُ وَ بَقِيَ مِنهَا اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلٰى مَعَاوِيَةَ وَعِندَهُ عَمْرُوبْنُ عُثْمَانَ، وَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَ ابْنُ زَمْعَةَ. فَقَالَ لَهُ مَعَاوِيَةُ: كَمْ قُوِّمَتِ الْغَا بَةُ؟ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ: كَمْ بَقِيَ مِنهَا؟ قَالَ: اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَ نِصْفٌ، فَقَالَ الْمُنْذِرُ بنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ اَخَذْتُ مِنهَاسَهْماً بِمِائَةِ اَلْفٍ، قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ اَخَذْتُ مِنهَاسَهْماًبِمِائَةِ اَلْفٍ. وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ اَخَذْتُ سَهْماً بِمِائَةِ اَلْفٍ، فَقَالَ مَعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِيَ مِنهَا؟ قَالَ: سَهْمٌ وَ نِصْفُ سَهْمٍ، قَالَ: قَدْ اَخَذْتُهُ بِخَمْسِيْنَ وَ مِائَةِ اَلْفٍ. قَالَ: وَ بَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مَعَاوِيَةَ بِستِّ مِائَةِ اَلْفٍ. فَلَمَّافَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِمِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ. قَالَ: بَنُوالزُّبَيْرِ: اَقْسِمْ بَيْنَنَامِيرَاثَنَا. قَالَ: وَاللّٰهِ لَا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ: اَلَامَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ، فَلْيَأتِنَافَلْنَقْضِهِ. فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِيْ فِيْ الْمَوْسِمِ، فَلَمَّامَضٰى اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَّمَ بَيْنَهُمْ وَ دَفَعَ الثُّلُثَ. وَ كَانَ لِلزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ، فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُوْنَ اَلْفِ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں کھڑے ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا، میں اس کے پہلو میں کھڑا تھا اس نے کہا اے میرے بیٹے! آج ظالم، مظلوم میں سے ایک ضرور قتل ہو جائے گا اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں آج مظلومانہ کیفیت میں مارا جاؤں گا اور مجھے زیادہ فکر میرے قرض کی ہے، کیا میرے قرض کے ادا ہونے کے بعد میرا مال باقی رہ جائے گا؟ پھر آپ نے فرمایا بیٹے! اپنا مال بیچ دو اور میرا قرضہ ادا کرو اور ثلث حصہ کی وصیت کی اور عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے واسطے ثلث کی وصیت کی، زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیسرے حصہ کو پھر تین حصوں میں کر کے ان کا حصہ دیجئے۔ اگر قرض ادا کرنے کے بعد کچھ مال بچ جائے تو اس کا تیسرا حصہ تیرے لڑکوں کو بطور وصیت کے دیا جائے۔ ہشام راوی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ کے بعض بیٹے زبیر کے بعض بیٹوں (خبیب، عباد) کے برابر ہوئے، حصہ میں یا عمر میں، زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان دنوں نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ زبیر مجھے اپنے قرض کے ادا کرنے کی وصیت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے میرے بیٹے! اگر کچھ قرض ادا کرنے سے تو عاجز رہ جائے تو میرے مولا سے مدد طلب کرنا۔ عبداللہ نے کہا اللہ پاک کی قسم میں نہ سمجھ سکا ان کا ارادہ کیا تھا۔ میں نے پوچھا اے ابا! آپ کے مولا کون ہیں؟ انہوں نے کہا اللہ پاک ہیں۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں مجھے اللہ کی قسم ہے! مجھے ان کے

قرض کے بارے میں کچھ پریشانی نہیں ہوئی البتہ میں نے دعاء کی اے زبیر کے مولا! ان کا قرض ادا کرنا، پس اللہ تعالیٰ قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نکال دیتا۔ چنانچہ جب زبیر قتل ہو گئے اور انہوں نے (اپنے پیچھے) درہم اور دینار نہ چھوڑا۔ البتہ زمینیں تھیں ایک غابہ میں تھی، اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں گیارہ حویلیاں اور بصرہ میں دو حویلیاں، ایک گھر کوفہ میں اور ایک گھر مصر میں تھا۔ زبیر کا قرض اس انداز کا تھا کہ لوگ ان کے پاس امانت رکھنے کے لئے مال لاتے تھے۔ زبیر انہیں جواب دیتے تیرا مال امانت نہیں البتہ قرض ہے، میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ مال ضائع نہ ہو جائے اور وہ کبھی امارت میں زکوٰۃ کی وصولی ٹیکس کی فراہمی کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے تھے اور نہ اسی طرح کسی دوسری صورت سے مال فراہم کرتے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور آپ کے خلفاء ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتے۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں میں نے ان کے قرض کا حساب لگایا تو بائیس لاکھ نکلا۔ چنانچہ حکیم بن حزام عبداللہ بن زبیر سے ملے ان سے پوچھا اے میرے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرض ہے؟ عبداللہ بیان کرتے ہیں میں نے قرض چھپاتے ہوئے کہا ایک لاکھ قرض ہے، حکیم بن حزام نے کہا اللہ پاک کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ تمہارا مال اتنے قرض کی ادائیگی کر سکے گا۔ عبداللہ نے کہا ذرا بتلایئے اگر قرض بائیس لاکھ ہو حکیم بن حزام نے کہا میں نہیں سمجھتا ہوں کہ تم اتنا قرض ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہو۔ پس اگر تم قرض ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ تو مجھ سے مدد مانگو۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ زبیر نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار کی خریدی تھی، عبداللہ نے اس کو سولہ لاکھ کے عوض فروخت کر دیا۔ پھر لوگوں میں منادی کر دی کہ جس کا زبیر پر کچھ قرض ہو وہ ہمارے پاس غابہ میں آ جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن جعفر آئے اور ان کا زبیر پر چار لاکھ قرض تھا۔ اس نے آ کر عبداللہ بن زبیر سے کہا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے قرض معاف کر سکتا ہوں۔ عبداللہ بن زبیر نے جواب دیا نہیں۔ انہوں نے کہا اگر تم پسند کرو تو تم اس کو تاخیر سے بھی ادا کر سکتے ہو۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا نہیں۔ انہوں کہا پھر میرا حصہ الگ کر دو۔ عبداللہ نے کہا تمہارا حصہ یہاں سے یہاں تک ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیر نے غابہ کے حصہ کو فروخت کر کے اس کا تمام قرض ادا کر دیا اور اس زمین سے ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے۔ عبداللہ حضرت امیر معاویہ کے پاس آئے اور ان کے پاس عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ غابہ کا حصہ کتنی قیمت میں فروخت ہوا ہے؟ انہوں نے کہا ایک حصہ ایک لاکھ کا فروخت ہوا ہے۔ معاویہ نے کہا کتنے حصے باقی ہیں، عبداللہ

رضی اللہ عنہ نے کہا ساڑھے چار حصے باقی ہیں۔ منذر بن زبیر نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ کے عوض میں خریدتا ہوں۔ عمرو بن عثمان نے کہا ایک حصہ میں ایک لاکھ میں خریدتا ہوں اور ابن زمعہ نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں میں خریدتا ہوں۔ معاویہ نے پوچھا باقی کتنے حصے ہیں؟ انہوں کہا ڈیڑھ حصے باقی ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسے ڈیڑھ لاکھ میں خریدتا ہوں۔"

راوی بیان کرتے ہیں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ معاویہ کے پاس چھ لاکھ میں فروخت کر دیا۔ جب عبداللہ بن زبیر ان کا قرض ادا کرنے سے فارغ ہوئے تو زبیر کے بیٹوں نے کہا ہمارا ورثہ ہم میں تقسیم کرو۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں تمہارے درمیان تقسیم نہیں کروں گا جب تک کہ حج کے دنوں میں چار سال منادی نہ کروں کہ جس نے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرض لینا ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کا قرض ادا کریں گے۔ چنانچہ وہ ہر سال حج کے دنوں میں اعلان کرتے رہے، جب چار سال گذر گئے ثلث مال وصیت کا الگ کرنے کے بعد وارثوں میں مال تقسیم کر دیا، اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار عورتیں تھیں۔ ہر ایک عورت کو بارہ لاکھ ملا۔ پس اس کا تمام مال پانچ کروڑ دو لاکھ تھا۔

لغات: ❖ وقف: وقف، وقفا و وقوفاً ضرب سے بمعنی کھڑا ہونا، ٹھہرنا۔

❖ جنبه: الجنب مصدر بمعنی پہلو، طرف، جانب جمع اجناب، جنوب.

❖ همّي: "همّ هماً و مُهمة نصر سے بمعنی بے چین کرنا، غمگین کرنا۔

❖ لدينه: دانه يدينه ديناً بمعنی قرض دینا، صفت فاعلی دائن، صفت مفعولی مدیون۔

❖ كربة: كرب، كرباً نصر سے بمعنی کام کا دشوار ہونا۔

تشریح: لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُوْمٌ:

آج جو لوگ قتل ہوں گے وہ ظالم ہوں گے یا مظلوم۔ یہ مشہور جنگ پر فرمایا جس کو جنگ جمل کہتے ہیں۔ جو حضرت علی اور حضرت عائشہ کے درمیان ہوئی تھی۔ (۱)

"وَ اَوْصٰی بِالثُّلُثِ وَ ثُلُثُهُ لِبَنِيهِ" تہائی مال ۱/۳ کی وصیت فرمائی اور تہائی میں سے تہائی کی وصیت اپنے بیٹے کے بیٹوں کے لئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہائی مال کی وصیت آدمی ہر وقت کر سکتا ہے۔ (۲)

"بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ:" قرض کے ادا کرنے کے بعد۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت اور تقسیم میراث سے قبل اگر میت کے اوپر قرض ہو تو پہلے اس کو ادا کیا جائے گا۔ (۳)

جائیداد کا رکھنا جائز ہے

﴿مِنهَا الْغَابَةُ وَ اِحْدٰى عَشَرَةَ دَاراً بِالْمَدِينَةِ الخ﴾
غابہ کی زمین، گیارہ گھر مدینہ میں اس سے معلوم ہوتا ہے جو قرض کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے قرض لینا جائز ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین اور مکانات وغیرہ کا جمع کرنا جائز ہے۔

فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ كَمْ عَلٰى اَخِيْ مِنَ الدَّيْنِ؟ فَكَتَمْتُهُ.
فرمایا اے بھتیجے میرے بھائی (زبیر) کے ذمے کتنا قرض ہے مگر میں نے اسے چھپایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکارم اخلاق کی ایک مثال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکارم اخلاق کی ایک مثال ہے کہ بعض نے معاونت کی اور بعض نے قرض معاف یا مؤخر کرنے کی خواہش کی لیکن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب سے زیادہ بلند اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی کی بھی پیش کش کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے اللہ پر بھروسہ کیا تو اللہ ان کے لئے کافی ہو گیا۔ کہ ان کا مال کئی گنا زیادہ قیمت میں فروخت ہوا اور سارا قرض اتروانے کے بعد بھی کافی مال بچ گیا۔

"وَ لٰكِنْ هُوَ سَلَفٌ:" امانت کے بجائے قرض رکھتے کیونکہ امانت اگر ضائع ہو جائے تو کچھ بھی ادا کرنا نہیں ہوگا۔ قرض ضائع ہو جائے تو پھر ادا کرنا ذمہ پر باقی رہتا ہے، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ خیر خواہی ہوتی کہ لوگوں کے مال کو امانتوں کے بجائے قرض کے طور پر رکھتے تھے تا کہ اگر نقصان ہو تو دینا ہو امانت رکھوانے والے کا نقصان نہ ہو۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخاری، کتاب فرض الخمس (باب بركة الغازی فی ماله).

راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حالات:

نام: عبد اللہ، ابوحبیب، ابوبکر اور خبیب کنیت ہے، والد کا نام زبیر، والدہ ماجدہ کا نام اسماء تھا۔ ان کا لقب ذات النطاقین تھا۔

ولادت: اھ میں مہاجرین کے ہاں سب سے پہلے آپ ہی پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبرکاً کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالا (بخاری کتاب العقیقۃ)

سات سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ (مستدرک حاکم ۳/۵۴۸)

سب سے پہلے جنگ یرموک میں شریک ہوئے (اصابہ ۴/۷۱) پھر اس میں جو تلوار ہاتھ میں لی تو مرتے دم تک ہاتھ سے نہ چھوٹی۔ حضرت ابن زبیر متعدد زبانوں کے ماہر تھے، ان کے بہت سے غلام تھے جو مختلف زبانیں بولتے تھے حضرت ابن زبیر ان سب سے ان کی مادری زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ۲۱۳)

وفات: "۷۲ھ ذیقعدہ میں عبد الملک نے حجاج بن یوسف کو حضرت عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، اس وقت میں وہ حرم محترم میں پناہ گزیں ہو گئے، کئی مہینے تک حرم میں محاصر رہے اور کئی مہینوں تک ایسی ہولناک آتش زنی اور سنگ باری ہوتی رہی کہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان زمین پر آ جائیگا۔ (ابن اثیر ۲/۸۶)

بالآخر جمادی الثانی ۷۳ھ میں حواری رسول کا لخت جگر اور ذات النطاقین کا نور نظر اپنے رب اعلیٰ کے پاس پہنچ گیا۔ (طبری ۸/ ۸۵۰)

روایات: ان سے ۳۳ روایات منقول ہیں جن میں دو روایتیں بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں۔ ۶ ر میں بخاری اور ۲ میں مسلم منفرد ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/ ۱۸۵ (۲) نزھۃ المتقین
(۳) نزھۃ المتقین (۴) روضۃ المتقین ۱/ ۲۵۷

(۲۶) بَابُ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ وَ الامْرِ بِرَدِّ الْمَظَالِمِ

ظلم کی حرمت اور حقوق واپس کرنے کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُّطَاعُ﴾ (مؤمن: ۱۸)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے۔''

تشریح: (مشرکین) ظالموں کا کوئی دوست نہ ہوگا اور نہ اس کی کوئی قیامت کے دن سفارش کر سکے گا کیونکہ قیامت کے دن سفارش تو وہی کر سکے گا جس کو سفارش کرنے کی اجازت ہے اور ظالموں کی طرف سے اللہ سفارش کو پسند نہیں کریں گے کہ کوئی ان کی سفارش اللہ تعالیٰ کے دربار میں کرے۔ (۱)

وَ قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَالِلظَّالِمِيْنَ مِنْ نَّصِيرٍ﴾ (۲)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔''

مطلب آیت کا یہ ہے۔ ان ظالموں کے لئے یعنی مشرکین کے لئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا ہے ان کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی ہوگا۔ (۳)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ظالموں یعنی مشرکین کے پاس نہ کوئی مددگار ہوگا نہ قولاً کہ ان کے فعل کے استحسان پر کوئی حجت پیش کر سکے اور نہ ہی عملاً کہ ان کو عذاب سے بچا سکے۔ (۴)

(۱) تفسیر عثمانی
(۲) سورۃ حج آیت ۷۱
(۳) تفسیر مظہری ۸/ ۱۴۷
(۴) تفسیر معارف القرآن ۶/ ۲۸۵

قیامت کے دن ظلم اندھیروں کا باعث ہوگا

(۲۰۳) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوْا دِمَائَهُمْ وَ اسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا اور بخل سے بچو اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا۔ بخل نے ان لوگوں کو خونریزی اور محرمات کو حلال کرنے پر برانگیختہ کیا۔''

لغات: ❖ الظلم: ظلم، ظلماً نصر سے بمعنی ظلم کرنا، چیز کو بے موقع رکھنا، الظلم مصدر کسی چیز کا غلط استعمال، ظلم، شرارت، حق کی کمی۔

❖ الشح: شحّ شَحًّا وشِحًّا وشُحًّا نصر، ضرب، سمع سے بمعنی بخل کرنا، حرص و لالچ کرنا۔

❖ سفکوا: سفک سفکاً ضرب سے بمعنی خون بہانا۔

تشریح: ﴿فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ قیامت کے دن ظلم تاریکیوں کا باعث ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ظالم کو میدان محشر میں اندھیرے گھیرے ہوئے ہوں گے۔ ان کے پاس وہ نور نہیں ہوگا جو مؤمنین کو ملے گا۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ﴿نُوْرُهُمْ يَسْعٰی بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ﴾ قیامت کے دن مؤمنوں کے لئے نور ان کے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوا ہوگا۔ اس سے ظالم لوگ محروم ہوں گے، مگر بعض محدثین کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث میں ظلمات سے مراد تکالیف و مشکلات ہیں کہ قیامت کے دن ظالم لوگ تکالیف اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ (۱)

بخل ہلاکت کا باعث ہوتا ہے

﴿فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ﴾ بخل سے بچو۔ اس لئے کہ بخل نے ہی ان لوگوں کو ہلاک کیا جو تم سے پہلے تھے۔

شح: مال کی شدید محبت کو کہتے ہیں۔ کہ جب انسان کے دل میں دنیا کی انتہائی محبت آ جاتی ہے تو پھر وہ نہ حلال و حرام کی تمیز کرتا ہے اور نہ ہی کسی کا خون کرنے سے باز آتا ہے۔

اھلک: ہلاک ہوئے۔ یہ خبر بھی ہو سکتی ہے۔ کہ دنیا میں ہلاک ہوئے، دوسرا یہ کہ آخرت میں ہلاک ہوں گے۔ اور بعض نے کہا کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ کی ہلاکت مراد ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ صحیح مسلم، کتاب البر (باب تحریم الظلم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۳۱۹/۹
(۲) روضۃ المتقین ۲۶۰/۱

قیامت کے دن بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا

(۲۰۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَتُؤَدَّنَّ الْحُقُوْقُ اِلَی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حقوق، اصحاب حقوق کو ملکر رہیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا۔

لغات: ❖ جلحاء: جلح جلحاً سمع سے بمعنی سر کے دونوں جانب سے بالوں کا گرنا۔ الشاۃ الجلحاء بکری کا بے سینگوں والا ہونا۔

❖ القرناء: قرن قرناً سمع سے بمعنی دونوں ابروؤں کا ملا ہوا ہونا۔ سینگ والا ہونا۔

تشریح:

عدل کی اعلیٰ مثال

حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ قیامت کے دن عدل بے مثال درجہ کا ہوگا حتیٰ کہ جانوروں نے بھی اگر ایک دوسرے پر ظلم کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ مظلوم جانور کی دادرسی فرمائے گا۔ (۱)

اس میں انسانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ جب بے شعور جانوروں میں عدل ہوگا تو عقل وشعور والے ظالم انسانوں کو کیسے معاف کیا جائے گا۔ ان سے بھی ضرور بدلہ لیا جائے گا۔ (۲)

اس لئے دنیا میں ہی ظلم سے توبہ کرکے اس کی تلافی کرلی جائے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ مسلم کتاب البر (باب تحریم الظلم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین ۱۸۷/۱ (۲) نزہۃ المتقین (۳) نزہۃ المتقین

ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا

(۲۰۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا وَ لَا نَدْرِیْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ حَتّٰى حَمِدَ اللّٰهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِیْ ذِكْرِهِ وَقَالَ: مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا اَنْذَرَهُ اُمَّتَهُ اَنْذَرَهُ نُوحٌ وَ النَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ وَاِنَّهُ اِنْ يَخْرُجَ فِيكُمْ فَمَا خَفِیَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَانِهِ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ، اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ، وَ اِنَّهُ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَائَكُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِی بَلَدِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا، وَيْلَكُمْ اَوْ وَيْحَكُمْ اُنْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّاراً يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ﴾ (رواه البخاری و روی مسلم بعضه)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کا تذکرہ کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود تھے، ہم جانتے نہیں تھے کہ حجۃ الوداع کیا ہے (ہم اس بحث میں تھے) کہ رسول اللہ ﷺ نے حمد وثناء کے بعد مسیح دجال کا ذکر فرمایا اور خوب وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ اللہ نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس نے اپنی امت کو مسیح دجال (کے فتنہ) سے ڈرایا ہے، چنانچہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام نے بھی ڈرایا (یاد رکھو) اگر وہ تمہارے ہوتے ہوئے نکل پڑا تو تم پر اس کا معاملہ مخفی نہیں رہے گا اس لئے کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ اور اس کی داہنی آنکھ کانی ہے جیسا کہ پھولا ہوا انگور ہوتا ہے (یاد رکھو) اللہ نے تم پر تمہارے خون و مال حرام کردیئے ہیں جس طرح کہ تمہارے اس دن کو حرمت عطاء کی ہے اس شہر میں اور اس مہینے کو حرمت بخشی ہے۔ خبردار! کیا میں نے احکام خداوندی تم تک پہنچا دیئے ہیں؟ سب نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا: اے اللہ گواہ ہو جا۔ تمہارے لئے ہلاکت ہو یا (راوی کو شک ہے) افسوس ہو خوب غور کرلو کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنوں کو مارنے لگو۔“

لغات: ❖ باعور: عور عواراً سمع سے بمعنی کانا ہونا، صفت مذکر اعور، صفت مؤنث عوراء،

❖ عِنَبَة: العنب بمعنی انگور جمع اعناب ایک دانہ کو عنبۃ کہتے ہیں۔ عنبه طافية: پھولا ہوا انگور۔

تشریح: ## ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا

مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَهُ اُمَّتَهُ: ایسا کوئی نبی نہیں مبعوث کیا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔

سوال: دجال تو قیامت کے قریب آئے گا تو پہلے زمانے کے لوگوں کو کوئی خطرہ ہی نہیں تھا ان کو کیوں ڈرایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ۔ نے دجال کے ظاہر ہونے کا وقت متعین کسی کو نہیں بتایا۔ ہاں اتنا ضرور بتایا کہ قیامت کے قریب آئے گا اور قیامت کا علم کسی کو نہیں کہ کس وقت قیامت آجائے۔ (۱)

دجال ''کانا'' ہوگا

﴿اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ﴾ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بات ''كَلِّمِ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ.'' کہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو، اس اعتبار سے فرمایا ورنہ اللہ جل شانہ جسم سے پاک ہیں اور اللہ جل شانہ اپنی ذات و صفات میں ہر قسم کے عیوب سے پاک و مبرا ہیں۔ (۲)

دجال کی آنکھ کے بارے میں احادیث میں تعارض اور اس میں تطبیق

كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ: طافیہ کہتے ہیں کہ انگور کا پھولا ہوا دانہ۔

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دجال کی آنکھ کے بارے میں متعدد احادیث ہیں ان سب میں آپس میں تعارض بھی بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ ان روایات میں تطبیق کی ضرورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ دجال کی ایک آنکھ تو بالکل ہی غائب ہے۔ دوسری آنکھ بھی عیب دار ہے اس معنی کے اعتبار سے اس کی دونوں ہی آنکھوں کو اعور یعنی عیب دار کہا جا سکتا ہے۔ (۳)

﴿اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَائَكُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ﴾ بے شک اللہ نے تمہارے خون اور تمہارے مال کو تم پر حرام کردیئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اس کے جان مال وعزت وآبرو کی حفاظت اس کے ذمہ ہے اسی وجہ سے مسلمانوں کی آپس میں خون ریزی اور اس کی عزت سے کھیلنے کو خیانت اور قبیح جرم بتایا گیا ہے۔ (۴)

﴿لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا﴾ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ جس طرح سے زمانہ جاہلیت میں کفار ایک دوسرے کو قتل کیا کرتے تھے تم اس طرح کفار والا عمل شروع نہ کردینا کہ ایک دوسرے کو معمولی معمولی بات پر قتل کرنے لگ جاؤ۔

تخریج حدیث: رواہ بخاری، کتاب المغازی (باب حجة الوداع وغیرہ) و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب لا ترجعوا بعدی کفاراً).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاة شرح مشکوۃ (۲) مظاہر حق جدید ۱/۵۹ (۳) مرقاة شرح مشکوۃ (۴) مرقاة شرح مشکوۃ

ناحق زمین پر قابض ہونے والے کو قیامت کے دن اس کا طوق پہنایا جائیگا

(۲۰۶) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ: قَالَ: "مَنْ ظَلَمَ قِيْدَشِبْرٍمِنَ الاَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایک بالشت زمین ناحق لیتا ہے اس کو (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''

لغات: ❖قید: القید و القِید بمعنی مقدار، اندازہ۔

❖شبر: شبر شبراً نصر اور ضرب سے بمعنی بالشت سے ناپنا۔ الشبر. بالشت، عمر جمع اشبار۔

تشریح: دوسرے کی زمین ناحق لینے کے بارے میں چند احادیث

ایک روایت میں آتا ہے ﴿عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ اَخَذَ اَرْضاً بِغَيْرِ حَقِّهَا اَنْ يَحْمِلَ تُرَابَهَا الْمَحْشَرَ﴾ (۱)

ترجمہ: ''یعلی بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے جو شخص زمین کا کوئی حصہ ناحق لے گا اسے حشر کے دن اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ اس زمین کی ساری مٹی اپنے سر پر اٹھائے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے ﴿خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ﴾ (۲)

ناحق زمین ہڑپ کرنے والے کو ساتوں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔

ان روایات میں حقوق العباد کے تحفظ کا شریعت نے جو ایک اعلیٰ تصور پیش کیا ہے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

طُوِّقَهُ: طوق پہنایا جائے گا۔

بعض محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں طوق ڈالنے کا مفہوم وہ ہے جو روایت میں آیا ہے کہ اس کو زمین میں دھنسایا جائے گا۔ چنانچہ زمین کا وہ قطعہ جو اس نے غصب کیا ہوگا اس کے گلے میں طوق کے مانند جکڑے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه صحیح بخاری، کتاب المظالم (باب اثم من ظلم شیئاً من الارض). و مسلم کتاب البیوع (باب تحریم الظلم و غصب الارض). و أحمد فی مسنده ۹/ ۲۴۴۰۷۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ احمد (۲) بخاری شریف (۳) شرح السنۃ

اللہ تعالیٰ شروع میں ظالم کو مہلت دیتا ہے

(۲۰۷) ﴿عَنْ اَبِی مُوسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِیْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ "وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهُ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب پکڑے گا تو پھر چھوڑے گا نہیں، پھر آپ نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی (جس کا مطلب یہ ہے کہ) اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اس طرح کی ہوتی ہے۔ بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور سخت ہے۔''

لغات: ❖ لیملی: املی، املاءً افعال سے بمعنی عمر دراز کرنا، دیر تک فائدہ اٹھانے دینا، مہلت دینا۔

❖ یفلته: فلت، فلتاً ضرب سے بمعنی رہا کرنا، چھوڑنا۔

تشریح: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِیْ لِلظَّالِمِ﴾ ترجمہ: اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حسب مشیت وخصلت سے ظالم اور گناہ گار کو مہلت دیتا رہتا ہے تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ مگر جب مواخذہ فرماتا ہے تو پھر اس کی گرفت سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف تنبیہ کرنا بھی مقصود ہے کہ آدمی ظلم ومعصیت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے۔ اللہ کی اس مہلت سے آدمی کو دھوکہ کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ معلوم نہیں کس وقت اللہ کی طرف سے وہ مہلت ختم ہو جائے اور گرفت شروع ہو جائے۔

تخریج حدیث: رواہ بخاری کتاب التفسیر، (تفسیر سورۃ ھود، باب قوله: و كذالک اخذ ربک" الأية). و مسلم كتاب البر (باب تحريم الظلم) و الترمذی و النسائی فی الكبریٰ و ابن ماجه و ابن حبان ۵۱۷۵۔ و هكذا فی البيهقی فی الكبریٰ ۹۴/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں آ چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا

(۲۰۸) ﴿عَنْ مُعَاذٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ: بَعَثَنِی رسولُ اللّٰهِ صلی اللّٰه عليه وسلم فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّكَ تَأْتِی قَوْمًا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ اِلٰی شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنِّی رَسُولُ اللّٰهِ فَاِنْ

هُمْ اَطَاعُوا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُوْخَذُ مِنْ أَغْنِيَاءِ هِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآءِ هِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذَالِکَ فَاِيَّاکَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے (حاکم بنا کر) بھیجا آپ نے وصیت فرمائی کہ تو اہل کتاب کے پاس جائے گا تو ان کو اس بات کی دعوت دینا ہوگی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ اس بات کو تسلیم کرلیں تو انہیں بتایئے کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو انہیں بتایئے کہ اللہ نے ان پر (ان کے مال) میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔ مالداروں سے لیکر فقیروں میں تقسیم کی جائے گی، اگر وہ اس کو بھی مان لیں، تو تجھے ان کے عمدہ مالوں سے احتراز کرنا ہوگا اور مظلوم کی بد دعاء سے بچنا، اس لئے کہ اس کی دعاء اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔''

لغات: ❖ فترد: ردّ، رداً نصر سے بمعنی لوٹانا، واپس کرنا، پھیرنا۔

❖ حجاب: الحجاب مصدر بمعنی پردہ، دو چیزوں میں حائل ہونے والی چیز جمع حُجُب۔

تشریح: ﴿بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ مجھے (معاذ کو) آپ ﷺ نے یمن بھیجا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کب بھیجا؟

۸ھ فتح مکہ کے سال۔ ابن سعد کے نزدیک ۱۰ھ ربیع الثانی میں (۱) ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ۱۰ھ حج النبی سے پہلے بھیجا تھا۔ (۲)

﴿فَادْعُهم اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ترجمہ: سب سے پہلے کفار کو کلمہ توحید کی دعوت دیجائے جب وہ قبول کریں تو پھر ان کو شریعت اسلامی سمجھائی جائے۔

ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

فَتُرَدُّ اِلٰى فُقَرَائِهِم: ان کے فقراء کو لوٹا دیا جائے۔ اسی جملہ سے امام شافعی و مالک رحمہما اللہ استدلال فرماتے ہیں کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل کرنا صحیح نہیں ہے۔ بخلاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر زکوٰۃ کو منتقل کرنا بغیر کسی وجہ سے مکروہ ہوگا، اگر دوسرے شہر کے لوگ زیادہ محتاج ہوں تو پھر کراہت بھی نہیں آئے گی۔

احناف کہتے ہیں۔ فترد الی فقرائھم: "ھم" سے مراد فقراء المسلمین ہیں وہ عام ہیں کہ فقراء اسی شہر کے ہوں یا دوسرے شہر کے۔ علامہ طیبی شافعی فرماتے ہیں کہ اس بات پر تو تمام ہی فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر دوسرے شہر والوں کو زکوٰۃ دے دی گئی تو فرضیت زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (۳)

اس حدیث میں روزہ اور حج کا ذکر نہیں

سوال: اس حدیث میں روزہ اور حج کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: حدیث میں ایک اعتقادی جزء کلمہ شہادۃ اور دوسری بدنی عبادت یعنی نماز، تیسری مالی عبادت زکوٰۃ کو بیان کر دیا تمام عبادات اسی میں داخل ہو جاتے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام ارکان اسلام کا شمار کرنا مقصود نہیں تھا وہ تو حضرت معاذ کو معلوم تھا، صرف ایک حد کو ذکر کر کے دعوت الی الاسلام کی طرف تنبیہ کرنا تھا کہ دفعۃً تمام اسلام کی طرف دعوت نہ دیں بلکہ تدریجاً آہستہ آہستہ شریعت پر چلائیں۔ (۴)

وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ: مظلوم کی بد دعا سے بچو، کہ مظلوم کی بد دعا سے اللہ کا غضب وعتاب فوراً نازل ہو جاتا ہے کیونکہ مظلوم اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

تخریج حدیث: رواہ بخاری، کتاب الزکوٰۃ (باب وجوب الزکوٰۃ) و کتاب المغازی (باب بعث أبی موسی، و معاذ الی الیمن)۔ مسلم کتاب الایمان (باب الامر بالایمان باللّٰہ و رسولہ و شرائع الدین)۔ و أحمد ۱/۲۰۷۔ ابوداؤد ۱۵۸۴ ترمذی و النسائی و ابن ماجہ والدارمی ۱/۳۷۹۔ و ابن مندہ ۱۱۶۔ وابن حبان ۱۵۶۔ و الطبرانی ۱۲۴۰۸۔ و الدار قطنی ۲/۱۳۶، مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۱۱۴۔

راوی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: معاذ، ابوعبد الرحمٰن کنیت، امام الفقہاء، رزیل العلماء اور عالم ربانی القاب، قبیلہ خزرج سے تعلق تھا۔ ۱۸ سال کی عمر میں مصعب بن عمر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ کیا تو اہل یمن کو لکھوایا: "انی بعثت لکم خیر اھلی" میں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔

حضرت عمر نے جو مجلس شوریٰ بنائی، اس کا ایک رکن حضرت معاذ کو بھی بنایا۔ (طبقات ابن سعد)

آپ نے حضرت معاذ کے بارے میں فرمایا تھا: اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ:

ہمارے صحابہ میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا: "لَوْ لَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ: معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔ ایک موقع پر حضرت عمر نے فرمایا کہ: مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَلْيَأْتِ مُعَاذًا: جس کو فقہ سیکھنا ہو وہ معاذ کے پاس جائے۔

وفات: طاعون عمواس میں انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی ۱۸ھ میں ان کو اس جگہ دفن کیا گیا جہاں کے قریب ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔

مرویات: ان سے کل ۱۵۷ روایات منقول ہیں، ان میں سے دو پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔

(۱) فتح الملہم ۳/۱۸۶
(۲) فتح الباری
(۳) عمدۃ القاری ۹/۳۴ کافی عمدہ مفصل بحث ہے۔ و بذل المجہود ۳/۳۹
(۴) فتح الملہم ۳/۱۸۶

عامل کا کسی سے تحفہ قبول کرنا جائز نہیں

(۲۰۹) ﴿عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ سَعْدِ السَّاعِدِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "اِسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ رَجُلاً مِنَ الاَزْدِیُقَالُ لَهُ: ابْنُ اللُّتْبِیَّةِ عَلَی الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هٰذَا لَکُمْ، وَهٰذَا اُهْدِیَ اِلَیَّ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ عَلَی الْمِنبَرِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ: "اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنکُمْ عَلَی الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِیَ اللّٰهُ، فَیَأْتِیْ فَیَقُوْلُ: هٰذَا لَکُمْ، وَهٰذَا هَدِیَّةٌ اُهْدِیَتْ اِلَیَّ، أَفَلاَ جَلَسَ فِیْ بَیْتِ أَبِیْهِ أَوْ أُمِّهِ حَتّٰی تَأْتِیَهُ هَدِیَّتُهُ إِنْ کَانَ صَادِقاً، وَاللّٰهِ لاَیَأْخُذُ أَحَدٌ مِنکُمْ شَیْئاً بِغَیْرِحَقِّهِ اِلَّالَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی، یَحْمِلُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، فَلاَ أَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِنکُمْ لَقِیَ اللّٰهَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً لَهَاخُوَارٌ، أَوْشَاةً تَیْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی رُئِیَ بَیَاضُ إِبْطَیْهِ فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ" ثَلاَثاً﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ازد قبیلہ کے ایک آدمی کو جو ابن اللتبیۃ کے لقب کے ساتھ معروف تھا، زکوۃ کا عامل بنا کر بھیجا، جب وہ (واپس) آیا تو اس نے کہا یہ تمہارا مال ہے اور اتنا مال مجھے بطور ہدیہ کے دیا گیا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا: اما بعد! میں تم میں سے ایک آدمی کو ایسے کام کی ذمہ داری سونپتا ہوں جس کی ذمہ داری اللہ نے مجھ پر ڈالی ہے تو وہ آ کر کہتا ہے۔ یہ تمہارا مال ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے۔ وہ کیوں اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں نہ بیٹھا رہا (میں دیکھتا) کہ کس طرح اس کے پاس ہدیہ کا مال آتا۔ اگر وہ سچا ہوتا تو اللہ کی قسم تم میں سے کوئی آدمی ناحق مال نہیں لے گا مگر قیامت کے دن اس کو اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ پس میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ سوار کرائے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں آئے اور اونٹ بڑ بڑا رہا ہوگا یا گائے آواز کرتی یا بکری آواز کرتی ہوئی۔ پھر آپ نے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ اور فرمایا: اے اللہ

میں نے (تیرا حکم) پہنچا دیا۔"

لغات: ❖ رغآء: رغا، رغاء نصر سے بمعنی اونٹ کا بلبلانا، یا شتر مرغ اور بجو کا چیخنا چلانا۔

❖ خوار: خار، خوار نصر سے بمعنی گائے کا ڈکارنا، آواز کرنا۔

❖ تیعر: یعر، یَیْعَرُ و یَیْعِرُ یعاراً بمعنی بکری کا ممیانا۔

تشریح: قبیلہ اَزد کے آدمی کے نام میں محدثین کا اختلاف

رَجلاً مِن الازْدِ یُقَالُ لَهُ ابنُ اللُّتبِیَة: ایک آدمی جو قبیلہ ازد جس کو ابن اللُّتبِیہ کہا جاتا تھا۔ ان کے نام میں محدثین کا اختلاف ہوا۔ بعض نے داؤد، بعض نے دراء بن الغوث بعض نے اسد بھی کہا ہے۔ بعض نے عبداللہ بھی بتایا ہے۔

هٰذِهٖ هَدِیَّةٌ اُهْدِیتْ اِلَیّ: یہ میرا مال ہے کہ جو مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عہدہ دار کسی کا ہدیہ وغیرہ قبول نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ تحفہ تحائف کی پیش کش اس کو اس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ عہدہ کی وجہ سے ہوئی ہے تو یہ ناجائز ہے، اگر اس کی پہلے سے دیرینہ مراسم تھے اور پہلے بھی اس ہدیہ کا معمول تھا تو اب یہ تحفہ لینا اس کے لئے جائز ہوگا۔

﴿الَّا لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی یَحْمِلُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ قیامت کے دن (اپنے گناہوں) کو اٹھائے اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ قیامت کے دن ہر آدمی اپنے گناہوں کو خود اٹھائے ہوئے ہوگا۔ جیسے کہ قرآن میں بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔ ﴿لِیَحْمِلُوْا اَوْزَارَهُمْ کَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ (۲) دوسری جگہ آتا ہے ﴿وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ﴾۔ (۳)

ترجمہ: وہ اپنے بوجھوں کو اپنی کمر پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

بَعِیْرٌ لَهُ رُغَاءٌ: اونٹ وہ آواز کرتا ہوا آئے گا۔ اس حدیث میں تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر کسی نے کسی کے مال کو دنیا میں ناحق لے لیا تو اب اگرچہ دنیا والوں کو معلوم بھی نہ ہو۔ مگر قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے اس کو رسوا کیا جائے گا۔ اسی وجہ سے اونٹ بھی آواز نکال رہا ہوگا۔ گائے بھی آواز نکالے گی کہ اس شخص نے مجھ کو چوری کیا تھا پھر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ چوری کا جانور ہے۔ (۴)

آپ ﷺ کے بغل سے بدبو نہیں آتی تھی

"بَیَاضَ اِبْطَیْهِ" بغل کی سفیدی۔

سوال: بغل میں تو سیاہی آتی ہے؟

جواب: اگر ابتداء سے ہی بغل کے بالوں کو اکھاڑنے کی عادت ڈالی جائے۔ جو سنت ہے اگرچہ کاٹنا بھی جائز ہے اگر اکھاڑنے کی عادت ڈالی جائے تو بغل میں سفیدی ہوتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے شروع میں اکھاڑنے کی عادت

نہیں ڈالی تو پھر بعد میں نہ کرے کیونکہ اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

علامہ زین الدین العراقی فرماتے ہیں کہ آپ کے بغل کے نیچے بال نہیں تھے۔ بعض نے کہا کہ بال تھے مگر آپ کے بغل کے نیچے عام لوگوں کی طرح بدبو نہ ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے۔

تخریج حدیث: رواہ بخاری کتاب الھبة، (باب من لم یقبل الھدیة لعلة)، و کتاب الحیل (باب احتمال العامل لیھدی له). و کتاب الزکوٰۃ (باب قوله تعالیٰ: و العاملین علیھا). و مسلم کتاب الامانة، (باب تخریج ھدایا العمّال). و ھکذا اخرجه ابو داؤد.

راوی حدیث حضرت ابوحمید عبد الرحمٰن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عبد الرحمٰن، کنیت ابوحمید، والد کا نام عمرو، دادا کا نام سعد (تجرید الصحابہ للذھبی)

ان کا نسب نامہ یہ ہے: عبد الرحمٰن بن عمرو بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو الخ (تہذیب التہذیب)

مدینہ کے رہنے والے انصاری صحابہ ہیں۔

وفات: ان کا انتقال امیر معاویہ کے عہد میں ہوا۔

مرویات: ان سے ۲۱ احادیث مروی ہیں۔ تین میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔ ایک بخاری میں اور ایک مسلم میں منفرد۔

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۲) سورۃ نحل آیت ۲۵

(۳) سورۃ انعام آیت ۳۱ (۴) نزھۃ المتقین ۱/۱۹۰

قیامت کے دن ظالم سے اس کے ظلم کے بدلہ نیکیاں لی جائے گی

(۲۱۰) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ کَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِّاَخِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْمِنْ شَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَایَکُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَادِرْهَمٌ اِنْ کَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهٖ، وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَمِنْ سَیِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَیْهِ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا کسی مسلمان (اس کے بھائی کا حق ہو مثلاً) عزت یا اسی طرح کی کوئی اور چیز تو ضروری ہے کہ آج ہی اس سے معافی طلب کر لے اس سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار رہیں گے نہ درہم، اگر اس کے نیک اعمال ہوں گے تو اس کے ظلم کے مطابق اس سے نیکیاں لی جائیں گی۔ اور اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کی برائیوں کو ظالم کے حساب میں لکھ دیا جائے گا۔“

لغات: ❖عرضه: العرض بمعنی عزت، اچھی خصلت، باعث عزت وفخر، جمع اعراض۔
تشریح: "مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ:" بخاری کی دوسری روایت میں "كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

قیامت میں اعمال کا سکہ چلے گا

لَا يَكُوْنُ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ: نہ وہاں اس کے پاس دینا رہوگا اور نہ درہم۔ مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے کسی پر کوئی ظلم یا زیادتی وغیرہ کی ہو تو واجب ہے کہ وہ اس ظلم کو حق دار سے ضرور معاف کروائے خواہ اس معافی کے عوض روپیہ، پیسہ دے کر ہی کیوں نہ ہو، ورنہ عدم معافی کی صورت میں اس کی نیکیاں لے لے گا یا اس کے اپنے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے گا۔(۱)

بِقَدْرِ مَظْلَمَتِه: اس کے ظلم کے بقدر۔
سوال: ظلم کی کیفیت اور کمیت کو تو کوئی جانتا نہیں تو اس سے اس کے برابر بدلہ کیسے لیا جائے گا؟
جواب: قیامت کے دن اکثر علماء کے بقول اعمال مجسم ہو جائیں گے۔ تو اس کو اندازہ کر کے دیا جائے گا۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کو وہ نعمتیں یا عذاب ملیں جو ان نیکیوں یا برائیوں کی جزا و سزا کے طور پر حق تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں۔(۲)

تخریج حدیث: رواه بخاری كتاب المظالم، (باب من كانت له مظلمة). و أحمد فی مسنده ۹۶۲۱/۳۔ و الطيالسی ۳۲۱۸ و ابن حبان ۷۳۶۱، و البيهقی ۳۶۹/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق جدید ۶۳۸/۴
(۲) مظاہر حق جدید ۶۳۸/۴

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے

(۲۱۱) ﴿عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلَّمَ قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ شخص ہے کہ اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے جو منہیات کو چھوڑ دے۔"

لغات: ❖سلم: سلم سلامة سمع سے بمعنی محفوظ ہونا، چھٹکارا پانا، بری ہونا۔

❖ھجر: "ھجر ھجراً نصر سے بمعنی چھوڑنا۔

تشریح: "اَلْمُسْلِمُ" الف لام عہد کا ہے مراد "المسلم الکامل" یعنی کامل مسلمان ہے۔ (۱)

سوال ①: حدیث بالا "المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده" کا یہ مطلب ہے کہ آدمی صرف دوسروں کو تکلیف نہ دے خواہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزہ رکھے یا نہ رکھے وہ مسلمان کامل ہے؟

جواب: ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسی روایات میں "مع مراعاة باقی الارکان" کی قید مقدر ہوتی ہے۔ (۲) تو باقی دوسرے ارکان کی رعایت بھی وہ کرتا ہے۔

سوال ②: کیا غیر مسلم وغیرہ کو ایذاء دی جاسکتی ہے، حالانکہ اس کی بھی احادیث میں ممانعت آئی ہے؟

جواب: اکثریت کے اعتبار سے کہہ دیا کیونکہ مسلمانوں کا زیادہ تر واسطہ مسلمانوں ہی سے پڑتا ہے (۳) یا مسلمانوں کی قیدان کی عظمت شان کے اعتبار سے ہے، کفار محاربین کے علاوہ کسی کو بھی نقصان پہنچانا صحیح نہیں ہے۔

مِنْ لِسَانِهٖ: اس میں گالی گلوچ، لعن طعن، بہتان وغیبت وغیرہ سب شامل ہیں۔

"یَدِهٖ" اس میں مارنا، قتل کرنا، دفع، غلط لکھنا وغیرہ سب شامل ہیں۔

سوال ③: ید کی تخصیص کیوں کی گئی حالانکہ ایذا تو دوسرے اعضاء سے بھی دی جاتی ہے؟

جواب: اکثر افعال ہاتھ سے ہوتے ہیں اس لئے اس کا تذکرہ کردیا۔

سوال ④: لسان کو ید پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: زبان سے تکلیف زیادہ عام ہے، زبان سے حاضر اور غیر حاضر سب کو نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ بخلاف ہاتھ کے وہ ایسا نہیں، اس پر علامہ بدرالدین عینی نے یہ شعر لکھا ہے

جراحات السنان لها التیام و لا یلتام ما جرح اللسان

ترجمہ: "نیزوں کے زخم تو بھر جاتے ہیں، لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا۔"

حقیقی مہاجر کون ہے؟

وَ الْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ یہاں بھی مہاجر پر الف لام عہد کا ہے یعنی ہجرت کامل یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دے۔

بعض محدثین نے فرمایا: یہ اللہ پاک نے اس وقت ارشاد فرمایا جب کہ مکہ کے مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو انصار مدینہ نے خوب ایثار کیا ہر چیز ان کو پیش کرنے لگے۔ اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ ان چیزوں کو لینے کے لئے ہجرت کی تو اب ہجرت کا عمل ضائع ہو جائے گا۔ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرو اس سے حقیقی ہجرت حاصل ہوگی۔ (۵)

بعض محدثین فرماتے ہیں ہجرت ظاہری تو یہ ہے کہ آدمی دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف آجائے۔ دوسری قسم ہجرت باطنہ یعنی ہجرت حقیقیہ ہے، یہ ہجرت وہ ہے جو حدیث بالا میں فرمایا گیا یعنی "هجرت من الذنوب والمعاصی. هجرت من دار الكفر الى دار الاسلام" بذات خود مقصود نہیں مقصود تو یہ ہجرت باطنہ یعنی ہجرت من الذنوب والمعاصی ہے۔ (٦)

تخريج حديث: رواه بخاری كتاب الايمان (باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده) و مسلم كتاب الايمان (باب بيان تفاضل الاسلام و أيُّ اموره أفضل؟) و أحمد فی مسنده ٢/٦٥٢٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری ۱/۱۳۲

(۲) فتح الباری ۱/۵۳

(۳) فتح الباری ۱/۵۳

(۴) فتح الباری ۱/۵۴ و عمدۃ القاری ۱/۱۳۲، ۱۳۳

(۵) فتح الباری ۱/۵۴

(۶) تنظیم الاشتات

مال غنیمت سے تھوڑی سی بھی چوری حرام ہے

(٢١٢) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ عَلَى ثِقْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: كِرْكِرَةُ فَمَاتَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامان پر ایک آدمی متعین تھا جس کو کِرْکِرَہ کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ فوت ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے صحابہ کرام اس کے بارے میں تفتیش کرتے اس کے گھر پہنچے تو انہوں نے ایک چادر کو پایا جس کو اس نے چوری کیا تھا"

لغات: ❖ عباء: العباء بمعنی چوغہ۔

❖ غلّها: غلّ، غلاً نصر سے الشئ: چیز کو چوری سے سامان میں لینا۔

تشریح: يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ: ان کا نام کرکرۃ مشہور ہوگیا اس لئے ان کے اصل نام میں اختلاف ہوگیا۔ جنگ میں آپ ﷺ کی سواری کے ساتھ چلتے تھے۔ (۱)

فَذَهَبُوا يَنظُرُونَ اِلَيهِ: صحابہ کرام نے اس کے بارے میں تحقیق کی تو اس کے گھر پہنچے۔ یحیٰ کہتے ہیں کہ "فذھبوا" میں فاء عاطفہ ہے گویا اس لفظ سے پہلے یہ مفہوم محذوف ہے کہ صحابہ نے آپ ﷺ کا جب یہ ارشاد سنا تو انہیں معلوم ہوا کہ کرکرۃ کے حق میں آپ ﷺ نے یہ وعید ارشاد فرمائی ہے اس کے بعد جب صحابہ نے تحقیق کی تو پھر یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے مال غنیمت سے کچھ لے لیا ہے (۲) اس سے معلوم ہوا کہ خیانت اور چوری کتنی سخت چیز ہے کہ جس کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق ہو گئے (۳) اگرچہ یہ آپ ﷺ کے خادم تھے۔

نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال غنیمت سے تھوڑی چوری کرنا یا زیادہ کرنا سب حرام ہے اور یہ عام چوری سے زیادہ سخت ہے کیونکہ عام چوری کسی ایک آدمی کی ہوتی ہے۔ اور مال غنیمت میں تمام ہی کا حق ہوتا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه بخاری، كتاب الجهاد (باب القليل من الغلول) و ابن ماجه كتاب الجهاد (باب الغلول) حديث، و أحمد في مسنده ٢/٣/٦٥٠٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۲۶۷

(۲) مظاہر حق جدید ۳/۸۴۸

(۳) نزھۃ المتقین ۱/۱۹۲

(۴) روضۃ المتقین ۱/۲۶۷

حج الوداع کے دن سے زمانہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا

(۲۱۳) ﴿عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ نُفَيعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اِسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنَاعَشَرَ شَهْراً: مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُوْالْقَعْدَةِ، وَذُوالْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ وَ رَجَبُ مُضَرَ الَّذِىْ بَيْنَ جُمَادٰى وَ شَعْبَانَ، اَىُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ: اَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا: بَلٰى قَالَ: فَاَىُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ: أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟ قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ فَاَىُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ فَقَالَ: أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلٰى، قَالَ: فَاِنَّ دِمَآءَ كُمْ وَ أَمْوَالَكُمْ وَ اَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِىْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَ سَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ، فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِىْ كُفَّاراً يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ

يَبْلُغُهُ اَنْ يَكُوْنَ اَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ" ثُمَّ قَالَ: "اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قُلْنَا: نَعَمْ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ» (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: زمانہ واپس آ گیا ہے اپنی اس ہیئت کے مطابق جس پر اللہ پاک نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، سال بارہ ماہ کا ہے جس میں چار ماہ حرمت والے ہیں، تین مسلسل ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور مضر قبیلہ کا رجب مہینہ جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے، آپ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، آپ خاموش رہے، ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام تجویز فرمائیں گے، آپ نے فرمایا کیا ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں، آپنے پوچھا یہ کون سا شہر ہے، ہم نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ خاموش ہوگئے، ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا یہ شہر حرمت والا نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپ نے پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، آپ خاموش رہے۔ ہم نے خیال کیا آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے آپ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ شہر، تمہارا یہ مہینہ حرام ہے اور تم اپنے پروردگار سے ملو گے وہ تمہارے اعمال کے متعلق سوال کریں گے، خبردار! میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبردار جو موجود ہیں وہ غائب لوگوں کو پہنچا دیں ممکن ہے کہ وہ لوگ جن کو پیغام پہنچے گا ان میں کچھ لوگ سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھیں، پھر آپ نے فرمایا خبردار! کیا میں نے احکام کو پہنچا دیا؟ خبردار! کیا میں نے احکام کو پہنچا دیا؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ گواہ ہوجا!''

لغات: ❖ متوالیات: ولی ولیا سمع سے بمعنی قریب ونزدیک ہونا، متصل ہونا، اسم فاعل جمع کا صیغہ ہے۔

❖ سَیسمیه: سمی تسمیة تفعیل سے بمعنی کسی کا نام رکھنا۔

❖ أوعٰی: اوعی ایعاءً افعال سے بمعنیٰ یاد کرنا، جمع کرنا۔

تشریح:

سال میں (۱۲) بارہ مہینے ہیں

اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بے شک زمانہ کی گردش پوری ہوئی اپنی اس وضع کے موافق جس پر کہ اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا۔ اسی کو قرآن نے کہا ہے:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَ الاَرْضَ﴾
یقیناً شمار مہینوں کا کتاب الٰہی میں اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا کئے تھے۔

ایام جاہلیت میں اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ کبھی سال کو تیرہ مہینہ کا بناتے کبھی کچھ کم تو حج کا مہینہ بدلتا رہتا تھا۔ مگر جس سال آپ ﷺ نے حج کیا تو اس سال ذی الحجہ کا مہینہ اپنی اصل پر تھا اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ارشاد بالا فرمایا۔ (۱)

چار مہینے حرمت کے ہیں

مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: جس سے چار مہینے حرمت والے ہیں وہ، ۱۔ ذی قعدہ، ۲۔ ذی الحجہ، ۳۔ محرم، ۴۔ رجب ہیں۔ یہ حرمت والے ہیں قرآن نے بھی کہا: "فَلاَ تَظْلِمُوا فِیْهِنَّ اَنْفُسَکُمْ الایة" پس ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

اب ان مہینوں کی حرمت باقی ہے یا ختم ہوگئی

علماء کی اکثریت کے نزدیک اس کی حرمت منسوخ ہوگئی کیونکہ شوال اور ذی قعدہ میں اہل طائف کا محاصرہ کیا گیا اور قبیلہ ہوازن کے ساتھ جنگ کی گئی۔ (۲)

رَجَبُ مُضَرَ: مضر یہ ایک عرب کا قبیلہ ہے، یہ قبیلہ رجب کے مہینے کی بہت تعظیم کرتا تھا اسی وجہ سے رجب کو اس قبیلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ایّ شهر هذا: آپ نے لوگوں سے مہینہ، دن، شہر کا نام معلوم کیا تاکہ ان سب کے ذہن وقلوب میں اس مہینہ، دن اور شہر کی عظمت پوری طرح جاگزیں ہو جائے، اس سے وہ اس بات کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے جو بعد میں بیان کرنا مقصود تھا۔ (۳)

جس کو سنایا گیا ممکن ہے کہ وہ بات کو زیادہ یاد رکھنے والا ہو

﴿فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ یَبْلُغُهُ اَنْ یَکُوْنَ اَوْعٰی لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ﴾ اس لئے کہ شاید وہ شخص جس کو یہ باتیں پہنچائی جائیں اس سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو جنہوں نے سنا ہے۔ اس بات پر یہ تنبیہ کرنی ہے کہ جب آدمی کو دین کی کوئی بات معلوم ہو تو اس کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ دوسرے لوگوں تک اس کو پہنچا دے ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ یاد کرنے والا، زیادہ عمل کرنے والا ہو۔

دوسرے تک حدیث کی تبلیغ کرنے والا فائدے سے خالی نہیں کہ اس سے سمجھ دار اور استعداد والے لوگ استفادہ کرسکیں گے اور علم وسعت حاصل کرے گا، اور اگر اس نے دوسرے تک نہیں پہنچایا تو اب یہ علم محدود ہو جائے گا اور آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گا۔ (۴)

تخریج حدیث: رواه بخاری کتاب بدء الخلق، (باب ما جاء فی سبع ارضین) و کتاب العلم و کتاب الحج وغیره من کتب الصحیح. و مسلم کتاب القسامة (باب تغلیظ تحریم الدماء و الاعراض و الاموال). و

أحمد فی مسنده ٢٠٤٠٨/٧ و ابن ماجه و ابن حبان ٣٨٤٨ و ابن خزيمة ٢٩٥٢، و هكذا فی البیهقی ٢٩٨/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبکرۃ نفیع بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۲/ ۷۳۸
(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ
(۳) مظاہر حق جدید ۲/ ۷۳۹
(۴) فضل الباری ۱/ ۳۶

جھوٹی قسم سے کسی کے حق کو لینے والا ہمیشہ جہنم میں جائے گا

(٢١٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیٍٔ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِهٖ، فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: وَ اِنْ كَانَ شَیْئاً یَسِیْراً یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: وَ اِنْ قَضِیْباً مِنْ اَرَاكٍ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص (جھوٹی) قسم کے ساتھ کسی مسلمان کے حق کو پکڑ لیتا ہے اللہ نے اس کے لئے جہنم کو واجب کردیا اور جنت کر حرام کردیا۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ اگرچہ معمولی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔"

لغات: ❖ اقتطع: افتعال سے بمعنی اقتطع مال فلان کسی کا مال اپنے لئے لینا۔

❖ قضیباً: القضیب بمعنی کاٹی ہوئی شاخ، جمع قضبان، قِضبان۔

❖ اراک: الاراک پیلو کا درخت واحد اراکۃ جمع اُرک و ارائک۔

تشریح: اس حدیث میں جھوٹی قسم کے ساتھ کسی دوسرے کے مال کو لینے پر سخت وعید ارشاد فرمائی جارہی ہے کہ ایسے شخص پر جہنم واجب ہوجاتی ہے۔

اَوْجَبَ لَهُ النَّارَ: جہنم اس کے لئے واجب کردیا۔ اس کی دو تاویلیں ہوئی ہیں پہلی یہ کہ جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق غصب کرنے کو یہ حلال سمجھتا ہے۔ جب اس نے حلال سمجھا تو یہ کافر ہوگا تو اب یہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہے گا۔

دوسری تاویل یہ بھی ہے ایسا شخص اگرچہ دوزخ کی آگ کا یقیناً سزاوار ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف کردے یہ بعید نہیں، اسی طرح "جنت کو اس پر حرام کردیا" اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ شخص اول وہلہ میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے محروم ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: رواہ مسلم کتاب الایمان (باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین فاجرة بالنار)، نسائی و ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت ابوامامة رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: ایاس مگر بعض کے نزدیک ان کا نام عبد اللہ بن ثعلبہ تھا۔ بعض نے اس کے عکس یعنی ثعلبہ بن عبد اللہ بھی کہا ہے، کنیت ابوامامہ والد کا نام ثعلبہ یا عبد اللہ تھا، یہ قبیلہ خزرج کے تھے۔

مرویات: ان سے دو روایات یا بقول بعض تین روایات منقول ہیں، ایک میں مسلم دوسری میں بخاری منفرد ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ دلیل الفالحین ۱/۵۳۴

مال غنیمت سے سوئی کے برابر بھی لینا خیانت ہے

(۲۱۵) ﴿عَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ رضی اللہ عنه قَالَ: "سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَقُولُ: "مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَامَخِيطًافَمَافَوْقَهُ، كَانَ غُلُولاً يَأْتِى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الاَنْصَارِ، كَاَنِّى اَنْظُرُاِلَيْهِ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! اِقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ قَالَ: "وَ مَالَكَ قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ كَذَا وَ كَذَا، قَالَ: "وَاَنَا اَقُوْلُهُ الاٰنَ من اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيْلِهِ وَكَثِيْرِهِ فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَ وَ مَا نُهِيَ عَنْهُ اِنْتَهٰى﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عدی بن عمیرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم میں سے جس انسان کو ہم کسی ملازمت پر متمکن کریں وہ ہم سے سوئی کے برابر یا اس سے زیادہ کسی چیز کو چھپائے گا تو یہ خیانت ہے جس کو قیامت کے دن لانا پڑیگا۔ چنانچہ آپ کی طرف انصار قبیلہ سے سیاہ فام ایک آدمی کھڑا ہوا، گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے استعفیٰ لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ایسے ایسے فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اب بھی کہتا ہوں کہ ہم جس شخص کو کسی کام کی ذمہ داری سونپیں گے تو اس کو قلیل اور کثیر سب کچھ حاضر کرنا پڑیگا۔ پھر جو مال اسے دیا جائے وہ پکڑ لے اور جس سے روکا جائے اس سے باز رہے۔“

لغات: ❖ فکتمناہ: کتم، کتماً و کتماناً نصر سے بمعنی کسی چیز کو پوشیدہ کرنا، چھپانا۔

❖ مخیطاً: المخیط بمعنی سوئی۔

❖ غلولاً: الغل بمعنی طوق، ہتھکڑی۔ جمع اغلال، و غلول۔

تشریح: اِسْتَعْمَلْنَاهُ مِنكُمْ عَلٰى عَمَلٍ: جوکسی ذمہ داری پر متمکن ہو۔ جس پر کوئی ذمہ داری ہو پھر وہ اس میں سے خیانت کرے تو اس کے لئے وعید ہے کہ اس خیانت والی چیز کو قیامت کے دن اس کو حاضر کرنا پڑے گا اگر چہ دنیا میں کسی کے علم میں نہیں تھا مگر قیامت کے دن جو اعلان ہوگا تو وہ اعلان تمام مخلوق سنے گی۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ خیانت مال غنیمت کی حرام ہے اور علماء کا اجماع ہے کہ اگر کوئی چیز لے لی تو اس کو لوٹانا ضروری ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: رواه مسلم كتاب الامارة، (باب تحريم هدايا العمّال) و هكذا في ابي داؤد.

راوی حدیث حضرت عدی بن عمیرۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عدی، والد کا نام عمیرۃ، نسب نامہ: عدی بن عمیرۃ بن فروۃ بن زرارۃ ابوزرارہ الکندی۔ یہ کندی حضرمی ہیں۔

وفات: کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ پھر جزیرہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہاں ہی انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے کل تین احادیث مروی ہیں ایک مسلم شریف میں ہے۔ باقی دو دوسری کتابوں میں ہیں۔ بخاری میں کوئی روایت ان سے نہیں ہے۔ (دلیل الفالحین ۱/۵۳۵)

(۱) روضۃ المتقین ۱/۲۷۰

حقوق العباد، شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے

(۲۱۶) ﴿عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيْدٌ، وَفُلَانٌ شَهِيْدٌ، حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيْدٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَلَّا اِنِّيْ رَاَيْتُهُ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر کا دن ہوا تو آپ کے صحابہ میں سے ایک جماعت آئی انہوں نے عرض کیا فلاں شہید، اور فلاں شہید ہے یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے پاس سے گذرے اور کہا فلاں بھی شہید ہے، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا بالکل نہیں میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ہے ایک چادر یا ایک عباء کی وجہ سے جس کی اس نے خیانت کی تھی۔“

تشریح: اِنِّي رَاَيْتُهُ فِي النَّارِ میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے اس لئے اس کو ادا کرنے کی پوری کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ راوی کو شک ہے کہ آپ نے بردۃ فرمایا تھا یا عباءۃ فرمایا۔

بعض روایات میں اس کے بعد یہ جملہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر بن الخطاب! لوگوں میں اعلان کردو

کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر مؤمن۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں لوگوں میں گیا اور اعلان کیا کہ جنت میں مؤمن داخل ہوں گے۔

تخریج حدیث: رواہ مسلم کتاب الایمان (باب غلظ تحریم الغلول و انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون). و أحمد فی مسنده ۳۲۸/۱ و ترمذی. و ابن حبان ۴۸۴۹۔ و الدارمی ۲۴۸۹ والبزار ۱۹۸۔ مصنف إبن ابی شیبه ۴٦۵/۱۴ و هکذا فی البیهقی ۱۰۱/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر(۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

شہادت سے قرض معاف نہیں ہوتا

(۲۱۷) ﴿عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رضی الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَامَ فِیْهِمْ، فَذَکَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ أَفْضَلُ الاَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ قُلْتَ؟ قَالَ: أَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ أَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرَائِیْلَ قَالَ لِیْ ذَالِکَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوقتادۃ رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ صحابہ کرام میں (خطبہ دینے) کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: "جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ تمام اعمال سے افضل ہے" ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! بتایئے اگر میں اللہ کے راستہ میں قتل ہو جاؤں کیا میرے گناہ مجھ سے دور ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر تو اللہ کے راستہ میں شہید ہو جائے جب کہ تو صبر کرنے والا، طلب ثواب کرنے والا، آگے بڑھنے والا ہو، پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا بتایئے اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ مجھ سے دور ہو جائیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا ہاں اگر تو قتل ہو جائے اور تو صبر کرنے والا، ثواب کا ارادہ رکھنے والا، جنگ کی طرف متوجہ ہونے والا، اور پشت پھیرنے والا نہ ہو۔ ہاں قرض معاف نہیں ہوگا۔ جبرائیل نے مجھ سے یہ بات کہی ہے۔"

لغات: ❖ اتکفر: کفر اللّٰہ لہ الذنب، بمعنی خدا کا اس کے گناہوں کو معاف کرنا۔

❖ مقبل: القُبُل و القُبُل ہر چیز کے آگے کا حصہ۔

❖ مدبر: الدُبُر و الدُبُر، ہر چیز کا پچھلا حصہ، جمع ادبار، دبر الصلوٰۃ نماز کا آخر۔

تشریح: دین سے مراد حقوق العباد ہے

اس حدیث میں حقوق العباد کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ کہ حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق یعنی عبادات و طاعات کی کوتاہی کو معاف فرما دیتے ہیں مگر بندوں کے حقوق کو معاف نہیں کرتے۔[1] اگر چہ بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ شہید ہی کیوں نہ ہوا ہو۔

فَاِنَّ جِبْرَائِیلَ قَالَ لِیْ: اس سے معلوم ہوا کہ جبرائیل امین صرف قرآن کو لیکر نازل نہیں ہوتے تھے بلکہ اس کے علاوہ بھی دیگر ہدایات و احکام لے کر اترتے رہتے تھے۔[2]

بعض علماء فرماتے ہیں شہید سے بھی حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، یہ وہ شہید ہے جو بری جنگ میں شہید ہوا ہو۔ بحری جنگ میں شہید ہونے والا اس سے مستثنیٰ ہے، جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بحری جنگ میں شہید ہونے والے کے تمام گناہ حتیٰ کہ دَین (حقوق العباد) بھی معاف ہو جاتے ہیں۔[3]

تخریج حدیث: رواہ مسلم کتاب الامارۃ (باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین). و ترمذی و النسائی ۳۱۵۶۔

راوی حدیث حضرت ابوقتادہ الحارث بن ربعی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: حارث، ابوقتادۃ کنیت، فارس رسول اللہ لقب، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے تعلق ہے۔

ولادت: ہجرت سے دس سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مکہ کا امیر بنایا تھا۔ حضرت قتادہ بہت زیادہ ملنسار تھے اس لئے ان کا حلقہ احباب وسیع تھا۔ حدیبیہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ جا رہے تھے تو راستہ میں دوست، احباب ہنستے اور مذاق کرتے جاتے تھے۔ (مسند احمد ۵/۳۰۱)

غزوہ حنین میں بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے، اس موقع پر حضرت ابوقتادہ اس وقت جمے رہے تھے۔ حدیث کے بیان کرنے میں بہت زیادہ محتاط تھے اور جب سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "من کذب علی متعمداً" والی روایت سنی تو اور زیادہ محتاط ہو گئے (مسند احمد ۵/۹۲)

وفات: ان کے وفات میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ ۴۰ھ کوفہ میں ہوا مگر اکثر کے نزدیک ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان میں ہوا۔

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۱۷۰ ہے۔ ۱۱ میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔ بخاری ۱۲ و مسلم ۸ میں منفرد ہیں۔

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۲) مرقاۃ، مظاہر حق جدید ۳/۱۳۴ (۳) ابن ماجہ عن ابی امامۃ

امت محمدیہ کا مفلس کون؟

(۲۱۸) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لاَ دِرْهَمَ لَهٗ وَلاَمَتَاعَ فَقَالَ: "اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِیَامٍ وَزَکٰوةٍ وَیَأْتِیْ" وَقَدْشَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَ اَوْ اَکَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَکَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُقْضٰی مَاعَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا مفلس ہم اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ پیسہ، مال ومتاع نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ انسان ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوۃ اعمال کے ساتھ آئیگا لیکن کسی کو گالی دی ہے، کسی پر تہمت طرازی کی ہوگی اور کسی کا مال کھایا، کسی کا خون گرایا اور کسی کو مارا ہوگا، تو اس مظلوم کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور دوسرے کو بھی اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، اگر اس کے مظالم کی ادائیگی سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان مظلوموں کی غلطیاں اس پر پھینک دی جائیں گی اور اسے جہنم میں گرا دیا جائے گا۔''

لغات: ❖ شتم: شتم شَتماً ضرب، نصر سے بمعنی گالی دینا۔

❖ قذف: قذف قذفاً ضرب سے بمعنی تہمت لگانا۔

❖ طرح: طرح طرحاً فتح سے بمعنی پھینکنا۔

تشریح: اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوۃ لیکر آئے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز، روزوں اور زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی کے ساتھ اخلاقیات کا اہتمام اور معاملات کی درستی بھی ضروری ہے۔ صرف عبادات سے قیامت کے دن نجات نہیں ہوگی جب تک کہ اخلاقیات اور معاملات میں غفلت اور اعراض نہ کر رہا ہو۔

اسی طرح اس کا عکس کہ آدمی عبادات وغیرہ نہ کرے صرف اخلاقیات اور معاملات کا احیاء کرے تب بھی نجات نہیں ہوگی سب کا ہی خیال رکھنا ضروری ہے۔

تخریج حدیث: رواه مسلم کتاب البر (باب تحریم الظلم)، و أحمد فی مسنده ۳/۸۴۲۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

دوسرے کا ناحق مال لینا گویا آگ کا ٹکڑا لینا ہے

(۲۱۹) ﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ، فَاَقْضِیْ لَهٗ بِنَحْوِمَا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ﴾ (متفق علیه)

"اَلْحَنَ" اَیْ اَعْلَمَ.

ترجمہ: "حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: بے شک میں انسان ہوں اور تم اپنے تنازعات میرے پاس لاتے ہو اور شاید تم میں کچھ لوگ دلیل کے لحاظ سے دوسرے لوگوں سے زیادہ تیز اور اثر انداز ہوں، چنانچہ میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں پس جس شخص کو فیصلہ میں اس کے بھائی کا حق مل جائے تو گویا میں نے اس کو آگ کا ٹکڑا دیا ہے۔ الحن زیادہ عالم، ہوشیار، چرب زبان۔"

لغات: ❖ الحن: لحناً سمع سے بمعنی دانا و ذہین ہونا، دلیل جان لینا، الالحن: زیادہ ذہین۔

تشریح:

میں ایک بشر ہوں

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ: بے شک میں انسان ہوں جس طرح دوسرے انسان کسی کی چرب زبانی، تیزی اور طراری سے متاثر ہو کر خلاف واقعہ بات کو حقیقت سمجھ لیتے ہیں مجھ سے بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ یہ کوئی عصمت نبی کے خلاف نہیں کیونکہ یہ فریضہ رسالت اور تبلیغ سے نہیں کیونکہ اس کی حفاظت کا وعدہ اللہ جل شانہ نے خود لیا ہے۔ (۱)

اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ: کہ وہ زیادہ تیز ہو۔ بخاری کی روایت میں الحن کی جگہ پر ابلغ کا لفظ ہے کہ وہ زیادہ فصاحت و بلاغت والا ہے۔

﴿فَاَقْضِ لَهٗ بِنَحْوِ مَا اَسْمَعُ﴾ میں اس کی بات سن کر فیصلہ کرتا ہوں کیونکہ قاضی کے لئے لازم ہے کہ وہ دلائل، گواہی یا قسم کی روشنی میں فیصلہ کرے گا۔

فَاَقْضِ لَهٗ مَا اَسْمَعَ: دوسری روایت میں اس کی جگہ پر ﴿اِنَّمَا اَقْضِیْ بَيْنَكُمْ بِرَاْیِیْ فِيْمَالَمْ يَنْزِلْ عَلَیَّ فِيْهِ﴾ (۲) کہ جس کے بارے میں مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی اس پر اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔

قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہوتا ہے

فَمَنْ قَضَیْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِیْهِ جس کے لئے میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کروں۔اس پر محدثین فرماتے ہیں کہ قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہوتا ہے۔اس سے کوئی حلال حرام یا حرام حلال نہیں ہوتا۔تو فیصلہ کے بعد بھی وہ جانتا ہے کہ میں نے یہ مال غلط لیا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ واپس کردے کیونکہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ نیز وہ عند اللہ مجرم ہوگا اور اس کا خمیازہ جہنم کی آگ کی صورت میں اس کو بھگتنا پڑے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ بخاری کتاب الاحکام (باب موعظة الامام للخصوم) الخ و مسلم کتاب الاقضية (باب الحکم بالظاھر و اللحن بالحجة). و أحمد فی مسندہ ۱۰/۲۵۷۲۸۔ و ابوداؤد و ترمذی و النسائی و ابن ماجه و الدار قطنی ۲۳۹/۴۔ و ابن حبان ۵۰۷۰۔ و الطبرانی ۹۰۶/۲۳، و ھکذا فی البیھقی ۱۴۹/۱۰۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزھۃ المتقین ۱/۱۹۷

(۲) بخاری عن عبداللہ بن رافع

(۳) مرقاۃ ومظاہر حق ۳/۷۰۷

مؤمن جب تک ناحق قتل نہ کرے کشادگی میں ہوتا ہے

(۲۲۰) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهٖ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن جب تک حرام خون کو نہ گرائے وہ اپنے دین (کے ضوابط) کے لحاظ سے آزادی میں رہتا ہے۔“

لغات: ❖فسحة: الفسحة گنجائش، مکانوں وغیرہ کے درمیان کی کشادگی، جمع فسح۔

کشادگی کے دو مطلب ہیں

﴿لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهٖ﴾ کہ مؤمن جب تک حرام خون نہ گرائے وہ اپنے دین میں آزاد رہتا ہے اس کے عموماً محدثین دو مطلب بیان فرماتے ہیں۔

❶ مؤمن جب تک کسی کا ناحق خون نہیں بہاتا اسے دین پر عمل کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے لئے کشادہ رہتی ہے، جب وہ ناحق قتل کرتا ہے تو پھر اس پر اللہ کی رحمت کا

دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اوراس پر اللہ کی رحمت تنگ ہو جاتی ہے اور پھر وہ ان لوگوں کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے جو رحمت خداوندی سے ناامید ومحروم ہیں۔ (۱)

ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیث کا مطلب

ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جانور کے بھی ناحق مارنے پر احادیث میں ممانعت آئی ہے تو پھر انسان اور انسانوں میں سے وہ بھی مؤمن کے قتل کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے؟ (۲)

تخریج حدیث: رواه البخاري في اوائل كتاب الديات.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۳/۵۱۲ ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ، دلیل الطالبین ۱/۲۳۳

(۲) روضۃ المتقین ۱/۲۷۴

دوسرے کے ناحق مال کھانے پر وعید

(۲۲۱) ﴿عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ اِمْرَاةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ رِجَالاً يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (رواه البخاري)

ترجمہ: ”حضرت خولہ بنت عامر انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت حمزۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں) بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن جہنم ہے۔“

لغات: ❖ يتخوضون: تَخَوَّض تخوضاً، تفعل سے پانی میں گھسنا، داخل ہونا۔

تشریح: دوسرے کے ناحق مال کھانے کے بارے میں چند احادیث

اِنَّ رِجَالاً يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ: کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔

یہ مضمون متعدد احادیث میں ذکر کیا گیا ہے مثلاً:

﴿اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَ اِنَّ رِجَالاً يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، لَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (۱)

ترجمہ: ”بے شک دنیا سرسبز وشاداب ہے اور کچھ لوگ اس میں اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں، ان کے لئے

قیامت کے دن آگ ہوگی۔ ایک اور روایت میں آتا ہے۔"

﴿اِنَّ الدُّنْیَاخَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَمَنْ اَخَذَھَابِحَقِّھَا بُوْرِکَ لَہٗ فِیْھَاوَ رُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِیْ مَالِ اللّٰہِ وَ مَالِ رَسُوْلِہٖ فِی النَّارِ یَوْمَ یَلْقَی اللّٰہَ﴾ (۲)

ترجمہ: بے شک دنیا سرسبز وشاداب ہے جواس سے اپنا حق لےتو اس میں برکت ہوتی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کے مال میں ناحق تصرف کریں تو قیامت کے دن ان کوآگ میں ڈالا جائے گا۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ جولوگ عام مسلمانوں کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں اسے مصالح عامہ کے بجائے مصالح خاصہ میں استعمال کرتے ہیں تو یہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں، اس پر ان کوجہنم کی سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ بخاری، کتاب الجهاد کتاب فرض الخمس، (باب فَاِنَّ للّٰہ خُمُسَهٗ) و أحمد فی مسنده ۱۰/۲۷۳۸۶۔ و الطبرانی ۲۴/۶۱۷۔

راویہ حدیث حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے حالات:

نام: خولہ، کنیت ام محمد اور ام حبیبہ تھی۔ والد کا نام عامر تھا بعض نے والد کا نام قیس بن فہد کہا ہے بعض لوگوں نے کہا کہ عامر قیس بن فہد کا لقب تھا۔ بعض نے کہا کہ خولانیہ قبیلہ کی تھیں۔

مرویات: بعض کہتے ہیں کہ ان سے ایک ہی روایت منقول ہے اور بعض نے کہا کہ ان سے آٹھ احادیث منقول ہیں، ایک روایت جو کتاب میں موجود ہے۔ یہ بخاری میں ہے۔ باقی دوسری کتب احادیث میں ہیں ان سے نعمان بن ابی العیاش عموماً روایت کرتے ہیں۔

---

(۱) رواہ احمد فی مسندہ
(۲) ترمذی وقال حسن صحیح
(۳) نزہۃ المتقین ۱/۱۹۷

(۲۷) بَابُ تَعْظِیْمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ و بَیَانِ حُقُوْقِھِمْ وَالشَّفَقَۃِ عَلَیْھِمْ وَ رَحْمَتِھِمْ

مسلمانوں کی حرمتوں کی تعظیم نیز ان پر شفقت، رحمت کرنے اور ان کے حقوق کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ یُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰہِ فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ﴾ (حج: ۳۰)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "جو اللہ کے احکامات کی وقعت کرے گا وہ اس کے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے۔"

تشریح: يُعَظِّمُ حُرُمَاتِ اللّٰهِ: جو اللہ کے احکامات کی وقعت کرے۔

حرمات سے مراد بقول زجاج کہ وہ چیز جس کو پورا کرنا واجب ہے اور اس میں کمی کرنا حرام ہے لیث کے نزدیک وہ امور جن کی پابندی لازم ہے یعنی تمام اوامر ونواہی حرمات اللہ ہیں۔ [1]

ابن زید کے نزدیک حرمت سے مراد حرمت والا شہر یعنی مکہ، حرمت والا گھر یعنی کعبہ، حرمت والا مہینہ یعنی رجب، شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ۔ [2]

فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهٖ: وہ پروردگار کے نزدیک بہتر ہے کہ اس حرمت پر عمل کرنے کی وجہ سے آدمی عذاب سے نجات اور دائمی راحت کا سامان کر لیتا ہے۔ [3]

(۱) زاد المسیر ۵/۲۹۳ (۲) مظہری ۸/۱۰۸ (۳) معارف القرآن ۶/۲۶۱

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (حج: ۳۲)

ترجمہ: اور ارشاد خداوندی ہے: ”اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ فعل دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔“

تشریح: شَعَائِرَ اللّٰهِ: شعائر یہ شعیرہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی علامت کے ہیں یعنی وہ چیزیں جو کسی خاص مذہب یا جماعت کی علامت سمجھی جاتی ہوں۔ شعائر اسلام ان خاص احکام کا نام ہے جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ حج کے اکثر احکام شعائر اللہ ہی ہیں۔ [1]

مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ: دلوں کی پرہیزگاری ہے۔ یعنی شعائر اللہ کی تعظیم وہی کرتا ہے جس کے دل میں تقویٰ اور خوف الٰہی ہو، اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کا تعلق انسان کے دل سے ہے جب انسان میں تقویٰ یعنی خوف الٰہی ہوتا ہے تو پھر تمام اعضاء میں اس کا اثر نظر آتا ہے۔ [2] اسی وجہ سے ایک روایت میں آپ ﷺ نے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”التقوی ههنا“ کہ تقویٰ یہاں (یعنی سینہ میں) ہوتا ہے۔

(۱) معارف القرآن ۶/۲۶۳

(۲) معارف القرآن ۶/۲۶۳۔ زاد المسیر ۵/۲۹۴

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (حجر: ۸۸)

ترجمہ: نیز فرمایا: ”اور مؤمنین سے خاطر و تواضع کے ساتھ پیش آنا۔“

تشریح: مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں پر شفقت کریں ان سے ناراض نہ ہوں [1] کہ اس سے

مسلمانوں کو نفع ہوگا۔ اور کافروں کے لئے چونکہ فکر مصلحت کا کوئی نتیجہ نہیں اس لئے ان کی طرف توجہ بھی نہ کریں ہاں تبلیغ جو آپ کا فرض منصبی ہے اس کو ادا کرتے رہئے۔ (۲)

(۱) زاد المسیر ۴/۳۰۵
(۲) معارف القرآن

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى الاَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً وَ مَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً﴾ (مائدہ: ۳۲)

ترجمہ: نیز ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے۔ اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگی کا موجب ہوا۔''

تشریح: علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا مطلب نقل کرتے ہیں کہ جس نے کسی نبی یا خلیفہ عادل کو قتل کیا تو اس نے گویا سب لوگوں کو قتل کیا۔ اور جس نے کسی نبی یا خلیفہ عادل کی مدد کی تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا۔

حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ناحق اگر کسی نے کسی ایک کو قتل کر دیا تو اس جرم کی وجہ سے وہ جہنم میں اسی طرح جائے گا جس طرح تمام آدمیوں کے قتل کرنے کی وجہ سے جاتا اور جس نے کسی آدمی کو ناحق قتل سے بچالیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو بچالیا۔

حضرت قتادہ اس آیت کی یہ تفسیر فرماتے ہیں کہ اللہ نے ایک فرد کے قتل کے جرم کی قباحت اور قتل نہ کرنے کے ثواب کی بزرگی ظاہر کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے کسی ایک مسلمان کے ناحق قتل کو حلال سمجھا تو اس پر اتنا گناہ ہوا جیسے سب لوگوں کے قتل کا ہوتا ہے۔ (۱)

(۱) تفسیر بغوی (معالم التنزیل)

ہر مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے مثل مکان کے ہے

(۲۲۲) ﴿عَنْ اَبِى مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن (دوسرے) مؤمن کے لئے مثل مکان کے ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط رکھتا ہے۔ (مثال دیتے ہوئے) آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔''

لغات: ❖ کالبنیان: البنیان مصدر بمعنی عمارت کے ہیں: كَأَنَّهُمْ بُنيَانٌ مَرْصُوصٌ، گویا وہ لوگ سنگین عمارت کے مانند ہیں۔ ❖ شبک: شبک و شبّک الشئ بمعنی ایک دوسرے میں داخل کرنا، ملانا۔

تشریح: اس حدیث میں مسلمانوں کو اجتماعیت کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی تشبیہ ایک مکان کے ساتھ دی گئی ہے۔ کہ جس طرح مکان کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کی تقویت کا باعث ہوتی ہے اسی طرح ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا معاون اور دست و بازو ہوتے ہیں۔ (۱)

اس کے بعد آپ نے شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ: اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر مثالی صورت سمجھائی کہ جس طرح ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں منسلک ہو کر مربوط و متحد ہوگئیں اسی طرح اگر مسلمان ایک دوسرے سے متحد ہو جائے تو ایک ناقابل تسخیر طاقت بن جائے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ بخاری، کتاب الأدب (باب فضل تعاون المؤمن). و مسلم کتاب البر و الصلة (باب تراحم المؤمنین و تعاطفهم). أحمد ۷/۱۹۶۴۴۔ و ترمذی و النسائی و هکذا فی ابن حبان ۲۳۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۵۳۵

(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹/۲۱۴

کوئی مسلمان کسی دوسرے کو تکلیف نہ دے

(۲۲۳) ﴿وَعَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَرَّفِيْ شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْأَسْوَاقِنَاوَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ أَوْلِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَابِكَفِّهِ اَنْ يُصِيْبَ اَحَدًامِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَابِشَيْءٍ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسی اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری مسجدوں، بازاروں سے تیر وغیرہ لیکر گذرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے اگلے تیز حصے کو روک لے یا اس کو ہاتھ میں کرے تاکہ کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔''

لغات: ❖ نبل: نبل، نبلاً نصر سے تیر مارنا، النبل مصدر بمعنی تیر، واحد نبلۃ جمع، نبال. انبال و نبلان۔

❖ نصالھا: نصل، نصلاً نصر سے بمعنی تیر میں پیکان لگانا، النصل مصدر۔ تیر کا پیکان، نیزہ یا چھری کا پھل، تلوار کو بھی نصل کہا جاتا ہے۔ جمع نصال و انصل و نصول۔

تشریح: مَسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا: ہماری مسجدوں و بازاروں سے تیر وغیرہ کے ساتھ گذرے، یہاں پر راوی کا شک ہے کہ آپ نے مسجد فرمایا یا بازار۔ [1] مسجد و بازار سے مراد ہر ایسی جگہ ہے جہاں پر لوگوں کا ازدحام ہوتا ہے۔ تا کہ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ [2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت کا کتنا اہتمام کیا ہے۔ [3]

لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا: مسلم کی روایت میں فَلْيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا: کہ اس کے تیز حصے کو پکڑ کر رکھے [4] بِكَفِّهٖ: اگلے حصہ کو روک لے۔ ایک دوسری روایت میں یہ زیادہ وضاحت سے آتا ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں "لا يَعْقِرْ بِكَفِّهٖ مُسَلِّماً"، (۵)

غور کیا جائے کہ اگر کسی کو تیر لگے گا تو معمولی سا خون نکلے گا۔ شریعت نے مسلم کا ناحق معمولی سا خون بہانا اس کو بھی حرمت انسانیت کی وجہ سے حرام کر دیا ہے۔

تخریج حدیث: رواہ بخاری کتاب الصلوٰۃ (باب المرور فی المسجد) و مسلم کتاب البر و الصلة (باب أمر من مرّ بسلاح فی مسجد أو سوق أو غیرهما). و أحمد فی مسنده ۱۹۵۹۴/۷۔ ابوداؤد و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری

(۲) روضۃ المتقین ۲۷۶/۱

(۳) روضۃ المتقین ۲۷۶/۱

(۴) مسلم شریف

(۵) بخاری شریف

تمام مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں

(۲۲۴) ﴿عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی مثال باہم مودت

والفت، رحمت و شفقت کرنے میں مثل جسم کے ہے جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا تمام جسم بیداری اور بخار کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔''

لغات: ❖ توآدهم: وادہ، وِداداً، و موادّة بمعنی محبت کرنا۔

❖ تراحمهم: تراحم القوم ایک دوسرے پر رحم کرنا، ترس کھانا۔

❖ تعاطفهم: تعاطف القوم بمعنی بعض کا بعض پر مہربانی کرنا۔

تشریح: تمام مسلمان اتفاق و اتحاد میں ایک جسم کے مانند ہیں مسلمانوں کی آپس کی طاقت کا سرچشمہ آپس کی محبت و موانست اور باہمی روابط و تعلق اسلام کی وجہ سے ہو کہ ہر مسلمان دوسرے کے لئے ایسا بن جائے جیسا کہ دو حقیقی بھائی ہیں کہ وہ ہر موقع پر دوسرے کے دکھ و درد میں شریک رہتے ہیں اور تمام معاملات کو رحم دلی کی بنیاد پر استوار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد و اعانت کرتے رہتے ہیں اور جب تشخص و انفرادی سطح پر یہ ربط و تعلق ایک دوسرے کو جوڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جب ہی تو سارے مسلمان ایک مضبوط اجتماعی حیثیت اور ایک عظیم طاقت بن جاتے ہیں۔ اسی کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام مسلمان ایک بدن کے مانند ہیں بدن کا کوئی عضو درد کرتا ہے تو تمام بدن اس درد کو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح تمام مسلمان بن جائیں کہ اگر کسی کو کوئی تکلیف ہوتی ہو تو تمام ہی یہ سمجھیں کہ یہ تکلیف مجھ کو ہے۔ اور اس میں رنگ و نسل، زبان اور علاقے اور ملک کو نہ دیکھیں صرف مسلمان ہونے کی حیثیت کو سامنے رکھیں۔ (۱)

تخریج حدیث: رواہ بخاری کتاب الادب (باب رحمة الناس و البهائم). و مسلم کتاب البر و الصلة (باب تراحم المؤمنين و تعاطفهم).

نوٹ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۵۳۴

آپ ﷺ کا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چومنا

(۲۲۵) ﴿وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَبَّلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رضی الله عنهما وَعِنْدَهُ الاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فَقَالَ الاَقْرَعُ: اِنَّ لِی عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا، فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو چوما (اس وقت) آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس بھی تھے۔ انہوں نے کہا بے شک میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں

سے کبھی کسی ایک کو بھی نہیں چوما۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں ہوتا۔''

لغات: ❖ قبّل: قبل، تقبیلاً تفعیل سے بمعنی کسی کو چومنا۔

تشریح: اقرع بن حابس: ان کا نام فراس تھا، یہ قبیلہ بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ، حنین اور محاصرہ طائف میں شریک تھے۔ دیہات کے رہنے والے تھے۔ (۱)

نبی کریم ﷺ کی سنت کی وجہ سے بچوں سے پیار کرنے میں ثواب ہے

مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ: ان بچوں میں سے کسی کو بھی میں نے پیار نہیں کیا، دوسری روایت میں آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ماقبلت انساناً قط: میں نے کبھی بھی کسی انسان کو پیار نہیں کیا۔ محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ چھوٹے بچوں کو پیار کرنا اسے چومنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (۲) مگر اس پیار کرنے میں سنت رسول (ﷺ) کی اتباع ہو شہرت اور لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ (۳)

مَنْ لاَ يَرْحَمُ لاَ يُرْحَمُ: جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں ہوتا۔ یعنی جو اللہ کے بندوں پر رحم نہیں کرتا تو حق تعالیٰ شانہ بھی اس پر رحم نہیں فرماتے۔ جیسے کہ قرآن میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔

مَنْ يَعْمَلْ سُوءً يُجْزَ بِهِ: کہ جو برائی کرے گا اس کا اس کو بدلہ دیا جائے گا، اچھائی کرے گا تو اچھا بدلہ اور برا کرے گا تو برا بدلہ ملے گا۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ بخاری، کتاب الادب (باب رحمة الولد و تقبیله). و مسلم، کتاب الفضائل، (باب رحمة ﷺ الصبیان والعیال). ابوداؤد، ترمذی و ابن حبان ۴۵۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۲/۶ (۲) نزہۃ المتقین ۱/۲۰۰

(۳) روضۃ المتقین ۱/۲۷۸ (۴) روضۃ المتقین ۱/۲۷۸

بچوں کو پیار کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے

(۲۲۶) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: أَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَقَالَ نَعَمْ قَالُوْا: لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَانُقَبِّلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَأَمْلِكُ اِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِكُمُ الرَّحْمَةَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چند اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگے کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا: لیکن ہم بخدا نہیں چومتے (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں اس کا ذمہ دار ہوں اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے رحمت کو چھین لیا ہے۔“

لغات: ❖نزع: نَزَعَ، نَزْعاً ضرب سے بمعنی اکھیڑنا، کھینچنا۔

تشریح: قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الاعْرَابِ: چند دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ کہ دیہات والوں میں سختی ہوتی ہے۔ اس کی گواہی قرآن میں بھی ہے "الاعْرَابُ اَشَدُّ كُفْراً وَ نِفَاقًا الأية (۱)

یہ کون لوگ تھے اس کے بارے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں بعض نے تو اقرع بن حابس کہا اور بعض نے عیینہ بن حصین کہا۔ (۲)

﴿أَوَ اَمْلِكُ اِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوبِكُمُ الرَّحْمَةَ﴾ میں کیا اس کا ذمہ دار ہوں کہ اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے رحمت کو چھین لیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بے رحمی و بے مروتی اور سخت دلی کے خلاف اظہار نفرت کرنا ہے، یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ رحم و شفقت اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک بہترین عطیہ ہے۔ اگر اللہ جل شانہ نے کسی کے دل سے رحم وشفقت کو نکال دیا تو پھر کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس کے اندر یہ پیدا کر سکے۔ (۳)

﴿نَسْأَلُ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اَنْ يُّلِيْنَ قُلُوْبَنَا الرَّحْمَةَ بِالشَّفَقَةِ لِنَكُوْنَ مِنَ الرُّحَمَاءِ﴾

تخریج حدیث: رواه البخارى فى كتاب الادب المفرد تحت، باب رحمة الولد وتقبيله. و مسلم فى كتاب تحت الفضائل باب رحمة ﷺ الصبيان و العيال وابن ماجه.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/ ۲۷۸ (۲) فتح الباری

(۳) مظاہر حق جدید ۴/ ۵۳۱، ومرقاۃ ۹/ ۲۱۱

جو رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا

(۲۲۷) ﴿عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ لا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت جریر بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ پاک بھی اس پر رحم نہیں کرتے۔“

تشریح: مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ لاَ یَرْحَمُهُ اللّٰهُ: جوشخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ پاک بھی اس پر رحم نہیں کرتے۔ اللہ کی مخلوق کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے۔ صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانوروں کے ساتھ رحم کے معاملہ کا بھی حکم ہے۔ اس رحم کی وجہ سے اللہ جل شانہ خوش ہوکر اس پر رحم فرماتے ہیں۔

اس حدیث میں صرف ''الناس'' لوگوں کا تذکرہ کیا اس کی خصوصیت کی بنا پر، ورنہ اس میں حیوانات اور چرند و پرند سب داخل ہیں۔ (۱)

اس مضمون کی چند احادیث

اس حدیث کا مضمون بہت اہمیت والا ہے اس لئے آپ ﷺ نے متعدد روایات میں اس کا مضمون ارشاد فرمایا مثلاً:

مَنْ لَمْ یَرْحَمِ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یَرْحَمْهُ اللّٰهُ: (۲) جو (خصوصاً) مسلمانوں پر رحم نہ کرے اللہ بھی اس پر رحم نہیں فرماتے:

مَنْ لَّایَرْحَمُ مَنْ فِی الاَرْضِ لَایَرْحَمُهُ مَنْ فِی السَّمَاءِ: (۳) جو زمین والوں پر رحم نہ کرے تو آسمان والا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

اِرْحَمُوا مَنْ فِی الاَرْضِ یَرْحَمُكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ: (۴) رحم کرو زمین والوں پر، تم پر رحم کریں گے آسمان والے۔

﴿اِرْحَمْ مَّنْ فِی الاَرْضِ یَرْحَمْکَ مَنْ فِی السَّمَاءِ﴾ (۵) رحم کرو جو زمین پر ہیں تم پر رحم کرے گا جو آسمان پر ہے۔

محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو جس طرح دنیا میں کرتا ہے اللہ ایسا ہی اس کا بدلہ قیامت میں دیں گے ''هَلْ جَزَاءُ الاِحْسَانِ اِلَّا الاِحْسَانُ'' کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ نیک اعمال کو اختیار کر کے رحم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر قیامت کے دن رحم فرمائیں گے، جہنم میں داخل نہیں کریں گے۔

بعض فرماتے ہیں جو رحم کرتا ہے صدقہ دے کر تو اللہ رحم فرماتے ہیں اس پر سے بلا ومصیبت کو دور فرما کر۔ (۶)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی کتاب التوحید تحت باب قوله تعالیٰ: قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمٰن. و فی کتاب الادب تحت باب رحمة الناس و البهائم. و مسلم فی کتاب الفضائل تحت باب رحمة ﷺ الصبیان و العیال. و أحمد فی مسنده ۱۹۲۲٤/۷۔ و ابن حبان ٤٦٥۔ والطبرانی ۲٤۹۲۔ و الحمیدی ۸۰۲ و هکذا فی البیهقی ٤۱/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں آچکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۹/۲

(۲) طبرانی فی الاوسط عن الاشعث بن قیس

(۳) طبرانی (۴) ابوداؤد، ترمذی

(۵) طبرانی (۶) روضۃ المتقین ۲۷۹/۱

امام ہلکی اور مختصر نماز پڑھائے

(۲۲۸) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلم قَالَ: "اِذَاصَلّٰی اَحَدُکُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَاصَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَاشَاءَ﴾

(متفق عليه)

وفی روایة: "وَذَا الْحَاجَةِ."

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کہ جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے اس لئے کہ ان میں کمزور، بیمار، بوڑھے اور ایک روایت میں حاجت مند ہوتے ہیں جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی کرے۔"

اور ایک روایت میں "وذو الحاجة" کے الفاظ بھی ہیں۔

لغات: ❖ فليخفف: خَفَّفَ يُخَفِّفُ تَخْفِيْفًا بمعنی ہلکا کرنا (ض) سے ہلکا ہونا۔

❖ فليطول: طال طولاً نصر سے بمعنی دراز لمبا ہونا۔ طولہ لمبا کرنا۔

تشریح: "اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ": جب کوئی تم میں سے نماز پڑھائے۔ دوسری روایت میں "اِذَا اَمَّ اَحَدُکُمْ فَلْيُخَفِّفْ."(۱) کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ جو امامت کرے، تم میں سے امام کو مقتدیوں کا خیال رکھتے ہوئے تخفیف نماز کی تاکید کی گئی ہے۔ تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ قرآت لمبی نہ ہو، تسبیحات، رکوع وسجدہ میں تین سے زائد نہ کہے (۲) مگر تخفیف میں نماز کے سنن، واجبات وغیرہ میں تخفیف نہ کرے۔ تعدیل ارکان وغیرہ کو بھی اچھی طرح ادا کرے۔

امام عذر والوں کا خیال رکھے

وَ السَّقِيْمَ وَ الْكَبِيْرَ: بیمار اور بوڑھے کا خیال رکھے۔ ایک دوسری روایت میں "حَامِلٌ وَ الْمُرْضِعُ"(۳) حاملہ عورت، دودھ پلانے والی عورت کا بھی تذکرہ آتا ہے اور ایک حدیث میں "عَابِرُ السَّبِيْلِ (۴) (مسافر) کا بھی اضافہ ہے۔ ایک روایت میں و ذَالْحَاجَةِ(۵) (ضرورت مند) کا اضافہ بھی ہے۔

تخریج حدیث: رواه البخاری فی صحیحه، فی کتاب الاذان تحت باب اذا صلی لنفسه فلیطول ما شاء. و مسلم فی کتاب الصلوٰة تحت باب بر الائمة بتخفیف الصلوٰة فی تمام. و مالک فی مؤطاه ۳۰۳۔ وأحمد فی مسنده ۷۶۷۱/۳۔ أبو داؤد و الترمذی. و ابن ماجه و ابن حبان ۱۷۶۰۔ و ابن ابی شیبه ۵۴/۲ و عبد الرزاق ۳۷۱۲۔ و هکذا فی البیهقی ۱۷/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) رواہ مسلم (۲) دلیل الفالحین ۲/۱۰
(۳) طبرانی عن عثمان بن ابی العاص
(۴) طبرانی (۵) بخاری ومسلم

آپ امت پرفرض ہو جانے کے خوف سے عمل کو ترک کردیتے تھے

(۲۲۹) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رضی الله تعالیٰ عنها قَالَتْ: اِنْ كَانَ رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَدَعُ العَمَلَ وَ هُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ، خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضُ عَلَيهِمْ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی کام کو چھوڑ دیتے حالانکہ آپ اس کو کرنا پسند فرماتے اس لئے کہ لوگوں کے عمل کرنے سے کہیں وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔''

تشریح: لَيَدَعُ العَمَلَ: عمل کو چھوڑ دیتے (کہ لوگوں پر فرض نہ ہو جائے)

آپ ﷺ کی شفقت کا ذکر

اس حدیث میں بھی آپ ﷺ کی شفقت کا ذکر ہے جو آپ کو اپنی امت سے تھی بسا اوقات آپ عمل کو صرف اس وجہ سے چھوڑ دیتے کہ کہیں میرے کرنے سے امت پر ضروری نہ ہو جائے۔ پھر وہ کر نہ سکے اور مشقت میں پڑ جائیں جیسے کہ اہل کتاب نے اپنے اوپر رہبانیت کو اختیار کیا مگر جب اللہ نے ان پر لازم کردی تو قرآن نے فرمایا ''فَمَا رَعَوهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا'' کہ جس طرح اس کی رعایت رکھنی تھی اس طرح انہوں نے اس کی رعایت نہیں کی۔ (۱)

﴿خَشْيَةَ اَن يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضُ عَلَيْهِمْ﴾: ڈرتے ہوئے کہ کہیں لوگوں کے عمل کرنے سے وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔ جیسے کہ آپ نے تین رات تک تراویح پڑھائی چوتھی رات کو بھی صحابہ انتظار کر رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: مَا مَنَعَنِي اِلَّا خَشْيَةَ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا: مجھ کو منع نہیں کیا مگر صرف اس خوف نے کہ تم پر یہ فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه البخارى فى صحيحه فى كتاب التهجد تحت باب تحريض النبى ﷺ على صلوٰة الليل و النوافل. و مسلم فى كتاب صلاة المسافرين تحت باب استحباب صلاة الضحى و أن أقلها ركعتان. و أحمد فى مسنده ۲۵۵۰۶/۹۔ و مالک فى مؤطاه ۳۶۰۔ أبو داؤد. و إبن حبان ۳۱۳ و هكذا فى البيهقى ۳/۵۰۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر(۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲۸۰/۱
(۲) دلیل الفالحین ۱۲/۲

آپ ﷺ نے اپنی امت کو مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرمایا

(۲۳۰) ﴿وَعَنهَا رضی اللہ عنها قَالَتْ: نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ فَقَالُوْا: اِنَّکَ تُوَاصِلُ فَقَالَ: اِنِّیْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّیْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِیْ رَبِّی وَيَسْقِيْنِیْ﴾ (متفق علیہ)

مَعْنَاهُ: يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ أَكَلَ وَ شَرِبَ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے صحابہ کو ان پر شفقت کرتے ہوئے وصال سے منع فرمایا (یعنی دو روزوں کے درمیان رات کو بھی کچھ نہ کھایا پیا جائے) صحابہ نے عرض کیا آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں رات گذارتا ہوں اس طرح کہ مجھے میرا پروردگار کھلاتا پلاتا ہے (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ میں اس شخص کی طرح طاقت پیدا کردیتا ہے جو کھاتا پیتا ہے)''

لغات: ❖ الوِصَال: وَصَلَ، وَصْلاً ضرب سے بمعنی جمع کرنا، جوڑنا۔

تشریح: عَنِ الوِصَالِ: مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرمایا کہ جس کے درمیان میں افطار نہ ہو اور نہ سحری ہو، دن رات مسلسل نہ کھایا پیا جائے۔ اس سے منع فرمایا، کیونکہ آپ آسان دین لے کر آئے ہیں اس میں تو بہت مشقت ہو جائے گی [۱] امام ابوحنیفہ، و مالک و شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس طرح روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

اللہ جل شانہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے

اِنِّي اَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّيْ وَ يَسْقِيْنِيْ: مجھ کو میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔ اس میں متعدد اقوال ہیں۔ مثلاً: اللہ حقیقتاً کھلاتا اور پلاتا ہے۔ بعض کے نزدیک مقصود قوت و طاقت کا آنا ہے۔ اللہ بغیر کھلائے پلائے مجھ میں طاقت پیدا کر دیتا ہے۔

ابن قیم وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے اپنی عظمت کے انوار کے مشاہدہ میں مشغول رکھتا ہے۔ جس میں کھانے اور پینے سے بے نیاز ہو جاتا ہوں کہ کبھی غذا روحانی، غذا جسمانی سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ [۲]

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی صحیحہ فی کتاب الصوم، باب الوصال و مسلم فی کتاب الصیام تحت باب النھی عن الوصال فی الصوم.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
(۲) ھذا کلہ فی عمدۃ القاری، فتح الملہم ۳/۱۲۵۔ بذل المجھود ۳/۱۴۳۔ وی تعلیق الصبیح وفتح الباری

بچوں کے رونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا نماز کو مختصر کرنا

(۲۳۱) ﴿وَعَنْ اَبِی قَتَادَۃَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رضی اللہ عنہ قال: قَالَ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ: "اِنِّی لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَ اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْھَا فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ کَرَاھِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں: کہ میں نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا خیال ہوتا ہے کہ میں لمبی نماز پڑھاؤں گا لیکن کسی بچے کی رونے (کی آواز) کوسنکر اپنی نماز مختصر کردیتا ہوں اس بات کو ناپسند جانتے ہوئے کہ اس کی والدہ کو پریشان کروں۔''

لغات: ❖ بکاء: بکٰی، بکاء، ضرب سے بمعنی رونا۔

❖ فاتجوز: تَجَوَّزَ فِی الْاَمْرِ کسی معاملہ میں برداشت کرنا۔ فی الصلوٰۃ نماز میں اختصار کرنا۔

تشریح: اِنِّی لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ: میرا خیال ہوتا ہے (لمبی نماز کا) یہاں پر امت پر شفقت کا ذکر ہے کہ باوجود ارادے کے اس کو ملتوی فرمادیتے۔ اختصار صلاۃ سے مراد قرات ہے جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے۔ "فَاَقْرَأُ بِا لسُّوْرَۃِ الْقَصِیْرَۃِ:[۱] کہ میں چھوٹی سورت پڑھ لیتا ہوں۔

کَرَاھِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ: اس بات کو ناپسند جانتے ہوئے کہ اس کی والدہ کو پریشان کروں۔ دوسری روایت میں ﴿فَأَتَجَوَّزُ فِی صَلَاتِی فَمَا أَعْلَمُ من شدۃ وجد أمہ من بکائہ﴾[۲] کے الفاظ بھی آتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی صحیحہ فی کتاب الاذان تحت باب من أخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ حارث رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) رواہ مسلم
(۲) رواہ بخاری ومسلم

صبح کی نماز پڑھنے سے آدمی اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے

(۲۳۲) ﴿وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ صَلّٰى صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلاَ يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهٗ مَنْ يَّطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جندب بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی حفاظت میں ہے۔ پس ضروری ہے کہ اللہ پاک تم کو کسی چیز کے ساتھ اپنی حفاظت سے نہ نکالے اس لئے کہ جس شخص کو اللہ نے کسی چیز کی وجہ سے اپنے ذمہ سے نکال دیا اللہ پاک اس کو پکڑینگے۔ پھر اس کو منہ کے بل دوزخ کی آگ میں گرادیں گے۔''

لغات: ❖ ذمۃ: الذمۃ مصدر بمعنی امان، حفاظت، ذمہ داری۔ جمع، ذمم۔

❖ یکبّہ: کَبَّ، کَبًّا، نصر سے بمعنی۔ الاناء برتن کو اوندھا کرنا۔ الرَّجُلَ عَلٰی وَجْھِہٖ، پچھاڑ دینا۔

تشریح: مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ: مراد فجر کی نماز ہے۔ جو صبح کی نماز پڑھے وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں آگیا اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس کے مال یا جان کا نقصان کرے۔

اس میں ایک اشارہ فجر کی نماز کی تاکید کا بھی ہے کہ وہ غفلت اور نیند کا وقت ہوتا ہے۔ اس نماز کو زیادہ اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کو فرمایا گیا ہے (۱) اور اس پر اس بات کی طرف بھی تنبیہ کرنا ہے کہ نمازی سے خاص کر کے تعرض نہ کیا جائے کیونکہ وہ اس نماز فجر کی وجہ سے اللہ کے ذمہ میں ہو جاتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الصلوٰۃ تحت باب فضل صلاۃ العشاء و الصبح فی جماعۃ. و الترمذی.

راوی حدیث حضرت جندب بن عبد اللہ کے مختصر حالات:

نام: جندب، والد کا نام: عبد اللہ، سفیان بجلی علقی کے پوتے تھے۔ یہ علقہ قبیلہ بجلی کی ایک شاخ ہے اس سے ان کا تعلق تھا۔ پہلے کوفہ میں رہتے تھے بعد میں بصرہ منتقل ہو گئے اور بصرہ میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے ۴۳ روایات منقول ہیں، بارہ روایات بخاری و مسلم میں ہیں سات پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔

---

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۲۰۳

(۲) روضۃ المتقین ۱/۲۸۲۔ دلیل الفالحین ۲/۱۵

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے

(۲۳۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لاَیَظْلِمُہٗ، وَلاَ یُسْلِمُہٗ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ بِھَا کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ﴾

(متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کی مدد چھوڑ کر دشمنوں کے حوالہ کرے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ اس سے اس کی وجہ سے قیامت کی مصیبتوں کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر پردہ ڈالتا ہے اللہ پاک قیامت کے دن اس پر پردہ ڈالے گا۔''

لغات: ❖ فرج: فرج فرجاً و فرّج، ضرب سے بمعنی کھولنا، دور کرنا، غم کو دور کرنا، زائل کرنا۔

❖ کربۃ: الکرب، بمعنی: رنج ومشقت جمع کروب۔

❖ ستر: ستر ستراً، نصر، ضرب سے بمعنی ڈھکنا، چھپانا۔

تشریح: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ یعنی مسلمان ایک خاندان کی طرح ہیں تو جس طرح کوئی بھائی یا باپ اپنے بھائی یا بیٹے کی مصیبت میں مدد کرتا ہے اور اس کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا اور اس پر ظلم نہیں کرتا تو اسی طرح تمام مسلمانوں کے ساتھ بھلا معاملہ ہونا چاہئے۔ اگر اس حدیث پر عمل ہو جائے تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے گی۔ (۱)

﴿وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ بِھَا کُرْبَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ﴾

جو کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے قیامت کے دن ان ہی مصیبت دور فرمائے گا۔ دنیا میں کوئی کسی کی مصیبت کو دور کرنے کی کوشش کرے تو قیامت کے ہولناک دن جس دن کوئی کسی کی مدد نہیں کرے گا اس دن میں اللہ جل شانہ خود اس کی پریشانی کو دور فرمائیں گے۔

جو کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو چھپاتا ہے

﴿وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ﴾ جو کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو چھپائیں گے یعنی اس کے عیب کو میدان محشر کے دن بھی ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ اس پر محاسبہ ہوگا۔ اور نامۂ اعمال

کی پیشی کے وقت اس کا ذکر پوشیدہ طور پر ہوگا۔ (۲)

مگر راویان حدیث اور گواہوں کی تحقیق وتفتیش اور اہل علم کے حالات کا اظہار کرنا صرف جائز نہیں بلکہ واجب ہے کیونکہ ان صورتوں میں دین وعلم کی نگہبانی اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب المظالم تحت باب لا یظلم المسلم المسلم و لا یسلمه و فی کتاب الاکراہ تحت باب یمین الرجل بصاحبه انه اخوه اذا خاف علیه القتل، و الامام المسلم، فی کتاب البر و الصلة تحت باب تحریم الظلم، و الترمذی، و ابن حبان ۵۳۳۔ و أبوداؤد و أحمد فی مسنده ۵۳۵۸/۲، و هکذا فی البیهقی ۹۴/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۸۳/۱

(۲) مظاہر حق جدید ۵۳۶/۴

(۳) مظاہر حق جدید ۵۳۷/۴

کوئی مسلمان کسی کو حقیر نہ سمجھے

(۲۳۴) ﴿وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَایَخُوْنُهٗ وَلَایَکْذِبُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهٗ وَمَالُهٗ وَدَمُهٗ. اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا، بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ﴾ (رواه الترمذی و قال حدیث حسن)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کی خیانت کرے، نہ اس سے جھوٹ بولے، نہ اس کی مدد چھوڑے، ایک مسلمان کی تمام چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا خون حرام ہے۔ تقویٰ یہاں ہے آدمی کے لئے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔“

لغات: ❖ یخذله: خَذَل، خذلاً نصر سے بمعنی، مدد چھوڑنا۔

❖ یحقر: حقر حقراً ضرب سے بمعنی حقیر سمجھنا، چھوٹا جاننا۔

تشریح: وَلَایَخُوْنُهٗ: اس کی خیانت نہیں کرتا۔ قرآن میں بھی آتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَائِنِیْنَ: (۱) کہ اللہ خیانت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا دوسری جگہ پر آتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ: (۲)

وَلَا یَکْذِبُهٗ: نہ جھوٹ بولتا ہے جھوٹ کے ساتھ اس کو دھوکہ نہیں دیتا۔

حَرَامٌ عِرْضُهٗ وَمَالُهٗ وَدَمُهٗ: مسلمان کی عزت اس کا مال اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔
اس حدیث میں بھی مسلمان کی عظمت کا بیان کرنا مقصود ہے کہ بغیر کسی وجہ سے اس کے مال، جان اور عزت کے ساتھ نہ کھیلا جائے۔

تقویٰ اندرونی کیفیت کا نام ہے

اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا: تقویٰ، اللہ کے خوف سے ہی تمام کام ہوتے ہیں اور تقویٰ یہ ایک اندرونی معاملہ ہے جو اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو نیک اور بزرگ نہ سمجھنے لگے۔ اور دوسرے کو حقیر سمجھنے لگے کیونکہ ظاہری اعمال اور نیکیوں سے قطع نظر کوئی شخص فی الواقع ایمان، اخلاص، تقویٰ میں کس درجہ کا ہے اس کا صحیح علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ [۳] اسی کو قرآن کی اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے: هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی [۴] اللہ زیادہ جانتا ہے کہ تم میں سے تقویٰ والا کون ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب البر، تحت باب ماجآء فی شفقة المسلم علی المسلم (و قال حدیث حسن) و أحمد فی مسنده ۸۱۰۹/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ الانفال آیت ۵۸
(۲) سورۃ یوسف آیت ۵۲
(۳) دلیل الطالبین ۲۳۹/۱
(۴) سورۃ النجم آیت ۳۲

ایک مسلمان کا مال، جان اور عزت ایک دوسرے پر حرام ہیں

(۲۳۵) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا. اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ. اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ﴾ (رواہ مسلم)

"النجش" أن یزید فی ثمن سلعة ینادی علیها فی السوق و نحوه، و لا رغبة له فی شرائها بل یقصد أن یغرّ غیره، و هٰذا حرام. "و التدابر" أن یعرض عن الانسان و یهجره و یجعله کالشیٔ الذی وراء الظهر و الدُبُر)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپس میں حسد نہ رکھو اور نہ

(خرید وفروخت میں) دھوکہ کرو اور نہ بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے سے روگردانی کرو اور کسی کے سودے پر سودا نہ کرو، اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اپنے بھائی پر ظلم کرے نہ اس کو حقیر جانے نہ اس کی مدد چھوڑے۔ تقویٰ یہاں ہے تین بار سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کسی آدمی کے لئے اتنا شر ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان کی تمام چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔''

''نجش'' کا مطلب یہ ہے کہ بازار یا اسی قسم کی اور جگہ میں نیلام کئے جانے والے سامان کی بڑھ کر قیمت لگانا جب کہ اس کو خود خریدنے میں رغبت نہ ہو بلکہ زیادہ بولی لگانے سے مقصد دوسرے کو دھوکے میں ڈالنا ہو۔ اور یہ حرام ہے۔

اور ''تَدَابُر'' کے معنی یہ ہیں کہ انسان سے بے رخی برتی جائے اور اسے چھوڑ دے اور اسے اس طرح کردے جیسے کسی چیز کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔

لغات: ❖ تناجشوا: نجش نجشاً، ضرب سے بمعنی کھود کرید کرنا، فی البیع، چیز کی تعریف کرکے بائع کی موافقت کرنا، بغیر ارادہ چیز کا بھاؤ بڑھانا، یا خریدار کو ایک چیز سے ہٹا کر دوسری چیز کی طرف رغبت دلانا۔

❖ تَدَابَرُوْا: تدابر القوم، آپس میں دشمنی رکھنا، آپس میں اختلاف کرنا، اور ایک دوسرے سے تعلقات کو توڑ دینا۔

تشریح: لَا تَحَاسَدُوْا: آپس میں حسد نہ کرو۔ حسد کہتے ہیں کہ کسی کی نعمت کو جس میں وہ ہے اس کے ختم کی تمنا کرنا۔ اور یہ حرام ہے۔ قرآن میں بھی حسد سے پناہ مانگی گئی ہے۔ ''وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ'' حاسد کے حسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔ میں پناہ مانگتا ہوں۔

وَ لَا تَنَاجَشُوْا: خرید وفروخت میں بولی بڑھا کر دھوکہ نہ دو۔ کہ بائع ایک آدمی رکھتا ہے کہ لوگوں کے سامنے چیز کی زیادہ قیمت بولتا ہے تاکہ زیادہ لے اور اس کو وہ چیز خریدنی نہیں ہوتی۔ وہ دھوکہ دیتا ہے تاکہ لوگ زیادہ قیمت میں اس چیز کو خرید لیں۔

وَلَا تَبَاغَضُوْا: اور نہ باہم بغض رکھو۔ یہ بھی ایک نہایت قبیح بیماری ہے۔ یہ تمام امراض یعنی حسد، بغض، عداوت، اعراض اور بے رخی یہ سب منع ہیں۔ کیونکہ یہ بھی اسلامی اخوت کے منافی ہیں یہ تمام چیزیں ایک دوسرے کی خیر خواہی کے بالکل خلاف ہیں۔ جب کہ شریعت ایک دوسرے کی بھلائی اور خیر خواہ ہونے کو چاہتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب تحریم الظن و التجسس، و ھکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اپنے لئے جو پسند کرتا ہے اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے

(۲۳۶) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النّبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ: "لاَ یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبُّ لأَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں: کہ تم میں کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

تشریح: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ: ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے مراد ایمان کامل ہے۔ [1]

مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ: دوسری روایت میں "مِنَ الْخَیْرِ" کا لفظ اضافہ ہے۔ [2] تو اب مطلب یہ ہوا کہ ہر معاملہ میں جو مسلمان خیر کی چیزوں میں سے اپنے لئے جو پسند کرتا ہے دنیا وآخرت میں اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے۔

ایک مسلمان کو اپنے لئے دنیا میں کیا پسند کرنا چاہئے

عزت وآبرو، نیک نامی، خوشحالی کی زندگی، اچھے احوال وکردار کے حامل اہل خانہ اور صالح وفرمانبردار اولاد کی نعمت ملے اور یہ سب آخرت کا وسیلہ بنے۔

آخرت کے لئے کیا پسند کرنا چاہئے؟

آخرت کی بھلائی یہ ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو، قبر کی سختیوں، قیامت کے دن کی باز پرس، اور دوزخ کے عذاب سے نجات، اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں اعلیٰ درجات ملے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ تو ایک مسلمان اپنے لئے امور بالا کو چاہتا ہے دنیا وآخرت میں، اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی یہ تمام باتیں چاہے اور پسند کرے اسی کو کمال ایمان بھی کہا جائے گا اور دینی اخوت کا تقاضہ بھی۔ [3]

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الایمان تحت باب من الایمان ان یحب لاخیه. و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه من الخیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۹/۲۲۲

(۲) نسائی شریف

(۳) مظاہر حق جدید ۴/۵۴۰

ظالم کو ظلم سے روکنا، یہ اس کی مدد کرنا ہے

(۲۳۷) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهُ اِذَا كَانَ مَظْلُوماً اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ظَالِماً كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: "تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذَالِکَ نَصْرُهُ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہے یا مظلوم۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر وہ مظلوم ہے تو میں اس کی مدد کروں لیکن اگر وہ ظالم ہے تو کیسے اس کی مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کو ظلم کرنے سے باز رکھے یہی اس کی مدد ہے۔''

لغات: ❖ تحجزہ: حجز، حجزاً و حجازۃ، نصر وضرب سے بمعنی منع کرنا، روکنا۔

تشریح: أُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً: ''اپنے بھائی کی مدد کر وخواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نصر عرب میں مدد کرنے کو کہتے ہیں، معاشرے سے ظلم وفساد کے روکنے کے لئے یہ حدیث نہایت ہی جامع ہے یعنی آدمی مظلوم کے ساتھ ہی صرف ہمدردی نہ کرتا رہے بلکہ اخلاقی جرأت سے کام لیکر ظالم کو بھی ظلم سے روکے ورنہ ظالم ظلم ہی کرتا رہیگا اور مظلوم برداشت کرتا رہے گا۔ مگر یہ بڑے دل گردے کا کام ہوگا اگر ہمت کر کے یہ اخلاقی جرأت اپنے لئے پیدا کر لی جائے تو مسلمان کی خیر خواہی کا حق تب ہی ادا ہو سکے گا۔

تحجزہ او تمنعہ من الظلم: کہ ظالم کو اس ظلم سے روکے۔ دوسری روایت میں "تاخذون یدہ"[1] کا لفظ آتا ہے۔ یہ بھی کنایہ ہے منع کرنے سے۔ ایک اور روایت میں زیادہ وضاحت آتی ہے اس میں آتا ہے "ان کان مظلوماً فخذ لہ بحقہ و ان کان ظالماً فخذلہ من نفسہ."[2]

فَاِنَّ ذَالِکَ نَصْرُهُ: یہی اس کی مدد ہے۔ ایک دوسری روایت میں زیادہ وضاحت ہے: "تمسکہ من الظلم فذاک نصرک ایاہ" کہ ظالم کو ظلم سے روک دینا یہ اس کی مدد کرنا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجہ البخاری فی کتاب المظالم تحت باب اعن اخاک ظالماً أو مظلوماً. و أحمد فی مسندہ ۱۳۰۷۷/۴ و الترمذی و ابن حبان ۵۱۶۶، و الطبرانی فی الصغیر ۵۷۶ و ھکذا فی البیھقی ۹۴/۶، ۹۰/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ البخاری (۲) ادب الحکماء، بحوالہ روضۃ المتقین ۲۸۶/۱ (۳) رواہ ابن حبان

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں

(۲۳۸) ﴿وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلامِ، وَعِیَادَةُالْمَرِیْضِ، وَاِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِوَ اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَ تَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ﴾(متفق علیه)

وَ فِی رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: حَقُّ الْمُسْلِمِ سِتٌّ اِذَا لَقِیْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ وَاِذَا دَعَاکَ فَأَجِبْهُ، وَ اِذَا اسْتَنْصَحَکَ فَانْصَحْ لَهُ وَ اِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ، وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَ اِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت کو قبول کرنا، چھینکنے والے کو (یَرْحَمُکَ اللّٰہُ، کہہ کر) جواب دینا۔''

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ مسلمان کے چھ حقوق ہیں جب تو اس سے ملاقات کرے اس پر سلام کہہ اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کو قبول کر اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کر اور جب وہ چھینک لے الحمد للہ کہے اس کا جواب دے جب وہ بیمار ہو جائے عیادت کر اور جب فوت ہو جائے جنازہ کے ساتھ جا۔

تشریح: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ: مسلمان کے مسلمان پر حق ہیں۔ حق سے مراد حافظ ابن حجر کے نزدیک واجب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ [1]

خَمْسٌ: حق پانچ ہیں۔

سوال: دوسری روایت میں چھ آتے ہیں؟

جواب ①: خَمْسٌ، کہنا یہ بطور قید اتفاقی کے ہے ایک روایت میں پانچ ہے تو دوسری روایت میں چھ بیان کر دیا اس میں کوئی تعارض نہیں۔

جواب ②: پہلے آپ ﷺ نے پانچ حق بیان فرمائے پھر چھ بیان کر دیئے۔

① : سلام کا جواب دینا: یہ واجب ہے قرآن میں بھی آتا ہے: "وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا" کہ جب تم کو کوئی دعا دے تو تم بھی اس کو دعا دو۔

یہاں تَحِیَّه سے مراد بالاتفاق سلام ہے۔ سلام کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کا شعار ہے اور اہل جنت کی عادت ہوگی۔

② : بیمار کی بیمار پرسی کرنا: عِیَادَةُ الْمَرِیْضِ: فقہاء فرماتے ہیں کہ بیمار کی بیمار پرسی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ امام بخاری نے

واجب کہا ہے۔ اور ابن حمدان نے فرض کفایہ کہا ہے۔ خود آپ ﷺ اپنے صحابہ کی بیماری کی حالت میں عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ صحابہ کی بھی مستقل عادت تھی۔

۳ : جنازے کے پیچھے چلنا: اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ: جنازے کے ساتھ جانا اور دفن میں شریک ہونا، فقہاء نے اس کو فرض کفایہ کہا ہے۔

متعدد روایات میں اس کی تاکید آئی ہے ایک روایت میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مریض کی عیادت کرو۔ جنازے کے ساتھ جایا کرو یہ عمل تمہیں آخرت یاد دلاتا ہے۔ کما قیل

کُلُّ ابنی انثی وان طالت سلامته فیوماً علی آلة الحدباء محمول

ترجمہ: ''ہر انسان چاہے اس کی زندگی جتنی بھی لمبی ہو جائے لیکن ایک دن اس کو جنازے کی چارپائی پر ضرور اٹھایا جائے گا۔''

۴ : دعوت کا قبول کرنا: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دعوت کا قبول کرنا فرض عین ہے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

اہل ظواہر کے نزدیک واجب ہے (۲) جمہور فقہاء کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ دعوت قبول کرنے سے اسلامی اخوت مضبوط ہوتی ہے محبت بڑھتی ہے اور دلوں سے کدورتیں ختم ہوتی ہیں۔

۵ : چھینک والے کا جواب دینا: وَ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ: ''جس کو چھینک آئے الحمد للہ کہے اور سننے والا ''یَرْحَمُکَ اللّٰهُ'' کہے پھر چھینکنے والا ''یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ'' سے جواب دے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت اچھی کرے۔ بعض روایات میں ''یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ'' آتا ہے جو چھینک آنے پر الحمد للہ نہ کہے تو اس کو ''یَرْحَمُکَ اللّٰهُ'' نہ کہا جائے، چھینک کا جواب دینا بھی مسلمان کا حق ہے اس سے بھی آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

دوسری روایت میں ایک جملہ زائد ہے وہ یہ ہے:

''وَاِذَا اسْتَنْصَحَکَ فَانْصَحْ لَهُ'' کہ کوئی مسلمان تم سے خیر خواہی چاہے تو تم اس کے ساتھ خیر خواہی کرو۔ دوسرے کی خیر خواہی ہماری زندگی اور معاشرتی زندگی کا ایک جز لازم ہونا چاہئے۔ عام مسلمانوں کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے۔

مسلمانوں کو ایسی باتوں کی نصیحت کی جائے جن میں ان کی دنیا و آخرت کا فائدہ ہو۔ نیز اگر بشری تقاضوں کے مطابق کسی میں کوئی کمزوری ہو تو اس پر پردہ ڈالا جائے، عام لوگوں کے سامنے اس کی بے عزتی نہ کی جائے۔

علماء فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نرمی اور خیر خواہی کے جذبہ سے ہو۔

نصیحت کے کاموں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے لئے جو پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کرے۔

تخریج حدیث: رواه البخاری، فی کتاب الجنائز تحت باب الامر باتباع الجنائز. و فی کتاب النکاح، و فی فی کتاب الاشربةو مسلم فی کتاب السلام تحت باب، من حق المسلم علی المسلم رد السلام. و أحمد

فی مسنده ٣/١٠٩٦٦ـ و ابن حبان ٢٤١ـ و عبد الرزاق ١٩٦٧٩ـ و أبو داؤد، و هکذا فی البیهقی ٣/٣٨٦ـ

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری شرح البخاری
(۲) سورۃ النساء آیت ۸٦
(۳) شرح مسلم للنووی

آپ ﷺ نے سات کاموں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا

(٢٣٩) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رضی الله عنهما قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ بِسَبْعٍ وَ نَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: اَمَرَنَا بِعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ، وَ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ، وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ. وَنَهَانَاعَنْ خَوَاتِیْمَ أَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ وَشُرْبٍ بِالْفِضَّةِ وَ عَنِ الْمَیَاثِرِ الْحُمْرِ وَ عَنِ الْقَسِّیِّ وَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ وَ الاِسْتَبْرَقِ وَ الدِّیْبَاجِ﴾

(متفق علیه)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ وَ اِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِی السَّبْعِ الْأُوَلِ.

"المیاثر" بیاء مثناة قبل الالف، و ثاء مثلثة بعدها، وهی جمع میثرة و هی شئ یتخذ من حریر و یحشی قطناً أو غیره، و یجعل فی السرج و کور البعیر یجلس علیه الراکب، "القسی" بفتح القاف و کسر السین المهملة المشددة: و هی ثیابٌ تنسج من حریر و قطانٍ مخطلتین. "و انشاد الضالة" تعریفها)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات کاموں کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع کیا۔ ہمیں بیمار کی عیادت کرنے، جنازہ کے ساتھ جانے، چھینکنے والے کا جواب دینے، قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے کی دعوت کو قبول کرنے، سلام کو عام کرنے کا حکم فرمایا اور سونے کی انگوٹھی پہننے، چاندی کے برتن میں پینے، سرخ ریشمی گدیلوں پر بیٹھنے اور قسی کے کپڑے پہننے، ریشم و استبرق اور دیباج پہننے سے منع فرمایا۔ اور ایک روایت میں پہلی سات باتوں میں گم شدہ چیز کے اعلان کرنے کا حکم فرمایا۔''

مَیَاثِر: یا پھر الف پھر ثا، یہ میثرة کی جمع ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو ریشم سے بنا کر روئی وغیرہ اس میں بھر دیتے ہیں (گدی) اور اس کو گھوڑوں کی کاٹھیوں اور اونٹوں کے کجاوؤں پر رکھا جاتا ہے۔ جس پر گھوڑے اور اونٹ

پر سواری کرنے والا بیٹھتا ہے۔ قَسِّي: قاف پر زبر اور سین مشددہ پر زیر، ایسے کپڑے جو ریشم اور سوت سے ملا کر بناتے ہیں۔ اِنشَادُ الضَّالَّةِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ گمشدہ چیز کا اعلان اور تشہیر کرنا۔

تشریح: عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ" اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ" تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ": ان تینوں جملوں کی وضاحت ماقبل حدیث میں گذر چکی ہے۔

اِبْرَارُ الْمُقْسِمِ قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی پر اعتماد کر کے اس کو اللہ کی قسم دی کہ یہ کام کرو یا نہ کرو تو تم اس کے اعتماد کو مجروح نہ کرو۔ اس کام کو کر کے یا نہ کرنے والے کام کو نہ کر کے اس کی قسم کو پوری کرو۔ بشرطیکہ وہ کام حرام نہ ہو بلکہ اس کام کا تعلق مباحات یا مکارم اخلاق سے ہو۔[1]

نَصْرُ الْمَظْلُوْمِ: مظلوم کی مدد کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں کسی مسلمان پر ظلم ہو رہا ہو۔ یا اس کی بے عزتی ہو رہی ہو تو اگر اس موقع پر اس کی مدد کرنے کا موقع ہو تو ضرور اس کی مدد کی جائے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مؤمن کو منافق کے ظلم سے بچایا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرما دیں گے جو قیامت کے دن اس کے دل کو جہنم کی آگ سے محفوظ کرے گا۔[2]

نَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمِ: سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔ سونے کی انگوٹھی اور ریشم مردوں پر حرام ہے عورتوں کے لئے حلال ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر اپنے ایک ہاتھ پر ریشم کا ٹکڑا رکھا اور دوسرے ہاتھ پر سونا، اور فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ کیونکہ اسلام نے مردوں میں نسوانیت اور سہل انگاری کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔[3]

عَنِ الشُّرْبِ بِالْفِضَّةِ: چاندی کے برتن میں کھانے سے منع فرمایا۔ دوسری روایت سے بھی اس کی تحریم معلوم ہوتی ہے اور علماء کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے۔

تخریج حدیث: رواه البخارى فى كتاب الجنائز تحت باب الامر باتباع الجنائز وفى كتاب الاشربة تحت باب آنية الفضة و غيرها من الكتب. و مسلم فى كتاب اللباس تحت باب تحريم استعمال اناء الذهب و الفضة على الرجال و النساء. وأحمد فى مسنده ۶/ ۱۸۵۳۰ و الترمذى و النسائى، ۱۹۳۸۔ و ابن حبان ۵۳۴۰۔ و هكذا فى البيهقى ۱/ ۲۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۸۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/ ۲۰۸ (۲) ابوداؤد شریف (۳) نزہۃ المتقین ۱/ ۲۰۸

(۲۸) بَابُ سَترِ عَورَاتِ الْمُسلِمِينَ وَالنَّهيِ عَنْ اِشَاعَتِهَا لِغَيرِ ضَرُورَةٍ

مسلمانوں کے عیوب پر پردہ ڈالنا اور بلاضرورت ان کی تشہیر کرنے سے منع کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (النور: ۱۹)

ترجمہ: ''جولوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مؤمنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

تشریح: اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو مسلمانوں میں بے حیائی اور فواحش کے پھیلنے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ قران مجید نے فواحش کے انسداد کا یہ نظام بتایا ہے کہ جب تک کوئی شرعی ثبوت نہ ہو اس کو لوگوں میں بیان کرنا صرف منع ہی نہیں بلکہ دنیا و آخرت میں ''عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔ جتنا ان باتوں کو دبایا جائے گا اتنا ہی یہ جرائم ختم ہوتے جائیں گے اور جتنا بے حیائی کی خبروں کو شہرت دینا ہے ان جرائم کو لوگوں کی نگاہ میں بہت کرنا ہے۔ کاش کہ مسلمان قرآنی نظام سمجھ لیں۔ (۱)

﴿لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اگر اس نے کسی پر تہمت بدکاری کی لگائی اور اس کا ثبوت شرعی نہ ہو سکا تو اب اس کو اسی کوڑے دنیا میں لگائے جائیں گے اور آخرت کا عذاب بھی مرنے کے بعد ہوگا۔ (۲)

---

(۱) معارف القرآن ۶/۳۸۰ (۲) معارف القران ۶/۳۸۰

دنیا میں پردہ پوشی کرنا قیامت کے دن پردہ پوشی کا باعث ہوگا

(۲۴۰) ﴿عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْداً فِي الدُّنْيَا اِلَّاسَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جو بندہ دوسرے بندے کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈالے گا۔''

لغات: ❖ یستر: ستر، ستراً، نصر وضرب سے بمعنی چھپانا، ڈھانکنا۔

تشریح: 'لَایَسْتُرُعَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْیَا: جو بندہ دوسرے بندے کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے۔ ﴿سَتَرْتُهَا عَلَیْکَ فِي الدُّنْیَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَکَ الْیَوْمَ﴾ کہ میں نے اس کو دنیا میں چھپایا تو اب بھی اس کی مغفرت کروں گا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے حدیث بالا کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں پہلا یہ کہ میدان حشر میں اللہ جل شانہ اس کے گناہوں کے عیوب لوگوں سے چھپائیں گے۔ تنہائی میں محاسبہ ہوگا تا کہ لوگوں کے سامنے یہ شرمندہ نہ ہو۔ دوسرا یہ جو دوسرے کے عیوب کو چھپائے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کے عیوب پر نہ محاسبہ کریں گے اور نہ ہی اس کا ذکر کریں گے۔ یہاں دوسرا مطلب زیادہ راجح ہے اس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ (۱)

لوگوں کے عیوب اور کوتاہیوں کی پردہ پوشی کرنا علماء فرماتے ہیں یہ مکارم اخلاق میں سے ہے اور یہ اللہ جل شانہ کی صفات میں سے ہے۔ اس لئے اللہ جل شانہ کو یہ صفت بہت پسند ہے بقول شاعر

نہ تھی اپنی برائیوں کی جو خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر ۔۔۔ پڑی اپنی برائیوں پہ جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البر باب بشارة من ستر الله تعالى عيبه في الدنيا فان يستر عليه في الاخرة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۲۸۹ وھکذا فی نزھۃ المتقین ۱/۲۰۹

لوگوں کے سامنے عیوب کو بیان کرنے والے کی معافی نہیں ہوگی

(۲۴۱) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ، وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَ قَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ يَافُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَ قَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَ يُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں: میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا مگر وہ لوگ جو خود اپنے عیوب کو آشکارا کرتے ہیں۔ ان کو آشکارا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی بدعملی کرتا ہے وہ صبح اٹھ کر تشہیر کرتا پھرتا ہے کہتا ہے او فلاں! میں نے گذشتہ رات فلاں فلاں غلط کام کیا حالانکہ اللہ نے اس پر پردہ ڈالا تھا لیکن وہ اللہ کے پردہ کو چاک کر رہا ہے۔

لغات: ❖ المجاهرين: جَاهَرَهُ، مُجَاهَرة و جِهَاراً، مفاعلة سے بمعنی کھلم کھلا ظاہر کرنا۔
❖ البارحة: البارحة بمعنی شب گذشتہ۔ بات: بات بيتا و بياتا ضرب، سمع سے بمعنی شب باشی کرنا رات گذارنا جب کوئی رات میں کچھ کام کرے تو کہا جاتا ہے بات يفعل كذا۔

تشریح: كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَا الْمُجَاهِرِيْنَ: میری تمام امت کو معاف کردیا جائے گا مگر وہ لوگ جو اپنے عیوب کو آشکارا کرتے ہیں۔ اس حدیث کے مطلب میں علماء فرماتے ہیں کہ انسان بشر ہے اس سے بتقاضائے بشریت گناہ صادر ہوں گے اس پر اس کو ندامت ہونی چاہئے اگر ندامت کرے گا تو اللہ جل شانہ معاف فرمائیں گے مزید ازیں کہ اگر وہ معافی بھی مانگ لے تو بہ کرلے تو اللہ خوش بھی ہوتے ہیں۔ لیکن گناہ کرنے کے بعد پھر اس کو آشکارا کرنا یعنی لوگوں کے سامنے بیان کرتے پھرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کے دل میں اللہ کا خوف نہیں ہے یا یہ کہ اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس طرح اپنے گناہوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا اللہ کے غضب و ناراضگی کو دعوت دینا ہے اور ایسا شخص عموماً توبہ کی توفیق سے بھی محروم رہتا ہے [1] جب اس میں یہ تمام باتیں ہوں گی تو اب اس کو کیونکر معاف کیا جاسکتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب فی ستر المؤمن علی نفسه و مسلم فی کتاب الزهد تحت باب النهی عن هتک الانسان ستر نفسه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزهة المتقين ۱/۲۰۹

باندی بار بار زنا کرے تو اس کو فرخت کردو

(۲۴۲) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَازَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّب عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّوَلا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْبِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ﴾ (متفق عليه)

التثريب: التوبيخ.

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب لونڈی زنا کرے اور اسکا زنا واضح ہو تو اس کو حد لگائی جائے اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے۔ اگر پھر زنا کرے تو اس کو حد لگائی جائے اور ڈنٹ ڈپٹ نہ کی جائے۔ پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو اس کو فروخت کرے اگرچہ بالوں کی رسی کے

عوض کیوں نہ ہو۔''

تثریب: کے معنی ہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔

لغات: ❖ فلیجلد ھا: جَلَدَ، جَلْداً ضرب سے بمعنی کوڑے مارنا۔

❖ یثرب: ثَرَبَ ثَرْباً ضرب سے بمعنی کسی کے فعل کو قبیح اور برا بتانا۔

تشریح: اِذَا زَنَتِ الْاَمَۃُ فَتَبَیَّنَ زِنَاھَا فَلْیَجْلِدْھَا الْحَدَّ: جب لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو اس کو حد لگائی جائے۔

کیا مولیٰ اپنے غلام کو خود حد لگا سکتا ہے؟

اس میں مختصر دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب ائمہ ثلاثہ (یعنی امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ) قریب قریب تینوں ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ مولیٰ اپنے غلام کو خود حد لگا سکتا ہے۔ [1]

دوسرا مذہب احناف کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مولیٰ اپنے غلام کو بھی حد نہیں لگا سکتا۔

ائمہ ثلاثہ کا استدلال

حدیث بالا میں ہے کہ جب زنا ثابت ہو جائے تو حد لگائی جائے۔

احناف کا استدلال

بہت سے صحابہ و تابعین کا اصول یہی ہے کہ حد لگانا صرف سلطان کا حق ہے غیر سلطان کو حد لگا۔نے کی اجازت نہیں ہے۔ [2]

ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب

یہاں پر مولیٰ کو کہا جارہا ہے کہ تم قاضی اور حاکم کے پاس اس مسئلہ کو لے جاؤ اور حد جاری کرواؤ اس بناء پر مولیٰ سبب بن جاتا ہے تو مجازاً حد کی نسبت مولیٰ کی طرف کردی گئی۔

''وَلَا یُثَرِّبْ عَلَیْھَا'' تثریب کے عموماً محدثین دو معنی لکھتے ہیں: اوّل حد لگا دی گئی تو اب مزید ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ دوم حد زنا کی مشروعیت سے پہلے ڈنٹ ڈپٹ پر اکتفاء کیا جاتا تھا اب کہا جارہا ہے کہ صرف ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ حد بھی جاری کی جائے۔

تیسری بار زنا کرنے سے اس کو فروخت کردو

اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَۃَ فَلْیَبِعْھَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ اگر تیسری بار بھی زنا کرے تو اس کو فروخت کردو اگرچہ بال کی رسی کے

عوض ہی کیوں نہ ہو۔

اس میں بھی دو مذہب ہیں اوّل اہل ظواہر کے نزدیک تیسری مرتبہ زنا کرنے پر اس باندی کو فروخت کرنا واجب ہے۔ دوم ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے۔

فروخت کرنے کی حکمت

اس میں کئی حکمتیں مضمر ہیں مثلاً دوسرے کے ملک میں جا کر ممکن ہے کہ وہ باز آجائے [۲] اتنی مرتبہ زنا کے کرنے کے باوجود مولیٰ اپنی ملکیت میں ایسی باندی کو رکھے گا تو شبہ آئے گا کہ مولیٰ بھی اس کے زنا سے راضی ہے اس تہمت کو ختم کرنے کے لئے فروخت کردے۔

تخريج حديث: أخرجه البخاری فی کتاب العتق تحت باب كراهية التطاول علی الرقيق، و فی کتاب المحاربين تحت باب، اذا زنت الامة و مسلم فی کتاب الحدود تحت باب رجم اليهود اهل الذمة فی الزنیٰ و أخرجه مالک و أبو داؤد و الترمذی و النسائی فی الكبریٰ ۷۲۴۷ و هكذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) المغنی لابن قدامۃ ۱۷۶/۸

(۲) نصب الرایۃ ۳۲۶/۳، اعلاء السنن ۵۸۰/۱۱

شراب پینے والے کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے مارو

(۲۴۳) ﴿وعَنهُ قَالَ: اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْراً قَالَ: "اِضْرِبُوْهُ" قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ، وَ الضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مارو، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم میں سے بعض لوگ اسے ہاتھ سے مار رہے تھے اور بعض جوتے سے مار رہے تھے اور کچھ کپڑے سے مار رہے تھے جب وہ واپس لوٹا تو قوم میں سے کسی نے کہا: اللہ تجھے ذلیل کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں نہ کہو اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔''

لغات: ❖ تعینوا: عَوَّنَهٗ، تَعْوِيْنًا، عَاوَنَهٗ مُعَاوَنَةً بمعنی مدد کرنا۔

تشریح: قَدْ شَرِبَ خَمْراً قَالَ: اِضْرِبُوْهُ: اس نے شراب پی ہے فرمایا کہ اسے مارو۔

شراب پینے والے کی حد

احناف، امام مالک کا مذہب اور امام شافعی، احمد کا مشہور قول اسی کوڑے ہیں [۱] جو کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے [۲] حدیث بالا کا حکم اس وقت کا ہے جب کہ شرب خمر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں تھی پھر اس کے لئے اسی کوڑے مقرر ہوگئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسی پر تو صحابہ کا اجماع بھی ہوگیا۔

حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانہ مبارک اور حضرت ابوبکر کے زمانے میں غلبہ اصلاح کی وجہ سے اس کی نوبت نہیں آتی تھی اگر کوئی واقعہ پیش بھی آیا تو شرعی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے حد شرعی نافذ نہیں ہوتی تھی صرف تعزیر کردی جاتی تھی۔

مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور پھر کچھ واقعات پیش آئے اور ان واقعات پر شرعی ثبوت بھی قائم ہوگئے تو اب باقاعدہ اسی کوڑے کا آغاز ہوا۔

کسی کو بددعا نہیں دینی چاہئے

قال بَعْضُ الْقَوْمِ اَخزَاکَ الله: قوم میں سے کسی نے کہا کہ اللہ تم کو ذلیل کرے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کی کوشش یہی ہے کہ شیطان آدمی کو دنیا و آخرت دونوں جگہ رسوا اور ذلیل کروائے، تو اس قسم کے جملہ سے شیطان کی اعانت اور مدد ہوتی ہے۔ کہ جب یہ ذلیل ہوگا تو شیطان خوش ہوگا اس لئے آپ نے اس قسم کے جملے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الحدود تحت باب ما یکره من لعن شارب الخمر و تحت باب الضرب بالجرید و النعال.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) الانصاف ۱۰/ ۲۲۹، المغنی لابن قدامۃ ۸/ ۳۰۷ (۲) اس کے لئے دیکھیں نصب الرایہ ۳/ ۳۵۲، طحاوی ۲/ ۷۷ زیلعی ۳/ ۳۵۲ وغیرہ

(۲۹) بَابُ قَضَاءِ حَوَائِجِ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (الحج: ۷۷)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور نیک کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

تشریح: نیک اعمال اچھی طرح اخلاص سے کرو جیسے کہ فرمایا گیا

﴿اِعْمَلُوْاللّٰہِ حَقَّ عَمَلِہٖ وَاعْبُدُوْہُ حَقَّ عِبَادَتِہٖ﴾ عمل کرو اللہ کے لئے جیسا کہ اس کا حق ہے اور عبادت کرو اللہ کی جیسا کہ اس کا حق ہے۔

الخیر: تمام ہی نیک کام مراد ہیں مگر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد یہاں پر قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا مراد ہے۔ (۱)

اللہ پر کسی کا جبر نہیں

لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ:

امید رکھو کہ فلاح کو پہنچ جاؤ۔ کیونکہ اللہ پر کوئی جبر تو نہیں کہ وہ ضرور اس عمل پر کامیاب کردے امید ہی کی جاسکتی ہے (یہ الگ معاملہ ہے کہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتے)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک نبی پر اللہ جل شانہ کی طرف سے وحی آئی کہ تمہاری امت میں جو لوگ میری اطاعت گزار ہیں ان سے کہہ دو کہ اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کریں کیونکہ قیامت کے دن جس شخص کو میں حساب کتاب کے لئے کھڑا کروں گا اور عذاب دینا چاہوں گا تو اس کو عذاب دونگا اور اپنی امت کے گناہگاروں سے کہدو کہ وہ خود اپنے کو ہلاک ہونے والا نہ سمجھیں کیونکہ میں بڑے بڑے گناہوں کو معاف کردونگا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ (۲)

لِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ ع

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں   راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

(۱) تفسیر مظہری (اردو) ۶/۱۵۱ (۲) رواہ ابونعیم عن علی بحوالہ ۶/۱۵۲

مسلمانوں کی مصیبت کو دور کرنا قیامت کے دن مصیبتوں سے نجات پانا ہے

(۲۴۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَایُسْلِمُہٗ، مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ بِھَا کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی

ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کی مدد کرنا چھوڑے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں ہوتا ہے اللہ اس کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کرتا ہے اللہ اس سے اس کے سبب قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان پر پردہ ڈالتا ہے اللہ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈالے گا۔"

لغات: ❖ کربۃً: کَرَبَ (ن) کَرَبًا پریشان کرنا، بے چین بنانا۔ اَکْرَبَ۔ جلدی کرنا۔ کَرْبٌ: غم پریشانی، مَکْرُوْبٌ: بے چین، پریشان، مِکْرُوْبٌ: جرثومہ، چھوٹا کیڑا۔

❖ ستر: ستر (ن) سَتْرًا چھپانا، حفاظت کرنا، تَسَتَّرَ، اِسْتَتَرَ: چھپنا، تَسَتَّرَ عَلٰی مُجْرِمٍ: مجرم کو پناہ دینا۔ سِتَار: پردہ۔ سُتْرَۃٌ: کوٹ، آستین دار صدری، مُسْتَتِرٌ، مَسْتُوْرٌ: پوشیدہ۔

تشریح: مسلمان مسلمان کی مدد کرتا ہے

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لاَ یَظْلِمُہٗ وَ لاَ یُسْلِمُہٗ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کی مدد کرنا چھوڑے۔

اس جملہ میں ایک طرف تو مسلمان کو بھائی کے ساتھ تعبیر کیا جا رہا ہے۔ تو جب مسلمان بھائی ہے تو اب بھائی ہونے کے سارے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہوگا۔ ان میں سے اہم یہ ہے کہ اس پر جب ظلم کیا جائے تو ظلم کو روکے نہ کہ خود ہی اپنے مسلمان بھائی پر ظلم کرے اور جب مدد کی ضرورت پڑے تو اس کی مدد کرے۔

اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے فضائل

مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ: جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں ہوتا ہے۔

تو اللہ جل شانہ بھی اس کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے اس کو ایسا ثواب ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کی اس نے تمام عمر خدمت (عبادت) کی۔ ایک حدیث میں آتا ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت کو حاکم تک پہنچائے اس کی پل صراط پر چلنے میں مدد کی جائے گی جس دن کہ اس پر پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔ (۱)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالیٰ شانہ اس کو اس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ ٹھہر سکیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: اس حدیث کی تخریج پہلے گذر چکی ہے پھر دوبارہ بھی کی جا رہی ہے۔

اخرجه البخاری فی کتاب المظالم تحت باب لا یظلم المسلم المسلم و لا یسلمه و فی کتاب الاکراه

تحت باب یمین الرجل لصاحبه انه اخوه اذا خاف علیه القتل. و مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب تحریم الظلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فضائل الصدقات: حصہ اول ۱۵۹
(۲) فضائل الصدقات ۱۵۹

جہاں پر تلاوت ہوتی ہے فرشتے ایسی جگہ کو گھیر لیتے ہیں

(۲۴۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ، وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاکَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ، وَمَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَ یَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّانَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّأَبِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مؤمن کی دنیاوی مصیبت کو دور کرے گا اللہ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں سے ایک مصیبت کو دور فرمائیں گے اور جو شخص کسی تنگدست پر آسانی کرتا ہے اللہ پاک دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا۔ اللہ بندے کا مددگار رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کا مددگار رہتا ہے اور جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ اس کا جنت کی طرف کا راستہ آسان کردیتا ہے۔ اور جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے درس کے لئے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت خداوندی انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں، اللہ پاک ان کا تذکرہ اپنے قریب رہنے والے فرشتوں میں فرماتے ہیں اور جس کے عمل نے اس کو پیچھے چھوڑ دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں لے جا سکے گا۔''

لغات: ❖ غشیتهم: غَشِیَ، غَشْیًا سمع سے بمعنی ڈھانکنا، چھپانا۔

❖ حَفَّتْهُمُ: حَفَّ، حَفًّا نصر اور ضرب سے بمعنی احاطہ کرنا، گھیرنا۔

❖ بطأ: بَطُؤَ، بُطْأً و بِطَاءً و بُطُوْءً کرم سے بمعنی دیر کرنا، مؤخر کرنا۔

تشریح: کسی کی تکلیف کو دور کرنا حقیقتاً اپنی تکلیف کو قیامت کے دن دور کروانا ہے

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا جو کسی مسلمان سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کردے تو اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی بڑی تکلیف دور فرمادے گا۔

مشکوٰۃ کی ایک روایت میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے جس میں آتا ہے کہ جو شخص مصیبت زدہ عورتوں کی مدد کرتا ہے یا غریب کی مدد کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ جو جہاد میں کوشش کرنے والا ہے یا یہ فرمایا کہ وہ ایسا ہے کہ تمام رات نفلیں پڑھنے والا ہو جو ذرا بھی سستی نہیں کرتا ہو اور وہ ایسا ہے جیسا کہ ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی افطار نہ کرتا ہو۔ (۱)

تنگ دست پر آسانی کرنا قیامت کے دن اپنے لئے آسانی کروانا ہے

وَ مَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ جس نے تنگ دست پر آسانی کردی تو اللہ تعالیٰ شانہ بھی اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا۔

محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر عمل کا بدلہ اسی کے جنس سے اللہ جل شانہ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ تنگ دستی کو دور کردیا تو اللہ بھی اس کی تنگ دستی کو دور فرمادے گا دنیا و آخرت میں جب کہ قیامت کے دن بہت زیادہ اس کی ضرورت ہوگی قرآن میں آتا ہے:

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيْرٌ. (۲)

﴿وَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى﴾ جو لوگ بھی اللہ کی کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ گھر آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔ (۳)

﴿اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ﴾ سکینہ نازل ہوتا ہے۔

سکینہ سے کیا مراد ہے

سکینہ کے محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے متعدد معنی لکھے ہیں مثلاً ① اللہ کی خاص رحمت ہے۔ ② سکون قلب مراد ہے۔ ③ وقار ④ طمانینت ⑤ ملائکہ مراد ہیں۔ سب ہی مراد ہوسکتے ہیں یہ تمام انعامات قرآن کے پڑھنے والے کو ملتے ہیں۔

وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ: رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ رحمت سے مراد اللہ کا احسان، فضل وغیرہ ہے۔

وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ: فرشتے گھیر لیتے ہیں۔ مشہور لمبی روایت ہے کہ تلاوت اور ذکر الٰہی کرنے والوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور یہ تانتا آسمان تک بن جاتا ہے آخر میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کی مغفرت کردی اور ان کے پاس جو لوگ بھی بیٹھے تھے ان سب کی بھی مغفرت کردی۔

اللہ ان کا ذکر فرشتوں میں کرتے ہیں

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ: حق تعالیٰ شانہ ان لوگوں کا ذکر ان کے پاس کرتے ہیں جو اللہ کے پاس ہیں۔

فِيمَنْ عِنْدَهُ: سے مراد ملائکہ ہیں جیسے ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

﴿فَإِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهُ فِیْ نَفْسِیْ، وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهُ فِیْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ﴾

پس اگر مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر (فرشتوں کے) مجمع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔

قیامت کے دن کسی کا نسب کام نہیں دے گا

وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا تو اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھائے گا۔

اس میں تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو صرف خاندانی عزت وشرافت پر اعتماد کئے ہوتے ہیں کہ قیامت کے دن کسی کا نسب وحسب کام نہیں آئے گا کام آنے والی چیز اعمال صالحہ ہوں گے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ.[۴]

جیسے کہ ایک اور روایت میں آتا ہے:

يَافَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِیْ مَاشِئْتِ لَا اُغْنِیْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا.[۵] اے فاطمہ بنت محمد ﷺ! جو چاہے سوال کرلے کیونکہ میں اللہ کے عذاب سے کچھ بھی بچا نہیں سکوں گا۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الدعوات تحت باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و احمد ۸۳۲۳/۸۔ والترمذی، و ابوداؤد و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ شریف

(۲) سورۃ المدثر آیت ۹

(۳) ترغیب وترھیب

(۴) سورۃ الحجرات

(۵) روضۃ المتقین ۲۹۴/۱

(۳۰) بَابُ الشَّفَاعَةِ

سفارش کا بیان

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا﴾ (النساء: ۸۵)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں حصہ ملے گا۔''

تشریح: ''مَنْ يَّشْفَعْ'' کوئی سفارش کرے۔ اس پر مفسرین کہتے ہیں کہ سفارش کرنے کو کہا گیا ہے خواہ وہ سفارش قبول کی جائے یا نہ کی جائے ہر دو صورت میں اس کو ثواب ملے گا۔

یا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ سفارش کرے کام کرنے پر اس کو مجبور نہ کرے اس پر کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالے۔ [(۱)]

''شَفَاعَةً حَسَنَةً'': شفاعت کہتے ہیں ملانے کو۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کمزور طالب حق کے ساتھ اپنی قوت ملا کر اس کو قوی کردیا جائے۔ [(۲)]

''حَسَنَةً'': سفارش نیکی کی۔ تو اب ان پر اس کو ثواب ملے گا اور اس نے کسی گناہ کی سفارش کی تو اب اس کو گناہ بھی ہوگا۔ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے اور دعا کرنے والے کو اس کا اجر ملتا ہے۔ [(۳)]

نَصِيْبٌ مِّنْهَا یعنی: حصہ۔ مگر عام طور سے نصیب کا لفظ اچھے حصہ میں استعمال ہوتا ہے بخلاف کفل کے کہ وہ عموماً برے حصے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ [(۴)]

---

(۲) معارف القرآن ۲/۵۰۰ (۳) معارف القرآن ۲/۴۹۷
(۴) مظہری ۳/۱۸۱، معارف القرآن ۲/۵۰۰ (۵) معارف القرآن ۲/۴۹۷

سفارش کرو، ثواب پاؤ

(۲۴۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاہُ طَالِبُ حَاجَۃٍ اَقْبَلَ عَلٰی جُلَسَائِہٖ فَقَالَ: اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَ یَقْضِی اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ مَا اَحَبَّ﴾ (متفق علیہ) و فی روایۃ: ''مَاشَاءَ''

ترجمہ: ''حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کوئی ضرورت مند انسان آتا تو آپ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے سفارش کرو تم کو ثواب ملے گا اور اللہ

اپنے پیغمبر کی زبان پر جو چاہتا ہے فیصلہ کرادیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے جو چاہتا ہے۔"

لغات: ❖ اشفعوا: شَفَعَ، شَفَاعَۃ فتح سے بمعنی سفارش کرنا۔

تشریح: اِشْفَعُوْا تُوْجَرُوْا: سفارش کروتم کو ثواب ملے گا۔ کہ ایک آدمی وہ کام خودنہیں کرسکتا مگر اس نے دوسرے سے سفارش کردی اور اس کو ترغیب دے دی تو اب جہاں پر اس کام کرنے والے کو ثواب ملے گا تو وہاں ترغیب اور سفارش کرنے والا بھی محروم نہیں رہے گا اس کو بھی ثواب ملے گا۔

وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا اَحَبَّ: اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہتا ہے فیصلہ کرواتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی زبان سے جو کچھ جاری ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، یہاں پر بھی سفارش پر اجر وثواب کا وعدہ فرمادیا یہ بھی اللہ کا فضل واحسان ہے کہ کام کئے بغیر اللہ کی طرف سے اجر وثواب مل جاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخارى فى كتاب الزكاة تحت باب التحريض على الصدقة و مسلم فى كتاب البر والصلة و الآداب تحت باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام، و أحمد ١٩٦٠١/٧ و الترمذى و النسائى و ابن حبان ٥٣١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجھے ضرورت نہیں

(٢٤٧) ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ قِصَّةِ بَرِيْرَةَ وَزَوْجِهَا قَالَ: قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِهٖ؟ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اس کے خاوند کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بریرۃ سے فرمایا: اگر تو اپنے خاوند کے پاس واپس چلی جائے؟ (تو بہتر ہے) اس نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں صرف سفارش کرتا ہوں اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

لغات: ❖ راجعته: رَجَعَ، رُجُوْعاً ضرب سے بمعنی پھرنا، لوٹنا اور مفاعلہ سے رَاجَعَہٗ واپس ہونا۔

تشریح: حضرت مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بریرہ رضی اللہ عنہا کا مختصر واقعہ

فِیْ قِصَّةِ بَرِیْرَةَ وَزَوْجِهَا: بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اس کے خاوند کے قصہ میں۔ اس کا قصہ احادیث میں آتا ہے مختصراً یہ ہے کہ بریرہ (بر وزن کریمة) یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی تھیں ان کا نکاح ایک سیاہ غلام مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامی سے ہوا۔ تو جب حضرت بریرہ آزاد ہوئیں اور شریعت نے ان کو اختیار دیا کہ چاہے مغیث کے ساتھ رہیں یا نہ رہیں، تو بریرہ نے مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدگی اختیار کر لی مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بریرہ سے حد درجہ محبت تھی۔ وہ مدینہ کی گلیوں میں روتے پھرتے تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہیں کہ وہ رجوع کر لیں۔ آپ ﷺ نے بریرہ سے کہا۔

قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَاْمُرُنِیْ؟ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ کیا آپ ﷺ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا حکم نہیں بیشک سفارش کرتا ہوں۔ اس پر بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا "لاحاجة لی فیه" کہ مجھے مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے بقول شاعر ؎

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر　　　ادائیں لاکھوں ہیں اور دلِ بے تاب ہے ایک

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کی سفارش کو ماننے سے انکار کر دیا اس سے معلوم ہوتا ہے سفارش کا ماننا ضروری نہیں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الطلاق تحت باب شفاعة النبی ﷺ فی زوج بریرة، وابوداؤد، و النسائی و ابن ماجه و ابن حبان ٤٢٧٣، و الدارمی و هکذا فی البیهقی ٢٢٢/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اللهم اغفرله ولوالدیه ولمن لهٗ حق علیه ولِمَنْ سعی فیه

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وتب علینا انک انت التواب الرحیم

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام

علی المرسلین والحمد لله رب العلمین

الراقم: محمد حسین صدیقی

(استاذ الحدیث: "الجامعة" البنوریة سائٹ کراتشی)

فقیہ الامۃ، سراج الائمۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ
کی شہرۂ آفاق تالیف "کتاب الآثار" کی نہایت آسان مفصل اور مدلل شرح

روضۃ الأزہار

شرح اردو

کتاب الآثار

① حدیث کے ہر ہر جز کی مفصل تشریح مع حل لغات ② احادیث کی تخریج اور راویوں کے حالات زندگی
③ ہر بحث مستند حوالوں کے ساتھ ④ مختلف طرق حدیث کا بیان
⑤ مذاہب اربعہ کے ادلہ انہی کی کتب سے ⑥ ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار
⑦ احناف کے دلائل کی وجہ ترجیح ⑧ مناسب مقامات پر جدید مسائل کی وضاحت

اکابر علماء کرام کی تقریظات کے ساتھ

عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب سہل، سادہ و دلنشین انداز بیان

ترجمہ و تشریح
مولانا محمد حسین صدیقی
استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی
فون: ۷۷۲۸۶۷۳